جلد اول

انتصار الاسلام

من تصنیف

جناب علامہ وقت وحید العصر فرید الدہر مولانا حکیم سید غلام حسنین کنتوری ادام اللہ ظلہ

در مطبع یونیورسل پریس لاہور

۲۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۲۱ھ

انتصار الاسلام جلد اوّل

دنیا مین یہ پہلی کتاب اپنے رنگ کی ہے جس مین اسلام کی تمام خوبیان علوم قدیمہ و جدیدہ سے ثابت کی گئی ہین۔ اور جسقدر شبہات اسلام پر غیر مذہب والون نے کیئے ہین ان سب کے کافی جواب سائینس و ہندسہ و علم فزیالوجی و میکانکس و علم حروف و علم مسمیریزم و علوم نور و جر ثقیل و علم نفس وغیرہ کے۔ اصول سے دئیے گئے ہین۔ اسی کتاب کے دیکھنے سے ثابت ہوگا۔ کہ دنیا مین اگر کوئی مذہب تمام اصول فلسفیہ قدیمہ و جدیدہ کے مطابق ہے تو اسلام ہے۔ جدید تعلیم یافتون کے لئے توفرض ہے۔ کہ اس کتاب کو اپنا رفیق بنا دین اور دیکھین کہ قوم کے دلسوز یگانہ روزگار اسطوئے زمانہ۔ وحید العصر فرید الدہر مولوی حکیم سید غلام حسنین صاحب کنتوری علامہ الازمنہ شموس افاضتہ طالعتہ والاقمار افادۃ ساطعۃ فی المشرقین والمغربین نے کسطرح اپنے بہتر علوم قدیمہ و جدیدہ کی معلومات کے ذریعہ سے اسلام کی حمایت کی ہے۔ اور کسطرح شریعت اسلام کو بتمامہ مطابق عقل ثابت کر دیا ہے۔ اور اور ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف کیونکر معجزہ ہے۔ اور فاسفورس اور ید بیضا کا فرق کیا ہے۔ مسمیریزم اور معجزہ کا فرق کیا ہے۔ سوا نیزہ پر آفتاب کا مغرب سے نکلنے کا ثبوت۔ قیامت کو گرمی آفتاب کا متحمل کیونکر ہوگا۔ عقلی اور نقلی دلائل سے معجزہ شق القمر کا ثبوت اور چاند کا سات بار خانہ کعبہ کے گرد پھرنا۔ نبی کی نبوت پر چاند نے گواہی دی۔ انبیا نے مردے کسطرح زندہ کئے اور حالات تسخیر ارواح وغیرہ وغیرہ۔

[illegible] اور شائقین کے اصرار سے دوبارہ چھاپی گئی و بنظر سہولیت خریداران قیمت نہایت ہی ارزان مبلغ ایک روپیہ چار آنہ (عہ/ ۱) مقرر کی گئی۔ جو کتاب کے مقابلہ مین کچھ بھی نہین ہے۔ اور درخواستین اس پتہ پر آنی چاہئین۔

المشتہر

لاھور لوہاری منڈی۔ نانک بھیلہ۔ بر مکان جناب قبلہ مولوی خدا بخش صاحب دام ظلہ۔
غلام عباس مینیجر دفتر انتصار الاسلام و تائید۔

فہرست ابواب و مطالب کتاب انتصار الاسلام طبع دوم

قیمت ۱۲ محصولڈاک ۳/

اعلان

تحقیق مذہب کے شائقوں کو عموماً۔ اور مذہب اسلام کے عاشقوں کو خصوصاً مژدہ ہو کہ کتاب [illegible] مستطاب انتصار الاسلام من تصنیف جناب [illegible] مجمع البرکات مستغنی عن [illegible] فضیلت مآب مولینا مولوی حکیم سید غلام [illegible] ایک دفعہ [illegible] شائع ہو چکی [illegible] بے نظیر خوبی اور جامعیت کے سبب تھوڑے عرصہ [illegible] ہو گئی۔ [illegible] کی درخواست و اصرار پر ترتیب ابواب و درستی [illegible] قیمت مبلغ [illegible] کر دی گئی۔ [illegible] اسلام کو فائدہ پہنچانا ہے۔ انشاء اللہ [illegible]

المشتہر

درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہیئے۔ لاہور [illegible] جناب [illegible] مولوی [illegible] صاحب

غلام عباس مینیجر [illegible] انتصار الاسلام [illegible]

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

الحمد للہ کہ کتاب بے نظیر در اثبات اعجاز علم کلام

مسمّی بہ

انتصار الاسلام

المطابق بما دہا من تحقیقات جدیدہ یورپ و امریکہ

تصنیف عالیجناب مستطاب مستغنی عن الالقاب جامع علوم عقلیہ و نقلیہ حاوی فنون فرعیہ و اصلیہ
ماہر فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ صاحب تحقیقات سدیدہ مولانا الحکیم سید غلام حسنین صاحب
مترجم قانون شیخ ازالت شموس افادتہ بازغۃ و اقمار ہدایات ساطعہ مرحوم

در مطبع یونین پریس باہتمام سید احمد شاہ زیور طبع یافت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اسکے وجود اور اُسکے قدرت اور اُسکے اختیار پر یہ کتاب
بہت آسانی سے ہر شخص کو ہدایت کریگی اور بدروونا محدود انبیاے کرام جنکی تشریف
آوری کی ضرورت اور جنکی ہدایت کے فوائد پر یہ کتاب شامل ہے۔ خاصکر ہمارے نبی
خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلعم جنہوں نے ہمکو پیغمبران ماسلف کے تشریف
آوری سے خبردی اور سبکو فرستادہ خدا ہونا معجز نما ہونا گناہوں سے پاک صاف
ہونا راجتہاد اور قیاس کرنے سے جملہ امور دینی اور واقعی دنیوی میں جدا ہونا۔
لوازم نبوت سے ارشاد فرمایا جسکو ہماری عقل صحیح نے بھی تسلیم کرلیا۔ چنانچہ اسکا
بیان بھی اسی کتاب میں توضیح سے کردیا ہے۔ بعد حمد اور صلوٰۃ ہیچمدان غلام حسنین
کنتوری مصنف کتاب مآتین فی مقتل الحسین اور مترجم قانون شیخ اور کامل الصناعہ
کہتا ہے۔ سبب تصنیف کتاب میں بتاریخ ۱۵ - ربیع الثانیہ سنہ ۱۳۱۵ھ حضور
پرنور فیض گنجور والا حشم عالی ہمم قدردان علم وہنر والا گہر عالی جناب نواب سید
سید علی خانصاحب بہادر فرزند ارجمند نواب سید باقر علی خانصاحب بہادر مرحوم
میں بمقام کانپور مشرف ہوا۔ بعد ادائے مراسم اسلامیہ مسئلہ تسخیر ارواح کا ذکر حضور
نے چھیڑا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ارواح مومنین کا وادی السلام میں اور ارواح

غیر مومنین کا وادی برہوت میں ہوتا۔ اس عمل سے جو روزانہ ہمارے تجربہ میں آرہا ہے۔ ضرور محل تردد ہوتا ہے۔ اسکا جواب اجمالی اور تفصیلی جو کچھ میں نے یا وہ علاوہ اسکے کہ پرچۂ اصلاح میں درج ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں بھی بجنسہ درج ہوگا جب میرے جوابات زبانی اور تحریری کو جناب محتشم الیہ نے سنا اور پڑھا مجھسے فرمایا کہ بالفعل چونکہ فلسفۂ جدیدہ سے خیالات پر اکثر اہل اسلام کے نہایت خراب اثر پڑ رہا ہے علمائے اسلام کو ضرور ہے کہ کمر ہمت انتصار اسلام پر ویسی ہی باندھیں جیسے کہ زمانہ سابق میں دو نو گروہ اسلام کے یعنی سُنّی اور شیعہ یک دل اور یک زبان ہوکر اصول فلسفہ قدیمہ کا قلع و قمع تدوین علم کلام سے فرما چکے ہیں اور خانگی جھگڑا خلافت کا جو کہ اب طول کو پہونچ گیا ہے۔ اس سے درگذر کرکے خدا کی توحید اور انبیا کی نبوت اور معاد کی ضرورت ثابت کریں۔ میں نے کتاب حمیدیہ مصنفہ جناب شیخ حسین آفندی جسر جو مشہور علمائے بیروت سے ہیں اکا ذکر کیا کہ یہ پہلی کتاب اس غرض سے بعض علمائے اسلام نے لکھی ہے۔ فرمایا کہ اسیکا ترجمہ آپ اردو سلیس میں کر دیجئے۔ کہ چھپ جائے۔ اور ایک نسخہ کتاب ہذا کا خرید فرما کر مجھے مرحمت فرمایا چودہ مہینہ اسکا مطالعہ خاکسار نے کرکے جب بہت سا مواد ابواب کتاب ہذا یعنی میری کتاب مسمّےٰ بہ انتصار الاسلام فی ردّ الشبہات والاوہام کا میرے برسوں کے دماغ سوزی سے فراہم ہوگیا تب میں نے چند ابواب کا مسودہ حضور میں پیش کیا بعد ملاحظہ مجھے تحریری ارشاد پہونچا کہ مجھ سے دو روز کیواسطے ملنا ضرور ہے چنانچہ میں بتاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۱۱ ہجری حاضر حضور ہوا کیا کہوں کہ دونو حضور اعنے نواب سید علی خانصاحب بہادر اور انکے منجھلے بھائی نواب سید جعفر علی خانصاحب بہادر سے تین روز کی یکجائی میں کیسے کیسے عمدہ اصول اور فروع مسائل توحید اور نبوت پر بحث ہوئی جسکی

لذت میرے دل سے پوچھنی چاہیے نہیں زیادہ مبالغہ دونو حضور کی مدح اور ثنا
میں کرنا پسند نہ کرونگا ورنہ میری کتاب پر بڑا الزام پہلے ہی لگایا جائیگا - بلکہ حسب مقام
پر جو اعتراض حضور نے کیا ہے یا جو شبہہ حضور نے دفع کیا ہے - وہ [illegible]
کتاب ہذا کرونگا - اسی سے ناظرین کو دونو حضور کی لیاقت علمی اور [illegible]
کیفیت معلوم ہوگی المختصر مجھہ سے باصرار یہی فرمایا کہ انتصار الاسلام میں جسقدر دہری
شبہات نیچریہ اور آریہ سماج اور پادری صاحبان اور دیگر لوگوں کا رد ایسی سلامت روی
اور مودبانہ الفاظ سے کیا جاوے کہ ہرگز کسی ناظرین کتاب ہذا کو ان مضامین کا پڑھنا
ناگوار ہو اور مصارف پانچسو جلد چھپوانے کی سرکار سے یکمشت خواہ ماہ بماہ بموجب
تنخواہ حساب پہونچایا کرینگے - یہ بھی باصرار ارشاد فرمایا کہ اثبات نبوت پر پورا زور دیا جاوے
چنانچہ بحمد اللہ آجتک جسقدر ابواب اس کتاب کے لکھ چکا ہوں اور اکثر اہل فہم اور
تعلیم یافتہ کے ملاحظہ اور سماعت میں آچکے سبھوں کی رائے اسکے عمدگی پر متفق
ہو چکی ہے اب میں خدا سے دعا اتمام کتاب کی مانگکر شروع بیان مقاصد کرتا ہوں
مگر پہلے چند امر ضروری کو لکھتا ہوں پہلے واضح ہو کہ اس کتاب میں جسقدر مجھہ سے
ممکن ہوا ہے حل شبہہ بہ تفصیل کر دیا ہے اور معارضہ یا تمثیل اسی مقام پر درج کرونگا
جہاں پہلے حل شبہہ بطور تحقیق کے ہو چکا ہے اسلیئے کہ معارضہ سے اصل شبہہ دفع نہیں
ہوتا ہے بلکہ فقط ایک قسم کا مخاطب اسکے زبان بندی ہو جاتی ہے اور اصل شبہہ زیادہ
تر پختہ ہو جاتا ہے مثلاً خدا کے وجود سے انکار کرنے میں اور مادہ کے قدیم اور مصدر موجودات
عالم ہونے میں یا خدا کے وجود کے اقرار کرنے سے جو الزام دونو فریق پر آتا ہے اسکے
ذکر میں بجز افزونی شناعت کے اور کیا نتیجہ ہے یا کہ انبیا کے عصمت کی منافی جو امور
ہیں اور اہل اسلام اپنے نبی صلعم میں انکو صحیح فرض کرکے یہود اور نصاریٰ پر دیگر انبیا میں

تاریخ سے اُن عجوب کو ثابت کریں پس اگرچہ اہل مذہب کو سکوت ہو جائیگا مگر منکرین نبوت
کا شبہہ اور بڑھ جائیگا لہذا ایسے شبہات کو پہلے حل کر دینا لازم سمجھ کر بغرض اسکات اہل مذاہب
معارضہ بھی اگر کرونگا تو کچھ مناسب ہوگا فرض کرو تعدد ازواج کا شبہہ جو ہمارے نبی صلعم پر یہود
اور نصاریٰ کریں پہلے تعدد ازواج کی خوبی براہ عقل ثابت کر کے پھر دیگر انبیا کا کثیر الازواج ہونا بطور
معارضہ کے سمجھنے لکھا ہے اب یہ معارضہ محض معارضہ نہ رہا بلکہ حل شبہہ پر پورا معین ہوگیا اور مطلب
یہ ہوا کہ تعدد ازواج عقلاً ضروری ہے اور انبیا سے بڑھکر پابند عقل کے اور کون لوگ ہو سکتے ہیں
لہذا انکا فعل بھی پورا ثبوت اسکے خوبی کا ہے اسیطرح دیگر معارضات کا حال ہماری کتاب میں
ہے دوم بعض مسائل شریعت محمدی میں چونکہ اہل اسلام کو اختلاف رائے ہوگیا ہے جب اس مسئلہ
میں کسی ایک رائے کو ترجیح میں دیتا ہوں اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے فرقہ کی رد کرتا
ہوں بلکہ غرض اس سے یہ ہے کہ اہل اسلام میں ایک گروہ اسکا بھی قائل ہے اگر دہریہ وغیرہم اسی گروہ
کے قول کو قبول کر کے داخل مذہب اسلام میں ہو جائیں تو کل اہل اسلام انکو خارج از دائرۂ اسلام نہ
کہینگے تیسرے بعض معجزات انبیا کو میں نے تسلیم کر لیا ہے کہ غیر نبی انکے مثل پر قادر ہے اس سے
غرض میری یہ نہیں ہے کہ وہ امور از قسم معجزہ نہ تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس وقت اور جس طرح سے وہ
معجزات صادر ہوئے قوت بشری اسکے مثل پر قادر نہ تھی اور نہ اسطرح کبھی قادر ہو سکتی ہے
اب ان باتوں کے سمجھانے کیواسطے ضرور ہے کہ ہم معجزہ کے معنی کو مجملاً بیان کردیں اور جو فلاسفر
دہریہ کہتے پھرتے ہیں کہ معجزہ محض شعبدہ بازی اور بازیگری ہے اسکا بطلان ابھی سے سمجھ میں
آجانے معجزہ ہم لوگ پابند مذاہب آسمانی اس امر ممکن غیر عادی کو کہتے ہیں جسکو کوئی نبی اپنے
نبوت کے دعوے کی تصدیق میں ظاہر کرے یا قایم مقام نبی کا اپنے نبی کے سچے ہونے میں
ظاہر کرے پھر چونکہ ہدایت خلق کی اور انتظام امور خلایق خدای تعالیٰ نے انبیا کے ذریعہ سے
فرمایا ہے اور انکی شناخت کامل اظہار معجزات سے ہوتی ہے لہذا جس وقت کوئی آدمی تحدی کر کے

یعنے دعوای نبوت کرکے کوئی امر خارق عادت ظاہر کرے واجب ہے کہ اگر اسکا دعوی نبی اللہ
ہونیکا صحیح ہے وہ معجزہ بھی ضرور صادر ہو جائے اور اگر جھوٹھا دعوی نبوت کیا ہے واجب ہے
کہ خدا اسکے جھوٹھا کرنیکی غرض سے وہ امر خارق عادت اسوقت اسکے ہاتھ پر ظاہر ہونے دے
ورنہ تصدیق کاذب کی لازم آئیگی اور جھوٹھے کو سچا ظاہر کرکے خلایق کو گمراہ کرنا اور انتظام عالم
کو درہم برہم کردینا یہ کام خدا کا نہیں ہے اب اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہی کام جسکو بازیگر شعبدہ
باز بدون دعوی نبوت کے کرسکتے ہیں اگر دعوی نبوت کرکے تصدیق میں اپنے دعوی کے کرنا
چاہیں ہرگز نہ کرسکینگے۔ اور یہ ایسا عقیدہ ہمارا پختہ اور مدلل ہے جسکا خلاف کبھی ہو نہیں سکتا
ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے پھر چونکہ یہ مسئلہ دقیق ہے اور بیان کامل اور پوری توضیح کا
محتاج ہے اس مقام پر اسیقدر ہمکو لکھنا ضروری تھا آیندہ جب نبوت اور معجزہ کا بہ تفصیل بیان
کرینگے انشاءاللہ بہت وضاحت سے اسکو بھی بیان کرینگے خلاصہ اب ہمکو فقط یہی بات کہنی
باقی ہے کہ فلسفہ کی ترقی جسقدر ہوتی جاتی ہے خدا کا وجود اور خدا کی حجت یعنی انبیا کی تصدیق
انہیں مسائل فلسفیہ سے بڑھتی جاتی ہے اور ہمیشہ بڑھتی رہیگی اور کبھی ایسا خیال نکرو کہ سچا مسئلہ
کسی علم عقلی کا خدا کے وجود اور انبیا کی نبوت کو باطل کرسکتا ہے عاقل کو چاہیے کہ تعصب کو
چھوڑ کر ہماری اس کتاب کو مطالعہ کرے اسلئے کہ امر حق کا پوشیدہ رہنا دو سبب سے ہوتا ہے جہل
بسیط یعنی آدمی بالکل امر حق سے ناواقف ہو اور اسکے جاننے کی کوشش نکرے اور جہل مرکب
کہ جان بوجھ کر تعصب سے اسکا انکار کرے اب میں کتاب کو شروع کرتا ہوں اور توفیق انجام کی
خدا سے چاہتا ہوں ⁂ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ⁂ مقدمہ
کتاب فلسفہ جدیدہ وقدیمہ کے بیان میں حکمت یا فلسفہ کی تعریف اور بیان اقسام سے ہمکو
اس کتاب میں طول دینا مفید نہیں ہے لہذا دو قسمیں حکمت کی یہاں بیان کرتے ہیں ہمیشہ آدمی
کی عقل میں دنیا کی موجودہ اشیا دو طرح کی معلوم ہوتی چلی آتی ہیں بعض اشیا ایسے ہیں جنکو ہم

اپنے حواس خمسہ ظاہری سے محسوس کرتے ہیں جیسے شے کی شکل اور صورت رنگ روپ گرمی سردی
اور بعض ایسی چیزیں ہیں جنکو ہمارے حواس خمسہ نہیں محسوس کر سکتے مگر انکے آثار کو البتہ ہم محسوس
کر سکتے ہیں جیسے قوت جاذبہ جو مقناطیس اور کہربا وغیرہ میں ہے کہ ہمکو لوہے کا جذب ہونا بطرف
مقناطیس کے آنکھ سے نظر آتا ہے مگر قوت جاذبہ جو مقناطیس میں ہے وہ ہمکو نظر نہیں آتی ہاں
تجربہ سے اور مکرر مشاہدہ سے ہماری عقل مقناطیس کو دیکھکر فوراً حکم کر دیتی ہے کہ لوہے کا جذب
اسمیں ہے یا اسکی کشش کہربا میں ہے بہر حال اب موجودات عالم کی دو قسمیں ہمارے سمجھ
میں آگئیں محسوس اور غیر محسوس اور انہیں دونوں قسموں کے خواص اور آثار کو معلوم کرنے
اور پہچاننے کا نام فلسفہ ہے اور علم حکمت بھی اسی کو کہتے ہیں پھر چونکہ موجودات عالم کے پہچاننے
سے ہمکو دو غرض میں سے کوئی غرض اور فائدہ ضرور ہونا چاہیے ایک تو یہ کہ اسی شے کی ماہیت
اور خواص اور آثار ہمکو معلوم رہیں اور جاہل نہ کہلائیں دوسری غرض یہ کہ بعد شناخت اشیا اور آثار
اشیا کے ہمکو کسی قسم کا عملی فائدہ بھی ہو پہلی قسم جیسے آفتاب اور دیگر آسمانی چیزوں کا علم اور انکے
خواص جسمانی مثل حرکت اور سکون اور حرارت اور نور وغیرہ کہ ان امور کے جاننے سے ہمکو بجز
اس فائدہ کے کہ ہم انکے خواص کو جانتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہے چنانچہ سوقراط وغیرہ
فلاسفہ کی یہی رائے ہے۔ اور یہ لوگ خدا پرست اس علم ہیئت کو ذریعہ شناخت موجد عالم اور
اور خدائے بزرگ کا سمجھتے ہیں۔ دوسرے قسم کا فلسفہ جسمیں ان چیزوں سے بحث ہوتی ہے
جو ہماری زندگی کے بسر کرنے میں بکار آمد ہیں علم طب اور کیمیا اور جر ثقیل وغیرہ ایسے ہی علوم ہیں
اب خلاصہ یہ معلوم ہوا کہ فلسفہ کی دو قسمیں ہیں نظری اور عملی اور انہیں دونوں قسم کے اقسام
بہت سے ہو گئے ہیں فلسفہ قدیم جسکو لارڈ بیکن نے ۱۶۲۶ء اور ڈی کارٹس نے ۱۶۵۰ء
میں بالکل مہمل سمجھکر جدید فلسفہ جاری کیا اور جدید سے مراد کیا ہے کہ پچھلے طریقہ استدلال
اور تحقیق مسائل کے سب غلط ہیں فقط اصول تصفیہ یعنے استقرائے جزئیات سے جو

حکم عام ثابت ہو جاوے وہی قانون قدرت ہے (لا آف نیچر) اور اسی کے دریافت کرنا
حکیم کو لازم ہے اب یورپ کا فلسفہ اسی قاعدہ پر چل رہا ہے ۱۹ صدی میں مشرقی [illegible]
کے اقوال کو دیکھو عربی اور سنسکرت میں جن لوگوں نے فلسفہ پڑھا ہے انکو پورا تعصب
اس بات میں ہے کہ جدید فلسفہ کوئی نہیں سب قدیم ہے اور یورپ کے طلبہ کو اس [illegible]
جرمن امریکہ والوں کو تعصب ہو یا نہ ہو مگر ہمارے ہندوستانی بھائی جنہوں نے انتہا [illegible]
کو بھی پاس نہیں کیا ہے تھوڑی بھی انگریزی پڑھی اور دو ایک نقشہ تاریخ کی [illegible]
دیکھا اوبل پڑے کہ فلسفہ جدید ہی جو کچھ ہے قدیم فلسفہ محض تاریکی جہالت [illegible]
مجھے ان دونوں کے اقوال سے بحث کرنی منظور نہیں ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں [illegible]
علمی کا خاصہ ہے کہ روزانہ ترقی معلومات میں ہوتی ہے اور اگر ابیقور حکیم کے اقوال [illegible]
کہوں تو کوئی فلسفہ جدید نہیں ہے ہزاروں اولٹ پلٹ دنیا میں ہوتے چلے آئے ہیں [illegible]
پلٹا فلسفہ نے لارڈ بیکن اور ڈی کارٹس کے زمانہ سے کھایا ہے اور [illegible]
اگر دنیا کی ابتدا اور انتہا نہ مانی جائے مجھے ۱۹ صدی میں [illegible] اہل علم سے علوم [illegible]
علوم جدیدہ کے بحث کرنیکا موقع ملا مگر سوا اسکے کہ علوم جدیدہ ایک [illegible]
لفظ ان کی زبان پر تمام پھیلا جاری تھے کوئی نیا علم جو ہماری کتب قدیمہ میں [illegible]
سائنس رازی وغیرہ جن میں فقط بیان اقسام علوم کا ہوتا ہے وہ دونو صاحب [illegible]
[illegible] علم جیالوجی [illegible] کے جدید ہونے پر ہے یعنے انسان کی خلقت سے پہلے دنیا
کیسے تھی اب جس نے تاریخ پڑھی ہے اور حکیم ابیقور اور حکیم یونان وغیرہ فلاسفہ کے اقوال
پر نظر اسکی پہونچی ہے وہ کہ سکتا ہے کہ دنیا کے قدیمی حالات پر کیا کیا کچھ فلاسفہ قدیم لکھ
رہے ہیں اور جب ہم اس علم کے متعلق کچھ بحث کرینگے اسوقت آپ کو معلوم ہوگا کہ جدید اور
قدیم میں کیا فرق ہے اسیطرح جیالوجی اور فزیالوجی وغیرہ تاہم بنظر انصاف اگر دیکھا جائے

سرسری نظر سے حال کی تحقیقات ایسے کامل طور سے ہو رہی ہے کہ ایک ایک مسئلہ کا ایک علم پورا بن گیا ہے جیسے علم نور علم ہوا علم حرکت وغیرہ یہ سب کچھ صحیح مگر اب ہمکو یہ دیکھنا منظور ہے کہ یہ جدید طریقہ جسکو لارڈ بیکن اور ڈیکارٹس نے جاری کیا ہے یعنے اصول تصفح اور استقرا پر مدار تحقیقات علمی کر دیا ہے اور اگرچہ اسکے فوائد ہمکو بخوبی پہنچ رہے ہیں مگر کیا یہ طریقہ نیا ہے اور لارڈ بیکن ہی کی ایجاد ہے یا پہلے بھی مروج تھا اور کیا اس طریقہ سے علم واقعی حاصل ہوتا ہے اور اسکا خلاف نہیں ہو سکتا ہے اور لا آف نیچر یعنے قانون الٰہی وہی ہے جو استقرا کے ذریعہ سے ہمکو دریافت ہو پہلا امر یعنے استقرا کا ایجاد سے لارڈ بیکن کے ہونا اسکو عموماً اہل یورپ جو کہتے پھرتے ہیں یہ انکی صریح غلطی ہے چنانچہ لارڈ میکالی بڑی عمدگی سے لارڈ بیکن کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں کہ اصول تصفح کسی شخص خاص کی ایجاد نہیں ہے ہر انسان اس قاعدہ سے بالطبع اور لاعلم کے خبر رکھتا ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہر شخص کم و بیش اس قاعدہ کا عامل ہے اسی کی بدولت کاشتکار سمجھتا ہے کہ جو سے جو اور گیہوں سے گیہوں پیدا ہوگا اسیطرح بقرینۂ غالب ہر طفل اپنے دایہ کو تمام دیگر عورات سے پہچانکر دودھ پلانیکی توقع اپنی دایہ ہی سے رکھتا ہے پس جاننا چاہیئے کہ لارڈ بیکن اصول تصفح کا موجد نہ تھا میں کہتا ہوں اسیطرح ارسطو نے اپنی منطق کی کتاب میں اور اہل اسلام میں ابونصر فارابی اور ابو علی سینا وغیرہ حکیموں نے اس مسئلہ استقرا کو بخوبی لکھا ہے اب رہی دوسری بات جسکو لارڈ بیکن نے یوں دعوے کیا ہے کہ بدون استقرا کے کوئی تحقیق علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اس میں اتنی بات اور بھی اگر بڑھا دیجائے کہ بدون استقرائے تام کے تحقیق علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اسوقت لارڈ بیکن سے کل اہل علم کو اتفاق ہوگا ورنہ ہرگز یہ قول قابل تسلیم کے نہیں ہے استقرا کی دو قسمیں ہیں ایک ناقص کہ چند یا اکثر افراد کو دیکھکر کوئی حکم کلی کر دیں اور دوسرے استقرائے تام کہ جمیع جزئیات کو تلاش کرکے جو صفت ہر فرد میں پائی جاوے اسکو صفت عام قرار دیں اور ایسی تلاش حقیقت

بشری سے باہر ہے کوئی آدمی دنیا میں ایسا پیدا ہوا ہے جسنے کسی ایک گھاس یا حیوان مثلاً گھوڑا یا انسان کے جملہ اشخاص کو دیکھا ہو اور یہی سبب ہے کہ چونکہ تمام افراد کا تجربہ کرنا محال ہے لہذا محض استقرا سے علم کلی یقینی کا پیدا ہونا بھی محال ہے پس اکیسے ہی تحقیق کرو مگر شک ضرور باقی رہتا ہے کہ شاید کسی فرد میں یہ حکم ثابت نہو منجمین نے سات سیارہ اصول تصفح سے دریافت کر کے انہیں کے خواص پر جنکو نظرات کواکب کہتے ہیں احکام نجوم از قسم سعادت و نحوست تجویز کیے اور اپنی نادانی سے حکم قطعی ہمیشہ لگاتے رہے اب دیکھو ۲۳ سیارہ معلوم ہوئے اب علم نجوم کے قواعد اور احکام جو استقراء ناقص پر بنائے گئے تھے کیونکر درست باقی رہیگی کیا ۲۶ سیارہ جدید ان خواص سے خالی ہیں جو سات میں مانے گئے فلاسفہ طبعی نے جن میں طبیب بھی داخل ہیں چار عنصر سے ترکیب اجسام تجویز کی چونکہ استقرا ناقص تھا اب کہ چونسٹھ چیزیں مفرد اور بسیط ثابت ہو چکیں اور ممکن ہے کہ اور بھی ہوں اب انکا اصول تصفح بھی خاک میں ملگیا اسیطرح بطلیموس کی ہیئت کے مسائل جنکو مجسطی میں ہندسی دلائل سے مبرہن کیا تھا اب وہ نظام ہی باطل ہو گیا اور ہزاروں برس کی محنت بطلیموس اور مریدان بطلیموس کی برباد ہو گئی اسی اصول تصفح کی غلطی سے۔ اور جب ایسا نظام جسکو ہندسی دلائل سے قایم کیا تھا باطل ہو گیا اب اگر نظام فیثاغورس کو ہم بڑی تحقیق سے اور بڑی کاوش سے ہندسی ہی دلائل سے ثابت کردیں کونسی دلیل عقلی قائم کر سکتے ہیں کہ یہ نظام فیثاغورسی ہمیشہ درست رہیگا۔ لہذا اصول تصفح سے جو قاعدہ عام اور قانون فطرت ہم کو دریافت ہو جبتک کسی اور دلیل عقلی سے ہم اسکو ضروری ثابت نہ کردیں ہرگز اسکو یقینی کہنا درست نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے قدمائے فلاسفہ نے محض استقرا سے جو حکم ثابت ہو اسکو ظنی اور مشکوک حکم ٹھرایا ہے اور اسکو قانون الٰہی (لا آف نیچر) نہیں مانا ہے جسکا بدل جانا محال ہو اور لارڈ دسکین اور ڈی کارٹس کے پیرو براہ غلطی اسی کو قانون الٰہی (لا آف نیچر) کہتے پھرتے ہیں ہرگز وہ قانون الٰہی نہیں ہے چنانچہ آئندہ ابواب میں ہم اسکو بیان کرینگے۔ اب دیکھو علوم جدیدہ کی جو پکار ہر طرف

ہو رہی ہے اُس سے مراد اُن لوگوں کی وہی اصول جدیدہ ہیں جو اصول تصنیفی سے زیر اثبات ہوتے ہیں اور جنکو یہ لوگ قانون قدرت (لا آف نیچر) کہتے ہیں اور جن پر کارخانہ عالم بنظر عادت الٰہی چل رہا ہے پھر جب علوم جدیدہ کی بنا محض استقرائی ناقص پر ہے اور جو قاعدہ بنا دریافت ہوا ہے چند خواہ اکثر افراد کو تلاش کر کے ایک حکم کلی فرض کر لیا ہے اب تو کوئی قاعدہ جدیدہ ایسا نہ ٹھیریگا جسکا چلنا ضروری سمجھا جائے ایسے علم اور ایسی حکمت پر اسقدر فخر اور مباہات کرنا حکیم و دانشمند کو ہرگز مناسب نہ ہوگا ہاں ایسے ہی نوخیز کم علم جیسے ہمارے طلبہ اسکول اور کالج ہندوستان میں پیدا ہوتے جاتے ہیں انکو البتہ جو نہ کہیں وہ زیبا ہے اور جو نہ کریں تعجب ہے۔ آیندہ ابواب میں دکھایا جائیگا کہ جو جو اصول فطرت (لا آف نیچر) یہ لوگ سمجھ رہے ہیں اور کوئی دلیل عقلی اسکے قانون الٰہی اور قانون علم ہونے پر قائم نہیں ہوئی ہے اسکا بدلنا اور بگڑ جانا کیونکر ہو رہا ہے۔ اس تعلیم جدید میں دو تین باتیں ایسی خراب لڑکوں کو بتلائی جاتی ہیں کہ جنکی وجہ سے بالکل اخلاق اور عادات اور پابندی عقل سے اکثر تعلیم یافتہ باہر ہو جاتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آدمی آزاد پیدا ہوا ہے۔ اور آزادی سے بڑھکر کوئی عمدہ شے نہیں ہے دوسری بات یہ ہے کہ نیچر کے خلاف ہو نہیں سکتا ہے جب یہ دونو اصول نوخیز طلبہ کو پڑھائے گئے اور موٹی موٹی مثالوں سے انکو سمجھائے گئے بس خدا دے اور بندہ لے ادب آداب اخلاق سے بالکل انکو دوری ہوگئی اور عقلی علوم جسقدر ہیں سب کو لغو اور ہیچ سمجھنے لگے تیسری بات یہ تعلیم کی گئی کہ پچھلے زمانہ کے فلاسفر اور حکما علما سب جاہل اور نادان تھے آجکی تحقیق سے دنیا میں روشنی پھیلی ہے اب کیا پوچھنا چوتھی قومی ہمدردی اور انسانی ہمدردی بہر حال مجھے پہلی آزادی کا سمجھنا ضرور ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ باب اول حضرت الٰہی نے بیرایہ فطرت ہمکو آزادی کہاں تک دی ہے اور عقلاً آزادی کسقدر ہے اور پابندی کیا چیز ہے۔ آزادی اور پابندی یہ بھی ایسے دھوکے کے لفظ ہیں کہ فوراً آدمی سننے کے ساتھ ہی پابندی کے نام سے متوحش ہو جاتا ہے اور آزادی کے نام سے خوش اور محظوظ ہو جاتا ہے خصوصاً جو لوگ نو عمر اور نوخیز ہیں

اور جنکے سامنے ابتدائے تعلیم سے آزادی آزادی کی پکار ہو رہی ہے ادھر پابندی کا نام تو یاد ہو گیا ان
انکے لکھڑے ہوئے پھر جب انکو یہ سمجھایا گیا کہ مذہب کی پابندی انسانی آزادی کو بالکل کھو دیتی ہے
اور دو چار مثالیں انکو جزئیات مسائل مذہبی کی سنا دی گئیں جیسے گو کہ ... تعلیم ...
پانچ وقت کی نماز اہل اسلام میں اب تو اور بھی ان آزادی پسند لوگوں کو ... ہوئی ...
مسئلہ کا لکھنا سب سے پہلے ضرور ہے اسلئے کہ جبتک آزادی اور پابندی کا فرق ہم نہ سمجھا دینگے تو
کسی شریعت کی یا علمی اصول کی پابندی کی ضرورت کیونکر ثابت ہوگی۔ ہاں میرے معزز انسانی
بھائیو ذرا اپنی عقل معمولی سے پہلے کام لو اسکے بعد عقل فلسفی سے جو کہ تعلیم درجہ اعلے سے
حاصل ہوتی ہے کسی جاہل سے اگر کہا جائے کہ آدمی ہر کام میں آزاد ہے اور ہر طرح کے افعال کرنے میں
آزاد ہے مثلاً پیشاب پاخانہ کو لیجئے آدمی آزاد ہے چاہے سڑک پر شاہراہ پر ونکو برہنہ ہو کر کرنے لگے ہوتے
اسکو تو شاید کوئی آدمی سوائے اوگھڑ یم منش کے ہرگز پسند نہ کرے گا بلکہ یہی کہیگا کہ نہیں صاحب کسی
گوشہ میں تخلیہ میں کہ آدمی ہمکو برہنہ بے ستر نہ دیکھے وہاں پیشاب کرنا چاہئے اب معلوم ہوا کہ ایسی آزادی
تو ہرگز کسی آدمی کو پسند نہیں بلکہ پردہ کی پابندی ضرور ہے شرمگاہ کے چھپانے کا مسئلہ اگرچہ واہی
سمجھا جاتا ہے مگر ہم کسی جگہ اسکی خوبی براہ عقل بھی ثابت کرینگے جب شریعت کا بیان ہوگا اگر یہی مسئلہ
کوئی اہل مذہب اپنے مذہبی کتاب سے بیان کرکے آپ کو پابند آڑ اور پردہ کا بنانا چاہتے تو پھر کونسی پابندی
آپکی بڑھ جائیگی۔ یا اگر کیسے ہی جاہل سے پوچھو کہ ہم گالی گفتہ بے محل کرنے میں آزاد ہیں کبھی کوئی
عقل معمولی کا آدمی بھی اسکی اجازت نہ دیگا اور پوری پابندی آپ کو اس میں بھی کرنی پڑیگی اسیطرح
کھانا پینا سونا جاگنا چلنا پھرنا الغرض جملہ افعال میں عقل معمولی ہمکو پابند کسی قانون کا ضرور کرتی
ہے عقل معمولی سے بڑھکر اب فلسفی طریقہ سے لیجئے جو نیچرل خیال کے لوگ خدا کو پابند قوانین قدرت
(لا آف نیچر) کہتے ہیں اور آزادی کو اصل قدرت کی منافی خیال کرتے ہیں پھر اب ہم لوگ جنکے واسطے
قانون الٰہی (لا آف نیچر) بنا ہے وہ کیونکر آزاد ہو سکتے ہیں فلسفہ عملی مثلاً طب یا علم اخلاق اسکے

ہزاروں اصول ہماری آزادی کے توڑنے والے ہیں فلسفہ تمدنی جس سے آئین اور قانون سلطنت
بنتا ہے کونسا حکم قانونی ہمکو آزادی دیتا ہے بلکہ جتنے عملی اور علمی اصول ہمکو معلوم ہیں کل کا نتیجہ
یہی ہے کہ ہم پابند اصول رہیں آزاد نہوں اعلےٰ درجہ کا آدمی فرض کرو جیسے ہمارے وائسرائے گورنر جنرل
بہادر جنکی اوقات شبانہ روزی میں ایک ایک منٹ مقید ہوتے ہیں یا سکرٹری یا ممبر ڈپارٹمنٹ اور اسیطرح
جتنی عمر عملیجات بڑہاتی گئی ہے اُسیقدر اُسکو پابندی زیادہ ہے اچھا یہ تو نوکری پیشہ لوگ ہیں اب تاجروں
کو دیکھئے اور جیسے ہمارے ساتھ کسی بڑے تاجر یورپین کلکتہ اور بمبئی کے پاس خواہ کسی پارسی اور بوہرہ
کے پاس اور ذرا اُسکی پابندی بلکہ عکس بندی کو ملاحظہ کیجیے پر آپ زراعت پیشہ لوگوں کو دیکھیے اور
اُنکی پابندی کو۔ پھر ذرا روسا اور والیان ملک کو دیکھیے بشرطیکہ وہ بیدار مغز اور سچے رئیس ہیں اور
سدا رنگ محمد شاہ اور عیش پسند واجد علی شاہ لکھنوی ایسے نہیں ہیں مجھسے تو مہاراجہ [illegible] نے
رنبیر سنگھ والی ریاست جموں اور کشمیر نے یہی کہا ہے کہ جو مزدور دن بھر دو آنہ کی مزدوری کرکے شام
کو آرام اپنے بال بچوں میں سوتا ہے وہ سب سے زیادہ آزاد ہے اور ہم اُس سے زیادہ پابند بقول سعدی کہ
فقیر غم نانے وارد و بادشاہ غم جہانے غرضیکہ گمان میں اس سے زیادہ غلط کوئی خیال نہیں کہ آدمی آزاد
ہے وہ آدمی جسمیں آدمیت بھی ہو بقول شاعر ع آدمی را آدمیت لازم است + آدمی تو آدمی بھلا
ہم تو ان حیوانات کو بھی آزاد رہنا پسند نہیں کرتے جنسے ہمکو کوئی تمدنی تعلق ہے شتر بے مہار اور
اسپ بے لگام اور بیل کو بے ناتھ کے رہنا پسند نہیں کرتے اب معمولی عقل دونوں کے رو سے عام آزادی
تو کسیطرح درست نہوئی اور پابندی کے بدون چارہ نہیں ہے اب یہ بات بیان کرنی رہی کہ وہ آزادی
جسکو سنکر ہماری طبیعت اُسپر مچل جاتی ہے اور جسکی تمنا ہمکو اسوقت کا زمانہ دے رہا ہے وہ کونسی آزادی
ہے۔ زیادہ تر تو آزاد اُسی کو کہتے ہیں جسکو تعلقات دنیوی کچھ بھی نہوں نہ گھر نہ بار نہ آل نہ اولاد نہ مال
نہ زر نہ بیار نہ جورو نہ جانا خدا سے ناتا ۔ فقیروں کی کیا موت کیا زندگی + جہاں موت آئی وہیں مر رہے
سعدی ع نہ بر اشترے سوارم نہ چو خر بزیر بارم + نہ بادشاہ رعیت نہ غلام شہر یارم + ایک گروہ آزاد

فقیروں کا ہوتا ہے اُنکے کلمات اسی قسم کے ہیں مستان شاہ اوگھڑ پیر ہم ہنس مجذوب یہ
بھی سب آزاد کہلاتے ہیں یہ آزادی تو اور بھی اور اسکے مضامین شعرای ہر زبان نے ہزاروں
نظم کیے ہیں سے قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو
کسی نے یوں کہا ہے پاے زندگی بھر اسے جنوں میں کیونجا نہیں پاؤں قیس دیوانہ تھا جو جا کر بیابان میں رہا
خیر اِن رذل قافیوں سے کیا فائدہ ہمارے تعلیم یافتہ نوخیز نو عمر نوجوان کو جو آزادی سکھائی جاتی
ہے وہ کیا ہے کہ وہ تعلیم آزاد ہے جو کسی مذہب والے کو اپنے رسوم مذہبی کے ادا کرنے میں نہیں
روکتی ہے اور نہ کسی اسکول اور کالج میں کسی مذہب کی تعلیم دیتی ہو بلکہ تاریخ جغرافیہ میں بعض
مذہبی اوتار اور مذہبی پیشواؤں کے وہ حالات لڑکوں کو ازبر کرائی ہو جنسے اُنکو پابندی مذہب
سے پوری نفرت ہو جاوے یہ راستہ سررشتہ تعلیم کے قانون بنانے والوں کی جس ملک میں ہو پیدا
میں تو نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے مگر بقول حافظ کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد
مشکلہا ہماری گورنمنٹ رعایا پرور ایسی ہے افواہا سنا ہے کہ حضور لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی
و شمالی وادھ نے اسپیچ دی مسلمانوں کو تعلیم مذہبی ضرور کرانی چاہیے الغرض آزادی کی جو
دھوم دھام ہو رہی ہے اس سے مراد فقط یہی ہے کہ مذہب کی پابندی انسان کی آزادی کو
غصب کرتی ہے ہزاروں نظائر اسکے زبانی اور تحریری موجود ہیں تا اینکہ ہمارے اسلام پر پانی
جان نثار سر سید احمد خان صاحب بہادر اپنی تفسیر قرآن میں جا بجا لکھ رہے ہیں کہ میں ایک
آزاد مورخ بنکر مؤدب نکتہ چینی سے اسکو یعنی کسی معجزہ نبی کو یا کسی واقعہ تاریخی قرآن کو
روکتا ہوں دوسری مثال ابھی چند روز گزرے مجھے ایک نوخیز طالب علم نے بیان کیا ہے کہ
ایک معزز مسلمان کسی کچہری میں کسی جج کے داخل تھے کہ نماز عصر کا خواہ ظہر کا تنگ وقت رہا
انہوں نے حاکم سے رخصت لی اور نماز کو گئے صاحب کلکٹر یا صاحب جج نے اُنکے وجاہت
سے رخصت تو عطا کی مگر ساتھ ہی اُسکے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ شخص پاک دلی سے اپنے

ایک بنی نوع کے نسبت حکم و نیکی غرض سے نماز نہ پڑھنا اور اپنی آزادانہ رائے کو ظاہر کرنا تو شاید
اسکا خدا اپنی عبادت سے زیادہ اسکی ہمدردی قومی سے بہت راضی ہوتا یہ تو خیر زائد ہی تھی بلکہ
اسی تعلیم سے خوگرفتہ ہے صاحب بہادر کی یہ رائے پسند کرنے پر آمادہ تھا اور شاید ایسا ہی در اصل ہوگا
میں اس مسئلہ پر اسوقت بحث نکرونگا کہ حقوق انسانی کو حقوق الٰہی پر عموماً تقدیم ہے یا کہ خاص خاص
مقامات پر مگر اسوقت سمجھے بنا اسیقدر ہے کہ ایسے شبہات ڈالنے کی تقریروں نے عام طبائع پر برا اثر
اثر ڈالا ہے جسکے بتلانے میں اب ہم ریفارمروں کو صد ہا برس درکار ہیں اگر کسی نوخیز سے جسکو کوئی مسئلہ
اصول اور فروع مذہبی کا نہ سکھایا گیا ہو یوں کہا جاوے کہ نماز تو اپنے قدرجہ کی خیر منانیکی غرض سے
پڑھی جاتی ہے تاکہ ہم دوزخ میں نہ جلیں اور قومی ہمدردی یا انسانی ہمدردی اپنے بنی نوع کی جان
اور مال آبرو بچانے کیواسطے ہے پس آدمی وہی آدمی ہے جو اپنے بنی نوع پر فدا ہو اور دوسرے کا فائدہ
اپنے نفس کے فائدہ پر مقدم رکھے دیکھئے کیسا اثر اس تقریر کا ہوتا ہے اور فوراً عقلاً اسکو قبول بھی
کرلیتی ہے اور جب اسکو یہ معلوم ہو کہ ہمارے نبی صلعم نے بحکم خدا نماز میں بھی ہمارے قوم اور ہمارے نوع کی
بہبودی پر خدا سے دعا کرنی ضروری تجویز فرمائی ہے اور اپنی عبادت کے ساتھ ہمارے قوم کی رفاہ بھی
دعا مانگنے سے لازم کی ہے اور کوئی کام ہم سے اپنی عبادت کا ایسا نہیں لیا تجویز کیا ہے جسمیں فقط
ہم اپنے ہی خدجہ کی خیر منائیں ایضاً نماز پڑھنے سے ہمارا دل اور دماغ بہت نہیں تو چند ہی منٹ
نفسانی اور شہوانی بلکہ شیطانی وسوسوں سے پاک ہو جاتا ہے اور فطرتی محاسن سے ہم متصف
ہو جاتے ہیں محبت انسانی جوش میں آتی ہے اور پھر جب ہم نے اپنے مسلمان بھائی کیواسطے دعائے
خیر مانگی اور جوش محبت ہمارے دل میں پیدا ہوا اب ایسی حالت میں جو رائے ہم دینگے آزاد اور سراسر
فطرتی انصاف پر ہوگی حسد اور کینہ اسوقت ہمکو ذرا بھی نہوگا نماز تو درکنار غیر اوقات نماز میں بھی
ہمکو کچھ دعائیں تعلیم ہوئی ہیں کہ جب ہم کسی مقدمہ میں حکم اور پنچ بنائے جائیں انکو پڑھکر اپنے انسانی
بھائی سے ہمدردی ثابت کریں جو شرارت سے کرنا لازم ہے اب اگر وہ مسلمان پنچ یعنی جوری والا ایسے ضروری

وقت ہیں کہ حکم اخیر اُسیوقت صادر ہو کہ کسی مسلمان بھائی کی گردن ہی ماری جاتی تھی اور
اسکا خیال نکیا اور نماز کو چلا گیا اور اسیکے ڈھو جانیسے ایک بنی نوع کا خون ناحق ہو گیا خواہ تاوان
زاید اُسپر عاید ہوا تو ایسے وقت ہماری شریعت بھی اُسکے طولانی نماز کو پسند نکریگی بلکہ نماز خوف
کا مسئلہ جاری ہوگا جسکا بیان ہمارے فقہ کی کتابوں میں ہے اور اگر جماعت کافی تھی اور اسکے نماز سے
کیفیت عدم اہل مقدمہ کا نہیں تھا پھر تو نماز ہی مقدم تھی بلکہ نماز سے دو فائدہ ہوتے ایک تو ہمدردی
کا جوش بڑھا دوم خیالات نفسانی سے اسکو پاکی نصیب ہوتی اور بعد اسکے دعا کرکے پھر اپنے
منصب کو آزادی اور سچائی کے ساتھ ادا کرنے پر حاضر ہو البتہ اسیقدر اسجگہ بیان مناسب ہے
اور تفصیلی بیان پھر کسی جگہ کرونگا جب حقوق الٰہی اور حقوق انسانی کو لکھونگا پھر چونکہ آزادی سے
فقط یہی سمجھا جاتا ہے کہ مذہب کی پابندی سے آزادی ہماری روکی جاتی ہے اور یہ مغالطہ
محض ابتدائی تعلیم سے اطفال کے ذہن کو ہو جاتا ہے اسیوجہ سے جہاں کوئی مذہبی بات انکو سنائی
گئی اور انکو فوراً خیال ہوا کہ مذہبی جکڑ بند سے ہمکو جکڑا جاتا ہے ہیں اور ہماری آزادی کو ضبط کرنا چاہتے
ہیں۔ لہذا ہمکو ضرورت اسکی ہے کہ آزادی اور پابندی کو اچھی طرح سے بیان کریں اور یہ شبہہ جو عام
طبایع میں ڈالا جاتا ہے اسکو محض بے بنیاد ثابت کردیں آزادی اور پابندی اہل مذہب اور لامذہب
سبکو ہوتی ہے مگر کسی کی آزادی مناسب ہے اور کسی کی نامناسب ہے جبتک لڑکپن کا زمانہ ہے پھر
خواہ دختر وہ تو بالکل پابند اپنی پرورش کرنیوالے کا ہے اور کوئی کام خودسر ہو کر نہیں کر سکتا ہے یہ
پابندی تو اُسی زمانے کی ہے جسکا حساب ہی کچھ نہیں ابتدائے بلوغ اور اختیار کا آیا اور تعلیم اور
تربیت جسقدر زمانہ خوردسالی میں ہو چکے اگر ورثہ اور مربی لوگوں کی رائے میں اور لاوارث ہو تو حاکم
وقت اور ہمارے مذہب میں عالم دین کی رائے میں یہ شخص ذی اختیاری کے لائق ہے تو انسانی آزادی
یعنی فاعل مختار اسکو کردینگے اور فاعل مختار کے یہ معنی ہیں کہ پابندی غیر سے رہا کرکے اسکو اسیکے
عقل کا پابند کرینگے اور یہ اختیار اور یہ آزادی جو سراسر پابندی اور قید سے بدتر ہے بعد چند امتحانات

کے جن سے اسکی پابندی عقل اور تجویز غیر کی نرہیگی بلکہ اب اپنی عقل اور تجویز کی پابندی
کرے - اب ہر گز سے چھوٹا تو مجبور میں اُنکا جبتک دوسرے کی نگرانی میں تھا آزاد ہر ایک فکر سے
اور بے پردہ ہر ایک امر سے بقول شاعر ع دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند ۔ اب اپنے ہو پر بڑی نام
تو یہ ہے کہ آزاد مطلق العنان ذی اختیار ہوئے مگر آزادی تو جب ہوتی کہ گھر بار لڑکے بالے کنبہ قبیلہ
کچھ نہ ہوتا اور تنہا ایک بنی دو گوش نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے اور یہ صاحب زادہ تو ماشاء اللہ گھر بار
سب کچھ رکھتے ہیں ؎ اے گرفتار پائے بند عیال ۔ دیگر آزادگی مبند خیال ۔ ہندی حکیم شاعر کیا
خوب کہ گیا ہے ع ستمن بیاہ بادھی جو سوچ چاہو جرا ے ۔ پاؤں بیڑی پڑت ہیں ڈھول بجائے بجائے
ہاں اگر تعلقات قرابت و برادری اور مراسم دنیوی چھوڑ دیجئے شادی بیاہ بھی نہ کیجئے تو اُسوقت
خانہ داری کے افکار سے اگر آزادی ہوگی تو اغیار یعنے نوکر چاکروں کے پنجے میں گرفتاری ہوگی خدا کی
پناہ یہ پابندی ایسی سخت ہے کہ جان اور مال دونو کا خوف ہر دم لگا ہوا ہے اسکے ایذا سے بشرط بیداری
مغز ہی وہی واقف ہے جو بے جا نجان ہو ہمارے نبی صلعم نے بھی ارشاد فرمایا ہے شرار اُمتی
العزاب یعنے بدترین آدمی میری اُمت کے وہ لوگ ہیں جو مرد بے زن خواہ زن بے مرد کہلاتے ہیں المختصر
دنیا میں رہکر اور تعلقات دنیوی رکھکر اور پھر اُمید آزادی محض خبط ہے اور اسکو کیا کہوں ابھی میں
نے دوسرے عالم کا یعنی دار آخرت کا ذکر نہیں کیا ہے جس کی یاد بھلانے کی غرض سے آزادی
آزادی کی پکار ہے اب دنیا کے بسر بردمیں کسی قسم کے لوگ فرض کرو تجارت پیشہ صناعت
پیشہ یا زراعت پیشہ خواہ نوکری بدتر از غلامی کسی پیشہ ور کو آزادی نہیں ہے اب ایک آزادی
عقل کی بھی آجکل زبان زد ہو رہی ہے اور آزاد خیال بھی اسی طرح زبان زد ہے عرب میں عقول
حرّہ بولتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی امر میں ہم سے رائے طلب کیجائے اس میں بدون
لحاظ عزت اور جنبہ داری کے آزادانہ رائے دین چاہیے وہ رائے ہمارے اصول خاندانی یا کہ
اصول تمدنی یا دیگر امور خانگی کے مخالف بھی ہو یہ آزادی ضرور عمدہ آزادی ہے مگر اسپر عمل درآمد
کرنے اسی شخص سے مترتب ہے جسکو پوری پابندی انصاف اور راست بازی کی ہے یہ آزادی

ہزاروں امور کی پابندی پر موقوف ہے لفظ میں آزادی ہے اور معنوں میں بالکل پابندی اور جکڑ بندی ہے۔ یہی آزادی خیال آزادی رائے اور آزادی عقل ایسی عمدہ صفت ہے کہ آدمی کیسا ہی گمراہ لامذہب بداطوار ہو مگر جب آزاد خیال ہو کر اور تعصب سے جدا ہو کر راستے ڈھونڈنے کی کریگا ہٹ و محرم ہوگا فوراً اسکو ہر مسئلہ میں ٹھیک ٹھیک جو پہلو ہوگا وہی نظر آجائیگا یہی آزادی اگر ہم میں پیدا ہو دنیا میں لاکھوں مذہب مٹ کر ایک مذہب رہجائے یہی آزادی خدا سب بنی آدم کو نصیب کرے جو فطرتی آزادی ہے اسی آزادی کے قایم کرنے کے واسطے ہمکو سچے آزاد ریفارمر ہادی کی حاجت ہے جنکے بے لگاؤ اور بے غرض ہونے پر ہمکو پہلے کسی بڑے ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے جسکو باب نبوت میں ہم لکھینگے۔ انشاء اللہ۔ آئیے ہم آپ اسی آزادی اور پابندی کے مسئلہ میں اپنی اپنی رائے آزادانہ طور سے ظاہر کریں مسئلہ یہی ہے کہ آزادی اچھی یا پابندی جب ہم ہزاروں مثالیں پابندی اور مجبوری کی دینگے اسوقت تو آپ کو پابندی کا اچھا ہونا کہنا پڑیگا۔ پھر جب آزادی کے امثلہ ہم لکھینگے آزادی سے بہتر کوئی چیز معلوم نہوگی۔ اب ہماری عقل آزاد سچے انصاف سے یہ حکم کلی کرتی ہے کہ جو چیز ایسی ہے کہ بعض مقامات پر تو وہی چیز اور بعض مقامات پر اسکے ضد اور نقیض اچھی معلوم ہو اب ان دونوں کو عموماً اچھا اور برا کہنا درست نہوگا بلکہ بقول شاعر۔ ہر جائی مرکب توان تاختن ٭ کہ جاہا سپر باید انداختن جب یہ قاعدہ انصاف کے رو سے ہماری آزاد عقل نے تجویز کر دیا اگر آپکی عقل بھی اسکو مان لے اب ہم چند اقوال آزادی خیال کے پیش کر کے انکی خوبی اور خرابی ظاہر کرتے ہیں۔ آزادی رای سے اصلی غرض یہ ہے کہ دنیا میں اچھی بری کوئی چیز بھی برا عقل نہیں ہے۔ جس طرح جدید تعلیم میں فلسفہ کے آزادی کی پکار ہے قدیم فلاسفہ بھی یوہیں پکارتے تھے۔ مگر فرق اسیقدر ہے کہ قدیم آزاد خیال صاف صاف اپنے مطلب کو ظاہر کر دیتے تھے اور حال کے آزاد خیال ابھی ویسے گستاخ بے باک اور گستہ مہار نہیں ہوئے مگر یہ مطلب ہر سہ جو پای کا کام آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ یہ بھی کھل جائینگے دیکھو تاریخ فلاسفہ کلبیین اور فلاسفہ قیروانیین کو آخر میں ہو دورس حکیم نے تعلیم کر دیا کہ زنا کرنا چوری کرنی اور شرک سب کچھ آدمی کو جائز ہے اور کچھ قباحت نہیں

جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب باتیں جاہل اور عوام کے خیال میں بری ہیں ورنہ دراصل ان میں کوئی برائی نہیں ہے اور یہ بھی انکا مذہب ہے کہ کوئی شے فی نفسہ اچھی اور بُری نہیں ہے یہ بھی کہتے تھے کہ لذات جسمانی زیادہ قوی ہیں بہ نسبت لذات روحانی کے کھاؤ پیو چین اڑاؤ بس یہی غرض دنیوی زندگی سے ہے نہ اور کوئی عالم ہے اور نہ کسی کو حساب کتاب سمجھانا ہے دیو جینس حکیم کی آزادی یہ تھی کہ سخت گرمی کے دنوں میں ریگ گرم پر لوٹتا تھا اور جاڑے کے جاڑوں میں جس پتھر پر برف جمی ہوئی ہو اس پر اپنا بدن چمٹا دیتا تھا حکیم اقراطیس کی آزادی گوز لگانے میں یہ تھی کہ ہرگز ہرگز مجھے شرم نہ کرنی چاہئے متبر وقلیس براو اتفاق جسکو مرض ریح صادر ہونے کا ہو گیا تھا بیچارہ نے شرم سے عزلت اختیار کی تھی گھر سے باہر نہ نکلتا تھا حکیم اقراطیس نے ایک روز ترمس (باقلا مصری) خوب پیٹ بھر کے کھایا جب خوب ریاح پیٹ میں بھر گئی متبر وقلیس کے پاس جا کر اس سے خوش گپی کے ضمن میں نصیحت شروع کی اور کہا کہ ریح صادر ہونے سے شرم کیسی (جیسے ڈکار اور چھینک اور جمائی اور کھانسی بے اختیاری ہے گوز بھی ویسا ہی ہے) اسی اثنا میں حکیم اقراطیس کے گوز پیہم خارج ہونے لگا تب متبر وقلیس سے کہا دیکھو تم ہم برابر ہیں جو امر عام اچھے برے سب کو ہوتا ہے اس سے شرم کیسی اسیوقت سے متبر وقلیس کی شرم جاتی رہی اور اسی حکیم کا پیرو ہو گیا اور مذہب کلبیہ کا پابند ہو کر تمام کتب تیو فراسطہ جو اس نے پڑھی تھیں انکو جلا دیا پیرو نام حکیم سوفسطائی کو پہاڑ کی بلندی سے کود پڑنا اور ہموار زمین پر چلنا آگ میں جا پڑنا دریا میں گھس جانا سب برابر تھا۔ اگر اسکے شاگرد جو زیادہ آزاد نہ تھے اور نہ زیادہ از خود رفتہ ہوئے تھے ہر وقت ہمراہ نہ رہتے پیرو حکیم کب کا مر گیا ہوتا۔ اب خلاصہ یہ ہوا کہ پوری آزادی تو اسی کو ہے جو اچھی برائی اشیا کا منکر ہو۔ یا موجودات عالم کو فقط وہمی امور تصور کرے۔ اور جو شخص نیک و بد کو مانتا ہے اور موجودات عالم کو دراصل موجود سمجھتا ہے عقل معمولی یا عقل فلسفی کا قائل ہے دو اور دو کا مجموعہ نہ چار سے کم نہ چار سے زیادہ جانتا ہے اور سوفسطائی منکر بدیہیات نہیں ہے وہ تو پوری آزادی کے بدلے پوری پابندی اور جکڑ بندی میں ہے۔ پھر چونکہ ہم اسوقت نیچرل خیال والے اصحاب سے مخاطب ہیں اور ان کو

سوفسطائی منکر بدیہیات نہیں سمجھتے اور وہ لوگ خود بھی ایسے لوگوں کو ذی عقل نہیں
جانتی ہیں بلکہ اُنکے اقوال کی خرابی پر مشل ہمارے اقرار کرتے ہیں ایسے لوگوں سے ہمکو یہی ظاہر کرنا
چاہیئے کہ وہ آزادی جس سے آدمی آدمیت سے گذر جائے اسکو آپ جانے دیجیے بلکہ اس مسئلہ
میں تین صورتیں براہ عقل برآمد ہوتی ہیں (۱) آدمی بالکل آزاد ہو جیسے کہ حکماء سوفسطائی کی
مثالیں گذر چکیں (۲) بالکل پابند ہو ایسا تو کوئی آدمی ہو نہیں سکتا کہ جتنے افعال جسمانی اور عقلی ذہنی
ہیں سب میں پابند کسی دوسرے کا ہو اور اپنے ہاتھ پاؤں عقل اور ادراک سے کچھ نہ کر سکے (۳)
بعض چیزوں میں آزاد ہو اور بعض میں پابند اور یہی صورت اوسط اور درمیانی ہے اور اسی پر
کارخانہ دنیا کا چل رہا ہے جب ایسی بات ہے اب ہمکو اپنی عقل معمولی خواہ عقل فلسفی سے اس
کی شناخت کرنی لازم ہے کہ ہم آزاد کن امور میں ہیں اور پابند مجبور کن امور میں اور یہی غرض
تعلیم اور تعلّم سے ہے کہ پابندی اور آزادی کے مواقع ہمکو سکھلائے جائیں یہ غرض نہیں ہے۔
کہ ہم ہر امر میں آزاد اور گستاخ ہو جائیں جس سے ہر قسم کی خرابی ہمکو نصیب ہو انتظام اور پابندی
اور بد نظمی اور آزادی میں کیا نسبت ہے اگر انتظام کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ٹھیک اپنی
جگہ پر رہے آگے پیچھے داہنے بائیں ہٹنے نپائے اور بد نظمی کے یہ معنی ہیں کہ اندھا دھند کارخانہ
ہو موقع اور محل پر اشیا کا ہونا کچھ ضرور نہیں ہے آگے رہیں تو کیا اور پیچھے رہیں تو کیا پھر تو انتظام
کو پابندی اور بد نظمی کو آزادی لازم ہے اور جس جگہ ہم آزادی کے خواہاں ہونگے بد نظمی ضرور
پیدا ہوگی فرض کرو ہماری غذا کے قواعد اطبا نے یہ تجویز کیے ہیں کہ ثقیل دیر ہضم غذا اور سبک
زود ہضم غذا اگر دونو کو ہم ایک وقت کھانا چاہیں واجب ہے کہ پہلے ہم زود ہضم غذا کھالیں اُس
کے اوپر دیر ہضم کو تناول کریں میدہ کی روٹی خواہ کوئی چیز جو ثقیل اور دیر ہضم ہے اور سوجی
خواہ رواز ود ہضم ہے مثلاً اگر میدہ کی روٹی چار گھنٹہ میں ہضم ہوتی ہے اور سوجی کی دو گھنٹہ
مین اب لازم ہے کہ اسوقت ہم رہے کی روٹی یا بسکٹ نان پاؤ پہلے کھائیں اور میدہ کی
روٹی پیچھے اسلیے کہ دو گھنٹہ میں سوجی کی روٹی ہضم ہو جاتی ہے اور میدہ کی روٹی چوتھائی ہے یعنی

اوپر اُسکے ٹھری ہے حرارت معدہ سے خراب نہ ہونے پائیگی بلکہ نیم ہضم ہو رہیگی اور اگر پہلے میدہ کی روٹی کھائینگے چار گھنٹہ میں روا غیر منہضم معدہ میں رہکر خراب اور فاسد ہو جائیگا لہذا ہمکو آزادی کا برتاؤ موجب تخمہ اور فساد ہضم کا ہوگا اسیطرح جب کوئی غذا بدون ہضم غذائے سابق کے کھائینگے بد ہضمی اور تخمہ پیدا ہوگا۔ یہ قانون فطرت (لا آف نیچر) ایسا ہے کہ علاوہ تجربہ کے عقلی دلیل بھی اسکو ثابت کرتی ہے۔ اب آزاد منش چھوٹے بے تمیز بڑے جاہل اور گنوار اگر اس قانون پر یہ اعتراض کریں کہ صحرائی اور گنوار محنتی مزدوروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ آم گھاس کنکر پتھر بیدھڑک جب جی چاہا کھا لیتے ہیں اور سب ہضم بلکہ بھسم ہو جاتا ہے اور بڑے محتاط پابند قواعد حفظان صحت تولہ تولہ بھر غذائے سبک چار چار پہر پیٹ میں لئے ہوئے پڑے پھرتے ہیں اور نہیں پچتی ہے پھر پابندی سے کیا فائدہ ہوا اور آزادی سے کون سا ضرر ہوا۔ یہی اثر جہالت اور نادانی کا ہے اور ایسے ہی خیالات کے لوگ آزادی کا نام سنکر پھولے نہیں سماتے اور یہی لوگ زیادہ محتاج تعلیم اور تادیب کے ہیں اب دیکھو کہ قانون فطرت کے توڑنے کی جو مثال گنوار اور مزدوروں کے کنکر اور پتھر ہضم کرنے سے دی ہے کیسی غلط ہے اسلئے کہ مزدور گنوار کی ریاضت اور محنت سے جو حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے وہ حرارت عموماً ہر آدمی کے معدہ میں کہاں پیدا ہو سکتی ہے ایسے محنت اور تعب جسمانی کیواسطے وہ قانون فطرت نہیں بنایا گیا ہے یا ضعیف المعدہ آدمی جو صحت بدنی سے خارج ہے اسکے نظیر یہاں درست نہوگی۔ اور کونسا قانون ایسا ہے جس میں کچھ افراد مستثنے نہوں۔ بلکہ اگر غور اور تامل سے دیکھا جائے تو آزادی کی خرابی اس مثال خاص سے اور بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے کہ ہم لوگ اصول تصفح سے جو قانون عام بناتے ہیں اور پھر دلیل عقلی سے اسکو درست کر لیتے ہیں اور غرض ہماری یہی ہوتی ہے کہ ہمکو اس قانون کا لحاظ کرکے عام طور کی آزادی حاصل ہو باوجود ایسی کوشش اور سرزنش کے اور باوجود اسقدر پابندی عقل کے پھر بھی ہمکو آزادی نصیب نہیں ہوتی اور بعض مقامات میں وہ قانون بھی ہمارے بکار آمد نہیں ہوتا ہے چہ جائیکہ ہم بالکل آزاد ہوں اور اور کسی قانون کے پابندی نہ کریں تب ہمارا کیا حال ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ گنوار اور مزدور آم

گھاس کھا کر ہضم کر لیتے ہیں اور کچھ ضرر بالفعل انکو نظر نہیں ہوتا ہے مگر ایسے بہائم سیرت
کو مغرور اور فریفتہ اپنی آزادی پر نہ ہونا چاہیے ایک دن وہ بھی اثر اٹھنے والا ہے کہ پھر کوئی تدبیر دوائی
سے جان بر بھی نہ ہو سکی ہمارے رعایا میں بھی ایک مجذوم گھوسی ایسا ہی جانور تھا آخر اُسکو جذام ہو
گیا اور ہم نے رفتہ رفتہ گیارہ جمال گوٹہ غیر مدبر ایک روز اُسکو کھلائے اور دست آنا کیسا ڈکار بھی
نہ آئی آخر ہمکو ثابت ہوا کہ مخل بالعصر ہے اسکو اجابت ہو گی جب کشتہ قلعی اُسکو کھلایا تب جا کر
تین دست اُسکو برابر پچاس دستوں کے آئے اور تمام مادہ خارج ہوا اور تمام بدن سوکھکر مثل
مرچ کے ہو گیا بہرحال آزادی کا نتیجہ خراب آج اگر نہیں ملتا ہے تو کل سہی اگر ایسا ہی ہو تو کارخانہ
عالم کا انتظام کا ہیکو درست رہے اسی گنوار اور مزدور کی مثال میں ہم ایک اور قانون فطرت
لا آف نیچر کو لکھتے ہیں وہ قانون یہ ہے حالت صحت میں پرہیز کرنا ایسا مضر ہے جیسے بیماری میں
بدپرہیزی ہیں اگر اس گنوار کا معدہ البتہ قوی اور صحیح الافعال ہے اسکو ہم اس قاعدہ کے رو سے
ترتیب غذائی ثقیل اور خفیف سے آزاد کر دینگے اور پابند اس دوسرے قانون نیچر کا کرینگے یہی
صورت ہے کل آزاد اور بیہودہ لوگوں کی کہ جب پابندی اصول کی نہ کرینگے ایسے ہی آفات اور صدمات
میں گرفتار ہونگے کاشتکار اور تاجر اور دستکار اور مزدور نوکری پیشہ سبکے واسطے فطرت نے قدرتی قانون
بنا دیا ہے اُسکی پابندی سب پر واجب ہے نہایت فریب ہی کی وہ تعلیم ہے جسمیں ہمارے نوخیز لڑکوں کو
آزادی سنائی جاتی ہے اور انکی گستاخی اور بدتہذیبی بڑھائی جاتی ہے اسلئے کہ انکو ابتدائے
تعلیم میں اسقدر سمجھ کہاں ہوتی ہے کہ آزادی کے مواقع کو سمجھیں لہذا اپنی نادانی سے جو مقتضائے
خوردسالی ہے وہ ہر بات میں آزادی کے خواستگار ہو جاتے ہیں اور بڑی خرابی میں خود وہ اطفال
اور انکے مربی اور بزرگ پڑ جاتے ہیں شائستگی اور تہذیب کا جو شخص طالب ہو اُسکو آزادگی سے
کیا سروکار۔ اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ہماری تعلیم ہمکو شائستہ اور مہذب بنانے کے غرض
سے ہے پھر ہمکو آزاد بنانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے مہذب کو آزاد کہنا ایسا ہے جیسے عالم کو جاہل سمجھنا
کوئی مہذب آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو آوارہ اور گسستہ مہار ہو۔ ہاں تہذیب اور شائستگی دو قسم
کی ہے جدید اور قدیم۔ پھر جسطرح قدیم فلسفہ اخلاقی کو جدید فلسفہ اخلاقی نے مٹا دیا ہے بقول جدید

خلاصہ غرض اسیطرح قدیم تہذیب اور شایستگی کو بھی تاریکی اور جہالت سمجھتے ہونگے اب مجھے ضرور
ہے کہ اخلاقی امور کو مجملی طور سے بیان کروں اور شایستگی جدید اور قدیم میں فرق دکھلا کر آزادی
اور شایستگی کو سمجھاؤں - اخلاقی امور دو قسم کے ہیں کچھ تو ایسے امور ہیں کہ اُنکی اچھائی برائی
عقلاً ثابت ہے اور کچھ ایسے امور ہیں کہ رواج اور رسم کی نظر سے کسی جگہ اچھے اور کسی جگہ بُرے
خیال کیے جاتے ہیں مگر دراصل اُن میں کوئی برائی نہیں ہے - ہم اسوقت دو تعلیم یافتہ لڑکے آپکے
سامنے بٹھا کر بدون طرفداری اور بدون تعصب کے دونوں کے حرکات اور سکنات کی تصویر کھینچتے
ہیں ایک تو جدید تعلیم اسکول اور کالج سے نکلا ہے - اُسکا نام زید ہے دوسرا ہمارے پُرانے چھوٹے
کسی مدرسہ سے جسکا نام بکر ہے زید تو آزاد ہے اور مہذب بھی - اور بکر نہ آزاد ہے اور نہ اُس تہذیب
سے مہذب ہے جو کہ تہذیب جدید ہے زید مہذب اور آزاد کوٹ پتلون اور ترکی ٹوپی دیے ہوئے اور
ولایتی بوٹ پہنے ہوئے کرسی پر بیٹھے ہیں اور میز بھی سامنے لگی ہوئی ہے چُرٹ منہ میں دبا ہوا ہے
اور اگر پوری آزادی ہے تو کسی قدر بالکل خمدار بھی آنکھوں پر ہے کچھ لکھ رہے ہیں یا کوئی کتاب
پڑھ رہے ہیں - اگر انگڑائی جمائی لیتے ہیں تو منہ پر ہاتھ رکھکر ٹوکا ڈکار رہے ہیں ایک پاؤں کا
گھٹنا خواہ بوٹ جیسا پاؤں ہلا رہے ہیں بلکہ بدن کی بعض کوئی جوڑ پھڑکا رہے ہیں جو پوچھئے
یہ کیا جواب دینگے کہ صاحب ہاتھ پاؤں ہلانے چلانے کی غرض سے ہمکو فطرت نے دیے ہیں نہیں
چرٹ منہ میں اگرچہ ہے مگر جیب میں چابا سیٹی ہیں ارگن باجا بھی بجانے لگے زیادہ مزہ میں آگئے تو
منہ سے بھی کوئی دو چار بول کسی گت کی پیاری جھنجھوٹی میں گانے لگے خواہش تو یہی ہے
کہ خاص یورپ کا لہجہ اور وہی سُر اور وہی اُتار چڑھاؤ ادا ہوئے مگر خرابی قسمت کو کیا کریں خمیر تو انڈیا
(ہندوستان) کا ہے وہ لوچ اور سُریلی آواز اور وہ ٹھنک اور وہ ٹمک اور وہ ٹھٹھا یورپین کی آواز
سا کہاں سے لائیں وہ آدم اور وہ ہیں دیر خرابات کے ایسا عہد ہے میں حضرت آدم کیوں اترے کاش
جزیرہ فرنگ میں اترے ہوتے تو آج یہ بھی ویسے ہی ہوتے انکی بغل میں صاحب ارگن کی بول
نکار رہے تھے کہ یکایک بکی سے چھڑاؤ ولایتی کتہ (جو گود میں سو رہا تھا) اُسکو شراب زیادہ پلا دی
تھی چونکہ اب اسکو پیار کریں کہ ارگن باجے کی نقل کریں مجھے اسوقت ایک چشم دید حکایت قدیم تعلیم یافتہ

کی بھی یاد آگئی جو دستار فضیلت باندہ کر پورے عالم ہو چکے تھے اور جنکو میں کہ فرض کرچکا ہوں میرے ایک بزرگ سے ملنے آئے تھے وہ بزرگ اُسوقت کچھ لکھ رہے تھے قلمدان سامنے کھلا ہوا رکھا تھا مولوی صاحب یعنی وہی دستار بند کبھی عطاردن کبھی مقراض کبھی چاقو کبھی کیرا جس سے کا غذ اڑنے سے روکا جاتا ہے اسکو اٹھانے لگے جب میرے بزرگ مرحوم سے ضبط نہ ہو سکا ایک مٹی کا ڈھیلا کا غذ تکیہ کے پیچھے سے اٹھا کر مولویصاحب کو دیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کھیلیں اور دل بہلائیں۔ اب مولویصاحب چپ چُن کا تو لہو تو نہیں ہیں کہیں تو کیا کہیں سراسر گستاخی اور بے ادبی کے مرتکب ہو چکے تھے میرے بزرگ مرحوم نے فرمایا ؂ ازخدا خواہیم توفیق ادب ۔ بے ادب محروم ماند از لطف رب ہم لوگوں کی تہذیب اور شایستگی اگرچہ اب ہم میں نہیں رہی مگر ہائے ہائے ؂ اے مصحفی میں نوں کیا اگلی صحبتوں کو بن بن کے لاکھ نقشے ایسے بگڑ گئے ہیں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی لیاقت اسکا طرز تعلیم ہی جُدا تھا شیخ ناسخ مرحوم لکھنو میں ایسے ادب آموز مشہور تھے کہ امرا اور رؤسا کے نوجوان اطفال اُنکی صحبت میں جاکر علم مجلس اور ادب آداب سکھائے جاتے تھے یہ گھٹنے کا ہلانا اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ عقلاً اس میں کونسی خرابی ہے تو کیا جواب دے سکتا ہوں مگر اوپر میں لکھ چکا کہ بعض قسم کے حرکات اور افعال محض بنظر رسم و رواج کے بُرے ٹھہرائے گئے ہیں جسطرح کسی جلسہ میں دونو پائچے چڑھا کر دونو پاؤں کھول کر بیٹھنا یا کہ دونو پاؤں پھیلا کر مجمع میں بیٹھنا۔ اسیطرح سینکڑوں افعال اور اقوال مثلاً بلا ضرورت چلا کر مجمع میں بزرگوں کے بولنا یہ بھی ہمارے قدیم اخلاق اور آداب کے رُو سے گستاخی ہے اور اسی نظر سے ہمارے قرآن میں آیا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اپنی آواز کو نبی کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل فطرت کی راہ سے بھی گستاخی میں داخل ہے چنانچہ ہم اسکو لکھینگے امید اور بیم ایسی چیز ہے کہ انتظام دنیوی اسی پر موقوف ہے کوئی کام ذی عقل آدمی نہیں کرتا ہے جس میں کسی قسم کی امید یا کسی قسم کا خوف نہ ہو پھر جب ہمکو یہ عقیدہ ہوا کہ ہماری خلقت محض بیکار ہے ہمارے دنیا میں آنے سے کوئی اور مطلب نہیں ہے سوا اسکے کہ لذات فانی میں تا زندگی عیش و آرام سے بسر کریں نہ کوئی خالق ہے جسکے احسان کو یاد کرکے اسکی شکر گذاری کریں نہ مرنے کے

بعد ہمکو کسی جبّار قہار کا سامنا کرنا ہے جو ہم سے ہماری بدکرداری اور بد اطواری کا انتقام لیگا یا ہماری خوش کرداری اور نیک اطواری کی ہمکو جزائے نیک دیگا ایسی حالت میں ہماری گستہ مہاری اور مطلق العنانی کو کیا پوچھنا جو کچھ نکریں وہ تھوڑا ہے جسطرح کہ خدا پرستی ہمکو ہر ایک امر میں اور ہر ایک فعل نیک اور بد میں پابند رضا جوئی خداے پاک کا ضرور کرتی ہے اسیطرح لذت پرستی آزادی ہمکو تمامی افعال اور اقوال لذت دہندہ میں ہردم گرفتار رہنے سے جو امر زیادہ ملذذ ہے اسی کے حاصل کرنیکی فکر اور اسی کے کھانے پینے کا خیال دلاتی ہے جایز طور سے پایا جا یا ناجایز طور سے تو کوئی طریقہ لاہیوں کے عقیدہ میں بیجا نہیں ہوسکتا ہی نہیں۔ اگر آپ کہیں کہ ہماری عقل ہمکو امور قبیحہ کے ارتکاب سے روکیگی اور تکمیل علوم عقلیہ سے تمدنی اخلاقی اصول ہمکو نیک اور بد کے امتیاز کرنے میں کافی ہیں۔ یہ تو عین پابندی کا اقرار ہے آزادی اب کہاں رہی اب ہمکو یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ تمدنی امور میں عیوب او محاسن کی شناخت ہم کونسی عقل سے کریں فلاسفہ کے اقوال تو ہمیشہ اچھے اور برے امور کی شناخت میں مختلف چلے آتے ہیں شراب خواری کو لیجیے جو مبدا افساد ات ہے ہمیشہ ایک گروہ اسکی خوبیاں اسقدر بیان کر رہا ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی شے اچھی دنیا میں نہیں ہے۔ دوسرا گروہ اسکی مذمت کر رہا ہے زناکاری کو لیجیے جس سے سلسلہ نسب منقطع ہوتا ہے۔ اندنوں آزادی خیال سے وہ شیوع اسکا ہو رہا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور حرام گھروں کی بنا ہے قماربازی کو لیجیے اور لاٹری کا صیغہ یاد کیجیے اگر سلطنت شخصی میں بحکم بادشاہ واحد یہ افعال قبیحہ جاری ہوتے تو ہم کہ سکتے کہ ایک شخص یعنی بادشاہ کی عقل واحد نے خطا کی ہے تو جمہوری سلطنت امریکہ وغیرہ جسکی کاروائی پارلیمنٹ اور کونسل پر ہے جس میں بڑے بڑے حکما اور فلاسفر ممبر ہیں اور جنکا انتخاب کیسی کیسی احتیاط عقلی سے کیا جاتا ہے انکی تجویز سے مسکرات کے کارخانہ سرکاری تجارت کیواسطے جاری ہیں اور حرام گھر سرکاری خانہ زاد روس بڑھانیکی غرض سے اور لاٹری سرکاری محصول کے زیادتی کی نظر سے جاری ہے اسی بیان سے ہمارے یہ شبہہ بھی آپکا برطرف ہوتا ہے جو بعض دہریہ اور نیچرل کہدیتے ہیں کہ آئین سلطنت کا خوف ہمکو ارتکاب جرایم یعنے افعال قبیحہ سے روکنے کو کافی ہے

شریعت کی پابندی کیا ضرور ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جب رعایا اور بادشاہ دونو پابند کسی شریعت کے نہیں ہیں اب اگر سلطنت شخصی ہے تو بادشاہ رعایا پر غالب ہے پھر ہمکو کیونکر اطمینان ہو کہ بادشاہ آزاد منش خلاف عقل کارروائی نکریگا چنانچہ یہی دلیل سلطنت شخصی کے خراب ہونیکی بیان کیجاتی ہے۔ اور اگر سلطنت جمہوری ہے اور تمام ممبران کونسل آزاد منش ہیں اور امید وبیم کسی احکم الحاکمین کا انکو نہیں ہے وہ کونسل بھی غلط کاری میں بمنزلہ شخص واحد کے ہوگی اگر آپ یہ کہیں کہ ہزار آدمی کا اتفاق رائے ضرور اچھی چیز کی اچھائی اور بُرے فعل کی بُرائی ظاہر کرے گا پس قانون سلطنت جو کونسل اور پارلیمنٹ نے بنایا ہے ضرور محل اطمینان زیادہ ہے بہ نسبت شخصی تجویز کے اسکا جواب تفصیلی تو میں باب اثبات نبوت میں دونگا مگر یہاں اسیقدر کہتا ہوں کہ اگر محض اجتماع سے ہر جگہ پر مجمع کا حکم افراد کے حکم سے بدلجائے تو مجموعہ ممکنات کا واجب الوجود بھی ہوسکتا ہے اور پھر کسی نبی اور ہادی برحق کے آنیکی ضرورت نرہی اور نکسی خدا کی ضرورت ہے بلکہ ہزار آدمی خطاکار کا مجمع بھی ضرور ہی خطاکار ہوتا ہے اور ہزار آدمی غیر مہذب کا مجمع بھی غیر مہذب ہے اور ہزار آدمی زناکار کا مجمع بھی زناکار ہے اور ہزاروں شرابی کا مجمع بھی شرابی اور ہزاروں روپیہ کے ڈھیر سے روپیہ کا ڈھیر اور ہزاروں اشرفی سے اشرفی اور ہزار آزاد خیال کا مجمع بھی آزاد خیال ہے اب جو ایک آزاد خیال کو یا زناکار کو یا شرابی کو سوجھے گی وہی ہزاروں کو سوجھیگی اس فرض پر ایک اور ہزار اور لاکھ سب برابر ہیں ؎ مرض یکے وطبیعت یکے مزاج یکے ✚ مریض عشق اگر صد بود علاج یکے ✚ المختصر آزادی خیال کی خرابیاں جنکے اظہار میں یہ ساری کتاب لکھی جاتی ہے اور ہر باب میں اُسکے نظایر آپکو دکھلائے جاتے ہیں منجملہ اُسکے یہ بھی ایک لغو اور باطل خیال ہے کہ ہر مجمع کا حکم اُسکے افراد سے مخالف ہوتا ہے۔ اس مقام پر بطور اجمال آزادی کے قبایح مُندرجہ ذیل کو بیان کرتا ہوں جب کسی کا یہ عقیدہ ہوا کہ نہ ہمارا کوئی خالق ہے نہ محسن حقیقی بلکہ ہمارا وجود آپ ہی آپ ہوگیا ہے اور جو کچھ زمانہ حیات میں ہمکو رنج اور راحت پہونچتی ہے وہ بھی خود بخود پہونچتی ہے نہ کوئی موذی اور دشمن نہ کوئی ہمارا محسن اور آرام رساں اپنے ارادہ سے ہمکو ایذا یا راحت پہونچاتا ہے بلکہ زمانہ کے رفتار کو یہ سب اُمور لازم ہیں۔ اس عقیدہ

سے محسن حقیقی کا انکار بھی ہو گیا اور محسن مجازی جو دنیا میں ہم پر احسان کر رہے ہیں بلکہ ماں باپ
جنکی وجہ سے بظاہر ہماری ولادت ہوئی ہے اور آقا اور بادشاہ اور جملہ اقسام کے محسن سب کے احسان
کا انکار ہمکو ضرور ہوگا اور اسکا نتیجہ جیسا خراب ہے اُسکے بیان کرنیکی حاجت نہیں ہے یہ تو انکار مبدا
اور خالق سے خرابی پیدا ہوئی اب انکار معاد سے بیم عذاب جو برطرف ہوگا اُسکی خرابی سے جسقدر شر اور
فساد عالم میں پھیلیگا وہ بھی ظاہر ہے اور سلطنت کا رعب وداب روکنے والا اس فساد کا آزادی
خیال کے فرض پر کسیطرح درست نہیں ہوتا ہے نوعی سلطنت ہو یا شخصی ایضاً ہم زمانہ حال کی
ترقی علوم فلسفہ کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ جسقدر آزادی خیال کی بڑھتی جاتی ہے فسق اور فجور کا
پیمانہ لبریز ہو رہا ہے اور تاریخ ہمکو بتلا رہی ہے کہ گذشتہ زمانہ میں بھی جب فلسفہ کا زور شور تھا یہی
صورت زیادتی فسق اور فجور کی پیدا ہوئی تھی آیندہ کے ابواب میں ثابت کیا جائیگا کہ بڑے بڑے
فلاسفر پورے بدکار اور زانی محسن کش رشوت خوار ہو چکے ہیں اور سوائے فلسفہ توحید کے ہرگز کوئی
فلسفہ بدکاری سے نجات دہندہ نہیں ہے پس یہ دعوے دہریہ اور نیچرل صاحبوں کا محض غلط
اور بے بنیاد ہے کہ علوم عقلیہ ہمکو ارتکاب قبائح سے روکنے کو کافی ہیں اسلئے کہ نہ کبھی کافی ہوئے
اور نہ اب ہیں اور نہ آیندہ ہونگے ہاں وہی فلسفہ جس سے مبدا اور معاد کا اقرار کرنا لازم آتا ہے اور
جسکو ہادیان برحق انبیاء کرام خدا کیطرف سے لائے ہیں وہ تو ضرور اسکام کو انجام دیتا ہے جسکے
انکار پر دہریت اور نیچریت کا زور شور کیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ امید اور بیم کی تعلیم اُسی فلسفہ میں ہے
کوئی شخص اسوقت ایسا ہے جو ہمارے سامنے سن بکم ہو کر پورا جواب دے کہ تعلیم نسوان کا مسئلہ
جو براہ فلسفہ الٰہی ایک حد معین تک محدود رکھا گیا ہے اور زمانہ حال کے فلاسفہ نے مردوں کے
برابر بلکہ مردوں سے زیادہ تعلیم عورتوں کی ضروری ثابت کی ہے اور اُسی تعلیم مفرط کا نتیجہ آج
یہ ہو رہا ہے کہ امریکہ کی عورات کا جھنڈ کا جھنڈ اپنے جفت کی تلاش میں فرانس اور جرمن اور لندن
کو نکلا تھا جیسا کہ اخبارات اسکو لکھ چکے ہیں اور آزاد خیال اسی پر فخر کر رہے ہیں کہ واہ کیا اچھا طریقہ
ان عورتوں نے اختیار کیا ہے۔ اب جس مرد کے گھر میں ایسی تعلیم یافتہ عورت ہے اُسکی حکومت

زوجہ پر اور اُسکے خانگی امور کا نظم اور نسق جیسا ہے اسکو تو اُسی سے پوچھیے جن عورات
ہندوستانی نے بیسیر اور بلکہ خودسر ہو کر قانون وکالت کا پاس کیا ہو اور بیرسٹر ایٹ لا ہو گئے ہوں
خدا انکرے اُنکے شوہر صاحب بھی اگر بیرسٹر ہیں تو شاید لعنت بھیج امور خانگی میں عہدہ برائی ہوجاتی
ہوگی خواہ تقریر میں دونو برابر سرابر رہکر کسی تیسرے کو جج قرار دیکر فیصلہ کر لیتے ہوں ورنہ کیا مجال
ہے کہ شوہر کی کوئی بات چلنے دیتی ہوں تعلیم نسوان کا مسئلہ ہم ایک خاص باب میں لکھینگے انشاء اللہ
پہلے آزادی نسوان کو لکھ لیں جسکی غرض سے آزادی کی تعلیم ہوتی ہے۔ باب دوسرا عورتوں
کی آزادی اور پابندی اور انکو پردہ کا پابند کرنا جیسا شریعت محمدی میں ہے کیا سراسر ظلم
ہے اوپر کے ابواب میں ہم نے جسقدر پابندی اور آزادی کا ذکر کیا ہے اُسکو عورت اور مرد سے
تخصیص نہیں ہے اب مذاق نیچرل آزاد خیالوں کے ذرا عورتوں کی آزادی پر بھی ہمکو مختصر
کلام کرنا مناسب ہے منجملہ نتائج خراب کے جو آزادی کی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں یہ بھی ایک بُرا خیال
ہے کہ عورتیں بھی آزاد ہیں اور جب آزاد ہیں تو پردہ کا پابند انکو کرنا یہ بھی آزادی کے خلاف ہے بلکہ
جسطرح مرد بے پردہ پھرتے ہیں انکو بھی پھرنا روا ہے عورتوں کو پردہ کی پابند کرنے سے جسقدر ضرر
عقلی یہ لوگ بیان کرتے ہیں اب ہم انکو لکھیں پہلا تو یہی امر ہے کہ مرد اور عورت یہ دونو افراد انسانی
میں ہیں اور انسانی آزادی میں دونوں برابر ہیں پھر کیا وجہ اسکی ہے کہ خلاف انصاف مرد کو آزاد بے پردہ سیر کیا جائے
اور عورت کو حکم پابندی میں قید کیا جائے دوم حفظان صحت کے قواعد پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ
عورت ضعیف القوی اور نازک مزاج پیدا ہوئی ہے اور ہوا خوری کی ضرورت جسقدر ضعیف اور نازک مزاج
آدمی کو ہے اسقدر قوی اور درشت خلقت کو نہیں اور پردہ میں رہنے سے ضرور وہ آفات جو عدم تبدیل آب و
ہوا سے پیدا ہوتے ہیں انہیں عورات کا گرفتار ہونا بہ نسبت مردوں کے زیادہ محتمل ہے یہ کیسی اُلٹی رای اور اُلٹی تجویز
ہے کہ جو لوگ زیادہ سیر سپاٹا اور ہوا خوری کی بنظر ضعف قوے اور ضعف مزاج کے محتاج
ہوں انہیں کو زیادہ ممانعت کیجائے اور گھر میں بند کر کے اُن کی صحت بدنی خراب کیجائے
تیسرے تدبیر خانگی اور انتظام خانہ داری جو محتاج تجربہ ہائے کثیرہ کی ہے اور گھر کی بیٹھنے والی

اور وہ بھی پردہ میں اسکو وہ ضروری امور جنکی معرفت بدون سیر اور سیاحت کے محال ہے کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں اور اسیوجہ سے ہزاروں قسم کے تاوان اور نقصان مرد کو عورت کی ناتجربہ کاری سے عائد ہوتے ہیں دور کیوں جایئے بازار کی خرید و فروخت اُن چیزوں کی جو خاص عورات سے متعلق ہے اسمیں کیسی خیانت اور غبن کا سامنا پردہ نشین عورات کو نوکر چاکر لونڈی اصیل دیتی ہیں جو مردوں کو اسی خراب عادت پردہ نشینی عورات کی وجہ سے اٹھانی پڑتی ہیں اور ساری کمائی اسی میں برباد ہوتی ہے یہ ایسی بات نہیں ہے جسکے نظایر پیش کرنیکی ہمکو حاجت ہو یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کی عورات بازار میں خرید فروخت اپنے سامنے کرتی کراتی ہیں تجربہ بھی اُنکا بڑھتا ہے اور اس تاوان روزانہ سے محفوظ رہکر اپنے مردوں کیلئے پوری کفایت شعاری کرتی ہیں چوتھی عفت اور پاکدامنی اور امور قبیحہ سے محفوظ رہنا اگر پردہ کرانے سے مطلوب ہے فطرت انسانی اسکے خلاف پر ہوتی ہے کہ جس چیز سے آدمی کو منع کروگے اُسکی حرص زیادہ بڑھیگی عرب کی مثل مشہور ہے اَلْاِنسَانُ حَرِیْصٌ عَلیٰ مَا مُنِعَ جسقدر روک ٹوک کروگے اُسیقدر اُنکی حرص بڑھیگی اب ثابت ہوا کہ پردہ میں بٹھانا عورات کو گویا اُنکو پاکدامنی اور عفت کے توڑنے پر زیادہ معین ہے بلکہ یہ ضرر انکو تعلیم اخلاق حسنہ سے البتہ دفع ہو سکتا ہے اور محض قید کرکے پردہ میں بٹھانے سے ہرگز دفع نہوگا۔ بداخلاق عورت اگر لاکھ پردہ اور حجاب میں ہوگی پاکدامن نہیں رہ سکتی اور مہذب تعلیم یافتہ اسکول اور کالج کے جو آوارگی کے عیوب کو اچھی طرح سے جانتے ہو وہی تہذیب اسکو بازار عام میں بھی محافظ عصمت اور عفت ہوگی۔ اب ثابت ہو گیا کہ جو چیز عفت اور پاکدامنی پیدا کرتی ہے یعنی اعلےٰ درجہ کی تعلیم نسواں اسکو شریعت محمدی روکتی ہے اور پردہ کرنا جس سے ضرر عفت کا ہم ثابت کر چکے اُس کی تاکید کرتی ہے پھر کونسی عقل ایسی شریعت کی خوبی کا اقرار کریگی پانچویں یہ ہے کہ نہ کسی شریعت نہ کسی طریقہ عقلی میں یہ بات جایز سمجھی جاتی ہے کہ سزاے قید کسی آدمی کو قبل از ارتکاب جرم کے دیجاے اور اس بڑھکر اور کونسا ظلم ہو سکتا ہے کہ بیچاری ناکردہ گناہ عورتیں بے زبان فقط اس بدگمانی پر کہ بے پردہ ہوکر خلاف عصمت کرینگی گھروں میں دائم الحبس کیجائیں آخر کونسا گناہ انسے

سرزد ہوا ہے جسکی سزا میں حبس دوام کی مستحق ہوئی ہیں۔ اور اگر ہم یہ بدگمانی صحیح بھی فرض کریں
تو عورات سے زیادہ مرد ارتکاب فجور اور فسق جرح کرتے رہتے ہیں پھر انکیواسطے اس سے زائد بدگمانی
پر بنا کرکے عورتوں سے زیادہ پردہ کا انکو مقید کیوں نہیں کرتے اگر عورت سال بھر کی میعاد کے قابل ہے
تو مرد کو دس برس کے میعاد کی قید کرنی لازم ہے ورنہ سراسر ظلم اور بے انصافی ہے کہ بڑا مجرم تو
آزاد اور رہا ہے اور چھوٹا مجرم وہی اور فرضی دائم الحبس کیا جائے۔ مرد کی بدکاری زیادہ ہم
نے اسوجہ سے لکھی ہے کہ مرد بعض ایسی عورات سے بھی مرتکب فعل بد کا ہو سکتا ہے جو پرائی جورو ہو
اور اُسکی آبرو اور حرمت بگاڑ سکتا ہے اور عورت اگر کسی مرد صاحب زوجہ سے مرتکب ہوگی ایسی
بُرائی اسمیں نہیں ہے خصوصاً اگر عورت بے شوہر کی ہو۔ یہ شبہہ ماخوذ ہے ایک نیچرل خیالات
کی کتاب سے جو مصنف رسالہ حمیدیہ کو ملی بھی اور اُسکا جواب انہوں نے اجمالی طور سے اپنے
رسالہ حمیدیہ میں دیا ہے جسکو ہم بھی لکھینگے انشاء اللہ جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض دو شبہوں کی طرف
منجر ہوتا ہے ایک تو عورات کو پردہ اور حجاب سے مقید کرنا اور اُنکی بیحجابی کی آزادی کو روکنا دوم
خانہ نشینی اور گھر میں رہنیکا اُنکو پابند کرنا اور دونو باتیں جدا جدا ہیں اسلیے کہ پردہ اجلبنی مردونسے
اگر عورت سر بازار لباس وغیرہ پہن کر نکلے بھی ہو سکتا ہے اور بے پردگی بیحجابی گھر میں رہکر
بھی ممکن ہے لہذا ہم پر واجب ہے کہ دونو کے فوائد عقلی جدا جدا بیان کریں۔ پہلی غلطی اس
معترض کے بیان میں یہ ہے کہ نامحرم سے عورت کو پردہ کرانا اور فقط عورات کی آزادی کا روکنا
کہتا ہے حالانکہ عقلی طور سے مرد اور عورت دونو کو نامحرم کا دیکھنا جایز نہیں ہے جسقدر مرد نامحرم
کا عورت کو دیکھنا فعل بد ہے اسیطرح عورت کو بھی مرد نامحرم پر نظر ڈالنی ممنوع ہے اور یہی حکم
ہماری شریعت کا بھی ہے اب اس میں تو عورت اور مرد دونو کی آزادی عقل صحیح روکتی ہے اور
کچھ خلاف انصاف نہیں اور نہ کچھ ظلم ہے جب کہ مرد اور عورت دونو کا ایک حکم ہوا۔ ہاں زیادتی
کیا ہے کہ عورت کو تمام بدن اپنا چھپانا ہر دو سے ضرور ہے اور مردوں کو بجز سترِ عورت گاہ کے تمام بدن
کا ہر وقت چھپانا ضرور نہیں ہے فرض کرو اگر کوئی مرد ننگ دھڑنگ آگا پیچھا چھپا کر مجمع میں جائے

اگرچہ خلاف وضع ہے مگر اسقدر برا نہ ہوگا جیسے اگر کوئی عورت آگا پیچھا چھپا کر برہنہ مجمع میں جائے اسلئے کہ عورت کے اکثر اعضا فطرت نے ایسے بنائے ہیں کہ اُنکے دیکھنے سے مرد کو رغبت اور ناجایز لذت پیدا ہوتی ہے اسیواسطے عورت کا تمام بدن ہماری شریعت نے بھی واجب الستر مقرر فرمایا اور مرد میں چونکہ یہ بات نہیں ہے لہذا اُسکا تمام بدن واجب الستر نہ فرمایا اگرچہ راجح یہی ہے کہ وہ بھی تمام بدن کو چھپائے رہے۔ اب اتنا تو معلوم ہوا کہ اس حکم میں مرد اور عورت دونو برابر ہیں اگر ظلم ہے تو دونو پر اور عدل ہے وہ بھی دونو کے حق میں۔ اب نامحرم کو دیکھنا اور آنکھیں لڑانی براہ عقل کیوں برا ہے اسکو تو شاید کوئی ایسا ہی منکر بدیہی اور منکر امر صریحی کا ہوگا جو نہ جانے ہر ملک میں ہر زمانہ میں ہر طرز عقل معمولی جاہل اور عالم اسکا معتقد ہے کہ جو فسق و فجور پیدا ہوتا ہے اسی نظر ہی کی بدولت ہوتا ہے اول درجہ میں نظر ہے اور دوسرے درجہ میں آواز ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ؎ بسا کین دولت از گفتار خیزد۔ اب معلوم ہو کہ پردہ کرنا عورت کا اُسکی غرض یہی ہے کہ نامحرم کو نہ وہ دیکھے اور نیز نامحرم اُسکو بھی نہ دیکھے اور اس حکم میں عورت اور مرد دونو برابر بحکم عقل اور شریعت ہیں جو عین عقل ہے۔ پھر چونکہ پردہ اور آڑ اور حجاب کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص ایسی جگہ نہ ہو جہاں سے نامحرم کا سامنا ہوتا ہے یعنی گھر سے باہر نہ نکلے اور پوشیدہ رہے اس غرض سے تو مرد اور عورت دونو کو پردہ کرنا ضرور ہے۔ مگر مرد کو کسب معیشت اور پرورش اہل و عیال کیوجہ سے اگر پابند عزلت اور خانہ نشینی کا کیا جائے تو کسقدر حرج شدید لازم ہے اور یہ بار پرورش کون اٹھائے۔ لہذا اسکو آزادی بنظر ضرورت کے دیگئی کہ فکر معاش میں دوڑ دھوپ کرے اور نظر بد ڈالنے سے ویسا ہی بچے جیسے عورت کو بچنا خانہ نشینی میں لازم ہے۔ ہاں وہ عورات جو کوئی مرد وارث اور قوام یعنی سرپرست نہیں رکھتی ہیں اور اپنی معاش آپ ہی بیچاری پیدا کرتی ہیں اور بدون باہر نکلے گذر اوقات اُنکی نہیں ہو سکتی ہے اور کوئی مرد براہ قومی ہمدردی یا انسانی ہمدردی اُنکا کام دیانت اور امانت سے نہیں کر سکتا اُسوقت اُنکو بھی عقل اور شریعت دونو مجاز کرتی ہیں کہ مثل مردوں کے باہر نکلیں اور پردہ ضروری پھر بھی مدنظر رہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جس ضرورت سے مردوں کو آزادی آمد رفت میں ہے اگر عورات وہی ضرورت ہو اُنکو بھی ہے اب بھی دونو

برابر آزادی میں ہیں۔ اب اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ خبر گیری نان و نفقہ کی مردوں سے کیوں مخصوص
ہوئی کیا عورات اسکو نہیں کر سکتیں میں کیا مردوں کے چار ہاتھ اور چار پاؤں ہیں اسکا جواب یہ ہے
کہ یہ مسئلہ اور اسکی بحث دوسرے مقام پر کرنی چاہیے خلط مبحث نہ کرو اور اسجگہ مختصر طور سے اسقدر
سمجھو کہ چار ہاتھ نہ مرد کے ہیں نہ عورت کے مگر حاملہ ہونا لڑکا جننا اور دودھ پلانا اولاد کا پالنا خانگی انتظام
کرنا یہ بھی سب عورت کرے اور کسب معیشت بھی وہی کرے ایسا تحمل عورات کو ہو سکتا ہے بہرحال
اسکو ماں لینا چاہیے کہ اکتساب معیشت خاص مرد کا کام ہے اور پھر چونکہ یہ کام باہر نکلنے سے ہوتا
ہے اور خانہ داری گھر کے رہنے سے درست ہوتی ہے لہذا عورت کو گھر میں رہنا ضرور ہے پس وہ پابند
خانہ نشینی کے ہوئے یہ ہر کسے را بہر کارے ساختہ عین حکمت اور سراسر عدل اور انصاف کو ظلم صریح
اور حق تلفی قرار دینا یہ آپ ہی کے عقل کی کجی ہے۔ اب ہم نے ناانصافی کا شبہہ جو اول شبہات تھے
اسکو تو باطل کر دیا کہ پردہ کرنا مرد اور عورت دونو کو برابر ہے یعنی نامحرم کو نہ دیکھنا اور دکھانا جواب شبہہ
دوم حفظان صحت کے قاعدہ سے عورت کو ہوا خوری کا زیادہ محتاج ہونا اس میں نیچرل صاحب کو
پوری غلطی ہے عام لوگوں کو جو قواعد حفظ صحت اور اغراض صحت اور اقسام اور مراتب صحت
سے آگاہ نہیں ہیں اُنکو دھوکھا دینا کچھ دشوار نہیں ہے اور ہمکو جملہ اقسام اور اغراض اور مدارج
صحت کا لکھنا طویل بیان کا محتاج کریگا۔ دیکھو طب کی کتابوں کو اور مخصوص طریقہ اور قواعد
حفظان صحت کو کہ ہر ملک اور ہر شہر اور ہر مزاج اور طبیعت کیواسطے جداگانہ قاعدہ مقرر ہے اور
ریاضت بھی ہر ایک کی جداگانہ ہے۔ پھر چونکہ مردوں کو کسب معیشت کرنے سے محنت ہائے شاقہ
کا بار اٹھانا پڑتا ہے اور اسیوجہ سے اختلاف اوقات غذا بلکہ ستۂ ضروریہ میں فرق پڑنے کے اسباب
انکو زیادہ لاحق ہوتے ہیں کسل اور تعب اور تکان انکو زیادہ رہتا ہے محنت ہائے شاقہ ان پر زیادہ
رہتے ہیں لہذا اکثر منغص اور گھبرائی ہوئی ہوتی ہیں اور اسی لئے صبح اور شام بشرط فرصت
انکو ضرور ہے کہ دل بہلانیکی غرض سے ہوا خوری تفریح کریں۔ عورتوں کو نہ اسقدر محنت کرنی پڑتی
ہے نہ انکے اوقات میں اسقدر خرابی ہوتی ہے نہ اُنکو کاروبار خانگی سے (جسکی انجام دہی کیواسطے فطرت
نے انکی خلقت کی ہے) خاصکر صبح و شام کیوقت فرصت ہوتی ہے نہ بنظر ضعف قوائے طبعی کے

ایسی قوی تدبیر غذائی کی محتاج ہیں جسکی اصلاح انکو ہوا خوری پر مضطر کرے اور نہ بنظر اسباب
غیر طبعی کے انکو ایسے امور کا کرنا ضرور ہے کہ صبح و شام ٹمٹم پر خواہ فقط ولایتی کاٹھی لگے ہوئے
گھوڑے پر سیر سپاٹہ کریں۔ نہ انکو سوائے اپنے عزیز اور رشتہ داروں کے اور اغیار سے معاملات میں
رنج و ملال پہونچتا ہے مثل مردوں کے جسکی وجہ سے تفریح طبع کی محتاج ہوں۔ یہ تو عام اوقات
زندگی کا حال ہے جسکو نیچرل صاحب نے الٹا بیان کیا ہے پھر اگر احیاناً عورتوں میں کسی سبب
خاص سے علاوہ ان اسباب معمولی کے خرابی مزاج پیدا ہو اور کوئی تدبیر منجملہ صدہا تدابیر حفظ صحت
کے بجز ہوا خوری کے کارگر نہ ہو اور انکے ورثہ کو طبیب مجبور کردے اسوقت نہ قانون فطرت اور نہ
ہماری شریعت انکے تبدیل آب و ہوا کو منع کرتی ہے مگر انکی پردہ داری اور حفظ صحت کا بھی لحاظ
مقدم رہتا ہے چنانچہ جیسی جسکو مقدرت ہے ویسا برتاؤ کرتا ہے اور یہ بیان ہمارا فرضی اور خیالی
نہیں ہے جواب شبہہ سیوم تدبیر خانہ داری کا محتاج تجربہ و سیاحت ہونا جو خانہ نشینی سے مخالف
ہے یہ شبہہ بھی عام فریب ہے اصول حکمت منزلی اور امور خانہ داری کو علم اخلاق سے جس نے
سمجھ لیا ہے وہ کبھی اس دھوکھے میں نہ آئیگا۔ پہلی غلطی تو اس میں یہ ہے کہ تفریح طبع کی غرض سے
باہر نکلنا عورات کا جو شبہہ دوم میں لکھا ہے اسکی غرض اور پختہ کاری معاملات خرید و فروخت کی
غرض دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اس سے تو مراد یہ ہے کہ جسطرح مردوں کو پختہ کاری اور تجربہ کی
حاجت ہے اسیطرح عورتوں کو بھی ہے اب تو جو کام مردونسے متعلق ہے وہی عورتوں سے بھی ہو گیا پھر انکو فطرت
کا پابند خانہ نشینی کرنا جائز نہ ہوا اسکا جواب پہلے شبہہ میں ہو چکا اگر ایسے غیر مہذب مردونسے انکا سابقہ پڑکر اپنا
کام بھی خاص عورتوں کو سپرد کریں انکا ذکر کرنا بھی بیجا ہے علاوہ بریں ہم امور خانگی میں پردہ
نشین عورت کو ایسا واقف اور ماہر دیکھتے ہیں اور گھر بیٹھے انکو اپنے ہم جنس عورات کی صحبت
سے ایسی آگاہی اپنے امور میں ہوتی ہے کہ مردوں کو ہزار ہا کوس پھرنے سے بھی نہیں ہو سکتی
ایضاً ہر ملکے و ہر رسمے جس ملک میں عورتوں کا پردہ بدون خانہ نشینی کے ہو سکتا ہے وہاں کی
عورات کو گھر بیٹھے وہ تجربہ نہیں ہو سکتا ہے وہ اپنے لباس خاص سے پردہ کی رعایت کرکے بازار
میں آنا جانا سب کچھ کرتی ہیں اور پابند عصمت اور عفت بھی پورے طور سے رہتے ہیں اور نہ کوئی قلعہ

عقلی نہ کوئی قاعدہ شریعت ایسا ہے کہ جن بناؤں بدون خانہ نشینی عورات کے عفت اور عصمت قایم رہنے زبردستی اُنکو حبس دوام میں رکھے اہل اسلام کے ملک عرب اور عجم میں اسکی نظیر موجود ہے ہندوستان میں عورتوں کو جو گھر میں رہنے کی پابندی کرائی جاتی ہے اور اسی پر زیادہ زور تہذیب صاحب دے رہے ہیں تاکہ یورپین یعنی ہندوستانی زنایا یورپین لیڈیاں ولایت زاعورات جو ہندوستان میں بے روک ٹوک سڑک اور بازار میں پھرا کرتی ہیں اُنکے فعل پر ہم لوگ معترض نہوں اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں یہ رسم شریف اور ذلیل میں امتیاز اور تفرقہ کی نظر سے جاری ہوئی ہے اور جو رسم کہ امتیاز قومی کے نظر سے خواہ اعزاز خاندانی کے سبب سے جاری ہو اور براہ عقل مضر اور خراب بھی نہو بلکہ ترجیح عقلی بھی اُسی میں ہو چنانچہ اوپر ہم لکھ چکے اور آیندہ بھی لکھینگے اُسکو ہم لوگ ایسی پوچ اور لغو شبہات سے کیونکر چھوڑ سکتے ہیں تاریخ ہندوستان کو دیکھیے راجپوت کی قوم جو ہندوستان کے رئیس راما و تار کے زمانہ سے چلی آتی ہے اور آج بھی راجپوتانہ کا ملک انہیں کے زیر حکومت ہے اُنکی عورتوں میں اعزازی پردہ آجتک ہے جو دہ پور اودے پور بھرتپور اور دھولپور اور پٹیالہ اور نابھہ وغیرہ وغیرہ والی کی رانیاں نہ سر بازار پھرتی ہیں اور نہ ہوا خوری کو کھلم کھلا اور کھلی ہوئی گاڑی پر نکلتی ہیں سکھ پال کی سواری اور نالکی پالکی محافہ رتھ وغیرہ سب پردہ کی سواریاں انہیں کیواسطے بنائے گئے ہیں۔ بلکہ جس نے ہندوستان کی سیر کی ہے وہ تو کہہ سکتا ہے کہ یہ اعزازی پردہ دیگر اقوام مثل جاٹ اور گوجر وغیرہ کے جب اُنکو راج اور ریاست ملجاتی ہے وہ بھی جاری کرتے ہیں یہ پردہ امتیازی ایسا ہے جیسے پگڑیوں کا ہر تھوک میں جدا جدا ہونا جیسے انگرکھے کا سیدھا پردہ اہل اسلام میں اور اُلٹا پردہ اہل ہنود میں اسپر زیادہ روک ٹوک نہ کرنی چاہیے ہاں اگر کوئی قباحت اور ضرر عقلی ثابت ہو جائے اُسوقت ضرور اصلاح کرنی چاہیے۔ اہل اسلام ہندوستان میں قوم فاتح بن کر آئے اور رئیس کہلائے اُنکو ضرور تھا کہ یہاں کے رئیس اور حکمراں کے اوضاع اطوار کو اختیار کریں چونکہ اُنکی عورات اعزازی پردہ کی پابند تھیں اور اہل اسلام کی شریعت اور عقل سلیم سے یہ پردہ منافی بھی نہ تھا لہذا انہوں نے بھی اپنی عورتوں میں اسکو جاری کر دیا اور اسی وجہ سے میل جول بھی ہو گیا جو اور اقوام سے نہوا گو قوم فاتح بھی نہیں اب مجھے اسکے ثابت کرنیکی کوئی

ضرورت نہ تھی کہ اہل اسلام میں اعلے درجہ کا خاندان رسالت پناہی کا دستور عرب میں کیا تھا اور ہمارے نبی صلعم اور انکے معزز عورات کا پردہ اعزازی میں کیا برتاؤ تھا۔ تاریخ عرب کو پڑھو اور جو شکایت بے پردگی کی پیروان اہل بیت نبوت یزید اور ابن زیاد کی کرتے ہیں اسکو یاد کرو جس بے پردگی سے بنظر تحقیق واقعات مراد اسے اعزازی پردہ کا خلاف واقع ہوتا ہے نہ پردہ شرعی کا۔ یہ چونکہ شریف قوم اہل اسلام کی عورات جو خانہ نشینی کی پابند براہ اعزاز قومی کرائی جاتی ہیں اور علاوہ آبرو اور عزت کے صدہا فوائد انکو اس سے حاصل ہو رہے ہیں اور کوئی عیب نہ کوئی خرابی اسمیں ہے پھر اسکو ترک کرانے پر کیوں جنرل صاحب زیادہ زور دے رہے ہیں چوتھے شبہہ کا جواب پردہ میں بٹھانے سے پاکدامنی اور عفت کو عورات براہ ضد اور کد کے چھوڑ دینگی اس لئے کہ انسان جس بات سے روکا جاتا ہے اسکے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے یہ بھی آپکی غلط فہمی ہے اگر ایسا ہو پھر تو کوئی قانون جرائم سے روکنے کا فطرت کو جاری نہ کرنا چاہیئے اور نہ کسی ریفارمر اور مصلح قوم کو برائیوں سے روکنا عام خلایق کو لیکچر اور وعظ کے ذریعہ سے جائز ہو اور ہر ایک فعل میں آزاد کر دینا یہی عین حکمت ہو اور تمام قوانین ملکی اور اخلاقی اور طبی وغیرہ سب لغو اور خلاف مصلحت ہو جائیں ضرور جاہل آدمی کی خاصیت ہے کہ براہ جہالت جس امر سے روکا جاتا ہے اسکے ترک یا فعل پر حریص ہوتا ہے مگر اصلاح کا قانون اسی غرض سے ہے کہ اسکی حرص بیجا کو مٹا دیا جائے علاوہ بریں پردہ میں رہنا اسکی غرض فقط یہی نہیں ہے کہ عصمت اور عفت قایم ہو بلکہ اعزاز خاندانی اور انتظام خانگی امور کا جو خاص عورات سے متعلق ہے وہ بھی گھر میں رہنے سے مطلوب ہے۔ پھر اگر ایسی بیہودہ عورت ہے کہ اپنے اعزاز خاندانی کا برباد ہونا اسکو گوارا ہے اور اپنے خانہ داری کے امور سے بھی اسکو نفرت ہے اور اپنی ذمہ داری پرورش عیال وغیرہ سے بھی ناراض ہے اسکا تو ذکر ہی عبث ہے پہلے اسکے دماغ کا علاج کرنا چاہیئے اور اسکے حواس کو درست کرنا لازم ہے کہ مجنوں ہے یا بالکل بے شعور ہے اسکا پردہ اور بے پردگی سب برابر ہے (خدا بچائے ایسی عورت سے) بلکہ مجھے اس مقام پر یہ کہنا لازم ہے کہ جسطرح آدمی براہ جہالت جس امر سے منع کیا جائے اس پر حریص ہوتا ہے اسیطرح فطرتی امر عورت اور مرد کا یہ بھی ہے کہ اپنی آبرو اور عزت بڑھانیکی جو بات ہے اسکا بھی

حریص ہوتا ہے اور خاصکر عورات کی فطرت نے ایسی خلقت بنائی ہے کہ اپنے خاص کام
خانہ داری پر براہ فطرت ہمیشہ آمادہ اور راغب رہتے ہیں۔ پھر چونکہ روزانہ کوچہ گردی اور سر بازار
پھرنا اُنکی عزت اور آبروے خاندانی کے خلاف ہے اور اُنکے خاص امور خانہ داری میں مخل
ہے لہذا اُنکو بازار میں پھرنے پر مجبور کرنا یا ہوا خوری اُنسے کرانی یہی امر اُنکے خلاف طبع ہوگا
گھر میں بیٹھنا کبھی اُنکو ناگوار نہو گا۔ پانچویں شبہہ کا جواب بدون حدود جرم کے سزا دہی تو جب
ہوتی کہ اُنکے خانہ نشینی سے اُنکی بے حرمتی خواہ کسی قسم کی ایذا اُنکو دیجاتی یا ضروری اوقات میں
جب اُنکو گھر سے باہر جانا ضرور ہے اُن اوقات میں بھی اُنکی بیوجہ روک ٹوک مثل قیدیان جیل کے
کیجاتی یا اُنکے بدگمانی بیجا اُنکی نسبت ہمکو ہو کر اس پابندی کا الزام اُنسے کرایا جاتا۔ پھر جب گھر میں
رہنا اور پردہ اعزازی کرنا یہی اُنکی فطرتی خواہش ہے اور انتظام خانگی کا خانہ نشینی سے بخوبی
سرانجام پانا یہ سب امور حسب خواہ اُنکے ہیں اور پردہ مقصود یعنی نامحرم کے دیکھنے اور دکھانے
سے بچنا بھی اسی طریقہ سے انجام پاتا ہے اور جو ایذا اور گزند بازار اور مجمع میں جا کر نامحرم کیطرف
اُنکو دیکھنے سے روکنے میں ہوتا ہے وہ ایسی جگہ جہاں نامحرم نہیں ہے بلا کلفت اُنکو میسر ہوتا
ہے اب اُسکو قید اور جیل خانہ سے تشبیہہ دینی بجز فریب دہی کے اور کیا سمجھا جائے باز آمدم
بر سر مطلب اب پھر از سر نو تقریر کو میں شروع کرتا ہوں اور کہتا ہوں یہ جو کچھ لکھا گیا سب محض
فطرت اور طبیعت کے نظر سے تھا اور اب چونکہ براہ فطرت یہ بات معلوم ہو چکی کہ عورات کا خانہ
نشین ہونا انتظام خانہ داری اور پرورش اولاد کیواسطے ضرور ہے۔ اور یہ کام مردوں سے نہیں
ممکن ہے۔ لہذا ہمکو ضرور ہوا کہ اپنی اولاد دختری کی خوگری ابتداء عمر سے اور اُنکی تعلیم بھی ویسے
ہی کریں جو اُنکے منصب خانہ داری کے لائق ہے اب عادت جسکو حکیم طبیب ثانیہ کہتے ہیں
اُنکی ابتداء عمر سے جب خانہ نشینی کی ڈالی گئی اور گھر میں پردہ سے رہنے کی وہ عادی اور خوگر
ہوگئیں اور جب سے اُنکو ہوش ہوا گھر میں رہنا اور پردہ کرنا خانگی امورات میں ہردم مصروف رہنا
یہی کرتے کرتے دل اور دماغ عقل اور خیال اعضائی بدنی سب اُنکے مشتاق ہوگئے آپکو بھی
ہمیشہ خانہ نشین دیکھا اور اپنے ماں بہن خالہ پھوپھی بلکہ تمام کنبہ اور برادری کی معزز عورتوں کو

بھی پابند اسی کا پایا اب تو عقل صریح بھی حکم کرتی ہے کہ خانہ نشینی بالفرض اگر براہ فطرت
ناگوار بھی ہو مگر عادت نے دوسری طبیعت پیدا کر دی اب انکو ہر گز ناگوار نہو گی بلکہ اسکے خلاف
بازار میں پھرنا شاہ راہ پر بے حجاب چلنا بلکہ ستر پردہ کے ساتھ بازار میں بھی چلنا ناگوار ہوگا اور ترک عادت سے جو خرابیاں
بنظر قواعد حفظ صحت کے پیدا ہوتی ہیں انمیں پڑیگی اور ہوا خوری سے پیدا ہونگی اور جسطرح مردونکو خانہ
نشینی گویا قید اور جیلخانہ کی ایذا دیتی ہے انکو بے حجابی اور بے سر پا ئے ویسا ہی ناگوار ہوگا اب اگر آپکا جی چاہے تو ایسی عورتیں
جنکی تعلیم اور تربیت اسی طور کی ہوئی ہے انکی باہمی گفتگو کو کسی ذریعہ سے سنیئے اور جو دختر انکے
زیر تعلیم رہتی ہے اور کوئی حرکت جس سے بے باکی اور بے پردہ داری کی بو بھی آتی ہے اُس پر اُن مخدرات
کی توبیخ اور تنبیہ کو دیکھئے اور پوچھ لیجئے اُن میموں سے جو تعلیم نسوان کی غرض سے مشن کی
ملازم پھر رہی ہیں کہ جب وہ ہماری معزز اور مہذب عورات کو بھکاتی ہیں کہ تمکو تمہارے مردوں
نے قیدی بنایا ہے دائم الحبس کر رکھا ہے گھر میں گھٹ گھٹ کر مری جاتی ہو اسکا جواب کیسا
عمدہ انکو یہ پردہ نشین عورات دیتی ہیں کہ پھر انکو بجز ندامت کے اور اپنا سا منہ لئے ہوئے چلے
جانے کے اور کچھ نہیں سوجھتا ہے۔ اور یہ تقریر ہم نے فقط اسی غرض سے کی ہے کہ جب ہماری
عورات کو خوگری اور عادات خانہ نشینی کی ہو جاتی ہے پھر انپر گھر میں رہنا ہر گز خبر نہیں والعادۃ
طبیعۃ ثانیۃ۔ عادت بھی ایک دوسری طبیعت پیدا کر دیتی ہے بعض فلاسفر تو اسی کے
قایل ہیں کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے سب عادت ہی سے ہوتا ہے اور در اصل کچھ نہیں ہے۔
میٹھا کڑوا مزہ دار بدمزہ سخت اور نرم خوشبو بدبو سب کا مدار عادت پر ہے۔ ہمکو اس قول سے
اتفاق نہیں ہے کہ باوجود اشیا کے منکر ہو جائیں۔ ہاں عادت سے ضرور تغیر آثار اور افعال
میں پیدا ہوتا ہے اسکا انکار کوئی نہیں کر سکتا ہے اب ہمکو یہی ثابت کرنا باقی رہا کہ ہماری عورات
کو جو خانہ نشینی کی عادت ڈالی جاتی ہے یہ عادت خراب اور نامناسب ہے یا عمدہ اخلاق اور ضروری
امور سے ہے کسیقدر اسکی خوبی اجمالاً تو ہم نے اوپر کے بیانات میں لکھدی ہے اب ہم وہ دلیل
بجنسہ باضافہ مویدات لکھیں جسکو مصنف رسالہ حمیدہ نے لکھا ہے۔ جس سے انکا اولی منشا یہ ہے
کہ ہمارے قرآن مجید میں جسکی تعلیم اخلاق کی عمدگی پر بڑے بڑے حکما اور علماے یوروپین منصف

مزاج بھی متفق ہیں) خدا نے ارشاد فرمایا ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ الآیہ یعنی مردوں کو فطرت نے عورتوں پر صاحب اختیار پیدا کیا ہے کہ اُنکے نان و نفقہ کی کسب معیشت کرکے خبرگیری کرتے ہیں۔ اب دیکھو کہ ہماری بسر بردِ زندگی کے سب کام دو قسم کے ہیں کچھ تو بلکہ بہت کچھ گھر سے باہر کرنے کے لایق ہیں اور بدون باہر نکلے اور بلکہ سفر ہائے دور دراز کرنے کے اور شدائد اور آلام سفر اٹھانے کے اُنکا سرانجام دشوار ہے انہیں کاموں کے سبب سے ہمکو اچھے بُرے چور چکار لچے شُہدے بدمزاج تند خو بدزبان قسیُّ القلب بدلحاظ بے شرم و حیا سے بھی صحبت کرنی پڑتی ہے اور بڑے بڑے ہولناک اور پر خطر جان جوکھم امور کا سامنا ہوتا ہے جسکی برداشت کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ نہایت شیر دل قوی مزاج مرد کو بھی دشوار ہوتی ہے چہ جائیکہ ضعیف الخلقت نازک مزاج عورات اور بہت سے ایسے امور ہیں جن میں عقل کامل اور قوت دماغی پورے خرچ کرنے پڑتی ہے جو عورات میں اصول علم فیسولوجی اور فرینالوجی کے رو سے بہ نسبت مردوں کے بہت کم ہے۔ اور بہت سے امور ہمارے بسر بردِ معاشرت کے ایسے ہیں کہ خانہ نشینی سے پورے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اپنا گھر وہی ہے جس میں ہمکو ہر طرح کے امن و امان راحت و آرام ہو اور سوائے امور اتفاقی اور ناگہانی کے کسی طرح کا خوف اور خرخشہ نہو۔ لہذا حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہوئی کہ مرد چونکہ درشت اور طاقت اور بنظر اعضائے جسمانی قوای نفسانی پیدا ہوئے ہیں۔ اُنکو سخت کام سپرد کیا جائے اور فکر تحصیل معاش کا بار اُنہیں پر ڈالا جائے اور خانگی امور کا بندوبست عورات کریں لہذا اُنکو خانہ نشینی کی ضرورت ہوئی۔ ایضاً پرورش اطفال اور اُنکی نگرانی تا زمانہ صغر سنی جسکو حضانت کہتے ہیں وہ بھی عورتوں سے متعلق ہوئی پیری اولاد کی تو چند سال اور دختری کی اُنسے زیادہ اس دلیل سے عورات کا پابند خانہ نشینی کا ہونا اکثر اوقات کا ثابت ہوگیا بخوبی ظاہر ہے کہ صحبت ہم جنس اور ناجنس کا اثر اچھا یا بُرا یہ دوسری بات ہے مگر فطرت کا تقاضا ہے کہ ناجنس کے مغایر اخلاق ہم جنس سے ہوتی ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہم اپنے لڑکوں کو سوائی اوقات ضروری کے عورات کی صحبت سے ضرور منع کرتے ہیں کہ زنانہ مزاج نہ ہو جائیں اور جو اخلاق عورتوں کے جُبن اور بخل (یعنی کفایت شعاری) وغیرہ

کے ہیں وہ لڑکوں میں پیدا ہو کر جن اغراض کیواسطے خلقت مردوں کی ہوتی ہے اُنسے
الگ نہو جائیں اور کسب معیشت میں جو تحمل آلام کی ضرورت ہے اُس سے جُدا نہو جائیں پھر
کیا جو لوگ زنانہ طبع ہو جاتے ہیں اُنسے آیندہ اُن امور عظام کی انجام دہی کی امید باقی رہتی
ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اسیطرح سے لڑکیوں کو اگر مردوں کی صحبت میں پالا جائے (اگرچہ وہ
سب اُنکے محارم بھی ہوں یعنی جن سے انکو پردہ کرنا براہ عقل اور شرع ضرور نہیں ہے جیسا کہ ہم
باب حرمت نکاح دختر میں بیان کرینگے) ضرور وہ لڑکیاں مردانہ اخلاق سیکھکر اُس مزاج اور
طبیعت پر باقی نہ رہینگے جو خاص عورات کا مزاج ہے اور اُس کام کاج مخصوص بزنان کا اُنسے
بدشواری سرانجام ہوگا اور جب دوسرے گھر جائینگی اور وہاں کے انتظام خانہ داری اُنسے متعلق
ہونگے کیسی خرابی اُس گھر کی ہوگی لہذا ہم کو لازم ہے کہ لڑکوں کو مردوں کی صحبت سے اور لڑکیوں
کو عورتوں کی صحبت کا خوگر کریں اور یہ بات بدون خانہ نشینی کے دشوار ہے تیسری دلیل عورت
کو مردوں سے جو نسبت ہے خوب معلوم ہے اور جو قوت فعل اور انفعال کی دونوں میں فطرتی
رکھی گئی ہے وہ بھی ظاہر ہے اگر دونو مہذب اور پابند اخلاق ہیں اُسوقت بھی اور کچھ نہیں تو
دونو کو یکجائی میں ہر لحظہ کسقدر ایذا النفس کشی کی ہوتی ہے اور بلا ضرورت دونو کی نفس کو ایذا دینی
کونسی عقل اسکو اچھا سمجھتی ہے اور یہ ایسی ایذا ہے کہ ایسی حالت میں دونو کو اکثر امور میں پابندی
عقل اور صحت حواس سے جدا کر دینے کا خوف ضرور ہے۔ اور اگر دونو غیر مہذب ہیں خواہ ایک مہذب
اور دوسرا غیر مہذب اب تو پہلی صورت میں ارتکاب فجور کا روکنے والا کون ہے اور دوسری صورت
میں مہذب کو سخت ایذا غیر مہذب کی صحبت سے ہوگی اور کیا عجب ہے کہ اثر صحبت بد غالب آجائے
اور اثر صحبت نیک مغلوب ہو جاتے۔ لہذا عورتوں کو مردوں سے بلا ضرورت ہم صحبت ہونا اور
نیز مردوں کو عورت سے ہم جلیسہ ہونا تینوں صورتوں میں براہ عقل ناروا ہوا اور یہ بات عورتوں کی
خانہ نشینی سے بآسانی انجام پاتی ہے اسی سبب سے ہماری شریعت نے سوائے اوقات ضروری
کے دونو کو باہم غیر متنکر اور خاص کر نا محرم عورات کے مجمع میں مردوں کا آنا جانا حرام کر دیا ہے (نہ
اوپجے گا بانس نہ بجے گی بانسری) اب رہی تعلیم نسوان اسکا بیان ہم خاص ایک باب میں لکھینگے

یہاں پر فقط اسیقدر ہمکو بیان کرنا ضرور ہے کہ جسقدر تعلیم اخلاق اور صناعت یعنی دستکاری اور نیز علوم نظریہ کی عورتوں کی اُس خاص منصب کی منافی نہو جو فطرت نے انکو خانہ داری اور پرورش اولاد وغیرہ کا عطا فرمایا ہے اسکو نہ عقل روکتی ہے اور نہ ہماری شریعت منع کرتی ہے بلکہ ضروری اور واجب ہے ہاں اس سے زیادہ البتہ عقل صحیح تجویز کرتی ہے نہ شریعت اور اُس کی تفصیل ہم اُسی باب خاص میں بیان کرینگے انشاء اللہ اب خلاصہ تمام باب ہذا کا یہ ہوا کہ پردہ سے مراد یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں ناجائز طور سے ایک دوسرے کو نہ دیکھیں نہ آواز سنیں نہ اور طرح کی معاشرت باہمی اور میل جول کریں اور خانہ نشینی کی پابندی عورات کو محض پردہ کی راہ سے نہیں ہے۔ اب ذرا نیچر کا دلچسپ بیان بھی ہم کریں باب تیسرا نیچر یعنی قانون قدرت کے معنی اور ابتدائی بحث اُسکے حالات کے اور بیان اقسام قوانین قدرت اور فطرت آزادی کے معنی اور اُسکے اقسام اور اُسکے مواقع کو جب ہم لکھ چکے اب دوسری بات جو ہمارے اطفال کو جدید تعلیم میں سنائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قانون قدرت (لا آف نیچر) نہیں بدل سکتا ہے اور قانون قدرت بقول مسٹر ریڈ صاحب کیا ہے کہ جو صفت اور جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ سے دریافت کرتے ہیں مثلاً آگ کا جلانا برف کی سردی یا روشنی یا نور کے خواص یا سنکھیا کا کا زہر قاتل ہونا وغیرہ وغیرہ بس یہی قانون قدرت ہے کبھی بدل نہیں سکتا ہے۔ اب دیکھو پہلی بات کہ آدمی آزاد ہے اُسکے ذہن نشین ہونے کا تو یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بیدھڑک جو جی میں آئے وہی کرو کسی قسم کی پابندی تمکو نہیں ہے اس تعلیم سے تو انجام یعنی معاد اور قیامت کا خوف جاتا رہیگا۔ بلکہ دنیا میں طرز معاشرت کی پوری خرابی ہوگی اُمید اور بیم سب سے آدمی آزاد ہوکر ہر ایک فعل قبیح کا مرتکب ہوتا رہیگا چنانچہ اوپر کے ابواب میں ہم اسکو لکھ چکے اب اُسیطرح یہ ہوا کہ نیچر نہیں بدلتا ہے یعنی جو کچھ خواص اور آثار ہم اشیاء موجود میں پاتے ہیں یہ سب انکے ذاتی خواص اور لوازم سے ہیں کسی خالق اور آفریدگار نے یہ آثار اور خواص ان میں نبظر حکمت اور مصلحت کے نہیں پیدا فرمائے ہیں بلکہ ہمیشہ اسی طرح سے دنیا چلی آئی ہے اور چلی جائیگی اس تعلیم سے مبدا یعنی خالق عالم کا پورا انکار انکے عقیدہ میں راسخ ہو جاتا ہے۔ اور آزادی

اور دنیا کی دوچند بڑھ جاتی ہے اور پوری دہریت اور بیدینی سے یہ لوگ متصف ہو جاتے ہیں
نہ مبدا کا لحاظ نہ معاد کا خیال دوسرا گروہ نیچر سے یہ مراد لیتا ہے کہ خالق عالم تو ہے مگر اُسنے انتظام
عالم کی نظر سے جو قانون قدرت (لا آف نیچر) بنایا ہے اُسی قانون پر دنیا کے سب امور چل رہے
ہیں اُسکے بدلنے پر اُسکو قدرت نہیں ہے مثلاً ہماری آنکھ میں یہ قوت نیچر نے دی ہے کہ روشنی
میں ہم اشیا کو آنکھوں کو کھول کر دیکھ سکتے ہیں اب تاریکی میں خواہ آنکھ بند کر کے روشنی میں ہمکو
کسی چیز کا نظر آنا ایسی قدرت دینے پر خالق عالم کو بھی قدرت نہ تھی اور نہ ہے اور نہ ہو گی اور
جب تک یہ دنیا قایم ہے یہ قانون آلہی (لا آف نیچر) نہیں بدلیگا یہ لوگ اگرچہ بظاہر قدرت خدا
کے قایل ہیں مگر یہ قول اُنکا محض فریب دہی کے راہ سے ہے اسلئے کہ اگر خالق عالم کو قدرت
پیدا کرنے کی ہے اور اپنے اختیار سے اور اپنی حکمت سے قانون قدرت بنایا ہے پھر اُسکا
بدل دینا کیوں اُسکی قدرت سے باہر ہوگا اور یہ بات تو کسی کے عقل میں نہیں آسکتی ہے کہ
اپنے مخلوق پر خالق کو بعد پیدا کرنے کے کچھ قدرت باقی نرہے ان لوگوں نے اپنے اوپر قیاس
کر کے خدا کو بھی ایسا ہی مجبور تجویز کیا ہے مثلاً ہمارے بعض افعال اسی قسم کے ہوتے ہیں کہ ان
کے کرنے کے بعد ہم اُنکو بدل نہیں سکتے فرض کرو ہم نے ایک ڈھیلا اپنے زور سے پھینکا کہ پچاس
قدم پر گرے پس بعد پھینکنے کے ہم اُسکو روک نہیں سکتے اور بعض افعال ہمارے ایسے ہیں کہ ہم اُنکو بعد کر چکنے کے بھی تھام
رکھہ سکتے ہیں خواہ بگاڑ سکتے ہیں جیسے اکثر مصنوعی چیزیں پس جو لوگ خدا کو بعد ایجاد آثار اور صفات اشیا کے
قادر اُنکے بدلنے پر نہیں کہتے اُنہوں نے ہماری ناقص قدرت تھی بھی خدا کی قدرت کو ناقص قرار دیا ہے
ایسے مجبور اور بے اختیار خدا کو خدا کہنا لب زیبا ہے اور قدیم فلسفہ میں ایسے فاعل کو فاعل
بالایجاب کہتے ہیں جیسے آگ جلانے میں کہ اُسکو یہ قدرت نہیں ہے کہ نہ جلائے اسیطرح
تلوار کاٹنے میں اور لاکھوں اشیاء عالم تیسرا گروہ اور ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو اختیار تبدیل
قانون قدرت ضرور ہے۔ مگر یہ قانون جسپر کارخانہ عالم چل رہا ہے اسی کا خدا نے اپنے کو
پابند کر لیا ہے لہذا یہ قانون الٰہی (لا آف نیچر) نہیں بدل سکتا ہے اور پابندی خدا کی دلیل
یہ بیان کرتے ہیں کہ حکیم مطلق کے کارخانہ میں ہم پورا انتظام پاتے ہیں اور انتظام بدون

پابندی قواعد اور استحکام آثار اور خواص اشیا کے ہو نہیں سکتا عالم موجودات بچوں کا
گھروندا نہیں ہے کہ آج بنا دیا اور کل بگاڑ دیا اگر ایسا ہو کسی بات اور کسی کام کے کرنے پر
ہمکو اطمینان باقی نہ رہے ہم صریح دیکھتے ہیں کہ جب گیہوں کی کاشت کرینگے اور پورے
قواعد زراعت کا برتاو علیٰ غلاحت سے کرینگے اگر پیدا ہوگا تو گیہوں پیدا ہوگا چنا اور باجرہ گیہوں
سے پیدا نہوگا اور اگر ایسا ہو تو بڑی خرابی ہمارے امور دنیوی میں پڑجائے اور اطمینان کامل جو ہمکو
اپنے کارہائے دنیوی میں ہو رہا ہے جسکے بھروسہ پر ہم کام کاج کرتے ہیں سب درہم برہم ہو جائے
لہذا نیچر بدل نہیں سکتا ہے مراۃ الحکما میں یہی تقریر مع شئے زاید لکھی ہے اور کارخانہ الٰہی
کا مستقل ہونا اسکا انکار جو شخص کہ خدا پر ایمان لایا ہے ہرگز نہیں کریگا بکر استقلال اور استحکام
قواعد الٰہی میں اسی وجہ سے ہے کہ وہ حکیم مطلق ہے اور بیچ کی اور سنجیدگی فعل حکیم میں نہوگی پھر
کسکے فعل میں ہوگی اور ساتھ ہی اسکے جب ہم اسکو علیم بھی کہتے ہیں اور قادر مطلق اور فاعل بالاختیار
بھی جانتے ہیں اور جسقدر قانون الٰہی جاری ہے اور جو ربط ایک شئے کو دوسری شئے
سے ہے اسکی اصلی علت کو نہیں سمجھ سکتے اور تمام فلاسفر قدیم و جدید کا بھی اقرار ہے کہ اصلی
ماہیت کسی شئے کی ہم نے سمجھی ہے اور نہ ربط حقیقی جو تمامی اشیا میں ہے ہمکو معلوم ہے
مثلاً ہم خواہ کوئی بڑا فلسفی نہیں بتلا سکتا ہے کہ آگ سے جو کام ہوتا ہے پانی سے وہ کیوں نہیں
ہوتا پھر ہمکو اسکا دعوی کرنا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا اور خلاف اسکے نہوگا کیونکر درست ہو سکتا ہے
بہت بڑا جواب اسکا یہ لوگ یوں دیتے ہیں کہ جب ہمیشہ بارود کو آگ جلاتی ہے معلوم ہوتا ہے
کہ مرضی الٰہی یہی ہے کہ بارود سے ہمیشہ یہ فعل ہوتا رہے جب مرضی الٰہی یہ نہ ہو پھر اگر کسی
وقت کسی حکمت اور کسی مصلحت خاص سے مرضی الٰہی یہ ہو کہ بارود سے آگ بجھ جائے جیسے پانی
سے بجھتی ہے ہم کون ہیں جو اسکے مرضی کو روکینگے اگر اسکو یہ شبہہ پیدا ہو کہ مرضی الٰہی کا بدلنا
کس حکمت سے ہم خیال کریں یہ تو ایسی بات ہے کہ ہرگز کوئی عاقل اسکو نہ کہیگا مصالح الٰہیہ کا
بدلنا ہزاروں واقعات عالم سے ہمیشہ مشاہدہ میں آرہا ہے بلکہ تغیرات عالم اور تجدد حوادث ایسی
بدیہی بات ہے کہ دہریہ اور منکرین خدا اور نیز خدا پرست سب اسکو مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی انسان

جس میں آج ہم بھی داخل ہیں پہلے پہل جب زمین سے مثل اور حیوانات کے پیدا ہوا تھا مثل
چوہے اور نیولے اور دیگر حشرات کے خود پیدا ہوا تھا اور بقول ابیقور حکیم دراز و روار قد اور
تھا اور بدن پر آدمی کے سخت بال ایسے ہوتے تھے جیسے سور کے بدن پر ہوتے ہیں کپڑا پہننا
اور بدن کا چھپانا اسکا شعار نہ تھا زمین پر جہاں چاہتا تھا سو رہتا تھا ماں باپ بھائی بہن چچا ماموں
پھوپھا کوئی رشتہ داری پدری اور مادری نہ رکھتا تھا جیسے اور جنگلی وحوش بن مانس ہوتے ہیں
آدمی بھی اسی قسم میں تھا بولتا باتیں کرنی کچھ اس میں نہ تھیں انگلیوں کے اشارہ سے
باہم گفت و شنید کرتا تھا عقل اور ادراک سے اسکو کچھ علاقہ نہ تھا میں کہتا ہوں یا دہی انسان
اب ہے کہ حکیم ابیقور ایسے آدمی اس میں پیدا ہوئے جو اشرف المخلوقات میں شمار کیے جاتے
ہیں سد پشت دوتائی فلک راست شد از خرمی تا چو تو فرزند زاد مادر ایام علم جی اک ناسی
کے زیادہ تحقیقات سے غرض یہی ہے کہ دہریوں کا مذہب ثابت ہو جائے اور خالق عالم کا انکار
پورا پورا کرنے پر دلائل واہیہ قائم ہوتے جائیں الغرض مصلحت الٰہی یا مصلحت دہری اور
نظام عالم کے مصالح کا ایسا امر نہیں ہے جسکے اثبات کی ہمکو زیادہ ضرورت ہو نیچر کا بیان فلسفہ
مذہبی کے اصول پر ہم لوگ پابند مذہب آسمانی بھی اصول تصفح سے جو حکم کلی پیدا ہوتا
ہے اس پر مدار اپنی کارروائی کا کرتے ہیں اور ہم یہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ عادت حکیم مطلق
تعالی شانہ کی ہمارے بسر بردگی نظر سے یوں ہیں جاری ہوتی ہے کہ سبب ظاہری کے ہونے
سے کوئی مسبب غالباً پیدا ہو جاتا ہے اور اگر عادت الٰہی اسطرح جاری نہو دنیا اور دین دونو
کے کاموں میں حرج عظیم پیدا ہو اور کوئی کام چل ہی نہ سکے اور اسیوجہ سے اس عالم کو ہم عالم
اسباب عادی کہتے ہیں مگر ہمارے نیچرل دہریہ کے عقاید میں فرق چند وجوہ سے ہے جسکو اسی
باب میں ہم سمجھانا چاہتے ہیں دہریہ اور فلاسفہ مادئین کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ انتظام عالم جیسا کہ
ہے خود اسی عالم کا تقاضا ہے اور جو چیز عالم میں جس اثر اور صفت پر ہے اسکا ذاتی خاصہ یہی ہے
مثلاً برف کی سردی ایک ذاتی صفت ہے اور ہم کو تجربہ سے معلوم ہوا کہ پانی کے مسامات میں
ہوا گرم اگر نہ بھری ہو جسم کر برف ہو جائے اسی قاعدہ پر بنا کر کے ہم نے وہ کل بنائی جسمیں سلفیورک ایسڈ

خواہ اور کوئی ترش تیزاب پیالہ میں رکھدیا اور ایر پمپ کے ذریعہ سے پانی جو بوتل میں بھرا ہے
اُسکی ہوا نکالے تب پانی جم کر برف ہو گیا آگ کی گرمی آفتاب کی روشنی دھاتوں کا انطراق
یعنی چوٹ کھاکر بڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب خواص ہر ایک شئے نے اپنی ذاتی لیاقت اور استعداد
سے پائے ہیں کوئی مُدبّر صانع حکیم ایسا نہیں ہے جس نے یہ خواص ان اشیا میں رکھدیے
ہوں اور جب ذاتی خواہش سے یہ اوصاف موجودات عالم میں پائے جاتے ہیں پھر ہرگز بدل
نہیں سکتے اور نہ ان اشیا سے وہ صفات جدا ہو سکتے ہیں اور اگر یہ خواص بدلنے کے قابل
ہوں پھر ہمکو اعتماد بقا اٹھ جائے اور جس امید پر ہم کارہائے دنیوی کرتے ہیں وہ موہوم ہوکر
ہرگز ہمکو بشرط پابندی عقل ایسے کام کرنے پر جسارت نہو ہم ریل گاڑی کے انجن میں اسٹیم جس
حساب سے بھرتے ہیں مثلاً ایک اونس پانی کا بخار ایک پونڈ وزن کو ایک فٹ اٹھانے کا نتیجہ
ہمکو دریافت ہوا ہے اُسی حساب سے ہم وزن گاڑی کا فرض کرکے طاقت اسٹیم کی دیتے ہیں اور
جسقدر پیمانہ کام کے ہم تجویز کرتے ہیں ہمیشہ اُسی حساب سے ہمارا پورا کام ہوتا ہے اگر یہ نتیجہ محل اعتماد
نہو کوئی انجن ٹھرا اور ریلوے کام نکر سکے اسیطرح جملہ خواص اور آثار اور صفات جو اشیاء عالم
میں ہیں سب اُنکی ذاتی لیاقت سے ہیں یہ لوگ موٹی مثالوں سے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن
نشین کر دیتے ہیں اور فلاسفہ قدیم نے دقیق طرز سے اسکو یوں بیان کیا تھا کہ امکان ممکنات
کا وصف ذاتی ہے کسی خالق نے یہ صفت اُس میں نہیں دی ہے بلکہ اگر قدرت کسی خالق
کی کسی کے پیدا کرنے سے متعلق ہوتی ہے تو وہی چیز ہے جسکا پیدا ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے
پھر چونکہ مجھے اس کتاب میں قدیم طریقہ فلسفہ سے بحث کرنی مناسب نہیں ہے لہذا میں
سہولت کے خیال سے اسیقدر کہتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ محال اور ممکنات
کو شناخت کرنا یہ بھی ہمکو اُسی خدا کے عقل دینے سے نصیب ہوا ہے ہاں کچھ ایسے بھی
محالات ہیں جنسے قدرت خدا کی متعلق نہیں ہوتی جب ایک حکیم اور عاقل آدمی ایسی
چیزوں کے بنانے کے درپے نہیں ہوتا جسکو اُسکی عقل خداداد محال سمجھ چکی ہو مثلاً آدمی
کوئی شکل مثلث قائم الزاویہ ایسی نہیں بناتا ہے جسکے وتر کا مربع دونوں ضلعوں کے مربع

خواہ اور کوئی ترش شراب پیالہ میں رکھدیا اور ایر پمپ کے ذریعہ سے پانی جو بوتل میں بھرا ہے
اُسکی ہوا نکالے تب پانی جم کر برف ہوگیا آگ کی گرمی آفتاب کی روشنی دھاتوں کا انطراق
یعنی چوٹ کھاکر بڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب خواص ہر ایک شئے نے اپنی ذاتی لیاقت اور استعداد
سے پائے ہیں کوئی مدبر صانع حکیم ایسا نہیں ہے جس نے یہ خواص ان اشیا میں رکھدیے
ہوں اور جب ذاتی خواہش سے یہ اوصاف موجودات عالم میں پائے جاتے ہیں پھر ہرگز بدل
نہیں سکتے اور نہ ان اشیا سے وہ صفات جدا ہو سکتے ہیں اور اگر یہ خواص بدلنے کے قابل
ہوں پھر ہمکو اعتماد یقینا اٹھ جائے اور جس امید پر ہم کار ہائے دنیوی کرتے ہیں وہ موہوم ہوکر
ہرگز ہمکو بشرط پابندی عقل ایسے کام کرنے پر جسارت نہو ہم ریل گاڑی کے انجن میں اسٹیم جس
حساب سے بھرتے ہیں مثلاً ایک ونس پانی کا بخار ایک پونڈ وزن کو ایک فٹ اٹھانے کا نتیجہ
ہمکو دریافت ہوا ہے اُسی حساب سے ہم وزن گاڑی کا فرض کرکے طاقت سٹیم کی دیتے ہیں اور
جسقدر پیمانہ کام کے ہم تجویز کرتے ہیں ہمیشہ اُسی حساب سے ہمارا پورا کام ہوتا ہے اگر یہ نتیجہ محل اعتماد
نہو کوئی انجن ٹھیک پورا ریلوے کام نہ کرسکے اسیطرح جملہ خواص اور آثار اور صفات جو اشیاء عالم
میں ہیں سب اُنکی ذاتی لیاقت سے ہیں یہ لوگ موٹی مثالوں سے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن
نشین کردیتے ہیں اور فلاسفہ قدیم نے دقیق طرز سے اسکو یوں بیان کیا تھا کہ امکان ممکنات
کا وصف ذاتی ہے کسی خالق نے یہ صفت اُس میں نہیں دی ہے بلکہ اگر قدرت کسی خالق
کی کسی کے پیدا کرنے سے متعلق ہوتی ہے تو وہی چیز ہے جسکا پیدا ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے
پھر چونکہ مجھے اس کتاب میں قدیم طریقہ فلسفہ سے بحث کرنی مناسب نہیں ہے لہذا میں
سہولت کے خیال سے اسیقدر کہتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ محال اور ممکنات
کو شناخت کرنا یہ بھی ہمکو اُسی خدا کے عقل دینے سے نصیب ہوا ہے ہاں کچھ ایسے بھی
محالات ہیں جنسے قدرت خدا کی متعلق نہیں ہوتی جب ایک حکیم اور عاقل آدمی ایسی
چیزوں کے بنانے کے درپے نہیں ہوتا جسکو اسکی عقل خدا داد محال سمجھ چکی ہو مثلاً آدمی
کوئی شکل مثلث قایم الزاویہ ایسی نہیں بناتا ہے جسکے وتر کا مربع دونوں ضلعوں کے مربع

سے بڑا یا چھوٹا ہو پھر خدای حکیم جسکی حکمت کا مرتبہ سب حکما کی حکمت سے بالاتر اور بے حد و
پایان ہے وہ ایسی لغو اور ناممکن شے کو کیوں بناتیگا اب ہم بھی فلاسفہ سے اتفاق کر کے
اقرار کرتے ہیں کہ ہاں صاحب جو چیز خدا نے پیدا کی ہے وہ ضرور ممکن ہے اور ہمیشہ ممکن
رہیگی موجود ہو خواہ موجود ہو کر فنا بھی ہو جائے مگر وہ ممکن ہے نہ اسکا معدوم ہونا قبل از وجود
کے اسکے موجود ہونے کو روک سکتا تھا اور نہ اسکا موجود ہونا پھر اسکے فنا ہونے کو اور نہ فنا ہو
کر دوبارہ پھر موجود ہونے کو روکتا ہے اب رہی یہ بات کہ جو صفت کسی موجود میں ہے وہ اسکی
ذات کی خواہش سے ہے اسمیں ہمارے اور فلاسفہ کے البتہ اختلاف رائے ہے اسلئے کہ ہم
صفات موجودات کو ضروری اور غیر ضروری کہتے ہیں ضروری صفت البتہ کسی شے کی اس
سے جدا نہیں ہو سکتی فرض کرو ایک بکری ہے اب اسمیں ایک صفت جسمیت کی ہے یعنی
طول عرض اور حجم اب اس سے تو کوئی بکری خالی نہیں ہے یہ صفت ضروری ہے دوسری
صفت مثلاً دو سینگ داہنے بائیں ہونی یہ صفت ضروری نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ جسطرح
گینڈے کے ایک سینگ بیچ پیشانی پر ہوتا ہے بکری کے بھی ہو نیچرل صاحب اسکو بھی محال
کہتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے ہزارہا بکریوں کو دیکھکر اور تجربہ کر کے قانون قدرت (لا آف نیچر)
یہی قرار دیا ہے کہ بکری کے بیچ میں پیشانی کے سینگ نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں ہرگز محال نہیں ہے
اور کوئی دلیل عقلی اس پر قایم نہیں کہ بکری کے بیچ پیشانی پر سینگ نہ ہو ثبوت میں اس دعوی
کے ہم ایک تاریخی واقعہ کا ذکر کریں حکیم انکسغوراس (جو ۴۲۸ برس قبل حضرت عیسیٰ کے گذرا
ہے ایک روز کتب پیر قلیس میں بیٹھا تھا ایک بکری ایسیوفت ایسی لائی گئی جسکے بیچ
پیشانی پر ایک سینگ تھا طیون منجم کہنے لگا کہ گروہ اثینین میں جو پھوٹ پڑ کے دو فرقہ ہو گئے
ہیں یہ دو سینگ کا ایک ہو جانا بشارت دیتا ہے کہ دونو گروہ میں میل اور ملاپ ہو جائیگا اور جھگڑا
لڑائی مٹ جائیگی انکسغوراس حکیم نے بقاعدہ علم فیزیولوجی حکم لگایا کہ یہ ایک امر خلقی اور
قدرتی ہے اس سے کسی امر نیک اور بد پر شگون اور بدشگونی نہ لینی چاہیے اور سبب طبعی
اسکا بقاعدہ علم تشریح یہ ہے کہ اس بکری کا بھیجا یعنی مغز سر اتنا زیادہ نہ تھا کہ ساری جمجمہ (اس

(کھوپری) کو جو بشکل بیضہ کے ہوتی ہے پھر کر اُن دونوں کناروں پر بخصوصیت کے پہونچتا جہاں
پر سینگ نکلتے ہیں چنانچہ اس بکری کی تشریح دماغی سلطنت اُسی جماعت نے کہ جسکے منشی
گئی وہی بات ٹھہری جو انکسغوراس نے کہی تھی مگر باوجود صحت تشخیص حکیم مذکور کے پھر بھی
جو فال نیک منجم نے دی تھی وہ بھی پوری ہوئی اور منجم کا قول حکیم کی دلیل سے باطل ہو
سکا یہی غلطی حکمائے ظاہری کی ہے کہ خواص نیچر طبعی علت سمجھتے ہیں دلیل کی انکار کر دیتے ہیں
بالآخر بعد ظہور اخر ندامت اٹھاتے ہیں آخر چند روز کے بعد فرقہ توخودیدش نے شکست پائی
اور سلطنت پیرقلیس کی قائم ہو گئی اور ایک ہی گروہ ہو گیا ہمکو اس حکایت کے بیان کرنے
میں یہ ثبوت منظور ہے کہ بکری کے دو سینگ دونو طرف ہونی ایسی ضروری بات نہیں ہے
کہ اسکی ذات کا تقاضا ہو اسلئے کہ اگر یہ وصف ذاتی ضروری ہوتا تو وہ بکری گینڈا بن جاتی لہذا
ہم اسکو قانون الٰہی (لا آف نیچر) نہیں کہتے ہیں اور ہمکو عقیدہ ہے کہ خالق تعالٰی شانہ کو اختیار
ہے چاہے بکری کی پیشانی پر ایک سینگ پیدا کر دے خواہ بے سینگ کی بکری پیدا کرے یہ بھی
اسی جگہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ یہ سبب بھیجے کے مقدار کم ہونیکا جو حکیم انکسغوراس نے تجویز
کیا ہے محض لغو اور غلط ہے اسلئے کہ اگر بھیجے کی کمی بیشی سینگ کی خلقت میں سبب
ضروری ہوتی ضرور ہوتا کہ جس بکری کے ایک بھی سینگ نہو اسکے مغز سر ذرا بھی نہو حالانکہ
سیکڑوں بکریاں بے سینگ کی ہوتی ہیں اور بھیجا اُنکے پورے مقدار پر ہوتا ہے اب ہمکو اپنے
خدا کی قدرت اور اختیار ثابت کرنے کی غرض سے اور اس حکیم کے قول کا بطلان ظاہر کرنیکی
نظر سے اسی جگہ ایک آسان تقریر کرنی ضرور ہے جسکے سمجھنے کے بعد ہر ایک قانون فطرت
(لا آف نیچر) کی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ بکرے کے سینگ نکلانے کی لیاقت ذاتی اگر تمام مغز
سر یعنی سارے بھیجے میں ہے پھر تو لازم ہے کہ سارے بھیجے کے سینگ نکلائیں یا مغز سر کے
کسی حصہ یعنی کسی جز میں ہے پس جس جگہ خود بخود وہ حصہ بھیجے کا ہوگا۔ اسی جگہ سینگ
پیدا ہوگا اگر ایسا ہوتا تو بکری کے تمام سر میں کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائیں
سینگ نکلا کرتے یہ بھی نہیں ہے یا سر کے تمام کھوپری اور ہڈی میں یہ قوت ہے کہ بھیجے سے سینگ

بتا لیتی ہے یہ بھی غلط ہے ورنہ تمام کھوپڑی پر سینگ پیدا ہوتے یا فقط دونو کناروں پر پیدا ہوتے یا داہنے بائیں کھوپڑی کے اُن میں بھیجے سے دونو سینگ بنانے کی قوت ہے اور کسی حصہ میں کھوپڑی کے یہ قوت نہیں ہے جیسے تھن میں خون کو دودھ بنانے کی قوت ہے یہ بھی غلط ہے ورنہ بیچ پیشانی پر سینگ کیوں نہ نکلتا جیسا کہ ہر مثال میں گذرا ہے یا کھوپڑی کے بیچ سے دونو کنارہ پر بھی ہے اور بیچ پیشانی پر بھی یہ قوت ہے اگر بھیجا پورا اور دونو طرف پہونچ گیا ہو دونو سینگ پیدا ہونگے اور بیچ میں بھی ایک سینگ نکلیگا اور اگر مادہ فقط داہنی طرف پہونچا بائیں طرف ہوگا بیچ میں اور داہنی طرف ہوگا یا بائیں طرف بھیجا پہونچا ہے جب بھی دو سینگ ایک بائیں طرف اور ایک بیچ میں ہوگا یہ بھی غلط ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے مخالف ہے اب ناچار ہمکو یہی ماننا پڑیگا کہ نہ تو ذاتی لیاقت کل یا جزو بھیجے میں سینگ بنانے کی ہے اور نہ کھوپڑی کے تمام اجزا میں ذاتی قدرت سینگ بنانے کی ہے اور نہ کمی بیشی مادہ مغز سر پر موقوف ہے بلکہ یہ لیاقت دینے والا الہی اور حکیم فاعل مختار ہے جس حصہ مغز سر کو اور جس جگہ استخوان سر کو چاہے سینگ اسی جز مغز سے پیدا کر دے اور اگرچہ عادت اس قادر مطلق نے دونو طرف سینگ پیدا کرنے کی رکھی ہے مگر کبھی نظر ثابت کرنے اپنے اختیار کے بیچ میں بھی سینگ پیدا کر دیتا ہے اور یہی ہمارا خدا ہے جو پابند نیچر کا نہیں ہے اسیطرح جسقدر خواص کیمیائی اور کہربائی اور آثار برقی ہیں سب کا ہونا باختیار قادر مختار ہے دوسری مثال اس سے بڑھ کر لیجئے تمام فلاسفہ طبیعین کا عقیدہ ہے کہ پتھر میں چونکہ مادہ ارضی غالب ہے لہذا اسکی پیدائش زمین ہی پر ہوتی ہے زمین سے اوپر مثلاً کرہ قمر یا خواہ آفتاب پر پتھر پیدا نہیں ہو سکتا اور یہ ایسا قانون فطرت ہے جسکو سب فلاسفہ ضروری خیال کر رہے ہیں انکسغورس کو البتہ خبط ہوا تھا کہ ایک روز آسمان سے پتھر گرتے ہوئے دیکھکر اسکو عقیدہ ہو گیا تھا کہ آسمان کی ساخت پتھر سے ہے ایک روز کا عجب سانحہ لکھا ہے انکسغورس نے پیشین گوئی کی کہ فلان روز آفتاب سے ایک پتھر زمین پر گریگا چنانچہ وہی ہوا کہ پتھر قریب نہر اوغوس کے آفتاب پر سے گرا ہم کو فلاسفہ طبیعین سے جو آسمان سے پتھر گرنیکا انکار کرتے ہیں

فقط یہی پوچھنا ہے کہ اسکے محال ہونے پر کونسی دلیل تم نے قایم کی ہے سوائے اسکے کہ مادہ ارضی زمین ہی میں ہے جب تمہارے عقیدہ میں یہ ثابت ہے کہ پہلے ایک بسیط مادہ اثیر سے سدیم بنا پھر اُس سے آفتاب اور آفتاب سے اور سیارہ نکلے زمین بھی اُنہی آفتاب سے نکلی ہے تب زمین بھی آفتاب سے نکلی ہے پھر پتھر کا آفتاب سے نکلنا کیوں محال ہوگا تو کار زمین رانکو ساختے تھے کہ بر آسمان نیز پرداختے زمین ہی کے موجودات کی اصلیت سے آپکو کیا واقفیت ہے کہ آپ ہرشی کی دوربین لگاکر آسمان کے موجودات کی تحقیق کر رہے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگ کشش ارضی کا قانون قدرت اپنے تجربہ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جو چیز اوپر سے زمین پر گرتی ہے جہانتک سطح جہان کی ہوا ہے پہلے ثانیہ دسکنڈ ہیں سولہ فیٹ سے کچھ زیادہ اترتی ہے اور پھر فی ثانیہ ۳۲ فیٹ اسکے رفتار میں سرعت ہوتی ہے اور یہی قانون الٰہی لاآف نیچر آپ نے گرنیوالی اشیا کا تجویز کیا ہے یہ قاعدہ سطح جہان کی ہوا میں جسکی لطافت اور کثافت دریافت کرکے تخمینی وزن صنفی تم کو معلوم ہوا ہے البتہ اگر درست پایا جائے تو شاید ہو سکتا ہے اور جہان سے یہ ہوا نہیں ہے اور آسمانی ہوا جو بقول فیثاغورس وغیرہ فلاسفہ کی نہایت لطیف ہے اور جسقدر قرب آفتاب فرض کرو لطیف ہوتی جاتی ہے پس تمام بعد میں جو آفتاب کو زمین سے ہے مثلاً نو کروڑ میل اسکی لطافت اور کثافت تو معلوم نہیں اور حکم لگا دیا کہ زمین سے آفتاب کیطرف چڑھنیوالی شئے پہلے ثانیہ دسکنڈ ہیں ۴۵ سو پچاس فیٹ چڑھیگی یہ کونسا قاعدہ ہے اور یہ کونسی عقل ہے اسکے علاوہ تم لوگ سطح جہان کے ہوا کو تشبیہ دھنی ہوئی روئی کی ڈھیر سے دیتے ہو مثلاً اگر پچاس گز لانبے بورے میں دُھنی ہوئی روئی بھر کے کھڑا کر دیں سب سے نیچے والی روئی پر دباؤ زیادہ ہونے سے اسکی پھولن کم ہوگی اور سب سے اوپر والی روئی زیادہ پھولی ہوگی یہی کیفیت ہوا کی ہے کہ جسقدر زمین سے قریب ہے زیادہ دبی ہوئی ہے اور کثیف ہے اور وزن بھی اسکا زیادہ ہے اور جسقدر زمین سے اونچی ہے متخلخل اور لطیف ہے اور یہ قانون فطرت لاآف نیچر ایسا ہی ہے اور اسیوجہ سے پہاڑوں کی بلندی پر ہوا کی لطافت زیادہ ہے یہاں پر اتنا اور یاد رکھنا چاہیے کہ جذب مرکزی زمین کا ہوا پر اگر ہے جس سے وزن پیدا ہوتا ہے پھر تو آفتاب مرکز عالم کیونکر ہوگا

بلکہ ہوا اور پانی کا مرکز بھی زمین کا مرکز ہے اسکو مفصل آئندہ بیان کرینگے اچھا یہ تو ہم نے
مانا اور یہ بھی آپکا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جسقدر ہوای کثیف میں قوت معاوقت یعنی مزاحمت
کی زیادہ ہے لطیف میں اسیقدر کم ہے اور اسکا ثبوت علاوہ دلیل عقلی کے مشاہدہ سے کرایا
جاتا ہے مثلاً اگر کسی شیشہ کے نل کی ہوا کو ایر پمپ سے نکال ڈالیں اسمیں روپیہ اور کاغذ کا ٹکڑا
جو روپیہ کے برابر کترا ہوا ہو دونوں برابر گرینگے اسلیئے کہ ہوا جو معاوق یعنی روکنے والی سرعت سقوط
پرچہ کاغذ کی بھی باقی نہیں ہے اب تین قانون فطرت یہاں پر ہوتی (۱) جسقدر گرنیوالی شئے قریب
زمین کے آتی ہے جذب مرکزی اسکو زیادہ کشش کرتا ہے چنانچہ ہر ثانیہ میں ۳۲ فیٹ زیادہ ترقی
ہے بہ نسبت مسافت پہلے ثانیہ کے اس قانون کا تو اثر یہ ہوا کہ جسقدر گرنیوالی شئے پہلے زمین
سے دور ہوگی اس پر جذب مرکزی زمین (اٹر اکشن آف گراویٹیشن) کا کم ہوگا (۲) یہ قانون
کہ آفتاب جو زمین سے نو کروڑ میل ہے وہاں پر جذب مرکزی اتنا زیادہ ہے کہ وہاں کو چڑھنیوالی
شئے پہلے ثانیہ (سکنڈ) میں ۴۵۰ فیٹ چڑھتی ہے اور سطح جہاں کی ہوا جو کہ چالیس میل تک
بقول فلاسفہ بھی نہیں ہے اسکے اندر جو شئے زمین پر گرتی ہے پہلے ثانیہ میں ۱۶ فیٹ بس جذب
مرکزی کا نو کروڑ میل مسافت پر زیادہ ہونا اور قریب زمین کے کم ہونا یہ کس قاعدہ سے درست
ہو سکتا ہے اور قانون اول اور دوم کا اختلاف کیسے رفع ہوگا (۳) جہاں پس سطح زمین کی ہوا
نہ ہو کاغذ کا ٹکڑا اور روپیہ برابر گرتا ہے جیسا بعض لکچروں میں چھپا ہوا دیکھا ہے اس قاعدہ
سے آفتاب کے طرف سے جو چیز چڑھے ۴۵۰ فیٹ پہلے ثانیہ میں اسکا چڑھنا کس قاعدہ سے
درست ہو سکتا ہے میری یہ غرض نہیں کہ یہ تینوں قانون صحیح یا غلط ہیں بلکہ مجھے یہ دکھانا
منظور ہے کہ خالق عالم پابند کسی نیچر کا نہیں ہے چاہے جو اثر اپنی مخلوقات میں پیدا کر دے
کوئی اسکا شریک نہیں ہے اور کوئی قانون اسکو پابند اور مجبور نہیں کر سکتا ہے ؎ گلستان
کند آتشے بر خلیل ٭ گروہے بآتش برد ز آب نیل ٭ یہی نظایر ہمکو زیادہ تر تعجب میں ڈالتے ہیں
کہ زمین کی چیزوں سے آسمان کی اشیا کی تمثیل اور تشبیہ دیکر اپنے حسابات اور قیاسات کو اوسپر
مبنی کرنا یہ کون سا طریقہ ہے اس سے زیادہ عجب یہ بات ہے کہ سطح جہاں کی ہوا نہ آنکھ سے نظر

آتی ہے اور نہ گیلیلیو اور ہرشل کی دوربین سے حالانکہ یہ ہوا کثیف ہے اور آفتاب کے پاس کی ہوا جو نہایت درجہ لطافت پر ہے اسکو ہرشل صاحب نے گھر بیٹھے دیکھ لیا اور اسکی پیمایش بھی کر لی چنانچہ کہتے ہیں کہ ہوا جو گرد شمس کے ہے کم سے کم اسکا عمق (۸۴۲۶۱) میل اور زیادہ سے زیادہ (۵۰۶۷) میل ہے اور قریب آفتاب کی ہوا غیر شفاف اور مثل بادلوں کے ابر کے ہے یہ تحقیقات علوم جدیدہ کی ہے جسپر آج یورپ کو بڑا فخر ہے قدیم ریاضی دان جب یہ کہتے تھے کہ آسمان موجود ہے اور شفاف ہے نظر نہیں آتا ہے اور روبیر ہے اور دنبکی پیمایس بھی ہر آسمان کی بتلاتی تھے وہ تو محض نادان اور جاہل تھے اور ہرشل صاحب کے یہ حسابات بڑے عمدہ اور واجب التسلیم اور گویا وحی آسمانی ہو گئی۔ اگر آپ یہ کہیے کہ جسطرح سطح جہان کی ہوا خود آنکھ سے نظر نہیں آتی ہے مگر جو چیزیں ہوا میں اڑتی ہیں خواہ اور آثار ہوا کے جو حس لمس وغیرہ سے محسوس ہوتی ہیں یا ذی روح کا تنفس جو مدار حیات ہے ان سب کے ذریعہ سے ہوا کی موجودگی مثل محسوسات کے ہمکو ثابت ہوتی ہے اسیطرح دوربین کے ذریعہ سے ہرشل صاحب نے بھی آفتاب کے قریب کی ہوا کا قیاس کیا ہے اور اس ہوا کی موجودہ اشیا کو دیکھکر یہ حساب جانچا ہے۔ اسکو ہم اگر مان بھی لیں پھر بھی تو فلاسفہ مادیین جو کہتے ہیں کہ ایتھر تمام فضای آسمانی میں بھرا ہے انکو آپ سمجھاتے اسیطرح آفتاب کی گرمی کا قیاس جو محض تخمینی ہے حال کی تحقیق سے یوں ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب کی گرمی اگر یکجا کیجائے اتنے برف کو جو تمام کرۂ زمین پر ہو اور گیارہ میل کا دل اسکا ہو ایک روز میں پگھلا دیگی اور ہم تک جسقدر گرمی آفتاب کی پہونچتی ہے ۲۰ ارب ۲۳ کروڑ دس لاکھ حصہ میں سے ایک حصہ کے برابر ہوتی ہے ان حسابات کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ لوگ دعوی تو اسکے ہیں کہ جبتک یقین کامل کسی امر کا نہ کرلیں ہرگز اسکے ہونے اور نہ ہونیکا اقرار نہیں کرتے ہیں اب یہ مسایل اجسام فلکی کے اپر یقین کرنیکا ذریعہ آپ کو کونسا ملا ہے ہم تو ان مسایل کو بوستان خیال کے لال دیو اور سپید دیو کے حالات سے کم نہیں سمجھتے ہیں اسیطرح ہزاروں خیالی مسائل اور دیگر علوم کے ہیں جنکو ہم بھی مناسب مقامات پر بیان کرینگے باب چوتھا پتھر کے بدلنیکی مثالیں تاریخی واقعات سے اور بیان خرابی عقاید جو پتھر کے ماننے سے لازم آتی ہے عقلی دلایل سے

جو لوگ منکر وجود خالق ہیں اُنکے قول کا بطلان جب ہم وجود خالق کے دلائل عام فہم لکھینگے
بخوبی کر دینگے اور جو لوگ بظاہر خدا کو مان کر اور پھر یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ صفات اور آثار جو شیا
عالم میں خدا نے رکھدئے ہیں اُنکے خلاف کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے اُنکو بھی ضرور خدا کی
مجبوری اور پابندی نیچر کیمانننے سے خدا کا بیکار ہونا ماننا پڑتا ہے دیکھو سر سید احمد خان
صاحب نے اپنی تفسیر کے جلد اول صفحہ ۳۲۷ میں یہ کہدیا کہ نیچر کی پابندی جب سے ہونی چاہئے
جب سے کہ اس قادر مطلق نے اپنے انتظام کو قدرتی قوانین کا پابند کیا نہ اُس سے پہلے
پھر دو سطر کے بعد کہتے ہیں پس نیچر کی پابندی ہمکو جب ہی سے چاہئے جب سے کہ اس قادر
مطلق نے اپنے کاموں کو نیچر کا پابند کیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ خدا کا پابند نیچر کے ہونا اسکا
علم ہمکو کیونکر ہوا۔ کیا خدا نے اپنے بندوں سے کوئی معاہدہ کیا ہے کہ ہمیشہ بارود کو آگ جلایا کرے
گی اور کیا جسوقت قوانین قدرت نافذ ہوئے تھے کوئی بنی آدم مثلاً سید صاحب ہی خدا کے
قانونی جلسہ کے ممبر تھے بہر حال یہ پابندی خدا کی اور بیکارے دو حال سے خالی نہیں ہے
یا تو نیچر خود بخود ہوتا جاتا ہے کوئی خالق اور آفریدگار نہیں ہے یا اینکہ خدا نے مجبوری سے یہ
قانون جاری کیا ہے اور محض بے اختیاری خدا کو بروقت اجرائے قانون بھی تھی اور اب
بھی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اُسی نیچر کی وجہ سے ہوتا ہے خدا کی مجبوری کا جو شخص خدا کو مانتا
ہے کبھی معتقد نہوگا۔ بہر حال قانون قدرت (لاآف نیچر) یا تو کسی قادر مختار کا بنایا ہوا ہے یا خود
بن گیا ہے اور بنتا جاتا ہے اور جیوں جیوں ترقی موجودات کو ہوتی ہے جدید قانون کے نوامیس
پیدا ہوتے جاتے ہیں یہ بات فلاسفہ مادئین کے مذہب پر البتہ درست ہو سکتی ہے جو کہتے ہیں
کہ فقط مادہ قدیم ہے اور اُسکے حرکات روزانہ جدید ہو ہو کر اشیاء عالم پیدا کرتے ہیں اور جب کسی
قادر مختار کو ہم خالق مانیں اس عقیدہ پر تو ہم کو نیچر کا بدل جانا کچھ دشوار معلوم نہ ہوگا اسلئے
کہ قادر مختار تو وہی ہے کہ جو فعل کرے اُسکے کرنے یا نہ کرنے پر اسکو ہمیشہ قدرت ہو اور مجبوری
کسی قسم کی اسکو نہو جسطرح قانون فطرت کے ماننے والے اس بیجھے ہوئے ہیں کہ ہر گز یہ
قانون بدل نہیں سکتا ہے اسیطرح ہم لوگ جو کہ قادر مختار کی قدرت پر ایمان لاتے ہیں اس پر

سمجھے ہوئے ہیں اور قوی دلائل سے اسکو ثابت کرتے ہیں کہ قادر مختار کو ضرور اختیار ہے کہ ان
قوانین کو بدل کر اور کوئی قانون جاری کرے فرق اتنا ہے کہ قانون فطرت جو امر عادی ہے
اُسکے مطابق لاکھوں نظائر وہ لوگ پیش کر سکتے ہیں اور ہم اسکے تبدّل پر بہت کم نظائر لا سکتے
ہیں منطق کے پڑھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حکم کلّی یا عام قاعدہ جو لاکھوں جگہ چل
رہا ہو اگر ایک جگہ بھی اُسکا خلاف ثابت ہو جائے وہ قاعدہ عام نہ رہیگا مثلاً اصول تصفیح یا استقرا
اور تجربہ سے ہمکو ثابت ہوا کہ جو حیوان ہے جگالی کرتے وقت نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے اور اسکو ہم نے
عام قاعدہ (نیچر) ٹھہرا لیا تھا کہ مدتہائے دراز کے بعد تمساح (مگر مچھ) ایک جانور ہم نے دیکھا کہ وہ
جگالی کرتے وقت نیچے کا جبڑا نہیں ہلاتا ہے۔ اب ایک ہی جانور کے دیکھنے سے ہمارا وہ عام
قاعدہ ٹوٹ گیا اور ہمکو خیال ہوا کہ اگر زیادہ تلاش کریں شاید دو چار دس پچاس اور بھی جانور
ہم کو ایسے مل جائیں اسیطرح آنکھ کے دیکھنے کا نیچر جسپر آجتک فلیسولوجین کا اجماع ہو رہا
ہے کہ عمدہ شرط آنکھ سے دیکھنے میں وجود نور اور روشنی کا ہے اندھیرے میں ہرگز آنکھ کارگر نہیں ہو
سکتی ہے۔ اب لیجئے وہی فلاسفہ اور بڑے بڑے علما نامی گرامی اسی زمانہ میں امریکا کے ایک
نوجوان عورت کی حکایت چشم دید لکھ رہے ہیں (دیکھو رسالہ حمیدیہ کو) اس عورت کو ایک ایسا مرض
لاحق ہوا کہ شب کو اُسی مرض میں مبتلا ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی اور عین حالت خواب میں باتیں
بھی کرتی تھی اور جو کام بیداری میں آدمی کرتا ہے وہ خواب کی حالت میں کرتی تھی پھر جب اس
مرض کی شدت اُسے ہوئی اور دنکو بھی دورہ اُسکا ہونے لگا اب بوقت شدت کے آنکھ اسکی
ایسی بدلی ہوئی حالت میں ہوتی تھی کہ اُس سے زیادہ عجیب حالت آنکھ کی دیکھی نہیں گئی
اور نہایت باریک حرف کو تاریکی اور اندھیرے میں وہ مریضہ دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے برابر پڑھتی
تھی اس کیفیت کو بڑے بڑے نیچرل نے خود دیکھا ہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ قانون فطرت (نیچر)
کے خلاف یہ کیونکر واقع ہوتا ہے اب یہ معلوم ہوا کہ آنکھ سے دیکھنے کا نیچر روشنی کی موجودگی میں آنکھ کھول
کر دیکھنا جو ہم سمجھ رہے ہیں یہ بھی عام قاعدہ نہیں ہے اور خدا اسکا پابند نہیں ہے۔ اسیطرح حیوان
کے بدن کو اگر ہم کاٹ کر دو تین ٹکڑے کر دیں مر جائیگا اور اسیکو ہم نیچر قرار دیتے ہیں اب لیجئے کہ ہیدرا

ایک چھوٹا سا جانور ہے اگر اسکے بدن کے تین ٹکڑے کرڈالو سر الگ اور دھڑ الگ ور دم الگ اور چند روز
اسکو پڑا رہنے دو سر جانیکا نہیں اور مر جانیکا نتیجہ نہ جاری ہوگا بلکہ سر میں ایک بدن پورا پیدا ہوگا جس
میں دھڑ اور دم ہوگی اور دم میں بھی اسیطرح دھڑ اور سر پیدا ہوگا اور بیچ کے دھڑ میں سر اور دم پیدا
ہو کر ایک مردہ جانور سے تین زندہ جانور اسی قسم کے پیدا ہونگے اب معلوم ہوا کہ قانون قدرت نے
خدا کو پابند نہیں کیا ہے کہ اسکے خلاف نہ کرسکے بلکہ ہر طرح سے وہ قادر ہے اب لیجئے دودھ کا
نتیجہ حیوانات میں جو اصول طب نے ٹھہرایا ہے کہ بدون حاملہ ہونے کے عورت کے دودھ نہیں
ہوتا یا شاذ نادر کسی مرض میں جیسے اختناق رحم یا حبس خون حیض یا جھوٹھا حمل جسکو رجا
بھی کہتے ہیں اسیطرح حیوانات کی مادہ جب گابھن ہوں تب دودھ پیدا ہوتا ہے قادر مطلق نے
اپنی قدرت نمائی اور ناپابندی سے بعض درختوں میں دودھ پیدا کرکے ہماری ہدایت فرمائی
چنانچہ ہند میں ایک درخت ہے جسکو شجرۃ الحلیب کہتے ہیں تیس مادہ گاؤ سے زیادہ عمدہ دودھ
اسمیں ہوتا ہے اور برازیل میں ایک درخت ہے جسکو (ماسارندویا) کہتے ہیں اسکی شاخ میں سے
ایسا عمدہ دودھ پیدا ہوتا ہے جسپر مدار حیات وہاں کے اکثر باشندوں کا ہے غذا دہی اشیاء
نباتی کا نتیجہ تجربہ کامل کے بعد کیمسٹ لوگوں کو دریافت ہوا ہے کہ اشیائے نباتی میں گیہوں سے
زیادہ کوئی ایسا غلہ نہیں ہے جو ہمارے غذا دہی میں بکار آمد ہو چنانچہ فہرست (ٹیبل) جو اشیاء خوردنی
کی طیار ہوئی ہے اسمیں گیہوں میں فی ہزار (۹۵۰) جزء پرورش کنندہ غذا ہے یہی گندم وہ دانہ
ہے کہ ہمارے جد اعلےٰ حضرت آدمؑ کو بہشت سے دنیا میں لایا ہے یہی گندم وہ دانہ ہے جسکی
کاشت کرنے کی اور درو کرنا آٹا پیسنا روٹی پکانی اور نوالہ توڑ کر مونہہ میں رکھنے تک ایک ہزار
کام حضرت آدم کو (اصول فلاحت اور کیمسٹری جر ثقیل اور کیمیا اور اصول تمدنی سے) کرنے کے
بعد نوالہ مونہہ میں رکھنا نصیب ہوا تھا یہی گیہوں وہ دانہ ہے جو ہمارے ملک ہندوستان میں
۱۲ کروڑ من پیدا ہوتا ہے اور یورپ کے زردار تاجر ۶ کروڑ من جہازوں پر ولایت لادلیجاتے ہیں اور
ہمکو فقط ۶ کروڑ من بچنے سے اگر ۳۰ سیر کا نرخ قبل اجراء اس تجارت کے تھا اب ۸ سیر تک نہیں ملتا
ہے جیسا اخبارات میں پڑھا ہے بہرحال ۵ جو جو خدا کو کھانے تھا چار دکھنا ہمکو تو گیہوں کی غذا

ویسی کچھ نیچر بیان کرتا ہے اس رانڈ دکھڑا رونے سے کیا فائدہ اگر اب ہم آپ سے یہ خبر اپنی چشم دید ۱۲۵۵ھ
خواہ ۱۲۴۵ھ کی بیان کریں کہ آسمان سے گیہوں برسا تھا اور کانپور کا یہ واقعہ ہے اور وہ گیہوں نہایت
موٹے دانہ کا سپید اور تین چار لکیریں بھی اسپر تھیں چونکہ اسکو ساٹھ برس کا زمانہ ہوا اور اخبارات کا
اہتمام اُسوقت ایسا نہ تھا اور نہ ایسی بیدار مغزی سے سلطنت کی کارروائی تھی آپ ضرور
ہمارے اس بیان کو ویسا ہی غیر معتبر سمجھکر ہنس دینگے جیسے حیدرآباد میں ہُن برسنے کی خبر
پر آپ لوگ بے اختیار ہنسنے لگتے ہیں اور پورانے خیالات اور تاریکی جہالت پر اسکو محمول کرتے
ہیں۔ لہذا ہمکو ضرور ہے کہ تحقیقات جدید علماء نباتات سے آپ کو قدرت خدای تعالیٰ کی دکھلائیں
کہ ہمارا خدا اسکا پابند نہیں کہ فقط گیہوں میں ۹۵۰۰ حصہ پرورش غذای انسانی رکھے اور کسی
چیز میں نہ رکھ سکے آئیے چلئے ہمارے ساتھ بعض جزائر پاسفک میں اور دیکھیے اس درخت کو
جسکا نام روٹی کا درخت شجرۃ الخبز رکھا گیا ہے جس میں گول گول روٹیاں پیدا ہوتی ہیں
چھوٹی سے چھوٹی روٹی کا قطر ۴ انچ کا اور بڑی روٹی کا ۸ انچ کا ہوتا ہے وزن روٹی کا تخمیناً
۱۰ تولہ یا پاؤ بھر کا ہے اور آٹھ مہینہ برابر یہ روٹی درخت سے ملتی ہے اور جسطرح مصنوعی روٹی سے
گیہوں کی خوراک آدمی کی چلتی ہے اسیطرح اس سے وہاں کے باشندوں کی خورش خدانے
مقرر فرمائی ہے وہی مزہ اور وہی غذائیت اور وہی اوصاف سب اس قدرتی روٹی میں موجود ہیں
اور اسکو بڑے بڑے کیمسٹ اور نیچرل دیکھکر حیران اور دم بخود ہو رہے ہیں کہ یہ گیہوں کہاں سے
آتا ہے اور کہاں پستا ہے اور کون آٹا گوندھتا ہے اور کون روٹی پکاتا ہے جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ
بنی اسرائیل پر من وسلوی نازل ہوتا جو ہماری مقدس کتابوں میں وارد ہے اسکے انکار پر تو آپکو
بڑا زور شور تھا کہ نیچر کے خلاف ہے اب آئیے اس درخت کو دیکھیے اور خدای قادر توانا کے قدرت
پر ایمان لائیے اور نیچر کے پیچھے نہ پڑیے نیچر کی پابندی ہرگز خدا کو مجبور نہیں کر سکتی ہے ؎ روح
را در پیکر بیجان کند ۔ انچہ در وہمت نیاید آن کند ۔ ہماری غرض اس قدرتی روٹی کے بیان سے یہ
ہے ہم نے سنا ہے بعض کیمسٹ اس کے مدعی ہو چلے ہیں کہ انہوں نے گیہوں کے اجزاء مفردہ
بذریعہ کیمسٹری معلوم کرکے اشتہار دیا ہے کہ مصنوعی گیہوں ہم بنائینگے اور گیہوں کی کاشت موقوف

ہو جائیگی اگر ایسا ہوا تو ہمارے ہندوستان پر انکا بڑا احسان ہوگا جسکا اردو میں گیہوں یا ہر غلّہ
جانے سے ہمیشہ اُسکو قحط کا سامنا ہوتا ہے اسیطرح عجائب المخلوقات جو ہمیشہ خلاف عادت ہوتے
رہتے ہیں خداوند قادر نے اپنے کمال قدرت کے ثبوت کی نظر سے انکو پیدا کرنا منظور فرمایا ہے تاکہ
ہم لوگ اپنے خالق کو مجبور اور پابند نہ خیال کریں۔ تاریخ کے علم اور نیز اخبارات مطبوعہ جسکو عمومًا ہے
وہ پہنچی جاتا ہے کہ روزانہ ایسے عجائب اشیا کے پیدا ہونے کی شہادت گذرتی ہے اس فن کے
کتب ہمیشہ تصنیف کرنے پر قدرت نے ہمکو آمادہ کیا ہے اور دونوں مذہب کے آدمی اپنی اپنی غرض
سے عجائب مخلوقات کو تاریخی حالات میں درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں منکرین وجود خدا کی غرض یہ ہے
کہ مادہ اور حرکت مادہ سے طرح طرح کی اشیاء کا ابتداً پیدا ہونا اُنکے عقیدہ کو پختہ ثابت کرے مثلاً
جاپان میں بندوق باز مچھلی جسکا منہ مثل بندوق کی نال کے ہے دریائی جانور ونیز اپنے منہ سے
پانی کا فیر کرکے شکار کرتی ہے۔ یا ضلع متھرا میں ایک عورت ایک سو تیس برس کے عمر کی تھی اسکے
دانت منہ میں تین مرتبہ جمے اور آخر مرتبہ کے دانت چوہے کے دانتوں کے برابر تھے اسیطرح سے
ہزاروں واقعات صحیح منکرین خدا کو اس عقیدہ پر پختہ کرتے ہیں کہ جو چیز نئی پیدا ہوتی ہے محض
(صدفہ) اور بلا سبب پیدا ہوتی ہے کوئی مدبر حکیم اور صانع آفریدگار ایسا نہیں ہے جسکو خدا کہیں وہ یہ
مان رہے ہیں بلکہ اُسی مادہ اور حرکت مادہ سے جب کسی خاص انداز پر اجتماع ہوتی ہے کوئی جدید
شے پیدا ہو جاتی ہے ذرا اس نادانی کو دیکھئے اور خداپرست لوگ ایسے تاریخی واقعات کا ہونا
اپنے اُسی عقیدہ کی تائید خیال کرتے ہیں کہ خداوند عالم قادر بیچون پابند کسی نیچر کا نہیں ہے جسطرح
چاہے جس چیز کو پیدا کردے اور جو قاعدہ چاہے ایجاد و اختیار میں جاری فرمائے اور نیچر وہ قاعدہ
نہیں ہے جو اُسکے پیدا کئے ہوئے اشیا میں ہم براہ غلط کاری تجویز کرکے قادر مختار کو اُسکا پابند خیال
کرتے ہیں حالانکہ قادر مختار ہرگز اسکا پابند نہیں ہے بلکہ بنظر ہمدردی آسانی بسر بردنگی علت اپنی
ان قواعد مخصوصہ کے جاری رہنے کی مقرر فرمائی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ پڑے اسلئے کہ
پابندی مجبور کو ہوتی ہے اور مجبور فاعل مختار نہیں ہے نیچر کا دوسری طور سے بیان دنیا
میں جسقدر چیزیں ہمارے مشاہدہ میں آتی ہیں انکے خواص اور آثار دو قسم کے ہماری سمجھ

میں آتے ہیں۔ پہلے فرض کرو جسمانی چیزیں کہ انہیں کو ہم دیکھ رہے ہیں یا اور کسی طرح سے
محسوس کر رہے ہیں۔ اب اجسام میں کچھ خواص اور صفات ضروری تو عام طور پر پائے جاتے ہیں
اور انکا ہونا ادنے درجہ کی عقل سے ایک اعلے درجہ کی فلسفی عقل کے نزدیک ضروری ہے مثلاً جسم
کسی مکان میں ہونا جو طول عرض اور عمق میں اُسی جسم کے طول عرض اور عمق کے برابر ہو یہ
ایک ایسا قانون فطرت نیچر ہے کہ ہرگز کوئی جسم بدون اپنی جگہ خاص کے پایا نہ جاویگا۔ اب یہ
خاصہ جسم کا ضروری ہے اور کبھی بدل نہیں سکتا اور نہ قدرت موجد کی اسکے تبدیل سے متعلق
ہوتی ہے (۲) اسیطرح جسم میں طول عرض اور عمق کا ہونا جسکو ہم مقدار کہتے ہیں اب اگر اتصال
کا مسئلہ ثابت ہو جائے تو یہ صفت بھی ضروری اور عام ہے کوئی جسم بغیر مقدار کے نہوگا پھر
چونکہ مقدار کی ہزاروں صورتیں ہیں اور ہر صورت کو ایک یا دو خواہ سو دوسو خواص مقداری لازم
ہیں جنکا بیان علم ہندسہ اور حساب میں ہوتا ہے۔ اور اصول اقلیدس اور فروع ہندسہ کا
پڑھنیوالا انکو جانتا ہے مثلاً دو ضلع کسی مثلث کے ملکر تیسرے سے ضرور بڑے ہوتے ہیں خواہ
مثلث متساوی الاضلاع کا ہر ایک زاویہ برابر دو ثلث قائمہ کے ہوتا ہے اسیطرح جسقدر خواص
مقداری برہان سے ثابت ہو چکے اُنسے بھی قدرت کا تعلق ایجادی ہو اب وہ خواص تابعے
جسم اور سطح اور خط بدل نہیں سکتے اور یہ بھی عام خیال ہے جسکو ہم کسی جگہ باطل کرینگے
(۳) اسیطرح امتناع تداخل یعنی ایک جسم کے اندر دوسرے کا سما جانا اگر پانی سے زیادہ نرم کوئی جسم
ہے وہ بھی دوسرے جسم کو اپنے میں نہیں لیتا ہے (۴) اسیطرح ایک جسم کا وقت واحد میں دو جگہ
پر نہونا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو صفات اجسام میں ایسے ضروری ثابت ہو چکے انکا نیچر ہرگز نہیں بدل
سکتا ہے اب رہے خواص طبعی یا کیمیائی مثلاً (ایٹر اکشن) یعنی کشش کی تینوں قسمیں یا متعدد
اتصال (ایکوہی ونٹس) یا وزن متناسب یعنی (اسپیسفک گریوٹی) یہ خواص ایسے نہیں
ہیں کہ جنکو کسی کی عقل ضروری اور ناقابل تبدیل تصور کرے اور سوائے تجربہ کے اور کوئی
عقلی دلیل سے ہم انکی ضرورت کا کسی جسم میں حکم کریں۔ طالب علم خواہ معمولی عقل کا آدمی بھی
وہ سمجھتے ہیں اگرچہ ہمنے لکھا ہے کہ نیچر کے خلاف ہونا محال ہے لیکن نیچر ہرگز معلوم نہیں کہ خواص لازمی

اور ضروری کونسے ہیں اور خواص ممکن اور غیر ضروری کونسے ہیں یہ خرابی فقط طرز تعلیم کی ہے
لارڈ بیکن کے جدید اورنئے طریقہ نے جو محض تجربہ پر بنا کر کے تحقیقات علمی کو منحصر کردیا ہے اور
پہلے طریقہ کو بالکل منسوخ کردیا ہے اسکا نتیجہ اتنا تو ضرور عمدہ برآمد ہوا کہ جدید اصول اور نوامیس کا علم
خوب ہو رہا ہے اور پھر بھی اسکا اسقدر ہے کہ بحث علت و معلول سے لوگ بالکل غافل ہو گئے اور
جو ضروری شرط اصول تصفیہ میں ربط حقیقی جاننے کی ہے اسکو یکسر فراموش کردیا مثلہ ذیل ہے
خواص اجسام کا ضروری اور غیر ضروری ہونا مثلاً مقناطیس لوہے کو جذب کرتا ہے اب سوای
اسکے کہ ہمکو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کوئی دلیل ہم ایسی قایم نہیں کر سکتے کہ لوہے کو جذب کیوں کرتا
ہے اور چاندی سونے کو کیوں نہیں کرتا ہے اور نہ یہ جذب کرنا ایسا ضروری ہے جیسے کہ مقناطیس
کا کسی مکان یا جگہ میں پایا جانا یسی ہی موٹی عقل والے آدمی سے اگر کہو کہ مقناطیس بدون مکان
کے پایا گیا ہے کبھی باور نہ کریگا اور اگر بڑے فلسفی تجربہ ل سے کہو کہ ایک ٹکڑا مقناطیس کا ایسا بھی ہے
کہ لوہے کو جذب نہیں کرتا اسوقت سننے والے کو یہ کہنا مناسب نہوگا کہ ایسی بات ناممکن ہے بلکہ
وہ اسکو تسلیم کر کے درپے تحقیق سبب ہوگا کہ آخر یہ قوت اس ٹکڑے سے کیوں جاتی رہی پھر اگر وہ
کیفیت یعنی بطلان جذب آہن کی مقناطیس میں قریب مدزلزلہ کے پیدا ہوئی تھی اور زلزلہ آنیکے
بعد وہی ٹکڑا مقناطیس کا پھر لوہے کو جذب کرنے لگا اب ہمکو یہ معلوم ہوگا کہ سبب عدم جذب کا یہی
تھا کہ قدرت نے زلزلہ کو بھی اثر دیا ہے کہ جذب مقناطیس اسکے آنیسے پہلے چند منٹ باطل ہو
جائے اب ہمکو اس مثال کے بیان سے دو قانون فطرت بہ تجربہ معلوم ہوئے ایک تو مقناطیس میں
قوت جذب آہن کا ہونا دوم زلزلہ زمین کا معطل جذب مقناطیسی ہونا اب کوئی فلسفی دنیا میں
ایسا ہے جو ربط حقیقی ان دونوں میں ثابت کردے اور بتلادے کہ آخر مقناطیس کیوں لوہے کو جذب
کرتا ہے اور چاندی سونے کو جذب نہیں کرتا یا اسکی اصلیت سے خبر دے کہ زلزلہ کے آنیسے جذب
مقناطیسی کیوں باطل ہوتا ہے بخلاف اسکے کسی مبتدی طالب علم سے جسنے پہلا مقالہ اقلیدس
کا پڑھ لیا ہے اگر یہ کہو کہ دو ضلع مثلث کے ملکر تیسرے کے برابر ہیں یا تیسرے سے چھوٹے فوراً وہ
شکل ۲۰ م ۱ کو پیش کر کے آپ کے قول کو باطل کردیگا۔ ایضاً جذب مقناطیسی کو جسطرح

زمین کا زلزلہ ایک وقت خاص میں باطل کرتا ہے اسیطرح کشش ارضی (ایٹر اکشن آف گریوٹیشن
بھی جذب مقناطیسی کو باطل کرتی ہے فرض کرو کسی ٹکڑے میں مقناطیس کے سیر بھر لوہے کی
جذب کی قوت ہے اگر سوا سیر لوہا ہم ہاتھ سے چھوڑ کر زمین پر گرائیں اور مقناطیس کو سامنے کریں
جذب مرکزی زمین کا اسکو اپنی طرف کھینچ لیگا اور مقناطیس کا کچھ اثر نہوگا لیکن کشش ارضی
سے اگر قوت مقناطیسی زائد ہو پھر تو جذب مقناطیسی باطل نہوگا ہاں زلزلے کے قریب کشش ارضی
اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ چاہو کسی قوت کا مقناطیس لوہے کے سامنے کرو کچھ بھی اثر نہوگا یہ نیچرا
نیچر ہمکو معلوم ہوا اسکی دلیل بھی ہم کوئی بیان نہیں کرسکتے سوائے اسکے کہ فطرت نے یہ اثر دیا ہے
دوسری مثال آگ کا جلانا عام خیال میں تو ایسا ہی ہے کہ یہ اثر آگ کا لازمی ہے مگر فلاسفی کی تحقیق
سے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ یہ اثر آگ کا بعض اوقات باطل بھی ہوسکتا ہے پچھلے طبیبوں نے روغن
بلسان میں یہ اثر بیان کیا ہے کہ اگر انگلیوں پر کپڑا روغن بلسان میں تر کرکے لپیٹ لو اور جلاؤ کپڑا جل
جائیگا اور ہاتھ پر اثر آگ کا نہ پہونچیگا۔ جدید تجربہ سے فائر پروف آگ سے جلانے کو روکتا ہے بہرحال آگ
کا جلانا بالذات بھی اور ضروری اثر نہیں ہے جیسے جسم کیلئے مکان اور مقدار اور خواص مقداری ضرور
ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جسقدر علوم آجکل اسکول اور کالج میں پڑھائے جاتے ہیں اور جسقدر آثار قدرت
کے طلبہ کو دکھائے اور سنائے جاتے ہیں معلم اور ماسٹروں کے زبان پر یہی جاری ہے کہ اسکا نیچرا
یہی ہے اور اسکے خلاف ہرگز ہو نہیں سکتا ہے اصول گمسٹری اور فروع کیمسٹری اور جرثقیل اور
فیبولوجی اور فلان اور فلان الغرض سب کے نتائج اسی قاعدہ عام پر بتلانے سے طالب علم کو ایسا
عقیدہ ہوجاتا ہے کہ نیچر ہی سب کچھ کرتا ہے اور نیچر ہی نیچر دنیا میں ہے کبھی کوئی ماسٹر کسی طالب علم
کو یہ نہ بتلائیگا کہ یہ اثر اس شئے میں کس نے دیا ہے اور ربط حقیقی اس علت و معلول میں کس وجہ
سے پیدا ہوتا ہے تیسری مثال جب ہم جذب مقناطیسی کے فروع کو بتلائینگے ایک مسئلہ یہ بھی بیان
کرینگے کہ مقناطیس کی لانبی سلی یا تیلی کے دونوں سروں پر قوت جذب کی ہوتی ہے اور جسقدر بیچ
کیطرف بڑھو قوت جاذبہ کم ہوگی تا اینکہ ٹھیک وسط میں ذرا بھی قوت جاذبہ نہوگی اور یہی اسکا نیچر
ہے اب اسی تیلی کو ہم بیچ سے دو ٹکڑے کرڈالیں اب جو دو جدید سرے پیدا ہونگے قوت جذب ان میں

بھی پوری آجائیگی اسی طرح (ا ب ج) ایک تیلی ہے جسکے (ا) اور (ج) سروں پر قوت جذب ہے
اور (ب) مقام پر کچھ بھی قوت جذب کی نہیں ہے اب اگر اسکو (ب) مقام پر سے توڑ ڈالیں اور دو حصہ
کیسے ہی پیدا کریں مثلاً (ا ب) اور (ب ج) دونوں ٹکڑوں کے (ب) مقام پر بھی قوت جاذبہ پوری
ہوگی حالانکہ اتصالی حالت میں ذرا سی قوت جاذبہ اس میں نہ تھی اب یہ خاصیت مقناطیس کی
جو ہم نے بیان کی ہے کیا ایسی ہی بدیہی اور ضروری ہے جیسے کہ مقناطیس کا کسی مکان خاص
میں پایا جانا یا اُس میں طول عرض اور عمق کا ہونا کوئی نادان سا نادان بھی اسکو ویسے ضروری
نہ کہیگا اور نہ جذب مقناطیس کے باطل ہونے سے مقناطیس کا فنا ہوجانا ضرور ہے پس جب ہم
طالب علموں کو خواص لازمہ اوصفات عامۂ جسمیت اور مقدار پڑھا کر کہدیتے ہیں کہ دیکھو جسم کا نیچر
یہی ہے کہ بدون مقدار اور مکان خاص کے نہیں پایا جاتا ہے پھر جب انکو اصول کیمسٹری اور
اور اصول جر ثقیل اور اصول علم نباتات اور حیوان اور علم معدنیات کی تعلیم کرتے ہیں جب بھی ہم
انکو خواص اور آثار اشیاء کو انکا نیچر بتلاتے ہیں انکو یہی عقیدہ ہوجاتا ہے کہ خلاف ان اصول
اور اوصاف کے یہ چیزیں ہرگز نہیں پائی جاتی ہیں اور نیچر کی تبدیل محال ہے نیچر کا تیسرے طور
سے بیان خالق عالم نے دنیا کی چیزوں میں جسقدر خواص اور اوصاف عطا فرمائے ہیں بعض
اوصاف اور خواص تو ایسے ہیں کہ جب وہ چیز پائی جائیگی وہ صفت بھی ضرور اس میں ہوگی اور
کسی اور شرط پر اُس صفت کا ہونا موقوف نہیں رکھا ہے مثلاً جو عدد جفت ہے اُسکے دو حصہ
برابر بالکسر ضرور ہوجاتے ہیں اب یہ صفت جفت عدد کی ایسی عام ہے کہ جس درجہ کا عدد فرض کرو
اور جس مادہ میں فرض کرو سب میں ضرور ہوتی ہے کسی مادہ اور نہ کسی مقدار اور نہ کسی اور شرط
کی محتاج ہے چار روپیہ اور آٹھ پیسے اور بیس کوڑیاں سب کے دو حصہ برابر ہوسکتے ہیں یہ صفت
عام اور ضروری جفت عدد کی ہے اب تمام اقسام کے اعداد میں عام صفت خدا نے یہ رکھی ہے
کہ ہر عدد نصف مجموع طرفین ہوتا ہے یعنی جو عدد فرض کرو اُس سے پہلے اور اُسکے بعد جو عدد
ہوں اُن دونوں کو جمع کرکے نصف کر ڈالو حاصل تنصیف درمیانی عدد ہوگا۔ کوئی عدد مثلاً چار
فرض کرو اب اُسکے پہلے تین ہے اور بعد اُسکے پانچ ہے پس ۳ + ۵ = ۸ ÷ ۲ = ۴ اب معلوم ہوا

کہ چار مجموعہ تین اور پانچ کے نصف کا ہے اسیطرح سے دس جو بیچ میں نو اور گیارہ کے ہے پس
۹+۱۱=۲۰÷۲=۱۰ ربط حقیقی اب دیکھو کہ ہم نے جفت عدد کی وہ صفت عام اور عام عدد
کی یہ صفت عام دونوں کو تجربہ اور اصول تصفح سے دریافت کیا یعنی جو عدد جفت ہم نے پایا
اُسکے دو برابر حصہ بھی ضرور بے کسر دیکھے اسیطرح جو عدد جفت یا طاق ہم نے پایا اُسکو نصف مجموع
مقدم اور موخر بھی پایا۔ تجربہ اور اصول تصفح (استقرا) کا جو کام تھا وہ ختم ہوگیا یعنی دو قانون
اور دو حکم عام ہمکو تجربہ سے معلوم ہوئے اب ہمکو ربط حقیقی یعنی ادراک سبب کی فکر ہوئی کہ آخر کیا
سبب ہے کہ جفت عدد کے دو حصہ برابر بے کسر نکلتے ہیں اور طاق عدد کے اگر دو حصہ برابر کروگے
تو کسر ضرور پڑیگی۔ اب ہماری عقل نے ہمکو ہدایت کی کہ سب سے پہلے کون عدد ہے جسکے دو حصہ برابر بے
کسر نکلینگے یعنی زوج اول وہ ہم نے دو پایا پھر جو عدد جفت ہے اُسکو دو پر قسمت کر دیجیے
اُسمیں کسر نہیں پڑتی لہذا ہم نے حکم عام کر دیا کہ ہر عدد جفت کے دو حصہ برابر بے کسر ہوتے ہیں
اور یہی ربط حقیقی ہے اسیطرح ہر عدد کا نصف مجموعہ مقدم اور موخر کا ہونا بھی ہمکو تجربہ سے
معلوم ہوا تھا۔ پھر جب ہم نے سبب کو دریافت کیا تو ہمکو معلوم ہوا کہ جو عدد بیچ میں دو عدد کے
ہو اگر پچھلے عدد سے ایک کو لیکر اسکے اگلے پر بڑھادیں اب دو نو برابر اسی بیچ والے عدد کے ہونگے اور دونوں کا
مجموعہ دو چند عدد درمیانی کے ہے لہذا نصف اُس مجموعہ کا برابر اُس درمیانی عدد کے ہوگا مثلاً چار سے
پہلے تین ہے اور چار کے بعد پانچ ہے اب پانچ سے ایک کو لیکر تین پر بڑھایا دونو چار چار ہوگئے جنکا مجموعہ
آٹھ ہوا اور اُسکا نصف وہی چار ہوا اب ہم جذب مقناطیسی کو اسجگہ پھر یاد دلاتے ہیں کہ لوہے کا جذب
کرنا یہ اثر جو اسمیں ہے اور تجربہ سے ہمکو ضروری ثابت ہوا ہے آخر اسکا سبب کیا ہے اَیضاً مقناطیس
کی قوت جاذبہ جو اطراف میں ہوتی ہے اور بیچ میں نہیں ہوتی اسکا بھی سبب کیا ہے اَیضاً گرمی
کی آمد سے پہلے یہ قوت کیوں فنا ہوجاتی ہے اور پھر کیوں پلٹ آتی ہے اب اگر اس طریق تحقیق
ہم چلیں شاید کسی طریق سے ہمکو ربط حقیقی اور سبب اصلی ان چاروں آثار کا معلوم ہوگا اور جب
سبب معلوم ہوگا تو ہمکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مقناطیس کے اثر جذب کے شروط کسقدر ہیں اور موانع
اس اثر کے کسقدر ہیں اب ذرا انصاف کرنا چاہیے کہ ہم کو نہ سبب پر اُس اثر اطلاع ہے اور نہ شروط

اور موانع کو ہم جانتے ہیں اور پھر ہم بیدھڑک پکارتے ہیں کہ جذب مقناطیسی ایک قانون فطرت (لا آف نیچر) ہے کبھی بدل نہیں سکتا ہے اور اس اثر کو یا صفت خاص کو ہم انہیں اوصاف ضروری کے برابر سمجھ رہے ہیں جیسے جسم کا مکان میں ہونا یا عدد کا نصف مجموعۂ طرفین ہونا یا جفت کا دو برابر حصوں پر بے کسر تقسیم پانا یہ کیسی ہٹ دھرمی اور نادانی کی بات ہے اور یہی حال کل خواص اور آثار خاصہ اجسام کا ہے ہمکو لارڈ بیکن نے اصول تصفح سے خواص اشیا کے جاننے کا طریقہ بتایا اور یہ نصیحت نہ کر گئے کہ جو قاعدہ اصول تصفح سے ہمکو معلوم ہو جبتک کہ ربط حقیقی اور سبب اصلی معلوم نہو اسکو قانون الہی اور نیچر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔
نیچر کا بیان چوتھے طور سے کل موجودات عالم کے جنکو ہم اپنے حواس سے محسوس کر سکتے ہیں اور محسوس کرنے کے بعد اُنکے خواص اور آثار کو ضبط کر لیتے ہیں اور انہیں خواص کے بیان کرنے کیواسطے جدا جدا علوم کی تدوین کرتے ہیں اور اُس سے غرض ہماری یہی ہوتی ہے کہ کہ قدرت کے قواعد کو ضبط کر کے ایجاد اشیا اور اُنکے پیدا ہونے اور فنا ہونے کے اصول ہم ہم پوری طور سے معلوم کریں وکٹر کزن نے اپنی تاریخ الحکمت میں اقرار کر دیا کہ حکما کے مذاہب اگرچہ صحیح ہیں مگر بجائے خود ناتمام ہیں اگر منقح امور کو یکجا کر کے ترتیب دیجائے تو فلسفہ کی عمدہ تکمیل ہو ۱۸۶۷ء میں یہ حکیم مرا ہے آج اس رائے کے ظاہر کرنے کو ۱۰ برس ہوئے اور ڈاکٹر برون جو ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوا تھا وہ بھی اسی حکیم کا ضرور ہمعصر تھا ڈاکٹر برون کو بالآخر یہی رائے اپنی پختہ معلوم ہوئی کہ انسان کو تجربہ یا نظر کے ذریعہ سے علم علت اور معلول کا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے اور یہ علم کسبی نہیں ہے بلکہ وہبی ہے اور اسی رائے پر قایم ہونے سے ڈاکٹر برون کو ہیوم کے شبہات سے نجات ملی اور کوئی کیوں نہو جبتک حکماء موحدین کی راہ پر نہ چلیگا اور جب تک سر اسحٰق نیوٹن کیطرح پابند مذہب نہوگا ہرگز اُسکا انجام درست نہوگا قوت نامیہ کا نیچر اور طول عمر دیکھو اسی مٹی اور ہوا اور پانی سے خواہ اور بسائط سے جو حال کی تحقیقات سے (۶۴) دریافت ہوئے ہیں آدمی اور جانور اور چرند پرند کی پیدایش ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ (۶۴) سے زیادہ اور بسائط بھی ہمکو آیندہ معلوم ہوں اسلئے کہ استقرا اور اصول تصفح رجوع ۔ اصا

انہیں چونسٹھ میں ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور جب انحصار ثابت نہیں ہے پھر تعداد عناصر
کے بڑھنے کی امید ہے جب ایسی بات ہے اور عناصر یعنی مفرد چیزیں قدرت ملا کر ہمارا بدن پیدا
کرتی ہے اور بعد ترکیب کے مفردات باہم ملکر ایک جسم مرکب بنجاتے ہیں جو آدمی اور حیوان اور نباتات
میں لاکھوں قسم کا ہوتا ہے اور یہ ترکیب حقیقی ہے جس سے استحالہ اور تغیر پورا ہو جاتا ہے اب ہم
کیمسٹری کے اصول میں کیسی ہی ترقی کریں اور ترکیب اور تحلیل پر کیسی ہی ہمکو قدرت ہو کبھی
ہم دریافت نہیں کر سکتے کہ ہم میں خواہ کسی اور حیوان یا نباتات میں کسقدر اجزاے بسیطہ
ہیں اور اُنکے اجتماع سے نسبت خاص پر کیا اثر پیدا ہوگا اور کیوں ہوگا اسکا جاننا تو بہت
دشوار ہے یہ مسئلہ ترکیب اجزای مفردہ کا ایسا نازک اور ایسا کثیر النتائج ہے اور ایسی جہالت
ہمکو اس مسئلہ سے ہے کہ بیان کرنا بیفائدہ ہے ۲۵ کیمسٹ جنہوں نے جدید بسائط کو تجربات
سے ثابت کیا ہے مثلاً بیلارڈ صاحب اور شل صاحب اور لوائی شر صاحب اور
ڈیوی صاحب وغیرہ وغیرہ اور بڑے بڑے کیمسٹ کوئی اسکا دعوے نہ کر سکا کہ ہم نے ایک
ناقص اور بیکار گیاہ کی ترکیب جن بسائط سے ہے اُنکو پوری طور سے معلوم کر لیا ہے چہ جائیکہ
انسان ایسا مخلوق کہ جس میں بقول ہمارے ہادی برحق امیر المومنین علی علیہ السلام کے ع وفیک
انطوی العالم الاکبر آدمی عالم کبیر کو شامل ہے پھر جب خالق یگانہ جس نے اشیا کو پیدا کیا
ہے اور جسمیں جتنے عناصر اور مفردات کی ضرورت تھی اُسی تعداد سے اُس میں داخل فرمائے
نہ کم نہ زیادہ اور انہیں عناصر کے اوزان بدل بدل کر طرح طرح کی اشیا جدید پیدا کر رہا ہے اُسکو
پورا علم ہے کہ دس عنصر کے ملانے سے کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے اور بیس کی آمیزش سے کیا ہو
سکتا ہے ہموزن ملائیں خواہ مختلف اوزان سے علم حیوانی کے فلاسفہ نے مقدار عمر حیوانات
کو تجربہ سے دریافت کر کے ایک فہرست (ٹیبل) بنائی ہے مگر یہ پتہ نہیں لگتا ہے کہ عمر کی کمی بیشی
جسامت کیوجہ سے ہے یا کہ مکان اور مولد کیوجہ سے دریائی جانور اور صحرائی اور پرند شاخدار
اور بیمار نرم اندام اور سخت اندام سبکو دیکھا مگر کوئی قاعدہ قدرت کا ٹھیک ایسا نہ درست
پایا جسے حکم کر دیتے کہ مثلاً کوا آدمی کے برابر طول عمر کیوں رکھتا ہے اور کچھوا دو سو

بتیس برس اور ہاتھی سو برس سے زیادہ کیوں زندہ رہتا ہے اور صحرائی مینڈک اپنے جثہ کے برابر کے جتنے حیوانات ہیں سب سے زیادہ طویل العمر کیوں ہوتا ہے اور زیادہ تر عجیب یہ امر ہے کہ ایک مینڈک ۳۷ برس زندہ رہا اور بال برابر بھی اُسکی جسامت نہ بڑھی۔ گھوڑا تیس برس اور بھیڑ پندرہ برس اور کتا بیس برس بہرحال یہ طول عمر جو حیوانات اور نباتات میں ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسکا سبب کیا ہے اور کیوں ایسی کمی بیشی عمر میں حیوانات کے ہو رہی ہے اتنا ضرور ہماری عقل حکم کرتی ہے کہ یا تو یہ اختلاف عمر خالق عالم کی قدرت کی وجہ سے ہے کہ اُس نے جس مخلوق کو چاہا سو برس اور دو سو اور ہزار برس کی زندگی عطا فرمائی یا اینکہ انہیں عناصر اور مفردات کی مقدار اجتماع جو حرکت مادہ سے خود بخود ہوتی رہتی ہے کسی خاص مقدار کے فراہم ہونے سے پچاس برس اور کسی سے ہزار برس کی عمر ہوتی ہے یہ بات بموجب عقیدہ دہریہ اور منکر خدا کے ہے۔ بہرحال دونو کے عقیدہ کے بنا پر طول عمر کوئی امر محال نہیں ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آدمی کی خلقت میں قوانین فطرت کی زیادہ نزاکت ہے۔ مگر قوت نباتی میں آدمی بھی مشابہ نبات کے ہے اب ہم نباتات کی طول عمر کو بھی بیان کریں علمائے علم نبات کی جدید تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض درخت اسکاٹلنڈ (اسکاٹ لینڈ) میں اتنے بڑے ہیں جنکا محیط یعنی دور (۹۰) فیٹ کا ہے اور پانچ ہزار برس کی عمر انکی حساب کی گئی ہے کالیفورنیا میں ایک درخت صنوبر کا تین سو فیٹ اونچا ہے اور چھ ہزار برس کا ہو چکا ہے اس سے زیادہ عجیب ایک درخت بعض جزائر کناریا میں پایا گیا ہے (اور چار سو برس ہوئے اس جزیرہ کو دریافت ہوئے) آجتک اُس درخت کی کوئی چیز نہیں بدلی جیوں کا تیوں چلا آرہا ہے بعض علمائے علم نبات کا قول ہے کہ خلقت انسان سے سیکڑوں برس پہلے کا یہ درخت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب ہمکو اجزائے مفردہ اور بسائط اجسام کے تعداد کی تحقیق نہیں اور نہ ہمکو یہ معلوم ہے کہ آدمی یا حیوان یا کسی نبات میں کسقدر بسائط ملکر ان کی خلقت ہوئی ہے اور نہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ ان بسائط کے باہم امتزاج اور آمیختہ ہونے سے کسقدر عمر اور بقائے اشیاء مذکورہ ہو سکتی ہے عام اس سے کہ انکا کوئی خالق اور قادر حکیم پیدا کرنیوالا ہے۔ یا خود

پیدا ہو رہی ہیں اور پھر باوجود ایسے جہالت اور نادانی کی ہم دعوے کریں کہ آدمی کی عمر طبعی کا نیچر سو برس کا ہے خواہ ایک سو بیس برس کا اور یہ نیچر ہرگز بدل نہیں سکتا ہے یہ کیسی نادانی کی بات ہے بلکہ قدرت کاملہ کے اثبات کی غرض سے جسطرح خدا نے ایک وقت بعض جزائر کو نادامیں ایسا پیدا کر دیا جسکو ہم لوگ قبل خلقت انسان سے موجود کہتے ہو کچھ دور نہیں کہ اقسام حیوانات میں بھی کوئی حیوان ایسا پیدا کیا ہو اور نیز اقسام انسان میں بھی ایک یا دو فرد کامل ایسے پیدا کیے ہوں مثلاً

حضرت خضر اور حضرت ادریس اور حضرت عیسےٰ اور امام مہدی جن کی عمر ہزاروں برس کی ہو اور اس قدرت نمائی سے یہ غرض ہو کہ ہم لوگ خدا کو پابند کسی نیچر کا نہ جانیں اور اعتقاد کریں کہ ان اللّٰہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔ خدا ہمارا ہر ممکن چیز پر قادر ہے اس بیان سے ہمارے نزدیک ثابت ہو گیا کہ طول عمر نبات اور حیوان اور انسان کو خلاف عقل سمجھنا یہی نادانی اور بے عقلی ہے اور جسکو نیچر ٹھہراتے ہو یہی ٹھہرانا تمہارا بالکل جہالت کی بات ہے قدرت قادر توانا کی پابند کسی قانون کی نہیں ہے جو کرے وہی قانون ہے اور باقی رکھنا یا بدل دینا قانون کا سب اسکو روا ہے نیچر کا پانچویں طور سے بیان نیچر کے بدلنے کو جو لوگ محال کہتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ محال کسکو کہتے ہیں لہذا ہمکو محال کے معنی سمجھانے کی ضرورت ہے محال کی دو قسمیں ہیں (۱) محال عقلی جسکا ہونا یا نہ ہونا کسی دلیل عقلی سے ناجائز ٹھہر جائے جیسے کوئی آدمی اپنے باپ کا باپ ہو اب ایسے آدمی کا ہونا ہر ایک عقل کی راہ سے بشرط عدم اعتقاد تناسخ کے ناممکن ہے یا دو اور دو کا مجموعہ چار سے کم یا بیش ہونا اسیطرح ہزاروں چیزیں ہماری عقل ناقص میں محال اور ناممکن ثابت ہو چکی ہیں ان اشیاء میں کچھ بدیہی اور واضح امور ہیں کہ فوراً عقل معمولی بلا دلیل انکو محال سمجھ لیتی ہے اور کچھ ایسی چیزیں ہیں جنکا محال ہونا کسی دلیل بدیہی سے معلوم کرنا پڑتا ہے مثلاً کرہ کا جسم نصف یا نصف سے کم نظر آنا اسکو جب تک مناظر اقلیدس کی اشکال نہ پڑھو فوراً محال نہ جانو گے یا مرکز ثقل جسم مخروط ناری کا مساوی ثلث ارتفاع کے نہ ہونا ارشمیدس کی کتاب مخروط جب تک نہ پڑھو گے محال نہ کہو گے ایسی محال کو ممتنع اور منفی کہتے ہیں اور ایسی محال سے قدرت کسی قادر کے متعلق نہیں ہوتی اور نہ معجزہ کسی معجز نما کا اور ہم جو کہتے ہیں کہ قانون قدرت نیچر نہیں بدلتا اسکا یہی

مطلب ہے کہ عدم تعلق جو قدرت کو ایجاد محال سے ہے خواہ فنا کرنے اور مٹا دینے کسی موجود ضروری سے ہے وہ نہیں بدلتا ہے دوسری قسم محال کی محال عادی ہے اور یہ در اصل محال نہیں ہے بلکہ ممکن ہے مگر عادت ہمارے خدا کی اسکے واقع کرنے پر ایسے جاری ہو رہی ہے کہ اب ہم براہ تجربات متواترہ اور مشاہدہ روزانہ کہدیتے ہیں کہ اسکا خلاف ہونا محال ہے مثلاً آنب کے درخت میں نیبو کا پھل پیدا ہونا یا بکری کے پیٹ سے آدمی کا بچہ نکلنا یا مرغی کے انڈوں سے بدون بیس پچیس روز مرغی کے بیٹھے ہوئے بچوں کا نکلنا یا آدمی کی انگلیوں سے پانی کی دھار نکلنی کہ سیکڑوں پیاسے اسی پانی سے سیراب ہو جائیں یا بے فصل خشک شدہ انار خواہ انکے چھوہارے کے درخت میں فوراً سبز ہو کر پختہ انار اور خرمہ کا پھل جانا یہ سب محال عادی ہیں انکے بدلنے پر بعد علم سبب اور ربط حقیقی کے جب ہماری قدرت متعلق ہو سکتی ہے جیسا ہم بیان کرتے ہیں پھر قادر بیچون حکیم مطلق کے قدرت کا تعلق کیوں محال ہوگا ان اشیا کا براہ عادت خاص طور پر واقع ہونا قانون فطرت (نیچر) نہیں ہے جسکا بدلنا محال ہو جیسے قسم اول میں ہم نے بیان کر دیا ہاں اسکے ہونے کا سبب اصلی جسکو ربط حقیقی انسے ہے اسکا بدلنا البتہ خلاف نیچر ہے وہ نہیں بدل سکتا مگر اسکا معلوم کرنا دشوار ہے۔ ایسے ربط حقیقی کے دریافت کرنے کیواسطے ہم تجربات کرتے کرتے علوم کے قواعد بنا رہے ہیں اور اسی کو فلسفہ عقلی ہم کر رہے ہیں ہمکو علم منطق سے چند طریقہ ربط حقیقی دریافت کرنے کی معلوم ہوئے مگر وہ بھی ادھوری اور ناقص رہے یقین کامل انسے نہیں ہوتا کبھی صحیح اور کبھی غلط اثبات امثلہ بالا کے محال عقلی نہونیکا مثلاً یہی مثال آنب کے درخت سے نیبو پھلنے کی علم فلاحت ہمکو تبلا رہا ہے کہ جذب مشاکل کا قانون فطرت (نیچر) عام ہے مگر ابھی تک ہمارا تجربہ اسی حد تک پہونچا ہے کہ آنب کے درخت سے نیبو یا کھیرا یا ناریل کی صورت خواہ مزہ کا پھل پیدا ہوا اور جملہ صفات کا بدل دینا ابھی ہمارے تجربہ میں نہیں آیا ہے مگر امید ہے کہ آئندہ یہ بھی آ جائیگا کیول ہار متصل ملیح آباد اور سندیلہ میں جو باغ رسالدار شاہ اودہ مسمی بہ فقیر محمد خان نے طیار کرایا ہے اسمیں آنب کے درخت سے میٹھے نیبو کے مزہ کا آنب اور کھیری کے شکل کا خاردار آنب ہم نے خود دیکھا ہے اور

سونے کی خوشبو کا آنب ہماری باغ جرول ضلع بہرائچ میں تھا دوسری مثال یعنی بکری کے پیٹ سے آدمی کا بچہ ہونا قدرتی طور سے اس کی شہادت ابھی ہمکو اٹاوہ شہر سے ملی ہے مگر تحقیق طلب ہے پورا ثبوت نہیں ہوا ہے مگر محال بھی نہیں ہے مرغی کے بچہ نکالنے کی کل طیار ہو چکی کہ پانچ منٹ میں انڈے سے بچہ نکالا جاتا ہے اور جسقدر گرمی بیس روز میں مرغی کے جسم کی بچہ نکالتی تھی تھرمامیٹر سے اسکو جانچکر ہم نے اسیقدر حرارت پہونچاکر انڈے سے بچہ پیدا کرنیکا مصنوعی آلہ بنالیا۔ گندا انڈا پھر سے درست کرلینا اسکی ہوای خراب نکال کر یہ طریقہ جالینوس کے زمانہ میں جاری تھا چنانچہ شیخ الرئیس نے قانون میں اسکو لکھا ہے دیکھو ہمارے ترجمہ قانون کو آدمی کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا اگر ہم ایٹ مسفرک ایر یعنی سطح جہان کی ہوا کو پانی بنانے کا خیال کریں چونکہ پانچواں حصہ اکسیجن کا اس میں ہمراہ چار حصہ نٹبروجن کی شامل ہے اور پانی کے انجرے بھی اس میں ضرور کسیقدر ملتے رہتے ہیں جن میں ہیڈروجن بھی ضرور ہے بہر حال سطح جہان کی ہوا کا پانی ہوجانا جیسے عام طوفان نوحؑ میں مشاہدہ ہوچکا ہے کو سرسید احمد خان صاحب اسکے منکر ہوں اور روزانہ کیمیائے اعمال سے بھی ہوتا ہے لہذا محال عقلی نہ رہا اب انگلیوں سے پانی کا نکلنا بھی غور طلب امر باقی رہا مگر علم النفس کے جاننے والے اسکا انکار نکرینگے درخت کا فوراً طیار ہوکر پھلنا اور پختہ میوہ دینا مجھسے ایک معزز بی اے خواہ ایم اے پنڈت ہرناتھ صاحب دیوان ریاست گوالیار نے زور سے بیان کیا کہ سپید مرچ کے روغن میں یہ اثر ہے کہ آم کی گٹھلی خواہ اور تخم بونے سے درخت طیار ہوکر فوراً پھلتا ہے چونکہ ایک سچے ذیعلم آدمی تھے اور پہلے نیچرل خیال بھی انکے تھے لہذا میں یقین کرتا ہوں کہ بیان انکا غلط نہوگا جسطرح انڈے سے بچہ نکلنا پانچ منٹ میں ہوسکتا ہے بہرحال عقلاً محال نہیں ہے ایسے جلد نباتی اشیا کا پیدا ہونا میتھی کا ساگ بعضے باورچی اتنی دیر میں پیدا کرلیتے ہیں کہ ادھر گوشت کا پکانا شروع کیا اور میتھی بوئی اور ساگ طیار ہوگیا اب نتیجہ ہمارے بیانات کا یہ ہے کہ محال عقلی خلاف نیچر ہے اور وہ بدل نہیں سکتا اور محال عادی کا بدلنا ممکن ہے اور اسکے بدلنے سے نیچر نہیں بدلتا ہے باب پانچواں معجزہ خلاف نیچر نہیں ہے اسلیے کہ محال عادی تنے

متعلق ہوتا ہے جسکا بدلن گذشتہ ابواب میں ثابت ہو چکا جو لوگ معجزہ اور کرامات
کو خلاف نیچر کہتے ہیں بعض لوگونکو تو یہ شبہہ ہے کہ معجز نما محال عقلی کے پیدا کرنے کا دعوے کرتا
ہے اور جو لوگ فلسفہ کو جانتے ہیں اور محال عقلی اور محال عادی میں فرق انکو معلوم ہے وہ
معجزہ کا صدور جائز جانکر کہتے ہیں معجز نمائی اور بازیگری شعبدہ بازی طلسم کاری جادوگری
سب ایک ہی سی چیزین ہیں اس مسئلہ کا بیان پورا پورا تو ہمکو باب اثبات نبوت میں کرنا مناسب
ہے مگر نیچر کے بیان کے ساتھ بھی چونکہ معجزہ کو بڑا تعلق ہے اسلئے کہ نیچر کی پکار فقط انکار
معجزات ہی کی غرض سے ہو رہی ہے لہذا تھوڑا سا بیان معجزہ کا یہان بھی ضرور ہے نبی
کے آنے کی ضرورت کو تو ہم باب نبوت میں لکھینگے اور چونکہ نبی کے دعوے کی تصدیق بدون
معجز نمائی کے نہیں ہوتی لہذا ہمارے نبی صلعم سے بھی ہزاروں معجزات صادر ہوئے مگر
ایسا معجزہ دائمی جو کبھی باطل نہو اور کسی شعبدہ اور طلسم اور جادو اور بازیگری سے اسکو
تشبیہ نہ دے سکیں اور کسیقدر فلسفہ کی ترقی ہو جای اور معجزات انبیای گذشتہ اور نیز ہمارے
نبی کے بعض معجزات کو فلاسفہ اصول فلسفہ سے کرکے دکھلانے بھی لگیں مگر اس معجزہ
خاص کا مثل کبھی نہ لا سکیں اور علم سائنس کا کسی حد کمال پر پہونچ جائے مگر اس معجزہ
کے مقابلہ سے ہمیشہ عاجز ہی رہے اور جسطرح قوت بشری حیوان اور جاندار پیدا کرنے سے بلکہ تمامی
نباتات اور معدنیات بسیطہ کے پیدا کرنے سے عاجز ہے اسیطرح اس معجزہ کے مجموع بلکہ چھوٹی
چھوٹی آیت کے مثل بنانے سے بھی عاجز ہو تا کہ اسکا محض قدرتی بغیر مصنوعی ہونا ثابت ہو وہ
قرآن مجید ہے جسکو خدا نے ہمارے نبی کے نبوت کی تصدیق کیواسطے انکو دیا ہے اور فرمادیا
کہ لن تفعلوا کبھی تم اسکے مثل ایک چھوٹا سا کلام بھی نہ بنا سکوگے اور ایسے فصاحت
اور بلاغت پر کیسی ہی مشق کرو ہرگز قادر نہ ہو سکوگے اور اس دعوی میں خدا نے جن اور انسان
اور ملائکہ بلکہ تمامی مخلوقات کو عاجز فرمادیا ہے اس معجزہ عظیم کے دینے کی بہت سے اسباب
قدرت کو داعی تھے ان میں سے چند اسباب یہ ہیں پہلا سبب تو یہی تھا کہ سائنس کے ترقی کم
تا خاتمہ دنیا ایسی ہوگی کہ شاید اکثر معجزات انبیا کے جو تاریخی ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔

سبکی مثل کرنے پر انسان ترقی سائنس سے دعوے کرسکے اور سب کو بازیگرونکا تماشا بتلا سکے اور اسکے وجہ سے انکی نبوت میں عوام کو شبہہ پڑ جائے چنانچہ آجکل اگرچہ ابھی سائنس کی ترقی پوری نہیں ہے مگر پھر بھی لاکھوں آدمی معجزات انبیا کو بازیگری بتلا رہے ہیں کوئی شعبدہ اور نیرنج کہہ رہا ہے کوئی جادوگری بتلا رہا ہے کوئی اُمتہائے سابقہ کو جن کے سامنے معجزات ہوتے تھے انکو جاہل ناتربیت یافتہ کہکر پکار رہا ہے کہ ہم ہوتے تو البتہ نبی صاحب کے ٹھگ بدیا کو ظاہر کردیتے بہر حال چونکہ معجزہ کا تعلق محال عادی سے ہے اور محال عادی بجای خود ممکن الوجود سے ہے پس اُسکے کرنے پر انسان کا قادر ہونا بعد تکمیل علوم فلسفہ کے خیال میں آسکتا ہے اور چونکہ معجزہ وہی ہے کہ جس امت پر کوئی نبی مبعوث ہو وہ امت اُسکو نہ کرسکے اور عاجز ہو لہذا خاتم الانبیاء صلعم کو ایسا معجزہ دینا ضرور تھا کہ تا بقای دنیا اُسکے مثل پر کوئی مخلوق اور کوئی فرد بشر قادر نہ ہو دوسرا سبب تاریخی کتب سے جسقدر معجزات انبیا ثابت ہوتے ہیں اُن کے نسبت تعصب سے انکار بھی کردینا کوئی نئی بات نہیں ہے اور چونکہ معجزہ نما اب بظاہر ہمارے سامنے موجود نہیں لہذا ایسا معجزہ آخری پیغمبر کو ضرور درکار تھا کہ اُنکے زمانہ حیات اور بعد وفات وہی کام ہدایت کا دیتا رہے اور تمام مخلوق کو اُسکے مثل کے لانے سے عاجز کرتا رہے تیسرا سبب جتنی کتابیں انبیاء سابق پر نازل ہوئیں اکثر کتب میں چونکہ اُن میں معجزہ فصاحت کا نہ تھا لوگوں نے تحریف کرکے بہت سے امور خلاف شان اور خلاف واقع بڑھا دئے جنسے اُن حضرات کی نبوت اور عصمت میں فرق آتا ہے دیکھو توریت اور انجیل وغیرہ کو قرآن مجید ایسی کتاب خدا نے اُتاری کیا مجال ہے کسی بشر کی جو ایک فقرہ اُسکا بدل سکے خواہ اُس میں کمی بیشی کرسکے اور فوراً پہچانا نہ جائے اور یہ شناخت ایسی بدیہی اور باعتراف تمام علمای علم بلاغت پابند مذہب اور لامذہب کی وجدانی اور ذوقی ہے کہ جو لوگ زبان عرب بھی نہیں جانتے اور قرآن کے معنی اور وجوہ بلاغت سے بھی بالکل جاہل ہیں مگر قرآن کا دوران پڑھ لیتے ہیں اگر کسی جگہ نہایت فصیح و بلیغ عبارت انسانی کا کوئی فقرہ ملا کر اُنکو پڑھنے کو دیا جائے فوراً کہدینگے کہ یہ فقرہ تو قرآن کا نہیں ہے اور جیسے اُنکا ذوق سلیم اسکو آیت قرآنی ہونا تجویز نہ کریگا اسکے فوائد غیر متناہی اسقدر ہوتے

کہ قرآن مجید کے لاکھوں کروڑوں نسخہ ایک ہی عبارت سے تمام دنیا میں پھیلتے چلے جاتے ہیں جیسے آفتاب اور ماہتاب طرز واحد پر ہمکو اپنی چمک دکھلا رہا ہے اسیطرح ہمارا یہ نورانی آفتاب ہمکو دلی روشنی دے رہا ہے چوتھا سبب جسطرح سائنس کی ترقی بے اندازہ ہوئی ہے از انجملہ علم آواز کے قواعد بھی روز افزوں دریافت ہوتے جاتے ہیں اور علم مخارج حروف کے قواعد بھی ترقی پذیر ہونے کے لائق ہیں میں ہندی موسیقی کے اصول پر بنا کرکے اسوقت دو چار باتیں متعلق حروف تہجی کے آواز ہائے مناسب جسکو سرگم کہنا چاہیے بیان کرتا ہوں اور جائز ناجائز ہونا انکو ہمارے اس بیان میں کچھ دخل نہیں ہے مگر افسوس ہے کہاں سے لاؤں اسوقت میاں امیر علی سوز بنانے والے ایک جگت استاد لکھنوی کو اور شیخ عطا صاحب جنکی سوز ہربت انگ کے ہوتی تھی اور نواب حسین علیخانصاحب جنکے سوز پیڑھ انگ کے مثل ٹھوری موجد بیٹھکے ہیں یا میاں مہدی بخش جو شاگرد میاں امیر علی کے تھے جنکو سدا رنگ چھبیلے محمد شاہ دہلوی موجد خیال کا ثانی کہنا چاہیے ان لوگوں کے ذوق سلیم پر جو الفاظ کسی مسدس اور رباعی کے مناسب گوری اور بھیروی اور پیلو اور جنگلہ پرج کھماچ اور ہمیر سیندورہ چھایا کالنگڑہ اور بہاگ کے سرگم سے تھے انہی راگنی کا سوز اسکا بنایا ہے اور جو الفاظ کسی مسدس کے سری راگ اور منڈل اور مالکوس یا بھیروں راگ سے مناسب تھے ان کی اسیطرح کی سوز بناتے تھے اور بعض جگہ تبدیل الفاظ بھی کردیتے تھے چنانچہ مرزا فصیح مرحوم کے مرثیہ کا مطلع ۔ صف آرائی ہوئی جب کربلا میں فوج شاہی کی ۔ اسکا سوز بھیروی کا میاں امیر علی نے بنایا اور ٹیپ میں اصلاح دی اسی وجہ سے مرزا فصیح نے اپنا کلام انکو دینا چھوڑ دیا اگرچہ انکے استاد شیخ ناسخ نے پوری سفارش بھی کی اس قاعدہ کا سمجھانا اور اسکی تصدیق کرانی آج مجھ سے دشوار ہے ہاں جسکو ہزار بانسو سوز یاد ہوں اور نشست الفاظ کی مناسبت راگ راگنی کے سروں سے جانے وہ سمجھ سکتا ہے تاہم میں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم نے تغنی فی القرآن کو جو حرام فرمایا یعنی قرآن کو کسی راگنی خواہ راگ اور دھن اور کسی مقام عجم وغیرہ میں منجملہ بارہ مقاموں کے پڑھنا حرام کردیا اسکا ایک سبب

شاید یہ بھی ہے کہ ہمکو پورا علم اسکا نہیں ہے کہ یہ آیت اپنے حروف کیوجہ سے براہ قواعد موسیقی
کونسی لحن کے لائق ہے ایسا نہو جاہل کسی دوسرے لحن سے پڑھکر اسکے بعض حروف
کو بدل کر نئی لائق سمجھے اور گناہ گار ہو تاکہ مخارج حروف کا علم اگرچہ اسکو بھی پوری طور سے
ہم نہیں جان چکے اور بین مخرجوں کی تقدیم اور تاخیر اور نظم صحیح پر حروف کے مرکب ہونے سے لفظ
کی فصاحت پیدا ہوتی ہے اُسکے اصول سے تو گویا ہم بالکل بے خبر ہیں بلکہ اکثر علمای علم بلاغت
اسکے منکر ہیں تاہم ہمارے قرآن کے جسقدر الفاظ ہیں اُنکے حروف کا نظم اور تقدیم تاخیر اور اسیطرح
ربط الفاظ لیکے باد بگیرے ایسے عمدہ اسلوب سے فرمایا ہے کہ ہرگز کوئی اُنکو غیر فصیح نہیں کہ سکتا
ہے اکبارًا اور فصینہ کا کو بعضے متعصبان عرب نے غیر فصیح کہا تھا پھر آخر کیا ہوا جب وہ
صحرای بوڑھا دوڑ آگیا خود ہی بے ساختہ نشنجا "کبارا" پکارنے لگا اور قسمتہ ضینلے بھی بول
ہی اٹھا پانچواں سبب جو معجزہ فرض کرو اُسکے اقرار اور انکار کرنے کے اسباب اور دواعی جاہل
اور عالم نابینا اور بینا گونگے اور بہرے اور فلسفی وغیر فلسفی ہر ایک کو کسی وجہ خاص سے علاوہ
تعصب اور عناد اور علاوہ تسلیم اور اعتقاد کے ہوتی ہیں اور جب کوئی آزاد خیال ہو اسوقت قول
اُسکا البتہ حق اور ناحق کے ثبوت میں کافی دلیل ہوتا ہے لہذا معجزہ دائمی جو ہمیشہ برقرار رہے اُس میں
ایسے صفات اور خوارق عادات کا فراہم ہونا ضرور ہے کہ ہر شخص کو بقدر اسکے فہم اور شعور اور ادراک
کے ایسے امور اُس میں تسلیم کرنی پڑیں جو طاقت بشری سے ہمیشہ باہر ہوں اور کسی زمانہ میں کیسا
ہی انکار اور الحاد اور خصومت قرآن سے لوگ زیادہ کریں کوئی خلل نہ لفظی نہ معنوی نہ تاریخی
نہ عقلی اُس میں ثابت کر سکیں اور یہ سب وصاف ہمارے قرآن میں موجود ہیں اور اگر کسی نے
براہ تعصب اُسکی فصاحت یا بلاغت یا تاریخی یا حسابی یا مسئلہ طبعی یا جیالوجی وغیرہ مضمون
کی غلطی خواہ پیشین گوئیوں کی مخالفت ثابت کرنی چاہئے جیسے سید احمد خان صاحب اپنی
تفسیر میں کرتے ہیں فوراً ہم نے اُس شخص کی غلطی ثابت کردی دیکھو تنزیہ القرآن وغیرہ کتب اور
ہماری کتاب انتصار الاسلام کو چھٹا سبب جسقدر کتب انبیا علیہم السلام کی دنیا میں ہیں بقول
جان ڈیون پورٹ اور گبن صاحب اور کومپ صاحب کوئی کتاب بجز قرآن کے ایسی نہیں ہیں

ہے جسکو پورا کلام خدا یا کلام نبی اللہ کہ سکیں اور نہ کوئی کتاب مذہب اور اخلاق اور سیاست مدن تجارت عدالت انصاف جزا سزا نجات روحانی اور صحت جسمانی اور حقوق شخصی اور نوعی سب بجز قرآن کے شامل ہے اور جب ذکر خدا اُس میں آئے بڑی عزت اور احترام سے اور پاکی خدا کے عیوب سے آیا ہو اور جملہ خیالات باطلہ اور عیوب اور شہوات انسانی سے خدا کو منسوب نکیا ہو ساتواں سبب قرآن مجید میں علاوہ اسکے فصاحت اور بلاغت اور جامع الفوائد ہونے کے شفای امراض جسمانی اور روحانی بھی بطور معجزہ کے موجود ہے فیہ شفاء للناس اور یہ ایسی بات ہے جسکو پورا تعلق اصول علم خواص الحروف سے ہے اگرچہ علماے ظاہر میں خواص حروف کے منکر ہیں اور انکار انکا مثل انکار دیگر چاروں علوم اسرار کے محض نادانی اور جہالت سے ہے اسوقت ہمکو اُنسے کچھ بحث نہیں ہے ہاں جو لوگ علم خواص حروف کو مان چکے ہیں اُنسے روی سخن کرکے ہم کہتے ہیں آیا یہ خبر دہی خدا کی کہ قرآن سے شفای امراض ہوتی ہے آپکی رای اور تجربہ میں درست ہے یا نہیں کیا سورہ فاتحہ میں کوئی حرف ظلمانی نہونے سے اسکو ایسے کلام پر جو بالکل حروف ظلمانی سے مرکب ہو یا کچھ حروف نورانی اور کچھ ظلمانی اُس میں ہوں پوری فضیلت ہوگی اور کیا دونو آیۃ القطب کو جو ۲۸ حروف ابجدی پر شامل ہیں منجملہ آیات قرآن کے جملہ خواص حروف کا مرکز قرار ندوگے اسیطرح ہزاروں فوائد شفای امراض جو آیات قرآنی کے ہمارے نبی اور اوصیا نبی نے بیان فرمائی ہیں آپکے قواعد اور کلیات سے کبھی مخالف ہو سکتے ہیں اہل اسلام کا تو قرآن دین اور ایمان ہے غیر مسلمین میں بھی جو گروہ علم اسرار حروف سے آگاہ ہے کبھی کہہ نہیں سکتا ہے۔ کہ یہ ارشاد ہمارے خدا کا اور یہ خواص فرمودہ نبی اللہ کے نسبت آیات اور سور ہائے قرآن کے غلط ہیں۔ اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کوئی متعصب یہ اعتراض کرے کہ منتر جنتر جن میں تیتا میتا لونا چماری کا نام لیا جاتا ہے وہ بھی تو ایسے ہی خواص پر شامل ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں درست ہے مگر اُنکے پڑھنے سے آدمی کافر اور مشرک بے دین ہو جاتا ہے چنانچہ ہمارا قرآن اسکی خبر دیتا ہے ہاروت و ماروت کے قصہ میں وارد ہے وما

يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ مطلب یہ ہے کہ ہاروت
ماروت کسی کو تعلیم عمل البغض کی نہیں کرتے مگر پہلے اُس سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمکو خدا نے
امتحان اور آزمایش کی غرض سے مقرر کیا ہے تو ہم سے اِن باتوں کو سیکھکر کافر نہ ہو۔ اب ہمارے
پروردگار کو ہماری پرورش کی نظر سے ضرورت اسکی تھی کہ ایک ایسا کلام با اثر ہمکو تعلیم فرمائے
کہ بفرض محال اگر ہمارے وہی اغراض جو کلمات کفر اور شرک پڑھنے سے برآمد ہوتے اُس
کلام پاک سے پورے ہوں جسکے پڑھنے سے ہمارا دین بھی پختہ ہو جائے اور وہ اغراض بھی پورے
ہوں اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔ اور یہ سبب واعی ایسا جامع فواید خلایق کا ہے جسکے بیان میں
بڑی بڑی طولانی کتابیں علمای علم خواص حروف نے بقدر اپنے فہم اور تجربات کے لکھ ڈالی ہیں
تاہم قطرہ از دریا ان فواید کا بیان نہ ہو سکا ہاروت ماروت کے قصہ میں جو سید احمد خانصاحب
نے شبہہ کیا ہے اُسکا جواب جداگانہ ہم لکھینگے انشاء اللہ آٹھواں سبب جو عبارت اور جو
کلام کسی زبان کا فرض کرو فارسی عربی ترکی۔ انگریزی۔ اردو جب اُس میں صنایع معنوی
اور صنایع لفظی (جنکا بیان علم بدیع میں ہوتا ہے جیسے تجنیس خطی یا قلب جزو اور قلب کل
اور قافیہ اور سجع وغیرہ) کا لحاظ کیا جائیگا ضرور اُس کلام میں وہ درجہ فصاحت کا جسکو آمد طبع
کہتے ہیں باقی نہ رہیگا۔ اور آورد یعنی تکلف اور بناوٹ پیدا ہو جائیگی اور خوگیر کی بھرتی سی
معلوم ہوگی۔ قرآن مجید کے نازل کرنیسے یہ معجزہ خدا کو ظاہر کرنا منظور ہوا۔ کہ باوجود شامل ہونے
اس عبارت کے جملہ صنایع لفظی اور معنوی پر و نیز باوجود شمول عبارات قرآنی کے نصایح
اور حکمت ہای بیشمار پر اور باوجود شمول خواص عظیمہ جن کی تفصیل علم خواص حروف میں
کی گئی ہے اور باوجود تکرار قصص اور حکایات امتہای سابقہ کے یہ کلام ایسا برجستہ اور محض
آمد طبع متکلم سے صادر ہوا ہے کہ ہرگز کسی جگہ بناوٹ اور تکلف کی بو بھی نہیں پائی جاتی
ہے اور جسقدر صنایع لفظی اور معنوی پر جو سورہ زیادہ شامل ہے اسیقدر تکلف اور بناوٹ
سے اسکو دوری ہو گئی ہے سبحان اللہ وبحمدہ نواں سبب یہ بھی مطلوب الٰہی تھا کہ جو کلام
اور عبارت کسی زبان میں کیوں نہو اور کسی درجہ فصاحت اور بلاغت پر پہونچی ہو خاصہ

طبعی انسان کا یہی ہے کہ اسکو مکرر پڑھنے سے ضرور طبیعت اُس سے بخوبی سیر ہو کر پھر متنفر
ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کی عبارت دلچسپ ایسی ہے کہ لاکھوں مرتبہ اسکو پڑھو اور حفظ کرو ہر
مرتبہ شوق طبعی اُسکے پڑھنے اور سننے سے بڑھتا ہی جاتا ہے گوتھ مورخ مشہور کا قول
مظاہر الحق میں ہے کہتا ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ پہلے تو پڑھنے والے کو اُسکی عبارت
سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد ازاں اسکی خوبیوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے
اور آخر الامر اسکی خوبصورتیوں پر ایسا شیفتہ ہو جاتا ہے۔ کہ تاب ضبط باقی نہیں رہتی
میں کہتا ہوں تا اینکہ جو لوگ معنی قرآن کے نہیں سمجھتے۔ اور محض طوطے کی طرح نبی جی
بھیجو فقط الفاظ کو پڑھتے ہیں اور حافظ جی کہلاتے ہیں اُنسے بھی کبھی نہ سنا ہوگا کہ تکرار
تلاوت قرآن سے انکو سیری ہوتی ہے ہو المسک ما کررتہ یتضوع جیسے مشک
خالص کا نافہ جب اسکو کھولو پوری خوشبو سے دماغ معطر ہو جائے بہر حال چونکہ یہ باب فقط
نیچر کے بیان میں ہے اعجاز قرآن کا ذکر اسیقدر یہاں کافی ہے اور جو شبہات قرآن کے اعجاز
ہونے پر دہریہ اور یہود اور نصارے اور آریہ لوگوں نے کیے ہیں اُنکے جوابات میں کتب اسلامی
موجود ہیں اور ہم بھی اس کتاب میں عام فہم شبہات کو رد کرینگے انشاء اللہ استحالہ مثل کا
شبہہ اگر تم کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ مثل تو ہر چیز کی براہ عقل محال ہے لہذا سر نظم اور نثر کی مثل دوسرے
نظم و نثر بنانی بھی محال ہے اب تو ہر کلام پر معجزہ کا گمان ہو سکتا ہے قرآن کی تخصیص کیا
رہی جسکو ہم معجزہ خیال کریں جواب اسکا یہ ہے کہ جو مثل محال عقلی ہے اُس سے مراد یہ ہے
بہمہ جہت دو چیزیں تماثل اور تشابہ رکھتے ہوں کہ ہرگز کسی طرح کی تمیز اور فرق دونوں میں
نہو سکے اور یہی مثل حقیقی ہے ایسی مثل کا طلبگار کوئی ذیعقل نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ حکیم
مطلق اور قرآن کا مثل جو مطلوب ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ ہزاروں صفات متعلقہ علم
فصاحت و بلاغت اور خواص لفظی اور معنوی جن سے قرآن موصوف ہے اُن میں سے کسی
ایک ہی صفت خواہ دو چار اوصاف پر وہ مثل تماثل ہو اور ایسے مثل کا محال ہونا عموماً اگر
تسلیم کیا جائے تو جملہ ابواب تشبیہ اور استعارہ اور تمثیل سب باطل ہو جائیں اور کوئی مثال

ممثل لہا اور کوئی مشبہ مشبہ مطابق نہ ہے لہذا یہ تشبیہ اگرچہ ماخذ اسکا قانون فلسفی ہے مگر محض مغالطہ اور فریب دہی کے طور پر وارد کیا گیا ہے سر سید احمد خانصاحب کی تقریر معجزہ قرآن پر شبہہ ڈالنے والی باوجود دعوے زبانی اسلام کے یہ ہے تفسیر حصہ اول جلد سیوم صہ ۲۳ میں سید صاحب نے عجیب مضمون لکھا ہے کہ فصاحت اور بلاغت کے اعلے درجہ پر کسی کلام کا ہونا اسکا ثبوت نہیں ہے کہ وہ کلام خدا کا ہے بہت سے کلام انسانی دنیا میں موجود ہیں اور انکا مثل آج تک نہیں ہوا بقول بعض پادری صاحبان جیسے فارسی میں گلستان اور دیوان حافظ، یہ بھی سید صاحب کہتے ہیں کہ معارضہ اور طلب مثل قرآن کا کفار عرب سے انکی فصاحت اور بلاغت پر نہیں چاہا گیا اور نہ ان آیتوں میں سے جن میں طلب مثل کا حکم ہے کسی آیت میں اشارہ اسکا ہے کہ فصاحت قرآن کا معجزہ ہے اخیر میں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں اسکی فصاحت اور بلاغت اسکی بے نظیر ہادی ہونے کو زیادہ روشن و مستحکم کرتی ہے میں کہتا ہوں کہ معارضہ اور تحدی اور باعلان پکار پکار کر فرمانا ہمارے نبی کا کہ قرآن کلام خدا ہے ایک فقرہ صحیحہ بھی اسکے مثل کوئی آدمی نہیں کہ سکتا ہے یہ بات بجز تاریخ کے آج ہم کسی عقلی ذریعہ سے تو ثابت نہیں کر سکتے اور تاریخ اہل اسلام کی سید صاحب کی رائے میں مہابھارت اور امیر حمزہ کی داستان کے برابر ہے اگر تاریخ کو مانیں تو ہم علاوہ سیر و تواریخ اور حدیث اہل اسلام کی مسٹر گبن صاحب مورخ اور مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب مورخ یورپین کے قول سے بھی ثابت کردیں کہ قرآن کا معجزہ فصاحت و بلاغت سے ضرور مانا گیا ہے اور یہ روایات متواتر ہر طبقہ میں چلی آتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اور آپکے خلفائے راشدین یعنی جانشینوں نے اور صحابہ کرام نے اور علمای اسلام تا ایندم ہمیشہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت سے معارضہ یا تحدی کرتے تھے اور کرتے ہیں اور کرتے رہینگے پس جب سید صاحب ایسے متواتر خبر کا انکار کرتے ہیں کہ فصاحت قرآن سے معارضہ نہیں چاہا گیا اسکا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو ثابت کردے کہ آگ میں گرمی نہیں ہے اور دن کو آفتاب نہیں نکلتا ہے مگر ہزار غنیمت ہے کہ سید صاحب نے مطلق معارضہ کا انکار نہیں فرمایا اتنا

اقرار تو آپ کو بھی ہے کہ معارضہ ضرور کیا گیا ہے اب اسی بنا پر کے ہم عقلی طریقہ سے کہتے ہیں کہ معارضہ کے کیا معنی ہیں معارضہ کے معنی اگر یہ ہیں کہ اپنے خصم اور مقابل سے جس بات میں اس سے بحث ہو اور جس امر میں اُس سے نزاع اور خصومت ہو اور جس بات میں خصم کو غرّا ہو اور غرور کر رہا ہو اسی کا مثل اُس سے طلب کیا جائے مثلاً دو گھڑی ساز اگر آپس میں اپنی دستکاری سے بحث کریں کہ میں اچھی گھڑی بناتا ہوں یا تم اُسوقت معارضہ یہی ہوگا کہ تم اپنی مصنوعی گھڑی لاؤ اور ہم اپنی لائیں دو خیاط اپنے دوخت میں معارضہ کرینگے دو شاعر اپنی نظم میں دو نثار اپنی نثر کی فصاحت اور بلاغت میں دو ہادی اور دو ریفارمر اپنے امور ہدایت میں وغیرہ وغیرہ آپ دیکھئے کہ قرآن مجید جس زمانہ میں نازل ہوا فصحائے عرب کے اور شعر النظم اور نثر میں اپنی فصاحت اور بلاغت کے مدعی تھے یا اپنے ہادی ہونے میں آپ نے بحکم خدا ہمارے نبی صلعم کا معارضہ کرنا اور یہ فرمانا کہ مجھ پر وحی الٰہی سے قرآن نازل ہوتا ہے اور یہ کلام خدا ہے اسکی فصاحت ہی کا معجزہ دلیل ہے کلام خدا ہونے پر اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی کلام بشر ہے تو لاؤ مثل قرآن کے ایک سورہ یا دس سورہ یا چند آیتیں یہ معارضہ فصاحت میں ہوگا یا ہادی ہونے میں۔ ابو ربیعہ کا قصہ مظاہر الحق میں مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں جو منجملہ سات شعرائے عرب کے تھا جنکے قصاید سبعہ معلقہ کہلاتے ہیں اُس نے ایک شعر ایسا کہا تھا جسکے جواب سے شعرا عاجز تھے جب سورہ برات دروازہ کعبہ پر معلق کیا گیا ابو ربیعہ چند آیتیں دیکھکر متحیر ہوا اور کہنے لگا کہ ایسی آیات بدون وحی الٰہی کوئی نہیں کہ سکتا ہے اور فوراً مسلمان ہو گیا۔ بہرحال قرآن کے مثل فصاحت اور بلاغت پر معارضہ نہ کرنا کسی کی عقل اسکو نہیں مان سکتی ہے اور یہ جو سید صاحب کو خیال ہوا کہ قرآن مجید کا پورا ہادی ہونا اسی میں کفار سے معارضہ کیا گیا ہے فصاحت میں نہیں اسکا جواب یہ ہے کیا فصحائے عرب اپنے کلام کو پورا ہادی ہونے کے مدعی تھے ہرگز نہیں بلکہ انکو تو غرہ اپنے فصاحت پر تھا ہادی ہونے کا دعوے نہ تھا پھر انسے طلب مثل انکے کلام سے جو ہدایت میں پیدا ہو انکو درست

ہو سکتا ہے فرض کرو کسی گھڑی ساز کو اگر دعویٰ اپنی گھڑی عمدہ بنانے میں ہو اس سے ہم ایک عمدہ کوٹ تیار کر کے مثل طلب کریں کیا ہمارے اس فعل پر معمولی عقل کے آدمی بھی تمسخر نہ کریں گے کہ گھڑی ساز سے اور درزی کے کام سے کیا نسبت ہے پس شعرائے کفار سے قرآن کا مثل ہدایت میں کوئی کلام طلب کرنا اسکی یہی مثال ہے جیسے گھڑی ساز سے عمدہ کوٹ سیا ہوا طلب کرنا سید احمد خان صاحب اپنے اس دعوے کے اثبات میں کہ قرآن کی فصاحت سے معارضہ نہیں کیا گیا صد ۲۳ مذکور میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ سورہ قصص میں آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا ہے کہ تو کافروں سے کہدے کوئی کتاب جو توریت و قرآن سے سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو اسے لاؤ توریت کی عبارت فصیح نہیں ہے بلکہ عام طور کی عبارت ہے الی قولہ پس ظاہر ہے کہ قرآن کو کیسا ہی فصیح ہو مگر جو معارضہ ہے وہ اسکے فصاحت و بلاغت یا اسکی عبارت کے بے نظیر ہونے پر نہیں ہے بلکہ اسکے بے مثل ہادی ہونے میں ہے میں کہتا ہوں کہ توریت کے ساتھ قرآن کا ذکر تو اسی کو چاہتا ہے کہ جسطرح توریت غیر فصیح اور معمولی عبارت ہے قرآن بھی ویسا ہی ہے پھر سید صاحب اسکو اعلی درجہ کی فصاحت پر کیوں فرض کرتے ہیں شاید ارادہ دلی یہی ہے کہ قرآن بھی معمولی عبارت ہے اور آگے چلکر قرآن کا معجزہ فقط پورے ہادی ہونے کا جو لکھ رہے ہیں ہم سب مسلمان اسکو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ضرور قرآن کا معجزہ اسکے ہادی کامل ہونے میں بھی منجملہ ہزاروں معجزات کے ہے اب رہا فصاحت کا معجزہ اس پر اصرار ہم لوگوں کو اس دلیل سے ہے کہ جسطرح قوم سفاک اور خون ریز جاہل مطلق عرب میں ایسا حکیم ادیب ایسی ہدایت کا کلام لائے جو بدون معجزہ کے نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح جو شخص امی محض ہو اور فن بلاغت اور فصاحت کا ایک حروف بھی نہ پڑھا ہو اور نہ تعلیم علم بلاغت کی اسکو ہوئی ہو اور پھر ایسا فصیح اور بلیغ کلام فرمائے بدون اعجاز کے کیونکر ہو سکتا ہے پس اگرچہ اور آدمی کا کلام جو فصیح اور بلیغ بوجہ ریاضت اور مشاقی اور تعلیم اور تعلم کی ہو البتہ دلیل اس کی نہیں ہے کہ وہ کلام خدا کا ہے مگر محض امی کا ایسا بلیغ کلام ضرور خرق عادت اور معجزہ ہے جو سوائے

خدا کے اور کسی طرف بواسطہ یا بلا واسطہ منسوب نہیں ہو سکتا ہے اور جب خدا کی طرف
بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ کلام منسوب ہوا پھر کیوں سید صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی فصاحت
اور بلاغت دلیل کلام خدا ہونے کی نہیں ہے این گل دیگر شگفت اے بوڑھا یا
اور واہ رے معجزہ قرآن سید صاحب کو ایسا جلد نسیان عارض ہوا اور ابھی حصہ اول
جلد سوم کے صفحہ ۱۶۳ مقدمہ دوم میں اور نیز مقدمہ سوم صفحہ ۱۶۸ میں قرآن کی فصاحت کو معجزہ
تسلیم کر چکے اور معجزہ سوا ہی خدا کے اور کسی کا کام ہے اور آپ تفسیر کے حصہ اول میں اسکا
انکار کرتے ہیں صفحہ ۱۶۲ کی عبارت یہ ہے قولہ جس قدر کلام الٰہی محمد رسول اللہ صلعم سے پہلے
انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر نازل ہوا اس میں معجزہ فصاحت مقصود نہ تھا صفحہ ۱۶۲ مگر
ہمارے پیغمبر خدا صلعم پر جو وحی نازل ہوئی اس میں بالذات ایک اور معجزہ فصاحت
کا بھی مقصود تھا تاکہ انکی یہی فصاحت لسان سے ہیں سے صفحہ ۱۶۸ مقدمہ سوم پھر جب
ہمارے پیغمبر خدا صلعم پر وحی نازل ہوئی اس میں علاوہ احکام کے فصاحت کا بھی معجزہ
مقصود تھا اب اگر فصاحت کا معجزہ مقصود تھا پھر معارضہ کرنا کفار سے فصاحت قرآن
پر جنکے عاجز کرنے کی غرض سے معجزہ فصاحت قرآن ہی ہے یہ کیونکر درست ہوگا ایضاً جب
سید صاحب کا عقیدہ ہے کہ معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں ہے دیکھو صفحہ ۱۲ سے لغایت صفحہ ۱۴
پھر معجزہ قرآن محض بے فائدہ ہے بہر حال سورہ قصص کی آیت میں جو قرآن اور توریت کی
ہادی ہونے پر معارضہ کا حکم ہے اس آیت میں معارضہ اور طلب مثل قرآن اور توریت کا
فقط کلام ہادی کا اسی نظر سے فرمایا ہے کہ توریت کی فصاحت معجزہ نہیں ہے اور یہ معارضہ
فصحائے عرب سے طلب کلام فصیح میں نہیں تھا بلکہ اہل کتاب سے جو قرآن کو کتاب خدا نہیں
مانتے تھے اور اگر توریت میں بھی مثل قرآن کے فصاحت کا معجزہ ہوتا تو خاص معارضہ ہدایت
کا ذکر نہ ہوتا لہذا یہ تخصیص اس آیت میں بوجہ ذکر توریت کے ہمراہ قرآن کے ہے اور جہاں
فقط قرآن کا ذکر ہے وہاں فصاحت کا معارضہ ماننا باوجود اقرار اعجاز فصاحت قرآن کے
یہ کون تسلیم کریگا قرآن مجید کا یہ بھی معجزہ ہے کہ سید صاحب کے تناقض اقوال ہی سے انکا جواب

پیدا ہوگیا ۔ بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات ﴿ با دردکشان ہرکہ درافتاد برافتاد ﴾ آپ صبر کیجئے تناقض کلام سید صاحب کا اور بھی بہت سا لکھونگا انشاء اللہ یاد رہے ضروری ہمنے نیچر شکن مثالیں بہت سی دیں اور انسے یہ ثابت کردیا کہ خلاف نیچر فرضی کے یعنی خلاف قانون عادی کے ہمیشہ ہوا کرتا ہے اور خوارق عادات کو خدا اپنے اظہار قدرت کی نظر سے ہمیشہ دکھلاتا رہتا ہے کچھ یہی نہیں ہے کہ فقط انبیاء کی تصدیق ہی کی نظر سے خرق عادت ہوتا اُن کی نبوت کا ثبوت کیوں ہوگا اسلئے کہ جسطرح اِن مثالوں سے خدا کا پابند نیچر نہونا ثابت ہوا اسیطرح معجزہ کا دلیل نبوت انبیا ہونا بھی باقی نرہا اور متکلمین اسلام کا جو دعوے ہے کہ خرق عادت سوا ہی زمانہ نبی کے اور کبھی نہیں ہوتا ہے یہ بھی درست باقی نرہا ۔ اس شبہہ کے جواب میں ہم یہ کہتے کہ خوارق عادات کا ظہور تین طرح پر ہوتا ہے ایک تو وہ امور جن میں انسان کا کچھ لگاؤ نہو جیسی مثالیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں مثلاً بکری کے بچے پیشانی پر سینگ یا روئی کا درخت وغیرہ ایسے خوارق عادات کو خدا اپنے قادر ہونے قدرت اور اختیار کے اظہار کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے دوسرے وہ خوارق عادات جن میں آدمی کی حرکات روحانی خواہ بدنی کو دخل ہے اور آدمی محض فلسفہ اور حکمت علمی جسمانی یا روحانی کے زور سے کرتا ہے جیسے مسمریزم کے آثار خواہ شعبدہ اور نیرنج اور طلسم وغیرہ اور وہ امور جواز قسم خواص حروف بمنزلہ اسیحر اور جادو کے ہیں بشرطیکہ وہ آدمی مدعی اپنے نبوت کا نہو اب یہ دونو قسم خوارق عادات کی کچھ انکو تخصیص زمانہ نبی سے نہیں ہے اور انکو ہم لوگ پابند مذہب اسلامی معجزہ نہیں کہتے تیسری قسم خوارق عادات کے جنکو ہم معجزہ کہتے ہیں اُسکی چار شرطیں ہیں پہلی شرط یہی ہے کہ جس اُمت پر وہ نبی مبعوث ہوئے ہوں وہ اُمت ایسے خرق عادت کو نکر سکے جیسے معجزہ قرآن دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خرق عادت خاص خدا کا فعل ہو یا نبی کا فعل بحکم خدا ہو تیسری شرط یہ ہے کہ زمانہ تکلیف میں یعنی جب سے خلقت آدم ہوئی ہے اور جبتک دنیا رہیگی اسی زمانہ میں ظاہر ہو اسلئے کہ قیامت کے آنے سے یہ عادت الٰہی جو کہ اب جاری ہے بدل جائیگی تا اینکہ آفتاب مغرب سے طلوع کریگا و آن زمین را آسمانے دگر ست ۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ خارق عادت نبی کے دعوے نبوت کرنے کے بعد بغرض تصدیق اُسی دعوے کے ظاہر

ہوا اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں متکلمین اہل اسلام نے جو یہ فرمایا کہ زمانہ نبی میں ظاہر ہو اس میں دو گروہ
ہو گئے ایک نے تو زمانہ حیات نبی کے تخصیص کی اور دوسرے گروہ نے کہا کہ زمانہ نبوت نبی میں اگرچہ
بعد وفات کے بھی ہو اور یہ نزاع لفظی ہے اسلئے کہ اگر ہمارے نبی صلعم نے بطور پیشین گوئی کے
خبر دی ہو کہ میرے بعد میری امت کے چند اشخاص جو بصفت علم اور طہارت اور عصمت موصوف
ہوں اُنسے بھی میری نبوت کی تصدیق میں جو خرق عادت صادر ہو وہ بھی میرا معجزہ ہے اب
دونو گروہ اس معجز نما کے معجزہ کو اپنے نبی کا معجزہ تسلیم کرینگے ورنہ سچے نبی کی پیشین گوئی
غلط ہو جائیگی اب معلوم ہوا کہ یہ اختلاف اہل اسلام کا ایسا نہیں ہے جس سے ایک گروہ دوسرے کو
اسلام سے خارج تصور کرے مطلب دونوں کا واحد ہے میری غرض اس تنبیہ کے لکھنے سے یہی
ہے کہ ہم نے دیباچہ کتاب کے صفحہ دوم میں جو لکھا ہے کہ ظہور خوارق عادات غیر نبی سے جو ہم تجویز
کرتے ہیں وہ خوارق عادات قسم اول اور قسم دوم کے ہیں اور انکو ہم معجزہ نہیں سمجھتے لہذا
اگر ہم تمام عجائب مخلوقات کو اور تمامی امور خوارق عادات کو صحیح بھی مانیں اور کسیقدر کثرت
وقوع انکی ثابت کریں ہمارے نبی صلعم بلکہ تمامی انبیاء کی معجز نمائی پر اسکے اقرار سے کوئی شبہہ
وارد نہوگا۔ عام خلائق کو ایسا خیال نہ کرنا چاہیے کہ جب خوارق عادات کا ظہور بدون وجود نبی
کے بھی ہوتا ہے پھر نبی کے نبوت کی تصدیق معجزہ سے کیونکر ہوگی اسلئے کہ معجزہ جیسا ہم نے
بیان کیا وہ قسم سیوم کے خوارق عادات ہیں اور اسکی چاروں شرطیں بھی ہم لکھ چکے اس مطلب
کو ہمارے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے ہر جگہ ہماری کتاب میں بکار آمد ہے ورنہ اکثر اہل اسلام کو اشتباہ
پیدا ہوگا اور اس مطلب کو پھر ہم بحث نبوت میں لکھینگے انشاء اللہ واللہ ہو الہادی و بیدہ
ازمۃ الایادی ٭ باب چھٹا سید احمد خانصاحب معجزہ کو ثبوت نبوت کی دلیل نہیں مانتے
ہیں جیسے قاضی ابن الرشد صاحب چونکہ نیچر کے بیان کے ساتھ معجزہ کا ذکر بھی مجبوری
ہمکو کرنا پڑا اور سید صاحب کے اقوال بہ نسبت انکار معجزہ قرآن کے بھی گذشتہ باب میں باضطرار
ہم نے لکھی اب ہم نے تفسیر سورہ الم البقرہ صفحہ ۱۲۹ میں دیکھا تو سید صاحب لکھتے ہیں معجزہ
ثبوت نبوت کے لئے کیونکر دلیل ہو سکتا ہے۔ اثبات نبوت کے لئے اول خدا کا وجود اور اسکا

متکلم ہونا اور اس میں اپنے ارادہ سے کام کرنے کی قدرت کا ہونا اور اسکو تمام بندوں کا مالک ہونا ثابت کرنا چاہیے (۲) پھر اسکا ثبوت چاہیے کہ وہ اپنی طرف سے رسول اور پیغمبر بھیجا کرتا ہے (۳) پھر یہ ثابت ہونا چاہیے کہ جو شخص دعوے نبوت کرتا ہے وہ درحقیقت اسکا بھیجا ہوا ہے ہم پہلے دو باتوں سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہیں جو ان دونوں پہلی باتوں کو مانتے تھے اور اسلیے معجزات سے صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے مگر وہ تیسری بات بھی معجزہ سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اسکے بعد سید صاحب نے ایک طولانی تقریر قاضی ابن الرشد کی دربارہ ثبوت اپنے دعوے کے لکھی جس میں دلائل منطقی سے بڑے زور سے دکھایا ہے کہ معجزہ سے نبوت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور ہمارے نبی صلعم نے کسی شخص کو معجزہ دکھلا کر دعوت اسلام نہیں فرمائی بلکہ قرآن مجید سورہ بنی اسرائیل میں وارد ہے کہ جب کفار نے آنحضرت صلعم سے معجزہ طلب کیا کہ زمین پھاڑ کر چشمہ پیدا کر دو یا ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دو یا آسمان پر چڑھ جاؤ وغیرہ وغیرہ اسکے جواب میں ہمارے نبی صلعم نے یہی فرمایا کہ میں ایک بندہ فرستادہ خدا ہوں اور کوئی معجزہ نہ دکھلایا بعد پوری تقریر قاضی عبد الرشد کے سید صاحب نے واسطے آسانی تفہیم عوام کی اس پوری تقریر کا خلاصہ بھی ص ۱۳۳ میں کر دیا چنانچہ لکھتے ہیں قاضی ابن رشد نے جو ایک بڑی بحث لکھی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ اگر خدا کو موجود و مرید و متکلم و قادر و مالک عباد تسلیم بھی کر لیا جاوے اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ وہ رسول بھیجا کرتا ہے اور معجزات کا بھی وقوع قبول کر لیا جاوے تب بھی معجزات کے وقوع سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ وہ شخص خدا کا رسول ہے مختصر طور پر اسکی دلیلیں یہ ہیں (۱) جو امر کہ واقع ہوا یعنی معجزہ اسکی نسبت اس امر کے لزوم کا ثبوت نہیں ہوتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ رسول ہوتا ہے (۲) کوئی خرق عادت ایسی معلوم نہیں ہے جو بطور خاصہ رسولوں سے مخصوص ہو (۳) کچھ ثبوت نہیں کہ خرق عادت سے رسالت کو کیا تعلق ہے (۴) اسکا ثبوت نہیں ہوتا کہ اسکا وقوع قانون قدرت کے مطابق نہیں ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب بھی ایسے ظاہر ہوتے ہیں جو فی الحقیقت انکا وقوع قانون

قدرت کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون لا معلوم ہے (۵) اسکا کچھ ثبوت نہیں ہوتا کہ جو امر
واقع ہوا وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک انسان میں ہے کچھ تعلق نہیں رکھتا ہے (۶) غیر
انبیا سے جو امور خرق عادت کے واقع ہوتے ہیں ان دونوں میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں ہے (۷)
یہانتک کہ اہل ہنر سے جو امور واقع ہوتے ہیں ان میں و خرق عادت میں امتیاز نہایت مشکل ہے
میں کہتا ہوں کہ سید صاحب نے اپنے دعوے پر دلیل قاضی ابن الرشد کے کلام سے لکھی بقول شاعر
ے خوشتر آن باشد کہ سر دلبران ۔ گفتہ آید در حدیث دیگران ۔ اگرچہ کہ بارد و انکار اس دلیل کو
پسند ہی کیا ہے لہذا ناظرین کو یہ شبہہ ہوا کہ سید صاحب تو دوسرے کا قول نقل کرتے ہیں اب ہم اس وجوہ
اور دلیل پر غور کریں کہ آخر کہانتک درست یا نادرست ہے خدا کا وجود اور اسکے صفات کا ثبوت
منکرین خدا کے مقابلہ میں کیا جائیگا اور نبی کی ضرورت کو سید صاحب تبئین الکلام مقدمہ اولی
صفحہ ۱۵ و صفحہ ۱۶ میں خود ثابت کر چکے پھر یہاں سید صاحب کو اسکے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے شاید
عقیدہ کا اظہار مقصود باقی تھا قلبی انتقا بہر حال جو شخص منکر خدا اور منکر ضرورت نبوت ہو اسکو
لازم ہے کہ پہلے وجود خدا اور ضرورت نبی پر بحث کرے جب یہ دونوں امر اسپر ثابت ہو جائیں اب
نبی کی شناخت کا مسئلہ اسکو سمجھانا چاہیے پھر اسوقت بحکم توقف معجزہ دلیل نبوت ہونیکے
انکار پر پورا کلام کرنا لازم ہے جسکا انکار سید صاحب کر رہے ہیں۔ سید صاحب اور قاضی ابن الرشد
صاحب چونکہ نبی کی ضرورت کو مانتے ہیں انسے ہم یہ پوچھینگے کہ جب نبی کا آنا ضرور ہے
تو ہمکو نبی کا پہچاننا بھی ضروری ہے اور شناخت نبی کا ذریعہ ایسا قوی اور سچا ہونا لازم ہے کہ
پھر کسیطرح کا شبہہ ہمکو نبی کے شناخت میں باقی نہ رہے ہم اپنی چندروزہ زندگی کے دنیوی امور
میں بھی جب کسی غیر کے قول پر اعتماد کرتے ہیں مثلاً علاج امراض خواہ مقدمات ریاست اور
داد و ستد میں تب تک ہم طبیب و اہل حرفہ و اہل معاملہ کی جانچ پڑتال اطمینان سے نہیں پہونچا
لیتے ہیں تب اس سے اپنا کام لیتے ہیں اور نبی سے تو ہمارے دین کا معاملہ ہے جو حیات
ابدی کا ذریعہ ہے اسکی پوری شناخت میں ہمکو شرعاً عقیدۃً مذہبی سب سے زیادہ احتیاط کرنی
لازم ہے۔ اب ذریعہ شناخت نبی کو معلوم کرنا ضرور ہے کہ ایسی کوئی سچی بات ہو جو کبھی خطا نہ

کرے اور کوئی شبہہ کبھی ازل سے ابدتک اُسپر وارد نہوتا کہ ہم نبی کو پہچانکر اُسکے ارشاد کو ارشاد
خدا سمجھا کریں۔ یہ ذریعہ شناخت اگر ایسا ہے کہ انسانی طاقت سے کوئی اور غیر نبی اُس سے
موصوف ہوسکتا ہے اور معلومات انسانی جو روزانہ ترقی پر ہیں اُن کی ذریعہ سے غیر نبی بھی آج
خواہ کسی زمانہ میں وہی فعل کرسکتا ہے پھر تو ہرگز یہ ذریعہ شناخت قابل اطمینان نہوگا اور اگر یہ
ذریعہ ایسا ہے کہ سوائے نبی کے کسی مخلوق الٰہی سے کبھی وہ کام ہو نہیں سکتا بلکہ تمام افراد
بشر اُسکے کرنے سے عاجز ہیں ایسا ذریعہ البتہ نبی کی نبوت پر دلیل بھی ہے اور نبی کی شناخت بھی
اُس سے پورے طور سے ہوگی اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ معجزہ کے سوا اور کوئی
ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے نبی کی شناخت ہو پھر وہ ذریعہ شناخت دو حال سے خالی نہیں ہے
یا تو اُن صفات بشری سے ہو جنسے آدمی موصوف ہوسکتا ہے جیسے جسمانی صفات کہ زور و قوت جسمانی
بھی ہیں ایسی ہو جو کسی بشر میں نہو سکے یا تیز رفتاری خواہ تیز نظری کہ مثل روز اور پس پشت خواہ
اندھیرے میں بھی مثل اجالے کے دیکھتا ہو خواہ اور قوت ہائے جسمانی مثلاً بے لکھے پڑھے ایک خط کو لکھا
بھی سکے اور پڑھ بھی سکے اگرچہ اسکا ثبوت کہ ہرگز اُسنے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا ہے اور محض اُمّی ہی ہے
بہت دشوار ہے اسیطرح دیگر افعال جسمانی جو ریاضت سے بڑھتے ہیں انمیں بھی سوا اُن لوگوں کے جو نبی کے ہم
صحبت ہوں عام لوگ ہرگز پورا یقین نکر سکینگے اور شناخت نبی کی ایسی علامت سے درکار
ہے جسکو عام لوگ تسلیم کرلیں پھر جب خواص جسمانی کا یہ حال ہے کہ انکا ذریعہ شناخت نبوت ہونا
عام طور سے مشکوک ہوا مگر خاص لوگوں کو البتہ ایسے امور سے شناخت نبوت کی ہوسکتی ہے
پھر بھی شبہہ رہیگا کہ شاید آئندہ ایسی قوت اور ایسے صفات جسمانی اور کسی میں پائے جائیں
جو نبی نہو اب اخلاق کو لیجیے چونکہ اچھے اخلاق مثلاً سچا ہونا سخی ہونا امین ہونا پاکباز ہونا
حلیم اور شجاع ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور اختیاری ہیں اور ہمیشہ انکے بدلنے کا آدمی کو
اختیار ہے جب تک آدمی زندہ ہے ضرور اندیشہ اسکا ہے کہ سچا سے سچا کبھی جھوٹ بھی بولے
اور بڑا امانت دار کبھی خیانت بھی کرے پھر ہمکو اخلاق کے ذریعہ سے شناخت نبی برحق ہونیکی
کیونکر ہوسکتی ہے جب تک اسکا اطمینان کسی اور دلیل سے نہوجائے کہ اس شخص کے اخلاق

ہمیشہ اچھے رہینگے خراب نہونگے۔ اور یہ وہی عصمت ہے اور معصوم ہونا بھی معجزہ ہے جو
محتاج ثبوت میں کسی اور دلیل کا ہے کیونکہ بہت سے فریبی آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بغرض مکر و فریب
وہی کیسی اخلاق اپنے درست کر لیتے ہیں اور ادہر مطلب ہو گیا اور پھر بد اخلاقی شروع
کی ہم فلاسفہ اخلاقی کے نظائر کسی باب میں لکھینگے کہ باوجود کمال علم اور عمل اخلاقی کے
آخرکار کیسے بد اخلاق اور بے تہذیب ہو گئے آپ ذرا کمال علم اور عقل کو فرض کیجئے اگر کوئی
شخص اعلیٰ درجے کے علم اور عقل پر ہو کہ بجز الہام کے (جسکا ثبوت مشکل ہے) اور کسیطرح
آدمی اس درجہ علم پر نہیں پہونچ سکتا ہے یہ دعویٰ بھی ہمارا ایسا ہے کہ شاید عام طور پر مسلم
نہوگا عقل اور علم کے مراتب کا تفاوت کھلی ہوئی بات ہے۔ اور پھر اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ
نبی میں ایسی قوت علمی ہوتی ہے کہ کسی بات کے جواب میں عاجز نہیں ہوتا ہے اور کیسا ہی
سخت سوال کیا جائے صحیح جواب دیسکتا ہے پھر تو معجزہ یہ بھی ہوگا اور اسی سے نبوت ثابت
ہوگی اور خرق عادت اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی مگر منکر اور مخالف نبوت کو پھر بھی گنجایش
باقی ہے وہ کہ سکتا ہے کہ شاید یہ نبی آیندہ کسی سوال کے جواب میں عاجز ہو جاوے اسلئے کہ اسکے
عاجز نہونیکی کوئی دلیل عقلی نہیں قایم ہوئی بہت سے آدمی حاضر جواب اور ہمہ دان ایسے
ہوتے ہیں کہ مدتوں جواب دیتے رہے اور کسی وقت عاجز بھی ہو جاتے ہیں اب رہا یہ خیال کہ
تمام قوتہائے جسمانی اور روحانی اخلاقی اور علمی کا ذات نبی میں جمع ہونا بھی ذریعہ شناخت
اسکے نبوت کا ہے اگر ایسا فرض کیا جائے پھر تو یہ بھی وہی خرق عادت اور معجزہ ہوگا اور اگر
حد اعجاز کو نہ پہونچیگا پھر وہی احتمال اور وہی شک باقی رہیگا اب ناچار ہمکو شناخت نبی میں
یہی کہنا اور اسی کا اعتقاد کرنا ضرور ہوگا کہ جو فعل یا وصف نبی میں ہو غیر نبی میں اسکا ہونا ممکن
نہو اور کوئی دلیل عقلی بھی اسپر قایم ہو کہ غیر نبی میں یہ بات ممکن نہیں ہے اور جب کوئی فعل
کسی نبی کا ایسا ہمکو معلوم ہوگا جسکو کسی غیر نبی نے اسیطرح سے کر دیا ہو جسطرح نبی نے کیا تھا
ہم اس فعل کو علامت نبوت اور خواص انبیا سے نہ کہینگے بلکہ وہ فعل افعال مشترکہ انسانی
سے ہوگا مثلاً حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا مردہ کو زندہ کر دینا یا کور مادر زاد کو جسکے دونوں آنکھ چہرہ پر نہوں

محض بذریعہ دعا کے بینا کر دینا کہ دو نو آنکھیں پیدا ہو جائیں خواہ مبروص یعنی جسکو برص حقیقی ہوا نہ وہ شخص جسکو اطبا برص تخیری کہتے ہیں فقط ہاتھ پھیر کر برص کو دور کر دینا اگر یہ خوارق عادات حضرت عیسے کے صحیح بھی مانی جائیں چونکہ ممکن ہے کہ ترقی علم طب جسمانی یا روحانی سے ہم بھی انکو کر سکیں لہذا ان خوارق عادات کو ہم خاص لوازم نبوت سے نہ کہینگے جب تک کوئی ایسی قید نہ لگائیں کہ دوسرا آدمی غیر نبی کبھی انکو نکر سکے بہت بڑی تحقیق حکما نے جنکو ایسا ہی فلسفہ الہی سے کرنے ہی اسے اپنی بحث ظاہر کر دی کہ نبی کے اظہار خرق عادت اور غیر نبی کے خرق عادت میں فرق اگر ہے تو فقط یہی ہے کہ نبی تحدی یعنی دعوے نبوت کر کے اپنے دعوے کی تصدیق خرق عادت سے کرتا ہے اور غیر نبی جھوٹا دعوے نبوت کا کر کے وہی خرق عادت ہرگز نہیں کر سکتا ہے اور اسکی دلیل یہی ہے کہ خدا کو نبی میں کوئی ایسی علامت دینی ضرور ہے جس سے اسکی غیر نبی سے شناخت ہو جائے اسیکو مختصر طور سے کہتے ہیں کہ جیسے بقول سید صاحب شرح صفحہ ۱۴ مقدمہ اولی تبئین الکلام میں یہ بات مسلم ہو چکی کہ انسان کے نجات کو انبیاء کا ہونا ضرور ہے اور ہر شخص کی شناخت خاص اسکی کسی ایسے ہی وصف سے ہوتی ہے جو دوسرے میں نہ پائی جائے پس نبی کی شناخت کا بھی کوئی ذریعہ بجز اسکے نہیں ہے کہ اس میں ایک یا زیادہ ایسے صفات ہوں جو دوسرے میں نہ پائی جائیں اور وہ شناخت سوای تحدی یعنی دعوے نبوت کر کے خرق عادت کرنا اور کوئی نہیں ہے پس اب نتیجہ یہی ہوا کہ نبی کی شناخت اور نبوت کی دلیل سوای معجزہ کے جو تحدی کر کے ہو کوئی نہیں ہے اور یہی ثابت کرنا تھا تحدی سے کیا مراد ہے اور اسکا کیا مطلب ہے اسکو سمجھ لینا ضرور ہے جسقدر امور خرق عادت کی دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہینگے جیوں جیوں ترقی ہمارے معلومات کی ہوا کریگی ان میں کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ نبی اور غیر نبی کی شناخت محض اظہار خرق عادت سے ہم کر لیں اور شناخت نبی کی ہمکو ضرورت جن وجوہ سے ہے اسکو خاص بات ضرورت نبی میں ہم نے بیان کر دیا ہے سید احمد خانصاحب اور قاضی ابن الرشد صاحب جو کہ نبی کی ضرورت کو بظاہر تسلیم کر چکے ہیں انپر ہمکو ضرورت آمد نبی کے دلایل

ظاہر کرنے کی حاجت نہیں بہرحال جب خرق عادت ایسی بات ہے کہ پیغمبر نبی اور غیر نبی سب سے ہوا کرتی ہے اسکا انکار وہی شخص کریگا جو کہے کہ دن کو آفتاب نہیں نکلتا ہے۔ ایضاً سفر مذہبی یعنی متکلمین نے عموماً ایسا خیال کیا کہ دنیا میں ہر ایک علم اور فن کے جاننے والے کی فطرت نے یہی شناخت رکھی ہے کہ جس علم و ہنر کا جو شخص مدعی ہو اپنے دعوے کے ہمراہ کوئی ایسا ثبوت بھی پیش کرے جس سے اسکا دعوے سچا ہو جائے گھڑی ساز کو لازم ہے کوئی اپنی مصنوعی گھڑی پیش کرے نوکری کی امیدوار کو لازم ہے جس عہدہ کا طالب ہے اُس کی سند حاضر کرے بی اے ایم اے درجہ کے پاس شدہ کو لازم ہے کسی کالج کا سرٹیفکیٹ دکھلاوے۔ اسیطرح بلا تشبیہ نبی کو بھی لازم ہے کہ اپنے نبوت کی کوئی دلیل بروقت دعوے نبوت کے پیش کرے پھر چونکہ عموماً لوگوں کے دعوے علم و ہنر کی سند لانے میں دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو کسی شخص کا دعوے فقط اپنے اظہار لیاقت کا ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے پر اپنی فوقیت اور اپنا غلبہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو اپنے سے ناقص اور کم ثابت کرنا منظور نہیں ہوتا اور کبھی یہی غرض ہوتی ہے کہ مجھسے بڑھ کر فلاں گھڑی ساز یا مجھ سے بڑھکر دنیا میں کوئی ایسا کیمسٹ یا ڈاکٹر نہیں ہے اسوقت تحدی کے پورے معنی صادق آتے ہیں عرب کہتے ہیں تحدیت فلانا اذا دتیتہ ونازعتہ فی فعلہ یعنی فلان شخص سے ہم نے جھگڑا اور مباحثہ کیا کہ جس کام کو تم کرتے ہو ہم تم سے اچھا کرتے ہیں اور ہمیں تمکو غلبہ ہے اب چونکہ نبی اللہ کا دعوے یہ ہوتا ہے کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں اور کوئی اسوقت میرا ثانی تم لوگوں میں نہیں ہے اور جو سند میں اپنے سچے نبی ہونے کے کسی خرق عادت وغیرہ سے لایا ہوں کوئی آدمی تم میں سے اسکو نہیں کرسکتا ہے اور حکم خدا یہی ہے کہ میرے خرق عادت کے مقابلہ میں کسی کو اُسکے کرنے پر قدرت نہ ہیگی لہذا اس نبی کی سچائی محض اس خرق عادت کے اظہار سے ہوگی بلکہ اُمت کا اُسوقت عاجز ہونا ایسے ایسے خرق عادت کے کرنے سے یہی بڑی دلیل نبی کے سچائی پر ہوگی۔ پس نبی کا اظہار خرق عادت کرکے یہ دعوے کرنا کہ تم لوگوں سے قدرت ظاہر کرنے اس خرق عادت کے خدا نے میرے مقابلہ میں چھین لی ہے اگر صحیح ہے تو ہر گز کسی کی مجال نہیں کہ اُسوقت ایسے خرق عادت

پر قادر ہو اور اگر قادر ہوگا تو نبی کا دعوے غلط ہو جائیگا اور ہرگز اسکو ہم نبی نہ مانینگے اگرچہ وہی خرق عادت دوسرے وقت ہم سے ہوتی ہے اب معلوم ہوا کہ تحدی کرکے اگر نبی الدخرق عادت نہ کریں یا اُسی کو دوسرا غیر نبی کرے تو اُنکے دعوے کی صداقت کبھی نہوگی رہی یہ بات کہ جو خرق عادت ہم سے ہوتی ہے اُس سے ہماری قدرت بمقابلہ نبی کے کیونکر اٹھ سکتی ہے۔ یعنی خدا کو اختیار نہیں ہے کہ ہماری قدرت کو ہمارے اختیاری امور میں باطل کردے یہ بات جو شخص خدا کو قادر مطلق مان چکا ہے وہ کبھی نہ کہیگا اور منکر خدا اسکے جیپ کرنے کو پہلے خدا کا وجود اور اُسکا اختیار ثابت کرنا ہوگا یہ بحث نبوت کے مسئلہ سے پہلے طے کرنی چاہیئے۔ پھر جسطرح نبی کے مقابلہ میں غیر نبی خرق عادت کرنے پر قادر نہیں ہے جسکو نبی نے اپنے نبوت کے ثبوت میں دکھلایا ہے اسیطرح کوئی شخص جھوٹا دعوے نبوت کا کرکے ہرگز کسی خرق عادت کے اظہار پر قادر نہیں ہے اسلیئے کہ اگر ایسا ہو تو جھوٹا نبی اور سچا نبی دونو برابر ہو جائیں اور قانون قدرت جو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کرنے کا جاری ہے پلٹ جائے اور انتظام عالم خراب ہو جائے اگر جھوٹے کو قدرت سچا کرتی ہے تو سچے کو جھوٹا بھی کرسکتی ہے اور دونو امر کوئی عاقل آدمی قدرت اور فطرت کے قانون سے پسند نہ کریگا قاضی ابن الرشد کہتے ہیں اور جو شخص رسول نہیں ہے اور وہ یہ دعوے کرے کہ میں رسول ہوں تو اسے معجزہ کو دکھانا چاہیئے تو نہ دکھا سکیگا یہ ایک ایسی بات ہے جسپر کوئی دلیل نہیں ہے نہ تو اسکا نشان منقولات میں پایا جاتا ہے اور نہ عقل سے معلوم ہو سکتا ہے دیکھو صـ۳۴ تفسیر الم بقرہ سید احمد خان کو میں کہتا ہوں کہ عقلی دلیل تو ہم نے بیان کردے کہ اگر جھوٹا شخص دعوے نبوت کرکے کوئی خرق عادت دکھلا سکے تو خدا پر بھی پورا الزام ہوگا کہ اپنے بندوں کو دھوکھا دے رہا ہے اور غیر نبی کو نبی ثابت کر رہا ہے اور فریب دہی خدا کا کام نہیں ہے۔ رہی نقلی دلیل اسکو ہم آیندہ قرآن مجید سے لکھینگے ذرا صبر کیجئے قاضی ابن رشد کا قول سید احمد خان صاحب یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے نہ کسی ایک شخص اور نہ کسی ایک گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں کیا کہ اس سے پہلے اُسکے سامنے کوئی خرق عادت کے ہو اور ایک چیز کو دوسری چیز میں بدل دیا

ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی اور سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو اور
اسلام لانے کی دعوت کے وقت کوئی کرامات اور کوئی خوارق عادات آنحضرت صلعم سے ظاہر
نہیں ہوئے اور اگر ظاہر ہوئے تو معمولی حالت میں بجز ایسے کہ کرامات اور خرق عادت کا دعویٰ
کیا ہو میں کہتا ہوں کہ سید صاحب کو نیچر کی پابندی نے یہانتک پہنچایا کہ ہمارے نبی کے
معجزات سے قطعاً انکار کرتے ہیں اور قاضی ابن رشد کے آڑ میں اور اُنکے پردہ میں ایسے ایسے
الفاظ ارشاد کر رہے ہیں حضرت موسےؑ کا دعوے نبوت کر کے لکڑی کو سانپ اور سانپ کو لکڑی
بنانے کا معجزہ تو قرآن میں صاف لکھا ہے اُسی پر یہ منہ زوریاں ہو رہی ہیں بہت اچھا حضور
اب آپ کو یہ معلوم رہے کہ پیغمبر کو خدا کے حکم اور حکمت سے اُسی معجزہ کے دکھلانے کی ضرورت
ہوتی ہے جس امر کا چرچہ امت میں زیادہ ہو اور جسپر فخر اور غرور آدمیوں کا بڑھ کر خدا فراموشی
اور کفر اور شرک کا غلبہ ہوا ہو۔ سحر اور جادو کا چرچہ حضرت موسےؑ کے زمانہ میں زیادہ تھا لہذا ابطال
سحر کا معجزہ حضرت موسےؑ نے دکھلایا تعبیر خواب حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں اور علاج امراض
حضرت عیسےؑ کے زمانہ میں اسیطرح ہر نبی کو وہی معجزہ ضرور تھا جو اُسوقت زیادہ معجز ہو اور جسکا
چرچہ امت میں زیادہ ہو فصاحت اور بلاغت اور شجاعت عرب کا چرچہ ہمارے نبی کے زمانہ میں
زیادہ تھا لہذا قرآن مجید معجز یعنی عاجز کنندہ فصحائے عرب ہے ۲۳ برس برابر آنحضرت صلعم
نے تحدی کر کے اپنی نبوت کا ثبوت ظاہر فرمایا اور یہ خرق عادت لکڑی کو سانپ بنانے سے
خواہ مٹی کا سونا بنانے سے کسیطرح کم نہیں ہے کہ محض اُمی سے ایسا کلام صادر ہو جسکو بڑے بڑے
فصحا اور شعرا اسکو دنگ ہوں اور ۲۳ برس میں ایک فقرہ بھی اُسکے مثل نہ بنا سکیں اور نہ
آجتک بن سکا ہے۔ پس ہمارے نبی صلعم کو ایسے خرق عادت دکھلانے کی زیادہ ضرورت تھی
جسپر عرب کے شعرا کو غرور اور فخر بڑھا ہوا تھا اور نیز بعد اپنے نبی ہونے ثابت کرنے کے بدلیل اعجاز
قرآن پھر دوسرا معجزہ شجاعت کا بھی اپنے خاص جہادوں میں دکھلایا جسکا انکار کوئی شخص
آج نہیں کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ شجاعت میں اُسوقت ہمارے نبی سے بڑھکر کوئی
آدمی تھا اور یہ معجزہ شجاعت کا حضرت سے لیکر تا زمانہ خلافت علی ابن ابی طالب تک محاربات صفین

اور نہروان اور آخر کو سنہ ۶۱ھ واقعہ کربلا میں آپکے فرزند امام حسینؑ نے ایسا دکھلایا جسکو مورخین یورپ بھی کس زور سے لکھتے ہیں اور یہ سب کچھ ہوئے نبوت یا تصدیق نبوت ہمارے نبی صلعم کے غیر پر جتا لیب ہے اور معجزات تو ہمارے نبی کے جو ایک ہزار سے زیادہ اہل سیر اور مورخین لکھتے ہیں اور جنکو قاضی صاحب خواہ سید صاحب معجزہ نہیں سمجھتے ہیں اُنکی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ نبی اللہ عام خوارق پر سمجھے جاتے ہیں لہذا انکا معجزہ بھی عام طرح کا ہونا ضرور ہے ہمارے نبی صلعم جس زمانہ میں مبعوث برسالت ہوئے ضرور وہ زمانہ جہالت کا علوم سے تھا مگر دنیا کبھی خالی اہل علم اور عقل سے نہیں رہتی ہے لہذا اُسوقت کے لوگ بھی باعتبار علم اور عقل چند درجہ کے تھے عقلا اور فہمیدہ اور ذیعلم لوگ اُنکو تو فقط ہمارے نبی صلعم کا عمدہ اخلاق سے متصف ہونا اور باوجودیکہ صحبت میں اُنہیں جہال اور بد اخلاق کے حضرت کی عمر بسر ہوئی اور پھر کسی قسم کا اثر جہالت کا آنحضرت میں نہ ہونا بلکہ سراسر علم اور حکمت اور استبازی اور طہارت اور جمیع صفات کاملہ اور اخلاق حمیدہ سے آپکا متصف ہونا بت پرستوں میں پرورش پاکر اعلیٰ درجہ کی توحید کا اعلان فرمانا خونخوار ظالموں میں پیدا ہوکر سراسر رحم اور نرم دلی سے متصف ہونا تند خو اور بدزبانوں میں رہکر شیریں گفتاری اور شخص جاہلوں میں رہکر اعلےٰ درجہ کی حکمت اور علوم سے ماہر ہونا کہ جب کوئی بات کیسی ہی دقیق کسی علم کی پوچھی گئی برمحل ایسا جواب دینا کہ پھر آدمی سیکھا کرے بلکہ بڑا فلاسفر کیوں نہ ہوجاتے یہ بات اُنکی سے ممکن اور نصیب نہ ہو الغرض کہاں تک بیان کروں اور قرآن مجید خود گواہ کامل موجود ہے بہرحال جو لوگ علم فصاحت اور بلاغت اور علم تاریخ اور علم طبعی اور الٰہی اور سیاست منزلی اور سیاست ملکی اور اور علم اسمائی اشیا وغیرہ وغیرہ کا رکھتے تھے اُنکو تو ایسے ایک شخص کو جسکی ولادت اور پرورش بھی جہال وغیرہ میں ہوئی ہو اور جنکی تصدیق انکی ہو گئی کہ خود محمد صلعم اپنے رسالت کا لیکر ان اوصاف کو بطور خرق عادت ظاہر فرماتے ہیں ضرور یہ معجزہ ہے اور خدا کیطرف سے ہے اور آپکی سچائی پر پوری دلیل ہی سب امور ہیں اور یہ وہ معجزہ ہے جسکو پورا تعلق رسالت سے ہے اور کسی شبہہ سے مشتبہ نہیں ہوسکتا ہے ایسے خوارق

عادت کا معجزات مقدس نبوی کا ہونا اہل عقل اور فہم کو ثبوت نبوت میں آنحضرت کے کافی
ہو گیا اور ایسے لوگ جو کسی علم اور ہنر میں دستگاہ رکھتے تھے یا ذو العقل تھے سب سے پہلے ہی
ایمان لائے انہیں میں فصحائے عرب اور شعرا بھی داخل ہیں۔ اور اہل اسلام کے فلاسفہ یعنی
متکلمین جو خوارق عادت میں تحدی کی شرط کرتے ہیں اول درجہ کی تحدی جو کی گئی وہ خوارق
عادت ایسے ہی امور ہیں۔ پھر چونکہ عوام جہال جنکو علمی امور سے کچھ مس نہ ہو اور ادنے درجہ
کے عقل رکھتے ہوں انکو ان باریک مسائل سے کیا نسبت ایسے لوگ خواہاں ایسے خوارق
عادت کے ہوتے ہیں اور ہوئے بھی جسکو عام حضار جہال ایک بڑی کرامت اور بزرگی سمجھیں
اور انکو اسکی کیا خبر ہے کہ ایسے خرق عادت سے ہمیشہ نبوت ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں انکو تو
فقط تماشا دیکھنا اور ہو ہو کر دینا منظور تھا اور نبی اللہ کو ہم حکیم اور مشرف بالہام ربانی ثابت کر
چکے ہیں وہ ایسے جہال کی درخواست کو ہمیشہ کردنی اور ناکردنی پورا کرنے پر کسیطرح عقلاً مجبور
نہیں ہو سکتا ہے اسلیے کہ اپنی نبوت کے دلائل بیشمار کو قایم کر چکا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی مصلحت
اظہار میں ایسے خوارق کے ہو گی شاید کر بھی دے اور ایسے معجزات ہمارے نبی صلعم کے انہیں
لوگوں کی تسلی کی نظر سے تھی جن کی عقلیں علمی امور اور رموز حکمت کے سمجھنے سے قاصر تھیں
اور دقایق حکمت کو جو شریعت محمدی میں رکھے ہوئے ہیں جیسے ہمارے کتب فقہ اور اخلاق
بھرے ہوئے ہیں اور بعض بعض مسائل کو ہم بھی لکھینگے بہرحال عالم اور عاقل کو ایسے
معجزات کی طلبگاری بعد ظہور ایسے خوارق عادات کے ہرگز نہیں ہو سکتی تھی اب ذرا قاضی
صاحب کا قول سمجھنا ضرور ہے کہ ہمارے نبی صلعم خوارق عادات معمولی حالت میں دکھلایا
کرتے تھے معاذ اللہ میری زبان جلجائے اگر میں اس معمولی حالت کی پوری توضیح کروں
اسکا تو کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسے اور بازیگر دست بند شعبدہ باز بطور تماشا اور کھیل کے
خرق عادت کو دکھلاتے ہیں اسیطرح معاذ اللہ ہمارے نبی صلعم نے بھی بازیگروں کی طرح تماشا
اور کھیل اپنی معجز نمائی کو کر رکھا تھا۔ قاضی صاحب اور سید صاحب تو مسلمان ہیں ایسا کلمہ تو
انہیں کفار کی زبان پر اب بھی جاری ہے اور پہلے بھی جاری تھا جو حضرت کو ساحر اور جادوگر

بازیگر کہتے تھے اور کہتے ہیں چنانچہ وہی آیت جسکو قاضی صاحب لکھ رہے ہیں اُسکا ترجمہ سید صاحب کی تفسیر میں یہ ہے وَلَن نُؤمِنَ لِرُقِیِّكَ ہم اے محمدؐ تمہارے منتر جنتر پر ایمان نہ لائینگے الخ بہرحال معمولی حالت میں خرق عادت کا ظہور ہمارے نبی صلعم سے ہونا اسکے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ معنی ہیں کہ جسطرح معمولی حالت میں بازیگر اور شعبدہ باز خرق عادت کو ظاہر کرتے ہیں اسیطرح ہمارے نبی بھی کرتے تھے اور جسطرح وہ لوگ دعوای کرامت کر کے خرق عادت نہیں کرتے اسیطرح ہمارے نبی بھی اظہار خوارق عادات سے دعوے کرامت اور نبوت نہیں کرتے تھے۔ یا یہ معنی ہیں کہ خرق عادت ایک معمولی فعل ہمارے نبی کا ہوگیا تھا اور اکثر ایسے ہوا کرتا تھا کوئی بات کرامت کی نہ تھی جیسے کسی کی خلقت اور ساخت اور انداز ایسے ہی ہو کہ خرق عادت کے امور اس سے بلا قصد اظہار کرامت ظاہر ہوا کریں اب دونو معنوں سے کوئی بزرگی اور کرامت ہمارے نبی کی ان امور کے اظہار سے ثابت نہ ہوئی اور یہی مطلب اُن کفار کا بھی ہے جو منکر ہمارے نبی کے نبوت اور معجزات کے تھے اور اب بھی ہیں۔ بلکہ دو مسلمانوں کا یعنی قاضی صاحب اور سید صاحب کا اقرار کرنا یہ تو اور بھی منکرین نبوت کے واسطے پوری دلیل ثابت ہوگی مگر ہم مسلمانوں کا اپنے نبی بلکہ جملہ انبیاء کے نسبت یہ عقیدہ ہے کہ وہ بزرگوار ہمیشہ اُسی حالت نبوت میں رہتے تھے کبھی معمولی حالت میں ہو کر کوئی فعل لغو نہیں کرتے تھے۔ مجھے سخت حیرانی ہے کہ قاضی صاحب اور سید صاحب آنحضرت صلعم کو نبی بھی اعتقاد کرتے ہیں اور پھر اُنکو بازیگر اور شعبدہ باز بھی قرار دیتے ہیں۔ نبوت نبی کا قائل تو کبھی اپنے نبی کو کھلاڑی شعبدہ باز بھان متی اور تماشا کرنیوالا نہ کہیگا اب مجھے اس بات کا ثبوت لکھنا بھی ضرور ہے کہ ہمارے نبی نے ایک معجزہ یعنی خرق عادت فصاحت قرآن کا ضرور اپنے دعوے نبوت کے ہمراہ ہمیشہ تحدی کر کے [illegible] اور دوسرا معجزہ شجاعت اور بہادری کا بھی اپنے نبوت کے دعوے کے ہمراہ برابر دکھلایا پس [illegible] صاحب کا قول بلکہ سید صاحب کا کہ ہرگز آنحضرت سے کوئی خرق بروقت دعوت اسلام کے ظاہر نہیں ہوئے اسکا جواب تو ہو چکا کہ خود قرآن میں حضرت کو حکم ہے کہ کفار سے قرآن کے مثل بنانے کی رو سے تحدی کرو قاضی صاحب

کہتے ہیں اور اسکا ثبوت یعنی دعوے نبوت کر کے ہمارے نبی کا معجزہ نہ دکھلانا قرآن مجید
سے پایا جاتا ہے (قالوا لن نؤمن لک الآیہ سورہ بنی اسرائیل کا پورا آیہ پڑھو) جہاں خدا نے
آنحضرت صلعم سے فرمایا ہے کہ کفار کہتے ہیں ہم تجھ پر ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ تو زمین
پھاڑ کر ہمارے لئے چشمے نہ نکالے۔ یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ نہو جسکے بیچ میں تو
بہتی ہوئی نہریں نہ نکالے یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے نگرائے یا خدا اور فرشتوں کو اپنے
ساتھ نہ لاوے یا تیرے لئے کوئی عنبرین گھر نہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تو تیرے منتر
جنتر پر ہرگز ایمان نہیں لائینگے جب تک کہ ہم پر ایسی کتاب نہ آوے جو ہم پڑھیں (اس پر خدا
اپنے پیغمبر سے کہتا ہے کہ) تو اسے کہدے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں
مگر رسول (اور خدا نے فرمایا کہ نہیں روکا ہمکو آیات کے بھیجنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا انکو اگلوں نے)
سید صاحب کا قول غلط کہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوت قرار نہیں دیا اور
اسکے بعد صرف قرآن کو مثبت نبوت قرار دیا میں کہتا ہوں یہ آیت کسیطرح قاضی صاحب
کے دعوے پر سند نہیں ہوسکتی ہے اسلئے کہ قاضی ابن رشد اور سید صاحب دونو کو تحدی کے
معنوں میں دھوکھا ہوا ہے یا دیدہ و دانستہ ایسی باتیں لکھتے ہیں تحدی کے معنی جیسے
کہ ہم نے اوپر بیان کئے ہیں بالاتفاق ہم پابند مذاہب آسمانی کے نزدیک یہ ہیں کہ نبی دعوے
نبوت کر کے اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی خرق عادت پیش کرے اور یہ معنی تحدی کے
نہیں ہیں کہ اگر کوئی منکر نبوت کسی نبی سے کوئی معجزہ طلب کرے تو موافق اسکے اقتراح
یعنی درخواست کی نبی پر ضرور ہے کہ وہی خرق عادت ظاہر فرمائے پھر اگر ایسا کوئی نبی کر بھی
دے تو معجزہ بلا تحدی ہم اسکو نہ کہینگے مطلب یہ ہے کہ یہ معجزہ وہی خرق عادت ہے جو
نبی اپنے دعوائے نبوت کے ثبوت میں بلا درخواست امت کے اپنے آپ ہی ظاہر فرمائے
اور جو خرق عادت منکرین کی درخواست کے بموجب ظاہر کیجائے وہ تحدی سے متعلق نہ
ہوگی اور وہ دوسرے معنوں سے معجزہ ہے پھر چونکہ یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے کہ
آنحضرت صلعم نے منکرین کی درخواست کے مطابق وہ خوارق عادات (جنکو منکرین

نبوت نے طلب کیا تھا) ظاہر نہ فرمائی اِس سے حضرت کی اُس معجزہ نمائی کا انکار نہ
ثابت ہوگا کہ جو بعد ادعائے نبوت ہمارے نبی صلعم خواہ اور انبیا فرماتے تھے ہاں اِس آیت
مقدس سے یہی امر ثابت ہوا کہ ہمارے نبی نے کفار کی درخواست بیہودہ جن خوارق عادات
کے ظاہر کرنے کی تھے انکو ظاہر نفرمایا اور ساتھ ہی اسکے جو منصب نبوت کو لازم ہے وہ بھی
حضرت نے بحکم خدا اسی آیت میں ظاہر بھی کر دیا اسلیے کہ صاف ارشاد فرمایا کہ هَلْ كُنْتُ
إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا جسکا ترجمہ سید صاحب نے یوں کیا ہے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ
نہیں ہوں مگر رسول۔ اس ترجمہ میں لفظ بشر کے جوڑے عمدہ لفظ ہے سید صاحب نے ساقط
کر دی جسکی فوائد کو ہم آیندہ لکھینگے غرض حضرت کی یہ ہے کہ پاک ہے میرا خدا یعنی بزرگ
اور برتر ہے اُس کی حکمت اور دانائی کہ تمہارے بیہودہ خواہش پر ایسے امور کو ظاہر کرے
جو لغو اور ناممکن ہیں اور پھر خدا نے اپنی قدرت اور حکمت کے ثبوت میں یہ بھی اسی
آیت میں فرما دیا کہ ہم اور ہمارے نبی کو آیات مفیدہ اور خوارق عادات صحیحہ کے ظاہر کرنے
سے عجز اور درماندگی نہیں ہے لیکن چونکہ پچھلی امتوں نے انبیا سے خوارق عادات کو
طلب کیا اور انہوں نے ظاہر بھی کیا مگر پھر بھی اُنکو اُن لوگوں نے جھوٹھلایا اسیطرح اب
بھی تم جھوٹھلاؤ گے لہذا ہم اور ہمارا نبی تمہاری درخواست پر اظہار ایسے خوارق کا نہیں
کریگا اسی آیت میں یہ بھی فرمایا کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر رسول اور رسالت کی شان سے
معجزہ نمائی بعد تحدی کے ہے یعنی میں دعوے رسالت کرکے اپنے دعوے کی تصدیق
معجزہ سے کرتا ہوں تمہارے درخواست سے خرق عادت کرنا یہ مجھکو ضرور نہیں ہے (اور
کیوں ضرور نہیں اسکے دلائل ہم آیندہ لکھینگے) اور یہ ارشاد حضرت کا کہ میں کچھ نہیں ہوں
مگر رسول یعنی میں کچھ بازیگر اور تماشا کرنیوالا خواہ شعبدہ باز دھٹ بند بشر نہیں ہوں کہ تمکو
تماشا دکھلاؤں بلکہ میں وہ بشر ہوں جو رسول اور فرستادہ خدا ہوتا ہے کہ بحکم خدا اپنے دعوے
پر تحدی کرکے اظہار خرق عادت کرتا ہے۔ اب اسی آیت میں سب کچھ خدا نے فرما دیا اور
اور متکلمین اہل اسلام نے جو تحدی کی شرط فرمائی ہے اسی آیت سے اُس شرط کی صحت

بھی ثابت ہوگئی جسکو قاضی ابن رشد کہتے ہیں کہ تحدی کی شرط کا نہ دلیل عقلی اور نہ دلیل نقلی سے ثبوت ملتا ہے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ خرق عادت جو نبی اللہ بحکم خدا بعد دعوے نبوت ظاہر فرمائے اور جو خرق عادت آدمیوں کی درخواست سے دکھلائے دونوں میں فرق کیا ہے جو اول کو ہم نے ضروری اور لوازم نبوت سے کہا ہے اور دوسرے کو ضروری واجب التعمیل نہیں مانا ہے اسکو ہم آسانی سے بعبارت سلیس عام فہم بیان کردیں تاکہ ہر ایک پابند مذہب آسمانی اور برادران اسلامی کے سمجھ میں آجائے پہلا فرق کوئی امر عجیب خارق عادت فرض کرو جب تک اسکا ظہور کبھی کبھی شاذ و نادر ہوتا ہے اسکی قدر اور منزلت ہمارے نزدیک رہتی ہے اور جب بکثرت ہوا ایک امر معمولی اور امر عادی ہوجاتا ہے پھر اسکی کچھ بھی وقعت نہیں رہتی ہے اور نہ اسکے واقع ہونے سے اسکے کرنے والے کی کوئی بزرگی خواہ اعلیٰ درجہ کا علم خیال کیا جاتا ہے۔ دیکھو جسقدر امور قدرت الٰہی کے روزانہ واقع ہو رہے ہیں کیسے کیسے دقیق حکمت پر شامل ہیں مگر ہم چونکہ اُنکے روزانہ اور بکثرت واقع ہونے کے عادی ہو رہے ہیں کبھی اُنکے ہونے سے خیال ہی نہیں کرتے کہ ان افعال کا کرنیوالا خدا ہی برتر کیسا حکیم اور قادر ہے۔ خدا کی بات تو جانے دو انسانی مصنوعات میں فرض کرو تار برقی اور ریل گاڑی جب ۱۲۷۰؁ ہجری میں ہمارے لکھنؤ میں ٹیلیگراف قایم ہوا تھا خوب یاد ہے پہلے تو ہم لوگوں کو یہی خیال تھا کہ محض غلط ہے بھلا ایسا ہوسکتا ہے کلکتہ کی خبر لکھنؤ تک ساڑھے سترہ ثانیہ دسکنڈ میں آجائے پھر جب دس پانچ خبریں منگوائیں اور پوری تصدیق ہوگئی تھوڑے دنوں ایسی عظمت اور ایسی قدر اس کی ہمکو رہی کہ بلا ضرورت بھی محض بطور تماشا اور تفریح طبع کی خبریں منگواتے رہے اور موجد تار برقی ایس الیف بی ہوس صاحب کو بڑا حکیم اور کامل سمجھتے تھے جس نے ۱۸۳۲؁ء میں یہ ایجاد کی ہے آج وہی خبر ہے اور وہی تار برقی ہے سُننے لگے پر دری ماری پھرتی ہے کبھی خیال بھی نہیں ہوتا کہ اسکا موجد کیسا تھا اور کیسی دردسری سے یہ صنعت اُس نے جاری کی تھی یہی حال ریل گاڑی کا ہے اور یہی حال کل مصنوعات

انسانی اور مصنوعات قدرتی کا ہے کہ جب بکثرت اُنکا ظہور ہوگا کچھ اُسکے ہونے سے اثر ہمارے طبائع پر نہ پڑیگا یہی حال بازیگر اور بھان متی اور پہلوان اور کل عجائب نما اور تھیٹر والوں کا ہے۔ بلاتشبیہ یہی حال معجز نما کا سمجھو اگر ہمارے درخواست سے ہر روز معجزہ اور خرق عادت ظاہر کرنا اختیار کرے دو چار روز تو ضرور قدر ہوگی اور پھر کبھی کوئی خیال بھی نکریگا کہ یہ نبی ہے فرستادہ خدا ہے بلکہ جب ذکر آئے گا یہی کہینگے کہ ہاں صاحب اُنکو تو روزانہ یہی تماشا دکھانا رہتا ہے چلو اپنا کام کرو کہاں کے نبی اور کہاں کا خدا۔ لیجئے اب وہ غرض جو معجزنمائی سے تھی کہ ہدایت ہو اسکا تو کہیں پتہ بھی نرہا بلکہ اُلٹے نبی پر تماشا کرنے والے کا الزام قایم ہوا لہٰذا یہ بکثرت خرق عادت حسب درخواست امت یا بلادرخواست نبی کو منصب نبوت کی نظر سے ضروری نہوئی بلکہ منافی اور مخالف غرض ہوئی عوام اور جہال تو درکنار آپ دیکھیے کہ قاضی ابن رشد اتنے بڑے عالم اور فلسفی اور سید احمد خان صاحب ایسے دانا اور مدعی فلسفہ جنکا سر تشریح دماغی کی غرض سے کتنی مرتبہ ڈاکٹروں نے خرید کیا وہ بھی کر رہے ہیں کہ جو خرق عادت ہمارے نبی صلعم سے ہوتی معمولی حالت میں تھی اور اسکی وجہ یہی ہے چونکہ ان دونو صاحبوں کو یہ گمان ہے کہ آنحضرت صلعم معاذ اللہ بلاضرورت اظہار خرق عادت فرماتے تھے حالانکہ یہ بات نبی کی شان سے نہایت بعید ہے اور نہ کوئی خرق عادت ہمارے نبی نے معمولی حالت میں بلاضرورت دکھلائی ہے دیکھو کتاب معجزات کو لہٰذا قاضی صاحب اور سید صاحب کو ایسا خیال بیجا ہوا بہر حال ہمارے دعوے تو صحیح رہا کہ بکثرت اور بلاضرورت شدیدہ کے اظہار امور عجیبہ کرنے سے عظمت باقی نہیں رہتی نبی کرے خواہ کوئی اور کرے اور جب نبی اپنی خواہش سے اپنے رسالت کے اثبات میں کبھی معجزنمائی کریگا ضرور اسکا پورا اثر ہوگا دوسرا فرق جسطرح طبیب اور ڈاکٹر اصلاح امراض جسمانی کرتا ہے اُس سے زیادہ نبی اصلاح امراض جسمانی اور روحانی امت کی کرتا ہے امت کو بیمار مرض جہالت فرض کیجیے اب کسی کی عقل اسکو پسند کریگی کہ طبیب اور ڈاکٹر جو خواہش بیمار کی ہے اُسی کے موافق تجویز دوا اور غذا کرے نہیں بلکہ جیسی رائے طبیب کی ہوگی اور جو مناسب قانون

علاج کے ہے اسیطرح پیش آمد طبیب کو کرنی لازم ہے یہی حال بالتشبیہ نبی کا جہال امت
کی نسبت ہے اس سے زیادہ آسان مثال طلبہ کالج اور اسکول کی لیجیے اگر ہیڈ ماسٹر خواہ
پرنسپل طلبہ کی درخواست کے مطابق انکی بھرتی اونچی کلاس میں کردیا کرے ہرگز کوئی اسکول
اور کوئی کالج درست انتظام پر نہ چل سکے مڈل کلاس والا کب نہیں چاہتا ہے کہ انٹرنس
میں بھرتی ہو اسیطرح ایف اے کو بی اے درجہ کے اور بی اے کو ایم اے کی خواہش
ہوتی ہے پھر اگر کسی اسکول اور کالج کی کارروائی حسب خواہش لڑکوں کے ہوگی انجام
میں ضرور بدنامی افیسروں کی ہے۔ اسیطرح کل ریفارمر اور کل مصلح قوم اور منتظم اور
حکام اور کونسل اور پارلیمنٹ کا حال ہے کہ جو مناسب جسکے متعلقین اور رعایا کے ہے
وہی اپنی رائے اور تجویز سے کریگا اور اگر اہل اغراض کی خواہش کے موافق جابیجا کارروائی
کرے ضرور خرابیاں پڑیں گی جب یہ قانون فطرت دنیوی انتظام میں جاری ہے پھر نبی
کا عہدہ جسکی نگرانی ہر وقت خدا کے حکم سے اور خدا کی مرضی پر منحصر ہے انھیں بندوں
کی درخواست سے کارروائی کسطرح مناسب ہوسکتی ہے اسیطرح بہت سی خرابیاں لازم
آتیں اگر رسول خدا ہمیشہ امت کی درخواست سے معجزہ دکھایا کرتے دعوئے نبوت کی
مثال دنیوی امور کے دعووں سے قابل غور وکلا اور بیرسٹر اور حاکمان عدالت
وعمال وغیرہ واسطے آسانی تفہیم کے ہم اپنے نبی صلعم کو مدعی اور امت کو مدعا علیہ اور
عقل خداداد کو بطور حاکم اور قاضی یا جج کے فرض کریں نبی صلعم کا دعوئے یہ ہے کہ میں
تمکو سیدھی راہ نجات دنیوی آفات دنیا اور آخرت سے بتلانے آیا ہوں بحکم خدا اور دلیل میری
نبوت کی یہ ہے کہ میں قرآن کا معجزہ لایا ہوں جسکے مثل کوئی فصیح بلیغ تم میں سے ایک
فقرہ نہیں کہہ سکتا ہے اور اس دلیل کو پیش کرتا ہوں اور باوجودیکہ میری ولادت اور تربیت
جہال میں ہوئی تمامی علوم کا عالم ہوں اور تمام اخلاق سے متصف ہوں اور جسقدر تمھاری
حاجات ضروری دنیا اور آخرت کے ہیں سبکی حاجت روائی اسی قرآن سے اور دیگر اقسام
کی وحی سے جو وقتاً فوقتاً خدا مجھ پر نازل کریگا اب بھی کر رہا ہوں اور آئندہ بھی کرونگا علاوہ

معجزہ قرآن کے اور معجزات اور خوارق عادات کی جسوقت ضرورت ہوگی اور میری سچائی پر براہ عقل وہ معجزات پورے دلیل بھی ہونگی اور انکے واقع کرنے سے کوئی فعل لغو یا کوئی محال یا امت کا ضرر متصور نہوگا سوائے اس ضرر رسانی سے جو منکرین نبوت کے بعد پوری نصیحت اور اتمام حجت کی واجب ہے اور وہ کسیطرح قابل رحم نہ بنینگے۔ اور ان معجزات کو بھی وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہوں اور کرتا رہونگا۔ دنیوی مقدمہ کی نظیر اب فرض کرو کہ زید نے اپنی کسی حقیت کا دعوے بکر پر کسی محکمہ عدالت میں دائر کیا اور وجہ ثبوت کامل بھی گذرانا گواہ اور دستاویز تحریری وغیرہ سب زید نے پیش کردی اور بکر مدعی علیہ نے دعوے زید سے بلا دلیل انکار کیا اور کہا کہ یہ جسقدر وجہ ثبوت مدعی پیش کرتا ہے یہ نہ سنا جائے بلکہ اور دلایل حقیت دعوے کی اور گواہ بھی علاوہ گواہان پیش کردہ مدعی مثلاً فلاں اور فلاں کو عدالت طلب کرے۔ اب اسوقت حاکم عدالت کو براہ قانون انصاف فقط بکر مدعی علیہ کے کہنے سے کل وجوہ ثبوت اور گواہان مدعی کو ساقط کرکے حسب درخواست مدعی علیہ کارہندی کرنی لازم ہے یا کہ مدعی کے وجہ ثبوت کو خود حاکم عدالت اپنی تحقیق سے اگر ناکافی سمجھے یا کہ مدعی علیہ سے باطل کرانے کی درخواست کرے جب مدعی علیہ ان وجوہ ثبوت اور گواہان کو باطل اور مسنوخ کردے تب بکر کی درخواست کے مطابق مدعی سے دوسرے قسم کا وجہ ثبوت اور گواہ طلب کرنا چاہئے انصاف تو یہی کہتا ہے کہ اگر حاکم عدالت کے پختہ رای میں وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی سے کافی ثبوت ہوجائے اور مدعی علیہ کسی قسم کے جرح وجہ ثبوت مدعی پر نہ کرسکے اور بجز انکار زبانی کے اور حیلہ حوالہ نامعقول پیش کرنے کے ابطال دعوے مدعی نہ کرسکے اسوقت حاکم عدالت ضرور فیصلہ کرکے حکم اجرا حق مدعی جاری کردے۔ اور اگر وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی گو کہ اسکے دعوے کے اثبات میں کافی ہے مگر حاکم عدالت بنظر مزید احتیاط اور قسم کا وجہ ثبوت بھی مدعی سے طلب کرے تو اپنی تجویز سے طلب کریگا یا کہ مدعی علیہ کے درخواست بیجا پر لحاظ کرکے مدعی کو دق کریگا اسلئے کہ ایسا مدعی علیہ جو مدعی کے ثبوت گذرانیدہ پر کسی قسم کی جرح

نہیں کر سکتا اور محض براہ ایام گذاری حیلہ وحوالہ میں ٹالنا چاہتا ہے وہ تو جو کچھ نیا ثبوت پائیگا گواہ طلب کریگا ضرور کارروائی عدالت کو الجھاؤ میں ڈالنے والے ہونگے خصوصاً اگر خود بدوجوہ ثبوت مطلوبہ مدعی علیہ حاکم عدالت کے نزدیک بھی محض ناقابل التفات بلکہ محض لغو اور محال اور مضر حق عام خلایق ہوں اسوقت تو حاکم عدالت ہرگز مدعی سے انکو طلب نکریگا۔ اور اس سے زیادہ تر عدم التفات کے لایق کلام مدعی علیہ اسوقت ہوگا۔ جبکہ مدعی علیہ یہ بھی کہتا ہو کہ اگر مدعی میرے طلب کردہ وجوہ ثبوت اور گواہ پیش بھی کردے۔ جب بھی میں مدعی کے دعوے کو صحیح نہ مانونگا بلکہ محض مکر اور فریب کی نسبت بطرف مدعی کے زیادہ کرونگا ایسے وقت کون حاکم عدالت ایسا ہوگا کہ بشرط پابندی عقل و انصاف پھر مدعی علیہ ناحق کوش کے عذرات بیجا کی سماعت کریگا یہی نظیر بعینہ ابوجہل وغیرہ کی اس قصہ میں ہے جسکو منکرین نبوت ہمارے نبی کے اور سر سید صاحب لاتے ہیں اور آیت سورہ بنی اسرائیل کی پیش کرتے ہیں اسلئے کہ جب ہمارے نبی صلعم نے معجزہ قرآن اور دیگر معجزات حسب حکم خدا اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش فرمائے اب ہماری عقل خداداد یہ حکم کرتی ہے کہ ابوجہل وغیرہ منکرین نبوت کو پہلے تو لازم تھا کہ جو معجزہ قرآن وغیرہ آنحضرت نے پیش کیا تھا اسکے غلطی ہونیکی دلیل پیش کرتے یا اسکے مثل ایک آیت بنا لاتے اور یہ بھی نہ سہی تو جو خوارق عادات آنحضرت صلعم سے علاوہ قرآن کے صادر ہوتے تھے ان میں کوئی غلطی یا دھوکھ وہی ثابت کرتے یا جو خبر وحی خدای پاک کی اور کتب آسمانی میں حضرت کی نسبت ہوئی تھی اور آنحضرت صلعم توریت اور انجیل وغیرہ سے انکا ثبوت اپنے نسبت بیان فرماتے تھے انہیں میں کوئی غلطی حضرت کی پکڑتے اور یہ بھی نہ سہی تو جو خوارق عادات ان کفار نے حضرت سے طلب کیے تھے وہ مہمل اور محال نہوتی اور یہ بھی نہ سہی جو بعض خرق عادت قابل کرنے کے تھے اسکی ظاہر کرنے کے بعد آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور محض عناد اور عداوت پر کمر بستہ ہوکر یہ نہ کہتے کہ تم لاکھ معجزہ دکھلاؤ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائینگے۔ اب انصاف کی نظر سے کسی کی عقل تجویز کریگی کہ ایسے لوگوں کی درخواست کا

پورا کرنا کسی طرح سے ہمارے نبی صلعم پر واجب تھا اسی سبب سے حضرت نے اُن خوارق کو ظاہر نفرمایا اور عین انصاف وہی ہے جو حضرت نے کیا ہمارے نبی صلعم نے یہ چاروں خرق عادت کیوں نہ ظاہر فرمائی جنکو سید صاحب دلیل عدم اظہار معجزات لکھ رہے ہیں ہمکو چاہئے کہ اب اصلیت اس قصہ کی اور معجز نمائی اپنے نبی صلعم کے اسی قصہ میں بیان کریں تاکہ تصدیق ہماری بیان تمثیلی کی پوری ہوجائے اور عقلی دلیل مطابق نقلی کے ہوجائے اور جن وجوہ سے حضرت نے موافق سوال کفار کے معجزات نہیں ظاہر فرمائے اُنکو اپنے رسول صلعم کی زبانی بطور اختصار بروایت امام عسکریؑ مندرجہ احتجاج طبرسے بیان کریں۔ یہ جھگڑا ابوجہل وغیرہ مکہ معظمہ کے کفار قریش سے ہوا ہے عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی نے گفتگو آنحضرت صلعم سے کی تھی اور یہ معجزات جناب رسول صلعم سے طلب کئے تھے جنکا ظاہر کرنا نبی کی شان سے بعید تھا۔ چنانچہ ہمارے نبی صلعم نے پہلے تو اُسی عبداللہ کو یہ جواب دیا کہ تو نے جو ہم سے (چاروں) خوارق عادات کو طلب کیا ہے اُن میں سے بعض تو ایسی باتیں ہیں کہ اگر میں اُنکو ظاہر کردوں میرے نبوت پر دلیل نہیں ہوسکتی ہیں۔ اور اور رسول خدا ایسا فعل نہیں کرتا ہے جس سے اُسکی نبوت ثابت نہ ہو میں کہتا ہوں ذرا خیال کیجیے کہ ہمارے نبی تو یہ فرماتے ہیں اور سید صاحب ہمارے نبی کے معجزات کو معمولی حالت میں تبلاتے ہیں افسوس صد افسوس (۲) بعض ایسی باتیں ہیں کہ اگر میں اُنکو ظاہر کردوں ناحق بندگان خدا کی ہلاکت اُنمیں ہوگی اور رسول خدا پہلے ایسی دلیل اپنی نبوت پر لاتا ہے جس سے وہ زندہ رہکر خدا پر ایمان لائیں اور پروردگار عالمیان اپنے بندوں پر نہایت رحیم ہے اور اُنکی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور اُنکے ہلاکت برطبق اُنکی خواہش کے نہیں کرتا ہے (۳) کچھ ایسی تونے درخواست کی ہے جنکا ہونا محال اور ناجائز ہے اُنکی شناخت رسول خدا (محمد صلعم) تجھے کرائے دیتا ہے اور تیرے سارے عذر فاسدہ کو قطع کردیتا ہے (۴) کچھ ایسی درخواست کرتا ہے کہ تو محض دشمنی پر کمر باندھی ہے کیسی ہی دلیل ہم پیش کرینگے تو ہرگز نہ مانیگا ایسے منکر کی دوا یہی ہے کہ عذاب الٰہی سے

اُسپر آسمان سے آگ برسے خواہ دوستان خدا کی تلواروں سے اُنکی گردن اُڑا دیجائے اب یہ چار قسم کے معجزہ جو اس آیت میں مطلوب تھی اُنکے نکرنے کی مجملی دلیل تو حضرت نے بیان فرمادی اور ثابت کردیا کہ ہم کو عجز نہیں ہے مگر اُنکے اظہار سے بجز ضرر کے کوئی فائدہ نہوگا۔ پھر حضرت نے چاروں کے نکرنے کی دلیل تفصیلی بھی بیان فرمائی (۱) نہروں کے جاری کرنے سے آپنے پوچھا کہ اگر میں زمین مکہ پر نہریں اور چشمہ جاری کردوں جسطرح اے عبداللہ تونے طائف میں باغ لگائی اور اُنکو شاداب کردیا اور تیری امثال اور لوگوں نے بھی زمین طائف کو (جو ایسی ہے سوکھی اور بے آب وگیاہ تھی جیسی زمین مکہ کی ہے) اسرسبز کردیا کیا اس فعل سے تو اور تیرے امثال نبی ہو گئے عبداللہ نے کہا کہ نہیں حضرت نے فرمایا پھر میں نہروں کے جاری کرنے سے نبی کیونکر ہونگا ایسا سوال کیوں مجھ سے کرتا ہے جو دلیل ثبوت کے نہو یہ تو جہال اور ضعفاء عقل کے نزدیک البتہ ہے کہ امارت اور ثروت کو دلیل بزرگی کی جانتے ہیں نبی ایسے فریب دہی سے بری ہے (۲) آسمان کی ٹکری گرانے میں تو اپنی ہلاکت کی درخواست کرتا ہے اور رسول خدا پہلے حجت اپنی قائم کر لیتے ہیں پھر جب عناد ہی پر امت بنی تلجائے اُسوقت بھی حسب درخواست اُمت کے عذاب نازل کرنا مصلحت الٰہی کے مخالف ہے اسلئے کہ بندگان خدا جاہل ہیں اُنکی اور خدا کی مثال مریض اور طبیب کی ہے۔ بندوں کو جہالت سے کیا خبر ہے کہ ان کی صلاح حال اور فساد کس چیز میں ہے لہذا ان کی خواہشیں ایسی مختلف ہوتی ہیں کہ انکا واقع ہونا حکیم سے اُسوقت محال ہوتا ہے کیا تو نے اے عبداللہ کسی طبیب کو دیکھا ہے کہ مریض کا علاج اُسی کے حسب خواہش مضر دوا اور غذا سے کرے۔ یا کسی حاکم (جج) کو دیکھا ہے کہ مدعی علیہ کے حسب خواہش مدعی سے گواہ اُسکے دعوے پر طلب کرے اگر حاکم عدالت ایسا کرے کسی دیحق کی حقیقت ثابت ہو نہ کسی مظلوم کی دادرسی ہو اور نہ کسی جھوٹھے اور سچے میں فرق باقی رہے اس کی توضیح ہم نے تمثیلی بیان میں کردی ہے (۳) فرشتوں کے ہمراہ خدا کا لانا کہ تم لوگوں

کے سامنے خدا کھڑا ہو جائے اور تم اُسکو دیکھ سکو یہ سوال محال ہے خدا ہمارا ایسا نہیں ہے جو نقل اور حرکت مثل جسمانی چیزوں کے کر سکے جیسے تم نے بت بنائے ہیں اور ان کو جہاں چاہتے ہو لیجاتے ہو (۴) سونے کا گھر ہونے سے عظیم مصر (بادشاہ مصر سے مراد ہے) کے کسقدر سونے کے گھر ہیں کیا اسکی جہت سے وہ نبی ہو گیا عبد اللہ نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر میں کیونکر ایسے گھر بنانے سے نبی ہو جاؤنگا (۵) کتاب یعنی خط کا تیرے نام پر خدا کی طرف سے آنا ہو سکتا ہے مگر تو کہتا ہے کہ اُسے پڑھکر ہمکو اختیار ہے ایمان لائیں یا نہ لائیں بلکہ اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ چاروں معجزہ کرنے میں بھی ہم تمکو ڈھٹ بند کہینگے اس سے تو کھلے ہوئی عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے اسکی دو داوستان خدا کے ہاتھ سے خواہ ملائکہ خدا جو دوزخ کے موکل ہیں اُنکے ہاتھ سے ہوگی۔ اب خدا نے مجھپر تیرے سوالات کی بطلان کی حجت نازل کر دے جسکو میں ظاہر کر چکا۔ اسکے بعد ابو جہل نے کہا اے محمد صلعم اب ایک سوال ہمارا اور باقی رہا حضرت موسےٰ کی امت نے خدا کے دکھلانے کا جب سوال کیا تھا۔ اُن پر بجلی گری اور ہم تم سے خدا کے لانے اور دکھلانے کا سوال اُس سے زیادہ سخت کرتے ہیں اگر تم نبی ہو ہمکو بھی مثل انہیں لوگوں کے جلا دو اسکے جواب میں ہمارے نبی صلعم نے پہلے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ (جو شامل خدا کی رحیمی اور درگذر کرنے پر ہے) بیان فرما کر یہ ارشاد کیا اے ابو جہل ضرور تجھ پر اور تمام کفار قریش پر جنھوں نے یہ سوالات کئے ہیں عذاب نازل ہوتا مگر تیرے صلب میں عکرمہ تیرا بیٹا ہے اسیطرح ان سوال کرنے والوں میں بعض لوگ خود اور بعض لوگوں کی اولاد میں ایسے لوگ ہیں جو مجھپر ایمان لائینگے اُنکی ولادت سے امور مسلمین میں خوبی پیدا ہوگی لہذا اُن صالحین کیوجہ سے تم پر عذاب نازل نہیں ہوتا (چنانچہ یہ پیشین گوئی ہمارے نبی کی صحیح ہوئی دیکھو تاریخ کی کتب کو یا دیکھو معجز نمائی ہمارے نبی کے اسی قصہ میں) اسکے بعد حضرت نے ابو جہل سے فرمایا کہ دیکھ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا ابو جہل نے کہ دروازہ ہائے آسمان کھل گئے اور آگ کے شعلہ سروں پر اُن کفار کے اترنے لگے تا اینکہ اُنکی حرارت شانہ خواہ مونڈھوں میں محسوس ہوئی اور مارے خوف کے

اُنکے جوڑ بند ہلنے لگے آنحضرت صلعم نے فرمایا ڈرو مت خدا تم کو ہلاک نکریگا یہ بات محض عبرت کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ پھر دیکھا انہیں لوگوں نے کہ اُنکی پشت سے نور چمکتے ہوئے نکلے جنہوں نے شرارہ ہائے آتش کا مقابلہ کرکے ہٹا دیا کہ وہ شرارے اپنی جگہ آسمان پر پلٹ گئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ نور کچھ تم میں سے اُن لوگوں کے ہیں جو خود مجھ پر ایمان لاینگے اور کچھ اُن لوگوں کے ہیں جو تم میں سے اولاد پیدا ہوگی کہ وہ مجھ پر ایمان لائینگی میں کہتا ہوں قاضی ابن رشد اور سید صاحب جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کوئی خاص معجزہ اپنی بزرگی کے ظاہر کرنے کے لئے نہیں دکھایا لیجیے اسی قصہ میں حضرت کی معجزنمائی مذکور ہے اور اسیطرح سیکڑوں نظائر تاریخی تواتر معنوی موجود ہیں اب ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے معجزات کو دیکھکر بھی تو سب دیکھنے والے ایمان نہیں لاتے تھے اب تو سنی سنائی بات ہے واضح ہو کہ ان منکرین پر خوارق عادات ظاہر نہ کرنے کے دلائل تو حضرت نے ارشاد فرمائے مگر آپ کو سب سے زیادہ مانع قصے یہی تھا کہ عبداللہ نے اخیر میں یہ بھی کہا تھا چنانچہ کتب سیر میں بھی مذکور ہے کہ اگر اے محمدؐ یہ سب معجزات تم ظاہر بھی کردو اور ہمکو آسمان پر بھی لیچلو جب بھی ہم یہی کہینگے کہ تم نے دھٹہ بندی نظر بندی کی ہے۔ اور جادو سے یہ سب کچھ کیا ہے اور ایمان نہ لاینگے۔ پھر جب ایسی دشمنی پر یہ لوگ تلے ہوئے تھے اُنکے سامنے معجزات دکھلانے سے کیا فائدہ ہوتا اسی آیت کو سید ہمارے نبی کے عاجز ہونے میں اظہار خارق عادت سے پیش کرتے ہیں یہ انصاف سے نہایت بعید ہے ہم نے اس شبہہ کے جواب میں طول تقریر اسوجہ سے کیا ہے کہ اکثر آریہ صاحبان اور پادری صاحبان بھی اسی آیت سے عام مسلمانوں کے سامنے پیش کرکے ہمارے نبی صلعم کا عاجز ہونا اظہار معجزات سے ثابت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا سب کو معلوم رہے کہ یہ آیت کسی طرح ہمارے نبی کے عاجز ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ قرآن مجید میں پورا قصہ مذکور نہیں ہے جب کوئی منکر نبوت ہمارے نبی کا خواہ کسی نبی کا کوئی الزامی دلیل کو پیش کرے اُسکو لازم ہے کہ اس مذہب کی مذہبی کتابوں سے پوری سند بھی بیان کرے ورنہ کبھی اُسکا الزام قابل جواب نہوگا سید صاحب اور قاضی ابن رشد صاحب اگرچہ بظاہر

انکار نبوت نہیں کرتے مگر چونکہ معجزہ کا انکار بغرض باقی رہنے نیچر کے نیچر پرست لوگ کرتے ہیں یعنی نیچر نہ بگڑے چاہے اسلام جائے چاہے رہے لہذا ہم دونو صاحبوں کو اور آریہ اور دہریہ اور پادری صاحبوں کو اس بحث میں ایک ہی سمجھ کر سب کا جواب ایک ہی طرز بیان سے دینے کے مجاز ہیں واللہ المستعان وعلیہ التکلان قانون قدرت اور فلسفہ الٰہی نبی کو اظہار معجزات میں کہاں تک اجازت دیتا ہے اب ہم نتیجہ کل اقوال مذکورہ بالا بطور خلاصہ کے لکھیں۔ اور معجزہ اور خرق عادت کی ضرورت بحسب مدارج عقول انسانی اور مراتب معجزات کو سمجھائیں۔ ہمارے نبی اور جملہ انبیاء ہدایت میں برابر ہیں لہذا جو کچھ ہم منصب نبوت کے بارہ میں لکھتے ہیں وہی ہر ایک نبی کو ضروری تھا۔ پس جو نبی تمام مخلوقات کی ہدایت کی غرض سے آیا ہو اسکو کل مخلوقات کے اخلاق اور عادات اور بات چیت عقل اور فہم سب سے اطلاع ہونی ضرور ہے اور ان سب امور پر اطلاع کی ضرورت ایسی کھلی ہوئی ہے جسکو زیادہ بیان کرنا درکار نہیں ہے اب دیکھو ہمارے نبی صلعم نے دعوے کیا کہ میں نبی ہوں اور خدا نے مجھ کو تم سبکی ہدایت راہ راست کرنے کو بھیجا ہے اور یہ دعوے علی روس الاشہاد مجمع عام میں آپ نے فرمایا۔ خیال کرو کہ اس دعوے کے سننے والے اسوقت کسقدر فرقہ کے لوگ تھے پہلے تو وہی لوگ جو منکر خدا دہریہ اور فلاسفر نیچرل دوم بت پرست سیوم منکر نبوت انبیا عموماً جنکو براہمہ کہتے ہیں چہارم منکر نبوت خاص ہمارے نبی کی اور اس فرقہ میں دو گروہ تھے کچھ لوگ تو ایسے جو کسی نبی کے امت میں تھے اور انکے دین کو ہمیشہ جاری رہنا اور منسوخ نہونا خیال کرتے تھے جیسے یہود حضرت موسےٰ ع کے دین کو اور کچھ لوگ محض عداوت ذاتی سے ہمارے نبی صلعم کے نبوت کا انکار کرتے تھے۔ اب پہلا امر یہ سمجھو کہ ہمارے نبی صلعم نے یہ دعوے کہاں فرمایا جہاں آپکی پیدائش اور پرورش ہوئی یعنی مکہ معظمہ میں نہیں دور دیس میں جاکر مدعی نبوت نہیں ہوتے اور خوب ظاہر ہے کہ وطن کے لوگ جسقدر عیب وصواب پر اپنے دیسی بھائی کے واقف ہوتے ہیں پردیسی کو ایسی اطلاع ہرگز نہیں ہو سکتی ہے مکہ کے رہنے والے بخوبی جانتے تھے کہ محمد صلعم نے

کسی مکتب میں بیٹھکر نہیں پڑھا۔ کسی سے خط و کتابت نہیں سیکھی کسی سے آداب اخلاق
کی تعلیم نہیں پائی کوئی علم عقلی اور نقلی کبھی اُسکا کوئی مسئلہ دقیق یا سہل اُنکو نہیں
پڑھایا گیا۔ توریت انجیل زبور اور دیگر صحف انبیا کا کبھی کوئی نسخہ اُنہوں نے آنکھ سے
نہیں دیکھا خصوصاً قریش اور بنی ہاشم اور اسیطرح اور چند قبائل عرب جو حضرت کے ہم
قبیلہ تھے اُنکو تو از روز ولادت آنجناب تا روز ادعای نبوت کمتر کوئی ایسی بات ہوگی
جو معلوم نہو اب پہلے خرق عادت اور پہلا معجزہ جسکو حضرت نے اپنے دعوے نبوت کی تصدیق
میں پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ میں اُمی ہوں اور پڑھا لکھا نہیں ہوں اُسکو تم سب جانتے
ہو اور کل علوم عقلی اور نقلی کا تعلیم آلہی سے ماہر ہوں اور جسقدر آدمی اسوقت دنیا
میں عرب سے عجم یعنی غیر عرب تک ہیں سبکا سردار ہوں اور سب سے ہر امر میں افضل ہوں
اور یہ بات براہ فخر نہیں کہتا ہوں بلکہ بنظر ضرورت نبوت عادت انسانی جس عقل کی
خوگر ہے اُسکی نظر سے یہ دعوے کسقدر بظاہر نامناسب ہے اسلیئے کہ جو شخص کسی رفعت
اور رتبہ کا طالب ہو اور اپنے کو رئیس اور معزز کرنا چاہے اصول تمدنی کے نظر سے اسکو لازم
ہے کہ یہ تدبیر ایسی جگہ سے شروع کرے جہاں اسکے بدخواہ اور دشمن کم ہوں اور حسد اور
کینہ اس سے نرکھیں وطن کے لوگ ضرور اپنے برابر خواہ اپنے سے کمزور کو بھلا کب ایسا
ہونا روا رکھینگے اور یہی سبب تھا کہ عقل معمولی کے لوگ آپ کو مجنون کہتے تھے اور اب
بھی جو شخص دقائق حکمت الہیہ کو نجانتا ہو ضرور ایسے مدعی کو مجنون ہی خیال کریگا اور
جب اہل مکہ پر خواہ آج ہم تم سب پر ثابت ہوگیا کہ اس دعوے کو حضرت نے بخوبی ثابت
کر دکھایا اب ناچار اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ امر خلاف عادت اور خلاف عقل ظاہری یا عقل فلسفی
کے ضرور فعل عقل آلہی کا تھا اور یہی وہ معجزہ ہے اور وہ خرق عادت ہے جس سے نبی اور
غیر نبی کی شناخت ہوتی ہے یہی وہ معجزہ ہے جسکو آپ لاآف نیچر یعنی قانون فطرت کے
خلاف کہتے ہیں جو سراسر مطابق اُس قانون قدرت کی ہے جسکو قاضی ابن رشد اور سید
صاحب قانون لامعلوم کہتے ہیں جو سوائے مویدمن اللہ کے اور جس آدمی کو فرض کرو

ف معنی خرق عادت مخصوص بہ نبی

ہرگز معلوم نہیں ہوسکتا ہے اور جسکو خدا یہ قانون تبلائے اور اپنے دعویہائے دور از
قیاس کو بخوبی ثابت کردے وہ نبی فرستادہ خدا ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت موسےؑ کو کیا اگر
مدین میں دعوے نبوت کرتے تو نبی نہ ہوتے مگر نہیں خدا نے حکم دیا کہ پہلے جہان پیدا
ہوئے ہو اور جہان پرورش تم نے پائی ہے یعنی فرعون کے سامنے اور جو لوگ تم کو
ذلیل سمجھے رہے ہیں اُنکے سامنے جاکر دعوئے نبوت کرو۔ پھر جسطرح حضرت موسےؑ کے جملہ
حالات پر مصر کے لوگ واقف تھے اور کوئی حال حضرت موسےؑ کا سن طفولیت سے تا
سن بلوغ انسے پوشیدہ نہ تھا اُسیطرح ہمارے نبی اشرف الانبیا صلعم کے حالات سے مکہ
معظمہ کے لوگ پورے آگاہ تھے لہذا حکم ہوا کہ پہلے مکہ ہی میں دعوت اسلام کرو۔ پھر چونکہ حضرت
موسےؑ کی زبان میں لکنت تھی اور اسکے عیب کے ظاہر کرنے کی غرض سے فرعون نے
خاص خطاب حضرت موسےؑ سے کرکے کہا تھا فَمَن رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ اور خدا نے اپنے نبی
کو بے عیب کرکے معجز نمائی کو بھیجا تھا کس فصاحت سے آپنے جواب فرعون کو دیا کہ حضار
کے ہوش بے ساختہ ہوگئے پھر بھی چونکہ لکنت کا دور ہوجانا کسی تدبیر علاجی سے ممکن
ہے مگر یتیم بے سروسامان اور اُمّی محض کا عالم ہوجانا بدون اُس پورے امداد الٰہی کے
ہرگز نہیں ہوسکتا ہے لہذا یہ معجزہ ہمارے نبی صلعم کا معجزہ بطلاقت لسانی حضرت موسےؑ
سے بہت بڑھا ہوا ہے اسی پر ہم بزرگی اپنے نبی کی حضرت موسےؑ سے قیاس کرسکتے ہیں
اب دیکھو ہمارے نبی نے اپنے مولد اور موطن میں جب اتنا بڑا دعوے فرمایا سوائے چند لوگوں
کے جنکو عداوت خاندانی اور بغض اور کینہ قلبی تھا اور تمام اہل مکہ معظمہ کو ضرور خیال
پیدا ہوگیا کہ ابھی چند روز ہوئے کہ یہ یتیم بے پدر شخص مثل ہمارے افعال بشری میں شریک تھا
اور آج ایکبارگی آخر کیا بات ہے جو ایسا دعوے کرتا ہے اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ شخص
بالکل اُمّی محض ہے او سب سے پہلے اسکی لیاقت علمی کا تو امتحان کریں جو کسی طرح بدون
تعلیم الٰہی اور القای ربانی کے محض اُمّی کو ہو نہیں سکتی اور یہ خرق عادت اور معجزہ
ایسا نہیں ہے کہ جس میں نظر بندی اور شعبدہ بازی اور یا بازیگری کا شبہہ ہوسکے خصوصاً ان

لوگوں کو جو حضرت کے امی ہونے سے پورے آگاہ تھے۔ ہاں مجنون ہونے کا شبہہ اُس وقت تک ضرور ہو سکتا ہے جب تک آپ پورے دلائل بحث مباحثہ میں قائم نہ کریں چنانچہ ایک روز ۲۵ آدمی یہود اور نصاریٰ اور مشرک بت پرست اور ثنوے یعنی نور اور ظلمت کو خدا ماننے والے اور دہریہ حضرت سے مناظرہ کرنے آئے یہود حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ حضرت عیسےٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور بہت بڑا مناظرہ ہوا اور سب کو حضرت نے قائل کر دیا اور سب سے یہ بھی فرماتے رہے کہ مجھ میں کوئی بات جنون کی تم نے پائی ہے سبھوں نے کہا کہ نہیں اور چند روز کی سبھوں نے مہلت طلب کی کہ ہم تحقیق سے دلائل کو خوب جانچ لیں آخر بعد تین روز کے بقول جناب امام جعفر صادقؑ وہ پچیسوں کے پچیس مسلمان ہو گئے اسی طرح امتحان حضرت کے علمی امور کا یہود نے توریت اور نصاریٰ نے انجیل اور دیگر صحف انبیا کا لینا شروع کیا اور آنحضرت نے ظاہر کر دیا کہ ساری کتب آسمانی صحیح صحیح جن الفاظ سے ہیں آپ کے سینہ میں محفوظ ہیں آخر یہود نے فلسفی دلائل مشرکین نے دلائل توحید بت پرستوں نے اپنے مذہب کا ابطال سن کر توحید ہی اختیار کی جو لوگ طالب حق اور انصاف پسند تھے اسلام میں داخل ہونے لگے۔ پھر جب خاص ہو چکی اقرار نبوت اور علم کامل امی محض کا کر چکے اگرچہ فیصدی پانچ ہی مسلمان ہوئے ہوں اب وہ وقت کے لوگوں کو کیا شبہہ ہو سکتا ہے۔ ادھر قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور شعرائے مکہ بلکہ دور دور کے فصحا انہوں نے پہلے آنحضرت کا امی ہونا بچشم دید تو اہل مکہ نے اور غیر اہل مکہ نے بتواتر اہل مکہ سے سنکر اور پھر جب یہ معجزات قطعی آپ دکھلا چکے اور صداقت اپنے دعوے کی ہزاروں پر ظاہر کر چکے گو تعصب اور جہالت سے وہ سب لوگ مسلمان نہ ہوئے ہوں مگر دلوں میں سب کے ضرور اپنے طریقہ باطل کا دغدغہ پیدا ہو گیا اس معجز نمائی کی بعد اب ایسا بھی وقت آگیا کہ امور طبعیہ کو خلاف نیچر یعنی قانون عادی کرنے کا دعوے بھی حضرت نے کیا اور جو لوگ کم علم اور ادنے درجہ کی عقل رکھتے تھے جنکو علم اور حکمت اور فصاحت اور بلاغت سے کچھ بھی بہرہ نہ تھا اُنکے اوپر تمام حجت کی غرض سے درخت کو بلانا ٹھہرے

سے کھانے میں بہت سے آدمیوں کو شکم سیر کھلانا سنگریزہ اور درختوں سے اپنے نبوت کی گواہی دلوانی یہ بھی حضرت نے کر دکھایا اسلئے کہ نبی اللہ ہر درجہ کے عقل کی ہدایت کیواسطے آتے ہیں اور ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی شعبدہ وغیرہ کا ہو پہلے نبی اللہ کو ہر گز مناسب نہیں ہے جب تک کوئی بڑا معجزہ اپنی صداقت کا ایسا ظاہر نہ کرے جس میں کسی طرح اشتباہ شعبدہ وغیرہ کا نہ ہو سکے اب جو شخص ہمارے نبی کے تاریخی حالات پڑھیگا اسکو بخوبی معلوم ہوگا کہ اسی ترتیب سے حضرت نے اظہار خوارق عادات فرمایا ہے یہ بھی سمجھنا ضرور ہے کہ ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہو سکتا ہے اُسوقت ضرور معجزہ سمجھے جاتے ہیں جب کرنیوالا ان خوارق عادات کا ایک سچا معجزہ کسی بڑے معجز نمائی سے بخوبی ثابت ہو چکا ہو عوام جہال تو درکنار بڑے بڑے ذی علم اور فلاسفر بھی جب کسی ایسے معجز نما سے ایسے خوارق عادات (جن میں بظاہر اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہو) کا ظہور دیکھینگے صاحب معجزہ کی وجاہت اور صداقت اور استواری کردار اُونکو ضرور ہادی ہونگے کہ اُس خرق عادت مشتبہ کو بھی سچے اور واقعی معجزہ پر حمل کریں مثلاً اگر کسی بڑے حکیم فلاسفر کو جو اعلے درجہ کے دقیق مسائل کا ماہر ہو آپ عام فہم مسائل کا لیکچر دیتے ہوئے دیکھیں مثلاً ایل ایل ڈی درجہ کے ماسٹر کو مڈل کلاس کے آسان تجربات دکھاتے ہوئے آپ دیکھیں اُسوقت آپکی عقل سلیم ضرور حکم کریگی کہ ایسا عالی دماغ اور کامل یہ ادنےٰ درجہ کے مسائل خواہ تجربات کو ضرور ہی کسی غرض صحیح اور حکمت سے بیان کر رہا ہے اور آپکو ضرور خیال کرنا لازم ہوگا کہ جو غرض اس حکیم کی ہے وہ دقیق مسائل کے اظہار سے پوری نہوتی ہوگی تب اس نے اپنے درجہ سے کمتر مسائل اور تجربات کو دکھلانا اختیار کیا ہے۔ یہی حال ہمارے نبی اور کل انبیا علیہم السلام کا ہے کہ جب پہلے کسی بڑے معجزہ سے اپنی صداقت اور اپنا موید من اللہ ہونا خواص امت پر ثابت فرما لیتے تھے (اور یہی قانون قدرت اُنکی نسبت جاری ہے) اسکے بعد عوام امت جو دقایق امور کے سمجھنے سے عاجز تھی اُنکے ہدایت کی غرض سے ایسے خوارق عادات بھی ظاہر فرماتے تھے۔ نہایت نادانی اور سراسر ناانصافی ہے کہ ایسے

امور کے اظہار سے ہم اُن حضرات پر الزام شعبدہ بازی کا لگائیں اور اُنکو بازیگر اور بھانمتی کہنے لگیں اور اُنکے ایسے خوارق عادات کو محض لغو اور بیکار فعل عبث خیال کریں بلکہ ہمکو یوں سمجھنا چاہیے کہ جسطرح کسی دقیق مسئلہ کا جواب ہماری ہدایت کیواسطے کافی ہے اگر وہی مسئلہ کسی جاہل اور کم فہم کے سامنے بیان کیا جائے ہرگز ہرگز اسکی فہم اور عقل کے مناسب نہیں ہے جسطرح کوئی آسان مسئلہ پیش پا افتادہ ہمارے واسطے کافی نہوگا پھر یہ بھی مجھے اسی جگہ کہدینا ضرور ہے کہ ہمارے نبی صلعم نے اگر کوئی ایسا معجزہ دکھلایا جسکا سبب دریافت ہونے سے آجکے فلاسفر اُسکو شعبدہ کہتے ہیں اگرچہ اُس زمانہ کے بڑے بڑے فلاسفر اُسکو معجزہ ہی جانتے تھے پھر بھی آنحضرت نے اپنی سچی معجز نمائی کے اثبات پر ایسی دلیل قائم کر دی ہے کہ بشرط انصاف ہم آج بھی اُسکو پورا معجزہ کہینگے فرض کرو کہ درخت اور سنگریزہ کا آپکی نبوت پر گواہی دینی جسکو آج کے فلاسفر فونوگراف یعنی نقل آواز اور حفظ صوت کے طریقہ کو جان کر یہ شبہہ کرتے ہیں کہ معاذ اللہ یہی شعبدہ حضرت بھی کرتے تھے کہ بولتے خود تھے اور حضار کو درخت وغیرہ سے آواز نکلتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ لہذا اُس عالم علم لدنی نے اُس شبہہ کے ہٹانے کی نظر سے ایسا بندوبست دوامی فرمایا کہ اُنکے چھوٹے فرزند امام حسینؑ نے بعد شہادت کے جب سر اقدس کوفہ اور دمشق میں نیزہ پر لایا گیا تلاوت قرآن اور خصوصاً سورہ کہف کی ہزاروں کے مجمع میں فرمائی اور بلکہ علاوہ تلاوت قرآن کے بعض لوگوں کا جواب سوال بھی دیا ابن وکیدہ کے دل کے راز کو ظاہر فرمایا جسنے سر اقدس چرانے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ معجزہ اگرچہ ہزاروں قسم کی ہدایت پر شامل تھا یہ بھی غرض اس سے برآمد ہوئی کہ میرے نانا کے رسالت پر جو شجر اور حجر گواہی دیتے تھے وہ اصول فونوگراف کا شعبدہ نہ تھا بلکہ سچا معجزہ تھا دیکھو عضو بے جان سر میرا قرآن پڑھ رہا ہے اللّٰھم صل علیٰ محمد وال محمد اور دوسری غرض اظہار معجزہ ہذا سے یہ بھی کہ میرے جد بزرگوار نے جو پیشین گوئی فرمائی کہ قرآن اور اہلبیت کا تاقیامت ساتھ ہے دیکھو سچائی نبی اللہ کی کہ ہم بعد موت ظاہری کے بھی قرآن

کی تلاوت کرتے ہیں اسیطرح اور معجزات جو ہمارے نبیؐ سے ظاہر ہوئی اور ہم اہل
اسلام اُنکو سچے معجزات کہتے ہیں اسکی دلیل یہی ہے کہ ایسا سچا معجزنما جسکے بڑے
بڑے معجزات صحیحہ اُسکی سچائی پر قایم ہو چکے ہوں اور اُسکے اخلاق اور علم اور فضل
وکمال اور مویدمن اللہ ہونے کی پوری صداقت عالم پر ظاہر ہو چکی ہو جو خرق عادت
ایسا بزرگ شخص دکھلائیگا کبھی اس میں شبہہ مکر اور فریب کا خواہ نظر بندی اور دھٹ
بندی کا ہو نہیں سکتا باقی رہی یہ بات کہ ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ
نظر بندی وغیرہ کا ہے کیوں حضرت نے ظاہر فرمائے وہی معجزات عظیمہ اثبات
نبوت میں کافی تھے جن میں قرآن بھی داخل ہے اسکا جواب خود سید صاحب صد ۲۳۱
میں لکھتے ہیں قولہ انبیا کا کام صرف سمجھہ دار لوگوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ اکثر عام
لوگوں سے کام پڑتا ہے میں کہتا ہوں اور عام لوگوں میں یہ نازک خیالی جیسی قاضی
ابن رشد اور سید صاحب میں ہی نہیں ہوتی عام لوگ بیچارے خرق عادت اور نبوت
میں علاقہ تساوی اور لزوم خواہ عموم خصوص مطلق یا من وجہ یا تباین کے احتمالات
نہیں کر سکتے۔ مجھے ایک طالبعلم فلسفی کی حکایت یاد آئی کسی تیلی کے گھر تیل خریدنے
گئے تھے دیکھا کہ اسکا بیل کولھو میں چل رہا ہے اور گھنٹی گلے میں بندھی ہوئی بج
رہی ہے۔ تیلی سے پوچھا کہ یہ گھنٹی کیوں باندھی ہے اُس نے کہا کہ اگر یہ بیل ٹھہر جائے
تو گھنٹی نہ بجیگی میں اُٹھکر اُسکو ہنکا دونگا۔ طالبعلم نے کہا کہ بھلا اگر یہ بیل کھڑا رہے اور
اور گردن ہلایا کرے تب کیا ہو۔ تیلی نے جلکر کہا کہ چلے جاؤ میرا بیل طالبعلم نہیں ہے۔
المختصر عوام کے ہدایت کے طریقہ اور ہیں اور خواص کے اور ہیں اور نبی اللہ کو جب زیادہ
کام عوام سے پڑتا ہے پس انہیں کی ہدایت کا بندوبست نبی کو زیادہ کرنا لازم ہے اور
ساتھہ ہی اسکے جو خرق عادت عوام کی ہدایت کے طریقہ سے ظاہر کیجائے اُس میں دو امر
کا لحاظ بنظر قانون قدرت واجب ہے اولاً تو جس وقت وہ خرق عادت ظاہر کیجائے
اُسوقت سے پہلے نبی اللہ اپنا سچا ہونا کسی اور معجزہ سے بخوبی ثابت کر چکا ہوتا کہ فریب

کاری کا شبہہ نہ ہے - دوم ایسے لوگوں کی ہدایت کی غرض سے وہ خرق عادت دکھائی جاتے جنکی عقل اور فہم کو پوری مناسبت اُسکے معجزہ سمجھنے کی ہو تاکہ غرض نبی اللہ کی یعنی ہدایت کا اثر پورا ہو جائے اور یہی طریقہ کل انبیا اور ہمارے نبی کا ہمیشہ رہا ہے چنانچہ تاریخ ہمکو پوری خبر اسکی دیتی ہے - قیاسی اور خیالی باتوں سے کام نہ چلیگا ؏

باب ساتوان نیچری مذہب کی ابتدا اور اُسکے اغراض اور مقاصد نظام عالم کے برہم کرنیوالے اور ابطال انکا اور اصول اباحت اور اشتراک عام ہمارے بعضے ہندوستانی بھائی جو نیچریت کا دم بھرتے ہیں انکو تو یہ بھی خبر نہیں کہ نیچری فرقہ کے اصول کیا ہیں اور ان اصول کے جاری ہونیسے اس دنیا میں کیسی خرابی پیدا ہوتی ہے (دین تو در کنار) لہذا ہمکو ضرور ہے کہ نیچری فرقہ کی ابتدا جب سے یہ جاری ہوا اور اُسکے اصول برہم کنندہ انتظام عام اور اُسکے فرقہ اور گروہ جسقدر پیدا ہو چکے اور جو جو خرابیاں اُن بدکاروں کی وجہ سے سلطنت ہائے دنیوی اور انتظام دینی میں ہوئیں اُن سبکو عام ناظرین کے آگاہ کرنے کی غرض سے لکھیں اور تاریخی ثبوت کے علاوہ عقلی دلایل سے بھی نیچری خیالات کا خراب اور مضر بحق خلایق ہونا ثابت کریں اور وہ دلایل ایسے عام فہم اور بدیہی ہوں جنکو اہل مذہب اور لامذہب دونو تسلیم کریں نیچر کے معنی طبیعت کے ہیں اور فرنچ زبان میں (ناتور) اسی نیچر کو کہتے ہیں یہ فرقہ وہی فرقہ دہریہ کا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے ایکسو برس خوا کچھ کم و بیش پیدا ہوا ہے اور یونانی حدود میں پہلے اسکا ظہور ہوا ہے اور پھر جا بجا پھیلا ہے (۱) دیوجنس (۲) اقراطیس (۳) بیرہون (۴) ابیقورد (۵) ہیون (۶) استیب (۷) دی کارٹش (۸) جان لاک (۹) بیشاب برکلی (۱۰) ہیوم اور اسیطرح بہت سے دہریہ اور نیچرل گذرے ہیں جنکے اقوال واہیہ سے تاریخی کتب بھری ہوئی ہیں - تاریخ جہان یہ تبلاتی ہے وہاں فسادات جو اس گروہ نے برپا کئے ہیں وہ بھی ظاہر کرتی ہے اصول نیچریہ عام اصول ہیں فقط دو ہی اصول ایسے ہیں جنپر بنا اس مذہب کی ہے (۱) اباحت عامہ یعنی ہر چیز ہر شخص کو مباح اور جایز ہے (۲) اشتراک عام یعنی ہر ایک چیز میں کل افراد انسانی کا حق برابر ہے اور سب شریک

ہیں اور ان دونوں اصول کا پورا رواج بدون اسکے نہیں ہو سکتا ہے کہ دین کوئی سا فرض کرو جب تک اسکی پابندی (تقلید) ترک نہو گی ہرگز اباحت عامہ اور اشتراک عام جاری نہو گا پھر چونکہ قانون سلطنت بھی قریب قریب قانون مذہبی کے ہوتا ہے لہذا سلطنت نوعی اور شخصی دونوں کے قانون کی پابندی سے عام اباحت اور عام شرکت کا قانون جاری نہو گا۔ پس بادشاہ کا قتل کرنا اور سلطنت کا مٹا دینا یہ بھی ضرور ہے۔ چنانچہ فرقہ بابی اہل اسلام میں اور نہلسٹ انارکسٹ وغیرہ جو آجکل یورپ میں ہیں اور شاہ ایران اور زار روس اور پریسیڈنٹ امریکہ جو ابھی چند روز ہوئے قتل ہوا یہ سب نتائج افکار انہیں فرقہ ہائے نیچریہ کے ہیں۔ اباحت عام کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین اور مال گھر بار کل اشیاء موجودہ دنیا کسی کی ملک خاص سے نہیں بلکہ سب آدمی ہر چیز میں برابر شریک ہیں جو جسکو ملجائے اسکو تصرف کرے مباح ہے اور قبضہ کسی کا دوسرے کے تصرف کو مانع نہیں ہے اس قاعدہ کے صحیح ماننے سے جسقدر قوانین استحقاق اور ملکیت اور قبضہ اور اثبات حقوق کے ہیں سب باطل ہو گئے اور دیوانی بلکہ عدالت مال کے قوانین سب لغو ہو گئے دوحصہ سلطنت کے تو اسی قانون اباحت عام نے باطل کر دیے مثلاً ہمنے کسی سے دو ہزار روپیہ قرض لیے چونکہ وہ روپیہ ہمکو تصرف کرنا بہ نظر اباحت عام کے جایز تھا اب ادای قرض کی ضرورت نہیں ہے یعنی وہ روپیہ دراصل قرض دہندہ کا نہ تھا جو اسکو استحقاق ملکیت کی راہ سے ہمپر دعوی کرنیکی قابلیت ہو۔ اب اباحت عامہ کی نظر سے ان روپیوں کا تصرف کر ڈالنا ہمکو مباح تھا اسیطرح حق البضع یعنی جو حق نکاح کرنیسے مرد کو اپنی منکوحہ سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہی عورت ہر ایک مرد پر مباح اور جایز ہے۔ بھائی پر بہن اور باپ پر دختر اور پسر پر مادر وغیرہ وغیرہ اور برباندرس حکیم نے اپنی ماں سے دن دہاڑے زنا کیا ہے اباحت عام کے اصول پر۔ آپکو یاد دلاتا ہوں کہ موزمند آخری جنرل نیچرل جو کہ پہلے ممالک انگلینڈ میں تھا اور آخر میں امریکہ پہونچا اور وہاں جاکر اباحت اور اشتراک کی ترویج کی نظر سے دو کمپانی شکلیں بنائیں ایک مرد مومن دوسری عورت مومنہ اور کہدیا کہ

ہر ایک مرد ہر عورت پر بنظر اشتراک اور اباحت عامہ کے تصرف کرسکتا ہے اور اسی وجہ سے اُسکے فرقہ کی کسی عورت سے اگر پوچھا جائے تو کسکی عورت ہے کہیگی زن کمیانی اور جو انکی اولاد سے پوچھا جائے کہ تو کسکا بچہ ہے جواب دیگا کہ جماعت کا بچہ ہوں ملا جمال الدین حسینی کہتے ہیں کہ ابھی شرارہ شر و فساد اس گروہ کا چاہ ویل کمیانی سے باہر نہیں آیا ہے اور خدا جانے کس وقت شرارہ اُسکا دنیا میں پھیلکر خان ومان انسان کو خراب کریگا میں کہتا ہوں اور گویا چشم دید حکایت ہے مگر ثبوت اُسکا میرے پاس نہیں ہے لہذا درج کتاب کرنا مناسب نہیں ہے ورنہ لکھنؤ پورانی ٹکسال کے سامنے جو قصہ ایک دہریہ ملحد اور اسکی تعلیم اباحت اور اشتراک عام کا گذرا ہے اور میرے ایک بزرگ حکیم سید اکبر علی خاں مرحوم جنہوں نے حیدرآباد میں ابھی چندروز ہوئے انتقال فرمایا ہے مجھ سے بیان کیا ہے اس تاریخی بیان ملا جمال الدین صاحب کی پوری نظیر ہے۔ اسی نیچری تعلیم کا ایک نمونہ حاجی محمد اسمعیل خانصاحب کی تقریر دربارہ رسم ورواج کا وہ جملہ پڑھ لیجئے جو معارف جلد ۱ نمبر ۵ مطبوعہ یکم مارچ سنہ ۹۹ء کے صفحہ ۳۷ کالم اول میں درج ہے قولہ حیدرآباد اور بمبئی میں ایسے مسلمان جنٹلمین موجود ہیں جنہوں نے پردہ نسوان کی مخالفت عملاً ثابت کردی اور اُنکے خاندان کی لیڈیاں بے تکلف باہر نکلتی ہیں مگر چونکہ اسوقت تک مسلمان لوگ اس رسم کے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے ہیں اسلئے چند روشن ضمیروں کے اس عمل کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ انتہی میں کہتا ہوں کہ یہ عورتوں کو سربازار پھرانا جسکو مولوی محمد اسمعیل خانصاحب روشن ضمیری سے ملقب فرماتے ہیں اُسی قاعدہ اباحت پر مبنی ہے یعنی ہر شخص کو ہر چیز حلال ہے یا اشتراک عام کے قاعدہ پر یعنی ہر کوچہ و بازار کی سیر اور ہر نامحرم سے نظربازی اور اختلاط اور ہر سڑک اور مجمع عام میں پھرنا جیسا کہ مردوں کو روا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی اسلئے کہ چشم بینا نیچر نے دونو کو باشتراک دی ہے پھر کیا سبب ہے کہ مرد کی آنکھ ان اشیاء کیطرف دیکھنے سے خنکی حاصل کرے اور عورت کی آنکھ اس تماشائے عالم کے دیکھنے سے محروم رہے روشن ضمیری پوری پوری تو یہ ہے کہ مسجد میں شراب پیکر حقیقی بہن اور دختر سے ہمبستری کیجائے اور جو لذت

اسوقت پیدا ہو زبان پر یہ کلمہ جاری ہو کہ شریعت محمدی نے جو دھوکہ دیکر دختر اور خواہر اور
مادر سے ہم بستری کو حرام کر دیا تھا آج اباحت کی روشنی نے وہ پردہ اٹھا دیا اور آنکھیں کھل
گئیں میں گواہاں روایت واقعہ ہذا لانیسے مجبور ہوں ورنہ صاف کہدیتا کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے
مگر تیوڈورس حکیم اور ارسٹیپ فیلسوف کی تعلیم کو پیش کرتا ہوں جسنے صاف کہدیا کہ زنا اور
شرک اور چوری سب کچھ آدمی کو جایز ہے اور کچھ قباحت نہیں جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب
باتیں جاہل اور عوام کے خیال میں بری ہیں ورنہ دراصل ان میں کوئی برائی نہیں ہزارہا
نظایر تاریخی فرقہ قیروانین اور کلیبین کے موجود ہیں جنسے تاریخ کی کتب بھری ہوتی ہیں
آپ کو روشن ضمیری کے لفظ جو حاجی محمد اسمعیل خان صاحب بولتے ہیں اسی سے
تصدیق ہو جائیگی کہ وہی لوگ روشن ضمیر ہیں جو اپنی عورتوں کو بے دھڑک سر بازار
لئے ہوئے پھیریں ورنہ تیرہ دروں اور کور باطن ہیں اور اسی نمبر معارف کے صفحہ
۲۶۷ میں سر سید صاحب کے لایف میں مولوی حالی صاحبنے ارشاد فرمایا ہے کہ سر سید نے
تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ انکا بھی مطلب یہی ہے کہ مذہبی تقلید کی جڑ سید صاحب نے کاٹی ہے
تقلید سے مراد پابندی اصول مذہبی یا اصول عقلی کی ہے نیچریونکی کاروائی کے طریقہ جب
اشتراک عام اور اباحت عامہ انہیں دونو اصول پر بنا مذہب کی ٹھیری اور قوانین
سلطنت اور نیز قوانین شریعت دونو اشتراک اور اباحت کے دشمن ہیں اور نظام عالم
بدون اسکے درست نہیں رہ سکتا کہ حفاظت حقوق انسانی بلکہ حقوق حیوانی کی پوری کیجائے
میرا مال اور ملک مخصوص دوسرے کے دست برد سے بچانا خواہ دست برد بذریعہ غصب
کے ہو یا جھوٹی نالش فریاد کرکے حاکم کو دھوکہ دیکر اور فروخت کرنے والے کا حق واجبی
خریدنے والیکے حق سے جدا کیا جاوے کسیکی زن منکوحہ پر بدون افتراق صحیح کے جو جسکا
طریقہ ہے دوسرا تصرف نہ کرسکے کسیکی زمین موروثی پر دوسرا شخص بدون استحقاق صحیح
کے بیجا مداخلت نہ کرسکے ازین قبیل جملہ قوانین تمدنی اور اشتراک اور اباحت تمام انکی
جڑ کاٹنے کے اصول ہیں۔ اب پہلے سب سے نیچری فرقہ کا اہتمام یہی ہوتا ہے کہ سلطنت سے

قواعد یا شریعت کے اصول جب تک درہم برہم نہونگے اشتراک اور اباحت کے اصول کی پابندی اور رواج نہوسکے گا۔ گرک (یونان) اور عجم اور فرانس اور دیگر سلطنت اور سلاطین کی ہلاکت اور تباہی اور بالفعل بابی فرقہ کے ہاتھ سے ایران میں ہزاروں کی خون ریزی یہ سب نتائج اسی فرقہ کے ہیں جنکو میں جستہ جستہ بیان کروں گا انشاءاللہ عوام ہند بلکہ اکثر اوسط درجہ کے آدمی چونکہ نتائج فاسدہ اباحت اور اشتراک سے آگاہ نہیں ہیں اور دام تزویر میں آکر راہ راست سے بہک جاتے ہیں لہذا ہمکو ضرور ہے کہ اصول فریب دہی نیچریاں کو مع ان کے فروع اور نتائج کے بہ تفصیل بیان کریں اور عقلی دلایل کے ساتھ تاریخی واقعات بھی بطور سند کے پیش کریں۔ انتظام عالم کی بنا مدت دراز سے آدمی کو بہ سبب پابندی کسی مذہب اور دین کے تین امور اعتقادی اور تین خصلتیں ایسی حاصل ہوتی ہیں کہ ہر ایک ان امور شش گانہ میں سے ایک رکن مضبوط ہے بقاء دین اور بقاء اجتماع افراد انسانی کا اور جسقدر عمدگی اور ترقی اور استحکام قومی پیدا ہوتا ہے انہیں چھ امور سے پیدا ہوتا ہے۔ پہلا اعتقاد کہ آدمی اشرف مخلوقات ہے۔ دوسرا اعتقاد کہ میرا دین سچا ہے اور سب دین باطل اور گمراہی کے ہیں تیسرا عقیدہ یقین اس بات پر کہ آدمی اس دنیا میں کہ درحقیقت بیت الاخزان ہے اسی غرض سے آیا ہے کہ دوسرے عالم جاودانے کیواسطے کمالات لایقہ حاصل کرے تاکہ عالم دیگر میں کہ افضل اور اعلی ہے متصف بہ کمال ہوکر پہونچے اب دوسرا عقیدہ کہ میرا سچا دین ہے اگرچہ ہر اہل مذہب کو ہے کہ ان میں ادیان باطلہ بھی داخل ہیں مگر یہی عقیدہ ہر صاحب مذہب کو تحقیق مذہبی پر آمادہ کرتا ہے اور سچا دین اسکو نصیب کرا دیتا ہے جسکو میں صفحہ ۴۳ میں لکھ چکا ہوں۔ اب رہے تین صفات اور تین خصایل حمیدہ جو پابندی مذہب سے پیدا ہوتے ہیں پہلی خصلت حیا کی ہے دوسری خصلت امانت کی ہے تیسری خصلت صداقت اور راست گفتاری کی اب یہ امور شش گانہ ایسے ہیں کہ بقاء نظام عالم اور خواہش تکمیل افراد انسانی اور حفظ ناموس اور درستی سلسلہ انتظام دنیا بس انہیں پر موقوف ہے تفصیلی بیان فواید اور نتائج شش گانہ کا طولانی ہے مگر اتنا میں ضرور کہونگا کہ اگر آدمی کو اپنے اشرف مخلوقات ہونے کا عقیدہ نہو ہرگز اشرف

اعمال کے درپے ہوگا دیکھ لیجئے کہ ذلیل قوم آدمیوں میں جیسے بھنگی اور چمار وغیرہ چونکہ انکو
اذل خلائق ہونیکا عقیدہ ہوتا ہے وہی اعمال خسیسہ کرتے ہیں جو ذلالت کے لائق ہے اس
عقیدہ کے توڑنیکی فکر یعنی انسان اشرف مخلوقات ہے نیچریوں نے یہ کی ہے ۔ ابیقور حکیم کہتا ہے
کہ آدمی بسبب خود پسندی کے چونکہ مبتلائے کبر اور غرور ہے ایسا خیال کرتا ہے کہ جمیع مخلوقات
سے افضل ہے اور جملہ اشیا اسیکے واسطے مخلوق ہوئے ہیں حالانکہ آدمی کو کسی حیوان پر
فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی چیز میں حیوانات سے افضل ہے عقل انسانی اور عقل حیوانی
میں فقط کمی بیشی مقدار کا فرق ہے بلکہ براہ فطرت آدمی جملہ حیوانات سے کمتر اور ناقص
ہے جسقدر صنائع آدمی کو بہم پہونچی ہیں سب حیوانات سے اس نے سیکھی ہیں کپڑا بننا
مکڑی سے عمارت بنانی شہد کی مکھی سے محل اور صوامع (گرجا) طیار کرنی سپید چیونٹی سے
ذخیرہ جمع کرنا غلہ کا مورچہ سے فن موسیقی بلبل سے آدمی نے سیکھا ہے پھر کیا فخر اسکو
ہوا یہ بھی نیچریوں کا قول ہے کہ بندر کی اگر تعلیم کیجائے وہی کام کریگا جو آدمی کرتا ہے اور
دراصل بندر اور آدمی ایک ہی چیز ہے مطلب اس دہریہ کا یہ ہے کہ جسطرح حیوانات اشترا
اور اباحت میں بے کھٹکے بسر کرتے ہیں نہ مال کی تمیز اور نہ بہن کی اور نہ دختر کی اور پوری
لذت انکو نصیب ہے اسیطرح آدمی کو لازم ہے کہ قطع اوہام واہیہ کو چھوڑ کر آزادی سے
کھانے پینے میں اور دیگر لذات جسمانی میں بسر کرے ۔ یونانیوں کی بربادی نیچریوں
کے سبب سے ہے یہ فرقہ یعنی ابیقوریاں کا ظہور یونان میں ہوا اور بنام حکیم مشہور ہوئے اور
وہ زمانہ ترقی یونان کا جنکو یہ عقیدہ تھا کہ انکی قوم اشرف جمیع عالم کے ہے انہیں عقاید
جلیلہ مذکورہ بالا کی بدولت علاوہ ترقی کمالات علمیہ کے سلطنت فارسیہ کا سالہائے
دراز تک مقابلہ کیا حالانکہ سلطنت فارسیہ نواحی کاشغر سے استنبول تک پہونچ گئی
تھی اور اپنی خود داری اور ننگ کا خیال کرکے کہ ہم دوسری قوم کے غلام نہ بنیں آخر کار
سلطنت فارسیہ کو زیر وزبر کرکے ہندوستان تک دست درازی کرنے لگے امانت کی
صفت ان میں ایسی تھی کہ اپنی موت کو خیانت پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ تھورسودر کلیس

باوجودیکہ یونانیوں نے اُسکو بعد بجا آوری خدمت نمایاں اور غلبہ کرنے فارس پر ملک بدر کردیا تھا اور ناچار ہو کر فارس میں پناہ گزیں ہوا تھا اور اپنی قوم سے بڑا رنج اُسے پہونچا تھا مگر جب کسرکسیس نے اسکو حکم دیا کہ امیر لشکر فارس ہو کر یونان کو فتح کرادے حمیت قومی اور امانت نے اُسے مجبور کیا کہ زہر کھا کر مر گیا اور راضی نہوا کہ اپنی قوم یونانی سے خیانت کرے مگر نیچری خیالات فرقہ ابیکوری نے یونانیوں کو ایسا خراب کردیا کہ شرم اور حیا سب کچھ اُن سے جاتی رہی یہ پہلی تعلیم تو ابیکوریوں کی یہ تھی کہ آدمی اشرف المخلوقات نہیں ہے بلکہ جملہ حیوانات سے بھی بدتر ہے جیسا کہ اوپر گذرا ہمارے زمانہ کے نیچرل بھی تفاخر بیجا کی سرخیوں سے اپنی آرٹیکلوں میں انسانی مفاخرت کو دلایل واہیہ سے مٹانیکی پوری کوشش کررہے ہیں دیکھو صفحہ ۲۸۱ نمبر ۹ مذکور معارف کو اور اسکو ہم پھر آیندہ لکھینگے پھر جب ابیقوریوں نے دیکھا کہ انکی تعلیمات یونانیوں میں بسبب شرم اور حیا کے ہرگز اثر نہ کرینگی اب دریے اسکے ہوئے کہ شرم وحیا کی خرابیاں ظاہر کریں دیوجینیس حکیم نے صاف صاف کہدیا کہ حیا کا سبب ضعف قلب ہے قوی دل آدمی کبھی شرم وحیا نہیں کرتا ہے اسنے تو تمام طور کی حیا کو ضعف قلب سے منسوب کیا اور حکیم اقراطیس نے میترو قلیس کو گوز سے شرمانے پر بڑی توبیخ کرکے اسکو بے حیا کردیا دیکھو صفحہ ۱۲۱ انتصار الاسلام کو یعنی عملی کارروائی بھی کرکے دکھادی جیسے بقول محمد اسمعیل خان صاحب بمبئی اور حیدرآباد کے جنٹل مین اپنی عورتوں کو سربازار لیے پھرتے ہیں یہ عملی کارروائی بھی شرم اور حیا کے توڑنیکی ہے یہ جنٹل مین بھی فرقہ کلبیہ اور ابیقوریہ کے مقلد ہیں پھر حیا کے ترک کرنے پر ابیقوریہ نے یونانیوں کو یہ بھی تعلیم کرائی کہ عادت یا رسم ورواج کی پابندی یہ بھی خراب خصلت ہے ہر انسان کو لازم ہے کہ عادت کی تقلید سے رہا ہوجائے تاکہ جملہ افعال جو براہ عادت یا رسم ورواج قبیح معلوم ہوتے ہیں ان سبکو آزادانہ طور سے آدمی کرسکے انجام اس فرقہ کا یہ ہوا کہ ایسی بے حیائی پر اشتراک اور اباحت کے اصول سے کمر باندھی کہ جہاں کسیکی دعوت طعام ہوتی اور دسترخوان چناجاتا یہ بے حیا بلا طلب جا کر اس کھانیکو لوٹ لوٹ کر کھاتے تھے اسی وجہ سے انکا نام فرقہ کلبیہ رکھا گیا ہے ہمارے زمانہ میں بھی نیچرل صاحبانکو رسم ورواج کے مٹانے پر بڑا زبردست خیال ہے چنانچہ معارف نمبر ۹

مذکورہ بالا میں بڑے زور کی تقریر چھپی ہے۔ اگرچہ رسم و رواج کی پابندی عموماً تو ہم بھی پسند نہ کرینگے مگر ہم اُسی رواج کو ناپسند کرینگے جو کسی عقلی یا شرعی دلیل سے خراب ہے نیچریوں کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اپنے مطلب کو ایسے ایسے نظایر دکھلا کر درست کرتے ہیں پھر آخر کو عام آزادی جو اُن کا خاص مطلب ہے اسپر نتیجہ اُنکی کاروائی کا ہوتا ہے یونانیوں میں چونکہ خیالات شش گانہ پورے جمے ہوتے تھے مدت ہائے دراز کے بعد نیچریوں کی تعلیم نے اثر کیا اور آخر کو خردمندی اُنکی بلادت سے بدل گئی اور علم و حکمت کی کساد بازاری ہوگئی اخلاق اُنکے خراب ہوگئے امانت کی جگہ خیانت اور حیا کی جگہ بےحیائی اور شجاعت کی جگہ جبن اور محبت قومی کی جگہ محبت شخصی پیدا ہوگئی اور ہر ایک خصایل شش گانہ انسے زایل ہوگئے اور روما یعنی جنس لاطین کے ہاتھ اسیر ہوگئے اور برسوں بدولت اسی تعلیم خراب کے غلامی میں گرفتار رہی حالانکہ وہی یونانی اسی دنیا میں یگدری بادشاہ بلا معارض شمار کئے جاتی تھی قوم فارس کی تباہی نیچریونکی تعلیم سے یہ قوم کسی زمانہ میں انہیں چھ عقاید اور خصال کے پورے پیرو تھی اسیدرجہ سعادت اور عزت پر پہونچی تھی اور اپنے کو اسقدر شریف سمجھتی تھی کہ اور اقوام کے جو لوگ ان کے زیر حکومت آباد ہوتے تھے خواہ ان کے قرب و جوار میں جو لوگ ان سے میل جول رکھتے تھے شرافت کو مخصوص اپنی اور اپنے لواحق کی قوم فارس بے سمجھتے تھے امانت اور صداقت اول دینی تعلیم اُنکی تھی تا اینکہ اگر محتاج ہوجاتے قرض لینا حرام سمجھتے تھے بایں خیال کہ ایسا نہو ناچاری کیوجہ سے ادای قرضہ میں ہمکو جھوٹ بولنا پڑے مراد یہ ہے کہ وعدہ کریں اور وفا نہو خواہ حاکم کے روبرو انکار قرضہ کا کرنا پڑے بوجہ ناداری کے (ذرا ہمارے زمانہ کے دیوانی مقدمات اور بیرسٹر اور وکلا کی کارروائی بھی یاد کیجیگا) انہیں خصال شش گانہ مذکورہ بالا کی وجہ سے فارس کی سلطنت اسقدر بڑھ گئی تھی جسکے بیان کو شاہنامہ درکار ہے۔ فرنسیس لزبان مورخ کہتا ہے کہ دارائے اکبر کے زمانہ میں سلطنت فارس سے مراد اکیس والی نشین تھے یعنی اکیس تختگاہ اُن میں تھیں ایک والی نشین انکا کسی سواحل بحر قلزم و بلوچستان اور سندہ کا حکمران تھا اور کسی وقت قوم فارس میں کسی قسم کا فتور آجاتا تھا انہیں اصول

صحیحہ شستش گانہ کے برتاؤ سے تھوڑے دنوں میں اسکی اصلاح کرکے پھر انکی حکومت بحال
خود پلٹ آئی تھی تا اینکہ زمانہ قباد بادشاہ میں مزدک نیچری نے اپکو تمام رافع ظلم ظاہر کیا
یعنی میں مظلوم آدمیوں کی دادرسی کے قواعد جاری کرنے پر آمادہ ہوا ہوں (جیسے ہمارے
زمانہ میں سر سید احمد خان صاحب نے یتیم اور بیکس اطفال مسلمین کی دادرسی پر کمر باندہی تھی
جسکا ذکر آیندہ کرونگا) مزدک نیچری کی تعلیم سے نیکبختی قوم فارس کی بالکل برباد ہوگئی
اس نیچری نے یہ پڑھایا کہ جسقدر قوانین شریعت اور سلطنت کے آدمیوں نے بنائے
ہیں سراسر ظلم پر انکی بنا ہے اور سب باطل ہیں۔ شریعت مقدسہ نیچر یعنی طبیعت کے ابھی
تک منسوخ نہیں ہوئی ہے حیوانات اور بہایم میں بھی محفوظ ہے اور کونسی عقل اور دانش
ایسی ہے جو کہ پایہ نیچر کو پہونچ سکتی ہے نیچر نے سب کھانے پینے کی چیزیں اور سب منکوحہ
یعنی جن سے جماع کر سکتے ہو بطور شرکت عام کے پیدا کئے ہیں کوئی چیز خوردنی اور نہ کوئی
چیز نوشیدنی اور نہ کوئی منکوحہ کسیکے واسطے مخصوص ہے پس اپنے اپنے جعلی اور مصنوعی
قانون سے جو محض وہمی اصول ہیں ماں اور بہن اور دختر کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے دیکھو
اپنا خاص خون جس سے ملا ہے اسکے ساتھ مقاربت کرنیسے جو لذت ملیگی غیر عورت سے وہ
لذت مل سکتی ہے پس تم سب لوگ عورت اور مرد مظلوم ہو کہ اپنی موہومہ قوانین سے اپنے
اوپر ظلم کر رہے ہو۔ اسکے کیا معنی کہ آدمی کسی مال مشترک کو جس میں کل آدمی شریک ہوں اپنے
تصرف میں لاوے اور دعوی کرے کہ اسکا مالک خاص میں ہوں یا کوئی عورت (جسکو نیچر نے
سبکی منکوحہ ہونیکی لیاقت عطا کی ہے) اپنے نکاح میں لاکر مدعی ہو کہ میں اسکا شوہر اور خاص
مستحق ہوں ان دونو مثالوں میں کیسا ظلم شدید عام خلایق پر انکے حق مشترک کے غصب
کرنیسے لازم آتا ہے۔ اور یہ قانون غاصب حقوق کو اصلی مالک بنانے میں کسقدر ظلم پر
شامل ہے لہذا ہر ایک آدمی پر لازم ہے کہ یہ زنجیر اور طوق ظلم قانون کے اپنی گردن سے نکال
ڈالے اور شریعت مقدسہ نیچریہ کی پابندی کرکے غاصبین حقوق مشترکہ کو اس جبر اور ظلم
سے باز رکھے میں کہتا ہوں کہ اس شبہہ کے جواب میں ایک باب خاص ہمنے لکھا ہے۔ جو

ملاحظہ ناظرین میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ الغرض جب ایسے ایسے خیالات مزدک نیچرل کے قوم فارس میں پھیلے اور ان عقاید پر لوگ مائل ہوئے حیا اور شرم اُن سی جاتی رہی اور عذر اور خیانت فاش ہو گئی اور سفلہ گی پیدا ہو گئی اور بہایم کی خصلتیں اُن میں پیدا ہو گئیں اور ذلیل و خوار ہو گئے نوشیرواں نے اگرچہ مزدک نیچری اور بعض اُسکے پیرواں کو قتل کیا مگر ان تعلیمات فاسدہ کے مٹانے پر نوشیرواں کو باوجود سلطنت کے قدرت ہوئی اسی نیچری تعلیم کی خرابی سے مزدک کی آخر فارس کا یہ حال ہوا کہ ایک حملہ عرب کا جو زمانہ خلافت ثانیہ میں ہوا نہ روک سکے۔ حالانکہ ان کے ہمسر یعنی روم قرون متعددہ تک عرب سے جنگ و جدال کرتے رہے۔ پھر آخر کیا ہوا عرب کی غلامی کا طوق اہل فارس کی گردن میں ڈالا گیا۔ معذرت بخدمت اہل اسلام آپکو یہ خیال ہو کہ اہل فارس کا مطیع الاسلام ہونا میں اُن کی بدانجامی سمجھتا ہوں معاذ اللہ بلکہ میری غرض یہاں تاریخی واقعات کے لکھنے سے ہے اور مورخ کو بہ لحاظ تاریخ نگاری کسی مذہب کے حق اور ناحق ہونے سے غرض نہیں ہوتی اور اگر ایک مورخ مسلمان بنکر اس واقعہ کو لکھوں تو یوں لکھونگا کہ چونکہ تعلیم نیچری سے اہل فارس کو اصول حقہ مذہب اسلام کا قبول کرنا نصیب نہ ہوا اور لامذہبی سے انکو آخر بزور شمشیر اسلام اُن عقاید دہریت سے الگ ہو کر راہ راست دیکھنی پڑی جب بھی اصول نیچری کی خرابی ثابت ہوگی۔ کیا وہ غیر مسلمان جو بزور شمشیر باکراہ دین اسلام قبول کریں جب تک عقاید اسلامیہ پر بہ صدق دل ایمان نہ لائیں اُن کا اسلام ظاہری برابر اسلام ان لوگوں کے ہو سکتا ہے۔ جو بلا اکراہ و اجبار صدق دل سے قبول اسلام کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ اہل فرانس میں نیچریوں کی وجہ سے کیا خرابی پیدا ہوئی یہ تو ابھی پینتیس چالیس ہی سال کا قصہ ہے جسکے دیکھنے والے کروڑوں موجود ہیں۔ فرانس وہ لوگ ہیں جنکی علم اور کمال اور صداقت اور جوانمردی کا شہرہ تمام دنیا میں ہے اور بعد رومانیوں کے پھر ان سے بڑھکر یورپ میں کوئی قوم سر برآوردہ نہیں تھی اور صفات شش گانہ مذکورہ بالا میں پوری اور ثابت قدم یہی قوم تھی اور تمام بلاد مغربیہ میں انکی حکومت کی دھوم تھی میر اسن اجتو چہ ستر یا چھہتر سال کا ہے جب سے مجھے

ہوش ہوا ہے فرانس کی جوانمردی راستبازی اور دیگر محاسن کو سنتے سنتے کان بھر گئے ہیں فرانس میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں دو شخص نیچری پیدا ہوئے وولٹیر اور روسو ان کے نام ہیں اپنے لقب انہوں نے رافع الخرافات اور منور العقول بنائے (جیسے ہمارے زمانہ میں روشن ضمیری کی تعلیم سرسید احمد خان صاحب سے منسوب ہے) یہ دونو نیچری فرانسیسی ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے اپیقورس دہریہ کی قبر کھود کر اُسکی بوری ہڈیوں کو از سر نو زندہ کردیا اور جسقدر قانون شریعت عیسوی یا قانون ملکی ایسے ہیں جن سے آدمی پابند اور مقلد ہو جاتا ہے اُن سبکو توڑ کر آزادی یعنی اباحت اور اشتراک عام کا تخم از سر نو انہوں نے بویا اور تقلید کی جڑ کاٹی (جیسے بقول پیروان سید احمد خان صاحب کہ اُنہوں نے بھی تقلید کی جڑ کاٹی ہے) آداب اور رسوم یعنی رسم رواج کو محض خرافات سمجھے (جیسے ہمارے عقل عین حاجی محمد اسمعیل خان صاحب دیکھو معارف نمبر ۹ جلد ۱ مطبوعہ یکم مارچ سنہ ۹۹ء) دین اور مذہب کو ان دونوں نیچریوں نے اختراعیات انسان ناقص العقل کہدیا اور دونوں پکار پکار کر خدا کا انکار اور انبیا پر طعن اور تشنیع کرتے تھے۔ وولٹیر نے تو چند کتابیں انبیا کی خطاکاری میں لکھیں اور کوئی دقیقہ تمسخر اور تشنیع اور مذمت انبیا کا اُسنے اٹھا نہ رکھا افسوس ہے ہمارے سرسید صاحب کو وہ کتابیں دستیاب نہ ہوئیں یہی اقوال نیچری فرانس کی اکثر طبائع میں اثر کر گئے اور یکبارگی دین عیسوی کو چھوڑ کر نیچری اصول یعنی اباحت کے اجرا پر آمادہ ہو گئے یہانتک نوبت پہونچی الگروز ولٹیری ایک شخص نولاگر جا گھر کی محراب میں چھوڑ دیا اور اُس قوم کے سردار خواہ مسیح کو پکار کر کہنے لگا کہ ایہا الناس آج سے اب کسی کو یہ خیال نہو کہ آسمان کی گرج (رعد) اور بجلی کی چمک تمہارے ڈرانے کیواسطے خدا نے آسمان نے تجویز کی ہے بلکہ یہ سب کچھ آثار طبیعت سے ہے اور سوائے (ناتورا) طبیعت کے اور کوئی موثر عالم میں نہیں ہے اب تم ہرگز اوہام مذہبی کی پرستش نہ کرو (ہمارے نیچرل ہندوستانی بھی اوہام مذہبی کے لفظ کا سخن تکیہ رکھتے ہیں) اور محض گمان باطل سے کوئی خدا اپنے واسطے نہ بناؤ اگر تمہاری یہی خواہش ہے کہ ضرور کسی کی پرستش کرنی چاہیئے یہ دیکھو گرجا

گھر کی محراب میں مدموازل مثل و ملینہ یعنی تصویر دندان فیل کی کھڑی ہے اسکو پوجتے ہیں
دونوں شخصوں کی خراب خراب تعلیم سے فرانس میں خرابیاں اور پھوٹ پڑتے پڑتے ان کی
حکومت پچھم اور پورب دونو طرف کمزور ہو گئی۔ ناپلیون اول نے اگرچہ دین مسیحی کو دوبارہ
جاری کیا پھر بھی ان کی تعلیمات خراب کا اثر کچھ نہ کچھ بلکہ بہت کچھ باقی رہا آخرکار جرمنی کے
ہاتھ سے کیسی شکست اٹھائی کہ اسکا جبر و نقصان برسوں تک بھی نہ ہو سکا انہیں خراب
تعلیم نیچری سے فرقہ سوسیالیسٹ یعنی فرقہ اجتماعی لوگوں کا فرانس میں پیدا ہوا جسکا ضرر
جرمنی ضرر سے کچھ کم اہل فرانس کو نہ پہونچا پھر اگر چند پابند مذہب اور اصول شائستہ مذکورہ
صدر بحث کی پامردی نکرتے اور اچھے عقاید اور خصال پسندیدہ سے تدارک اس تعلیم
خراب کا پورا نکرتے تو قوم فرانساوی زیر و زبر ہو کر خاک میں مل جاتی امت عثمانیہ کو نیچری
عقاید سے کیا ضرر پہونچا چند امرا اور صاحبان ثروت گروہ عثمانیہ کو بھی خبط نیچریت
کا ہوا تھا اور یہ آخری محاربہ جو عثمانیوں سے ہوا ہے انہیں نیچرل خیالات کے لوگوں
نے خیانت کر کے وہی افسران لشکر باعث تباہی اور بربادی کے ہوئے اور یہی لوگ
طریقہ نیچری پر چلتے تھے اور اصحاب افکار جدیدہ گنے جاتے تھے تعلیم نیچری سے
انکو ایسا گمان تھا کہ آدمی بھی مثل حیوان کے آزاد اور شتر بے مہار ہے اور یہ اخلاق
اور خصال حمیدہ جنکو موجب فضیلت حیوانات پر خیال کرتا ہے یہ سب برخلاف
ناتور یعنی طبیعت کے ہیں اور محض بیکار ہیں ہر شخص کو لازم ہے لذات اور شہوات
حیوانیہ کی تحصیل کی اپنے واسطے کوشش کرے اور خرافات قیود اور واہیات قواعد
مصنوعہ انسانی کا پابند نہ ہے اور چونکہ آدمی بھی مثل حیوانات ایکروز فانی ضرور ہوگا
پھر حیا کیا چیز ہے اور امانت اور صداقت کیا چیز ہے ایسے ایسے خیالات فاسدہ کے
سفلگی قبول کر کے انہوں نے سالہاے دراز کا شرف اور بزرگی عثمانیوں کی برباد
کر دی اور آخر جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے۔ اہل اسلام میں نیچری تعلیم کا اثر پہلے کیا
ہو چکا ہے اور کیسی خرابی ان کو نصیب ہوئی ہے۔ چونکہ شیعہ اور اہل سنت

دونو فرقوں میں اس قسم کے لوگ جن کا ذکر میں اب کرونگا پیدا ہوتے اور دونوں کے خدمات
برابر تخریب دین اسلام میں پرزور ہو چکے ہیں لہذا دونوں مذہب اہل اسلام سے میں پہلے
معافی طلب کرتا ہوں کہ میرے بیان کو تعصب مذہبی پر محمول نہ کرینگے مگر پھر بھی بہتر یہی
ہے کہ میں ایرانیوں میں جو شیعہ ہیں انہیں کی خرابیاں زبانی بالاجمال الدین سجہاں کروں
اہل اسلام وہ قوم تھی زیادہ تر بسبب انہیں عقاید اور خصال شستگانہ کے جوہر
ایک فرد میں اُن کے راسخ ہو گئے تھے ترقی یعنی صدر برس ہی ابتدائی ظہور دین محمدی
سے الپ کے پہاڑوں سے تا دیوار چین ان کے تحت و تصرف میں آگیا تھا اور بڑے بڑے
بادشاہ اور سلاطین کی عزت کو خاک میں ملا دیا تھا حالانکہ تھوڑی سی جماعت انکی تھی اور
اخلاق فاضلہ ان کے اس درجہ پر پہونچے تھے کہ انہیں اخلاق کے جذب مقناطیسی کی وجہ
سے قریب منتو ملیوں کو اپنے مذہب میں لائے تھے حالانکہ غیر مذہب کے لوگوں کو مسلمانوں
نے اختیار دیا تھا کہ چاہیں جزیہ دیکر اپنے مذہب پر رہیں اور جبراً ضرور داخل دین اسلام نکرتے
تھے پھر بھی ان کے اخلاق اور اسلام کے اصول کی عمدگی نے انکو اسلام ہی قبول کرنے
پر آمادہ کیا تھا۔ تا اینکہ چوتھی صدی ہجری میں نیچری فرقہ اہل اسلام کا مصر میں پیدا ہوا
اور اپنا نام انہوں نے باطنیہ اور صاحب السیر مشہور کیا ظاہر میں تو مسلمان اور در پردہ اسلام
کی جڑ کاٹنے والے۔ اس فرقہ نے اپنی شرارہ ہائے فتنہ و فساد ہر طرف کو بڑھائے خصوصاً
ایران میں فرقہ باطنیہ کا بڑا اثر پڑا۔ ان نیچریوں نے جب دیکھا کہ نور شریعت محمدیہ کا تمام مسلمانوں
کو منور کر چکا ہے اور علمائے محمدی کمال علمی کے ساتھ بڑی بیداری اور ہوشیاری سے حراست
دین اسلام کی کر رہے ہیں اور درستی اخلاق مسلمین میں پوری سرگرمی علما کو ہے لہذا اب
اس فرقہ کو یہ سوجھی کہ پہلے اہل اسلام کے عقاید کو بہ نسبت علما کے مشکوک کرنا چاہیے مثلاً
بھیک مانگنے کا الزام اور رمال مردم خوری کی تہمت علما پر کرنے لگے (جیسے ہمارے سر سید احمد خان
صاحب بھی علما اسلام کو اسیطرح سے یاد کرتے تھے اور اُن کے پیرو بھی اسیطرح کہتے پھرتے
ہیں) پھر جب علما کی طرف سے اہل اسلام بد عقیدہ ہو گئے اب اُنسے عہد و پیمان لیکر اپنے

مرشد کامل (جنرل نیچرل) تک انکو پہونچانے لگے یہ بھی انکا قول تھا کہ معلم اصول نیچریہ کو لازم ہے کہ ہمیشہ روسا اور امرای اسلام کو اپنے دام تزویر میں پھنساتا رہے اور ایسی فریب دہی سے کام لیا کرے کہ امرا اسکے دام تزویر سے نکل نہ جائیں دیکھوں ناظرین کتاب ہذا کیا آپکو ہمارے جنرل نیچرل کے حالات سے خبر نہیں ہے؟ یہ بھی ان نیچریوں کی تعلیم تھی کہ معلم عقاید نیچریہ کبھی آپ کو ناکام تصور نہ کرے۔ ہمت کار باد اور پھر جب کوئی مسلمان مرشد کامل کے دام میں جا پھنسا۔ اب پہلی تعلیم شاہ صاحب کی یہ تھی کہ میاں ظاہری اعمال مثلاً نماز روزہ وغیرہ یہ ان لوگوں کیواسطے مقرر ہوئے ہیں جو حق کو نہ پہونچا ہو اور حق سے مراد مرشد کامل ہے اور جب تم حق کو پہونچ گئے اب سب چیزیں چھوڑ کر مرشد سے لو لگاؤ۔ نماز عاشقاں ترک وجوداست کسی نے یوں کہا دیکھو رسول صلعم نے فرمایا ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن نماز مومنین کے واسطے زینہ حق پر چڑھنے کا ہے پھر جب تم چھت پر پہونچ گئے اب زینہ کی کیا حاجت اور ضرورت رہی۔ سد بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید۔ کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا۔ میری چشم دید حکایت ہے ایک مجنون قوم کا دھنا نداف شراب خوار بد مست جو ولی (مجذوب) مشہور تھا میرے وطن میں آیا اسوقت میں اپنے ایک بزرگ عالم حنفی المذہب کے پاس بیٹھا تھا اور وہ تلاوت قرآن کر رہے تھے کسی نے خبر دی کہ مستان شاہ شیو لال کلوار کی دوکان پر شراب میٹھے پی رہے ہیں سنتے ہی اس خبر کے وہ بزرگ قرآن کو لپیٹ کر چلنے پر آمادہ ہوئے میں نے کہا کیا تلاوت قرآن سے بڑھ کر یہ شغل آپکا ہے۔ کہنے لگے کہ اگر مستان شاہ مجھے حکم دیں (معاذ اللہ) تو اس قرآن کو شراب سے آلودہ کروں یا دھو ڈالوں۔ میری آنکھوں میں دنیا سیاہ ہو گئی اور چپکا چلا آیا۔ حافظ شیرازی نے تو سجادہ کو شراب سے رنگین کرنا شاعرانہ خیال سے کہا یہاں تو معاذ اللہ قرآن کو شراب سے آلودہ کرنیکی طیاری ہے۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ بہر حال جب مرشد کامل کے زیر تعلیم وہ ابرانی مسلمان آگیا اور روزہ نماز میٹ کرنے لگا اب تھوڑے دنوں بعد یہ تعلیم شروع ہوئی کہ جسقدر احکام شریعت کے ظاہری اور اعتقادات قلبی اور باطنی ہیں اور جسقدر قیود حلال اور حرام کے مقرر ہوتے ہیں وہ سب ناقص لوگوں کیواسطے ہیں۔

جو بمنزلہ ہتھیار کے ہیں اب کہ تم کامل ہو چکے لازم ہے کہ سب جھگڑے اور بکھیڑے چھوڑ کر دمیدان
اباحت ہو جاؤ یعنی سب تم کو حلال اور مباح ہے حلال کس بلا کا نام ہے اور حرام کس چڑیا کو
کہتے ہیں امانت کیا چیز ہے اور کیوں اور خیانت میں کیا برائی ہے اپنا مال مشترک ہی ہے جسنے
لیا تو کیا اور تم نے لیا تو کیا اور جھوٹ میں کونسی برائی ہے اور سچ بولنے کی ضرورت کس کے خوف
سے ہے اچھے اخلاق کی پابندی برے اخلاق سے بیزاری سب لغو اور بیکار ہے گالیاں
دیتے میں کچھ خوف نکرو اور گالیاں کھانے سے رنجیدہ نہو۔ ہمہ اوست کے مشرب میں سب
طرح سے آرام اور آزادی ہے خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ تمہاری ماں بہن بیٹی جسطرح
تمپر حلال ہے اسیطرح اشتراک اور اباحت کی راہ سے خود تمپر اور تمام دنیا کے آدمیوں پر حلال
ہے پھر گالی سے کیوں برا مانتے ہو جسکے گھر چاہو تم چلے جاؤ اُسکا جی چاہے تمہارے گھر میں
بے روک چلا آئے اسکا گھر تمہارا گھر ہے اور تمہارا گھر اسکا گھر ہے۔ ایسی ایسی تعلیم سے
جب آزادی اور اباحت کا رنگ خوب جم چکا اور شریعت انبیاء کے ابطال سے طریقت پیرو
مرشد کی پوری جاری ہو چکی اب خدا کے انکار کا طریقہ تعلیم کرنے لگے پہلا فقرہ انکار الوہیت
کا یہ ہے کہ خدا اگر موجود ہے ضرور مشابہ موجودات سے ہوگا۔ یعنی کسی موجود سے ضرور کسی
چیز میں اُسکو مشابہت ہوگی۔ اسلیئے کہ اگر وجودی اشیا میں کسی سے مشابہ ہو پھر تو اسے موجود
کیوں کہینگے اور اگر خدا معدوم ہے ضرور معدوم امور سے مشابہ ہوگا حالانکہ خدا مشابہ موجودات
کے ہے نہ معدومات سے لہذا خدا نہ موجود ہے اور نہ معدوم مطلب یہ ہو کہ خدا کا نام ہی نام
لیا کرو اور در اصل خدا کوئی چیز نہیں ہے جسکی نافرمانی کا تمکو خوف ہو یا جسکی فرمانبرداری سے
تمکو امید بہبودی آخرت ہو بعض نیچریوں نے یہ بھی شبہہ ڈالا کہ جب خدا ہر شے سے غنی ہے۔
ہماری عبادت سے اُسکی رضا اور ہماری معصیت سے اُسکی ناراضی کیوں ہوگی پھر ہم
کیوں پابند اُسکی رضا کے ہوں اور تارک ان امور کے ہوں جنسے اُسکی ناراضی کو ہم اپنی
عقل ناقص سے تجویز کرتے ہیں سب غلط ہے باطنیہ فرقہ اس میں کشفی اور کاظمیہ پیرو کاظم
رشتی یہ شیعہ گروہ ہیں مدت سے خفیہ طور سے ایسے ایسے اخلاق کی تعلیم کر کے اخلاق مسلمانوں

کے خراب کرتے رہے اور اب بھی کرتے ہیں تا آنکہ علمائے دین اور امرا اور رؤسا اس فساد پر جب مطلع ہوئے اور اس فرقہ کا استیصال کرنا چاہا انکی بھی جمعیت زیادہ ہوگئی تھی اپنی آرائے باطلہ کی ترویج کی غرض سے ہزاروں علما اور صلحاء امت محمدیہ کا خون ناحق کردیا بعض فرقہ باطنیہ کے مکاروں نے منبر الموت پر چڑھ کر بآواز بلند یہ ظاہر کیا کہ جب قیامت قایم ہوگی کوئی تکلیف ظاہری اور باطن کی انسان پر نہ رہیگی اور قیامت سے مراد یہ ہے کہ قایم بحق پیدا ہوا اور میں ہوں وہی قایم بحق (مہدی) اب جسکا جو جی چاہتے بے روک ٹوک عمل کرے کہ تکلیف اٹھ گئی یعنی انسانیت کے دروازہ بند ہوگئے اور حیوانیت کے دروازے کھل گئے خلاصہ یہ ہے کہ اسی باطنیہ فرقہ نے جو ان کا اصلی مقصود تھا انکار الوہیت خدائے یگانہ کا اسکو اہل اسلام میں اچھی طرح سے شرق سے غرب تک پھیلا دیا جائے۔ مسجد کے چراغ کو کتے لیجائے تو کہیں کہ اپنے گھر کا چراغ آپ ہی لئے جاتے ہیں کسی نے حلول اور کسی نے عینیت اور کسی نے ہمہ اوست کا اعتقاد جمایا ہے۔ حکیم اسپانیوزا بھی تمام عالم کو خدا جانتا تھا اور ڈیکارٹش کا نامی شاگرد ہے وکٹر کزن لکھتے ہیں کہ اسپانیوزا سوائے ذات باری کے اور کسی کے وجود کا قایل نہیں ہے (تاریخ الحکما صفحہ ۵۰۰) جب اہل اسلام میں ان نیچریوں کے (جو بلباس فرقہ باطنیہ تھے) ایسے ایسے خیالات پیدا ہوئے (اور اب بھی تو ہیں) انکی شجاعت اور دلیری جبن اور بزدلی سے بدل گئی اور امانت اور صداقت خیانت اور دروغگوئی سے اور محبت اسلامی محبت شخصی سے آخر ۵۵۰ ہجری میں یا پانچویں قرن میں اہل فرنگ نے شام کی آبادیوں پر ہجوم کرکے سیکڑوں قریہ اور شہر ہائے مسلمین کو خراب اور لاکھوں کا خون کر ڈالا اور قریب دو سو برس کے ان فرنگیوں کے ہاتھ سے مسلمان عاجز تھے حالانکہ اس فساد سے پہلے قوم فرنگ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے خاص ملکوں میں راحت اور آرام نصیب نہ تھا اسیطرح گروہ اوباش ترک و تاتار و مغول نے ہمراہ چنگیز خان کے اکثر شہرہائے محمدیاں کو ویران کردیا اور مسلمانوں سے انہیں عقاید فاسدہ کی وجہ سے اسقدر نہ ہوسکا کہ اس بلا کو اپنی قوم سے دور کردیتے حالانکہ ابتدائے اسلام میں قلت جماعت سے بھی سور چین تک ان کے

گھوڑے دوڑتے تھے پھر چونکہ اخلاق اسلامی بالکل ہر شخص سے زائل ہوتے تھے لہذا بسالہائے دراز کے بعد پھر از کوشش و جان بازی آراضی شامیہ کو پھر مسلمانوں نے فرنگیوں سے نکالا اور چنگیز خانیوں کو مشرف باسلام کر لیا مگر بالکل اُس کمزوری کو دور نہ کر سکے اسلئے کہ وہ خرابی نتیجہ عقیدہ نیچریہ کی تھی اگرچہ اہل تاریخ انحطاط مسلمانوں کو جنگ صلیب سے شمار کرتے ہیں مگر لائق یہ ہے کہ مسلمانوں کا ضعف اوسی زمانہ سے شمار کیا جائے جب سے یہ فرقہ نیچریہ نے (باطنیہ کشفیہ صوفیہ) ان میں پیدا ہو کر انکے خصایل شستگانہ کو خراب کر دیا ہے پوشیدہ نہ رہے کہ یہ فرقہ بابی کہ آخر زمانہ میں ایرانیوں میں پیدا ہوا ہے اور ہزاروں بندگان خدا کا خون ناحق کر رہا ہے یہ بھی مرید اور پیرو اُسی فرقہ اللموت کا ہے اور انکی تعلیم نمونہ تعلیم انہیں نیچریوں کے ہے خدا محفوظ رکھے ابھی ان کے فتنہ سے کیسے کیسے فسادات برپا ہونگی امید ہے جو اہل ایران میں یہ لوگ کریں گے ٭

باب آٹھواں

باب آٹھواں ہندوستان کے نیچری فرقہ اور انکے خفیہ کارروائی یا جاہلانہ خیالات کے بیان میں + اس باب کے پڑھنے والے کو اسکا خیال نہ ہو کہ مجھے کسی خاص مذہب یا خاص کسی نیچرل سے کسی قسم کی عداوت ہے اور نہ اسکا خیال ہو کہ دل کا حال کسیکا کون جان سکتا ہے سوائے خدا کے پھر مجھے نیچریوں کے ارادہ ہائے قلبی پر کیونکر اطلاع ہوئی۔ لہذا میں پہلے اسی کو بیان کروں کہ ہمارے ہندوستانی بھائی جو نیچریت کا دم بھرتے ہیں۔ جہاں ان کی اور ہزاروں باتیں تنزل کی ہیں ایک یہ بھی نشانی ادبار کی ہے نیچری فرقہ ہمیشہ فلسفی اور حکما کا چلا آتا ہے جو سوائے اس خراب عقیدہ انکار الوہیت اور انکار شریعت کے علوم اور فنون مروجہ زمانہ موجودہ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ سوسیالیسٹ اور کومونیسٹ اور نہلیسٹ اور انارکسٹ یہ سب اسی نیچریہ گروہ کے جدا جدا بظاہر فرقہ ہیں مگر باطن میں سب ایک اور وہی دہریہ اور نیچرل اوپر کے باب میں پڑھ لیجیے کہ فرقہ نیچریہ کیسے رنگ بدل بدل کر اپنا کام کرتے چلے آتے ہیں کبھی تو مہذب کبھی رافع ظلم کبھی روشنی پھیلانے والے کبھی قومی ہمدردی پیدا کرنے والے کبھی علم باطن کے معلم کبھی روشن ضمیری کے پیدا

کرنیوالے۔ بہرحال جو رنگ انہوں نے اختیار کیا اس میں پورے اور ڈوبے ہوتے تھے اور اسکا
سرمایہ علمی اور عملی اُن کے پاس پورا تھا کسی غیر سے عربی اور انگریزی اور لاطینی اور عبرانی
یونانی زبان کا ترجمہ کرانے کے محتاج نہ تھے کسی عملی مسئلہ میں جیسے جر ثقیل کا کوئی قاعدہ خواہ
ہندسہ کا کوئی مسئلہ یا جبر و مقابلہ کی کوئی مساوات اسکا حل کرنا اس میں اُن کو مترجم یا اسسٹنٹ
یا سکریٹری کی حاجت نہ تھی (آپ سمجھے یا نہیں ہمارے ملا جمال الدین صاحب حسینی جو پہلوان نیچریہ
کے عجیب لفظ لکھ رہے ہیں اُنکا مطلب یہ ہے کہ نیچری ہندوستانی اور اُن کے جنرل نیچرل
باوجود اسقدر بے علمی کے اور مدعی فلاسفر ہونیکے ہوتے ہیں۔ اِن سے تو اہل علم کو خطاب ہی
کرنا چاہئے۔ ملا صاحب کو ہندوستان سے کوئی تعلق نہیں اور ہمکو تو یہیں مرنا اور یہیں جینا
ہم بھلا کب اسکو گوارا کرینگے کہ ہندوستان کے نیچری معززوں سے خطاب نہ کریں۔ اب اصلی
مطلب پر آیا ہوں ایک میرے دوست ایم اے نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک پروفیسر عربی کسی
کالج کے اُنہوں نے جب انتصار الاسلام کے اجزا پڑھے کہنے لگے کہ ابھی مولانا صاحب دروازہ
پر شہر نیچر کے نہیں پہنچے مجھے یہ سنکر افسوس ہوا کہ اگر پروفیسر صاحب کو ہمدردی اسلام ہے
تو مجھے تعلیم کریں کہ شہر نیچر کا نقشہ کیا ہے طول اور عرض جغرافیاوی اسکا بیان فرمائیں اور اگر
میری کم علمی (جیسی کہ ہے) اُسپر پروفیسر صاحب خیال کر کے غرض ان کی یہ ہے کہ میرا منصب
یہ نہیں ہے۔ کہ میں اس مرحلہ عظیم کو طے کروں اسکا تو مجھے ضرور اقرار ہے کہ مجھے علمی لیاقت
بہت کم بلکہ در اصل کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جنکو لیاقت ہے جیسے پروفیسر صاحب
ان کو اسلام سے ہمدردی نہیں ہے لہذا مجھکو اس بار عظیم کا اٹھانا اور اپنے اسلامی بھائیوں کو
اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے اور ہزاروں خانوادہ اسلامی کو جلا چکی بچانا ضرور ہے اب میں
سمجھا کہ پروفیسر صاحب کی یہ بھی ایک چال تھی جو چلی تھی تاکہ میں جی چھوڑ دوں اور ہمت ہار کر
نیچریوں کا حال ظاہر نکروں ہاں جناب نیچر کوئی قلعہ یا کوئی بڑا بھاری شہر یا کوئی بڑی بھاری
کوٹھی یا فرامیس گھر نہیں ہے اصول نیچری وہ ہی دو ہیں جو باب ۲ میں لکھے گئے یعنی
اشتراک عام اور اباحت عام البتہ چونکہ اس فرقہ کے لوگ پورے فلاسفر ہوتے ہیں اُن کی فریبا

نیچری کی چالیں ضرور سرسری نظر سے معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ تاریخ ہمکو بتلا رہی ہے کہ فرقہ جہار گانہ موسیالیسٹ وغیرہ کا ایک یہ بھی بڑا بھاری کید اور مکر تھا کہ اپنی قوت سے یا چندہ سے مدرسہ اسکول جاری کئے اور ماسٹر وہی لوگ مقرر کیے جو اُن کے ہم مشرب تھے اب تعلیم اطفال یورپین جب ان کے قبضہ میں آئی آہستہ آہستہ عقاید نیچری کی تعلیم اطفال کو شروع کرا دی عرب کہا ہے العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر لڑکپن سے جو بات آدمی کے دل و دماغ میں درائی ہے پتھر کی لکیر ہے وہ کبھی نہیں مٹتی ہے کچھ لوگ تو بانئے مدرسہ بنے اور کچھ لوگوں نے بلاد یورپ میں متفرق ہو کر مدرسوں کی ماسٹری اختیار کی اور اسی ذریعہ سے اپنے عقاید میں پختہ ہو گئے رجیسے محمدن کالج علی گڈھ کے) اب ان کی جماعت بڑھ گئی اور روس کی سلطنت میں ان کی زیادہ کثرت ہوئی جنکو ہم نہلیسٹ کہتے ہیں بے شبہہ اگر یہ فرقہ قوت پکڑ گیا نوع انسان کی بربادی پوری پوری اسی سے ہوگی۔ ہمارے ملک میں کانگریس کی جماعت بھی سلطنت کے مقابلہ میں پیدا ہوئی تھی۔ اگر سر سید احمد خانصاحب پورے نیچرل ہوتے تو مسلمانوں کو انٹی کانگریس قایم کر کے ہنود سے مخالف نہ کرتے جسکا نفع اور ضرر کسی اور مقام پر لکھونگا اور لکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے آج مسلمانوں کو جو ضرر پہونچ رہا ہے اُسکو کون نہیں جانتا ہے مگر کانگریس کے ممبروں کو پھر میں کہونگا کہ اگر وہ علوم و فنون حاصل ہوتے جو امریکا والوں کو ہیں یا اہل یورپ کو تو ضرور بڑا فائدہ انکو اور نہیں صیغہ تجارت اور صناعت ہی میں پہونچتا اور گورنمنٹ بھی راضی رہتی مگر افسوس ہماری لاعلمی پر اب میں ہندوستان کے معزز عقیلیوں سے مخاطب ہو کر پوچھتا ہوں کہ نیچری اصول جو باب (۱۶) میں لکھے گئے اگر آپ کو ان اصول سے ظاہر خواہ باطن میں اتفاق ہے اُن کی خرابی عقلی تو میں آیندہ لکھونگا۔ اور اگر ان اصول کو آپ پسند نہیں کرتے پھر تو ہمارے اور آپ کے کچھ نزاع اور مخالفت نہیں ہے۔ جو کوئی آپ کو نیچری کہے ہم اُسکے ویسے ہی دشمن ہیں۔ جیسے آپ اسلئے کہ پابند مذہب اسلام کو نیچری کہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسے اسکو کافر مرتد بے دین کہنا مگر آپکی مخالفت اصول نیچریہ سے کیونکر مانی جائے اسلئے کہ جو جو طریق فرقہ نیچریہ کے تخریب اخلاق کے ہیں وہ تو سب ہم آپ میں دیکھ رہے ہیں اشتراک عام کی اصل پر تو

آپنے ابھی دختر اور خواہر اور مادر سے ہم بستری کو بظاہر مباح نہیں کیا ہے مگر تعلیم نسوان مثل مردوں کے اور انکا سر بازار پھرانا یہ تو آپ ضرور کر رہے ہیں اور یہ تجویز کہ عورتوں کو لیاقت علمی برابر مردوں کے ہو جائے۔ قطع نظر اسکے کہ شریعت انبیاؑ کی مخالف ہے۔ عقلی دلایل سے بھی اسکے فسادات کو ہم ظاہر کرینگے یہ بھی اسے اشتراک عام پر مبنی ہے پچھلے نیچرل صاحب صاف شرائع انبیا کو ظلم صریح اور پابندی قیود بیجا کہدیتے تھے آپ ذرا پردہ اور آڑ میں ہو کر ابطال شرائع اس تقریر سے کرتے ہیں کہ جو احکام شریعت مخالف عقل کے ہیں وہ سب غلط اور ناقابل العمل ہیں۔ اور یہ محض دھوکھے کی بات ہے اور جاہل فریبی ہے عوام بیچارہ کیا سمجھ سکتے ہیں کہ اسکی لم کیا ہے اصلی مطلب اسکا یہ ہے کہ جب احکام شرائع مطابق فلسفہ کے ہیں پھر ہمکو نبی کی پیروی کیا ضرور ہے نبی بھی وہی کہتے ہیں جو ہمارے فلاسفر کہتے ہیں پھر ہم نبی کی تقلید کی بیڑیاں کیوں پہنیں تطبیق شرع با عقل سے مطلب ان دشمنان دین کا یہ ہے اگر آپکا بھی یہی مطلب ہے تو کھل جاتی پردہ کیا ضرور ہے اور کہدیجئے جسطرح براہمہ منکر نبوت ہمیشہ سے کہتے چلے آتے ہیں کہ بعثت انبیا محض لغو ہے۔ اسلیئے کہ اگر نبی مخالف عقل حکم دیتا ہے رد کرو اور موافق عقل دیتا ہے اسکو تو ہم پہلے سے جانتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۳ انتصار الاسلام میں گذر چکا اب اگر ہم آپکا یہ قول تسلیم بھی کرلیں کہ سر سید احمد خانصاحب نے اپنے مسایل کو عقل سے مطابق کر دیا اور آیات قرآنیہ کی تفسیر بھی ایسی ہی کر دی کہ مطابق عقل کے ہو گئی تو اسکا نتیجہ کیا ہوا یہی ہوا کہ دین اسلام وہی فلسفہ ہے جو آدمیوں کا بنایا ہوا ہمیشہ سے جاری ہے قرآن کوئی وحی آسمانی نہیں ہے بلکہ وہی باتیں قرآن میں ہیں جو ہیوم اور ڈیکارٹس وغیرہ دہریوں کی کتابوں میں برابر درج ہوتی چلی آتی ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کو کوئی کتاب ہم پہونچی تھی انہوں نے براہ خود نمائی آپکو نبی اور قرآن شریف کو آسمانی کتاب ظاہر کر دیا جیسے اہل ہنود کہتے ہیں کہ چاروں کتب آسمانی ہمارے وید سے چھانٹ چھانٹ بنائے گئے ہیں اب معلوم ہوا کہ آپکے ہیرو سید احمد خانصاحب دوستی کے پیرایہ میں اسلام کی جڑ کاٹنے والے تھے۔ حامی دین اسلام وہ شخص ہو سکتا ہے جو اس فلسفہ کی جڑ کاٹی جس

کی اشاعت سے دہریت اور انکار مبدا اور معاد لازم آتا ہے دیکھو بات انتصار الاسلام
اب جاہل بیچارہ اس تہ کو کہاں پہونچ سکتا ہے اسنے جب یہ سنا کہ ہمارے اسلامی شریعت پر جو
شبہ فلاسفر کرتے تھے کہ خلاف عقل ہے اسکو سرسید صاحب نے دفع کردیا وہ تو ہزار جان سے
گرویدہ ہوجائیگا اسکو کیا خبر ہے کہ مطلب سعدی دیگر است اب میں کہتا ہوں کہ کارروائی
فرقہ نیچریہ نے ابتدائی نشو ونمائی فرقہ ہذا سے تخریب دین اور دنیا کی غرض سے کی ہیں جنکو
ہم نے باب ۱۹ سے لکھنا شروع کیا ہے۔ وہ سب ہمارے ہندوستان کے نیچرل صاحبوں
نے پیری سے اپنے پیر سرسید صاحب کی ہیں فرق اتنا ہے۔ کہ ہر فرقہ گذشتہ نے ایک
یا دو باتیں سکھلائیں اور جنرل نیچرل انڈیا نے سب کی سب تعلیم کریں۔ ؎
حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اور پھر لطف
یہ ہے کہ وہ نیچریہ دشمن دین کہلاتے تھے اور ہمارے سرسید صاحب حامی اسلام اور سرپرست
مسلمین کہلائے گئے باغ لگے اور لگنے نیائے تم بھی تو خوبی ہے کہ اسلام کی جڑ بنیاد اوکھڑ جائے
اور پھر حمایت اسلام کا لقب ہاتھ سے نہ جانے۔ سنئیے دیکھی نہیں اس کاٹ کی تلوار ہیں
نگہ یار سوا رہے دل پہ سوز خم بدن پر کہیں آثار نہیں۔ کہو کہتے اسے کیا۔ آپ خیال کیجے کہ جو
شخص اسلام کے نام پر فدا ہو اور مسلمانوں کے حال زار پر آنسو کے دریا بہاتا ہو اتنے آنسو
اگر آنکھوں میں کان کا میل بھی لگایا جائے کبھی نہیں نکل سکتے اور دن رات ہائی اسلام
ہائی اسلام سوا اور کچھ بھی صدا اسکی نہو مسلمانوں کی تعلیم کیواسطے دربدر بھیک مانگتا
پھرے کبھی کوئی کیسا ہی کم عقل یا ذہی عقل اسکو دشمن اسلام کہ سکتا ہے ہاں جب عملی
کاروائی تعلیم اور تعلیم کی دیکھی جائے اسوقت البتہ راز سربستہ کھل سکتا ہے آپ ضرور کہینگے
کہ سرسید کا ذکر ہر جگہ کرنے سے نفسانیت پیدا ہوتی ہے مگر میں مجبور ہوں اسلئے کہ میرے نبی صلعم
نے فرمایا ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ
الْقِیٰمَۃِ جو شخص کوئی بری بات سکھلائے پڑھائے اسکا وبال خاص اسی پر اور جو کوئی
اس پر عمل کرے قیامت تک رہیگا۔ آپ لوگوں کے پاس تہذیب الاخلاق و تحریر الاخلاق

تفسیر احمدی اور دیگر آرٹیکل سرسید کی موجود ہیں انہیں مضامین باطلہ کی ترویج آپ کر رہے ہیں۔ پھر میں کہوں تو کسکو کہوں بہت اچھا آپ اب یہ تو فرمائیے جو آپ لوگ ہائے اسلام ہائے مسلمان ڈوبے مسلمان اور بالکل ڈوب گئے یہ کلمات اپنے مرشد کامل کی پیروی سے آپ برابر کہ رہے ہیں اور ہمیشہ مسلمانوں کو ارذل اقوام ہر چیز میں شمار کر کے اُن کی کمر ہمت جو کہ زمانہ نے پہلے سے توڑ رکھی ہے نہ سلطنت نہ ثروت مال اور نہ علم و کمال نہ جاہ و جلال یہ مسلمانوں کی بھی خواہی اور خیر طلبی ہے یا کہ اور انکو پست ہمت بنانے کا طریقہ ہے جیسے ابیکوریوں کا طریقہ ہمنے ابتدا میں لکھا ہے کہ انسان حیوانوں سے بدتر ہے۔ اس طریقہ سے رہی سہی ہمت اور ٹوٹ جائیگی یا نہ ٹوٹیگی۔ کرکٹ میدان میں جو کر کا کہکر سپاہیوں کے دل بڑھاتے ہیں تب اُن کو پیش قدمی کی ہمت ہوتی ہے۔ اور اگر بجائے ان الفاظ کے انکو بیچارا زنانہ ہجکیر ٹھوکہ کر پکاریں سچ کہئے کیسا خراب اثر پیدا ہو یہ بھی ہم نے مانا کہ جس اقوام غیر کی ہنرمندی اور علم و کمال ہمکو سنا کر غیرت دلائی جاتی ہے کہ ہم بھی ویسی ہی تکمیل علمی اور ترقی کریں اور اسکا سرمایہ بھی آپکے ہیرو سرسید صاحب نے پورا فراہم کر لیا مگر کوئی شاخ تعلیم صنائع (آرٹ سکول) کی بھی کھولی یہ اشتہارات قبل اجرائے مدرسۃ العلوم علیگڈہ کے موجود ہیں ذرا ان کو پھر سے پڑھیے اور سہی کہتے کہتے مر گئے ہائے مسلمان ترقی نہیں کرتے مذہبی ترقی سے ہمیں بحث نہ کرو نہ لگاؤ وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک محض بھیک مانگنے کی ترقی ہے دنیاوی ترقی کو لیجئے اور ہمکو ہمارے سرمایہ سے اسی ڈھرے پر لگا دیجئے جس ڈھرے پر یورپ کے لوگ ترقی کر رہے ہیں آپ کیا ترقی کی تعلیم کر سکینگے نہ آپکو اصول ترقی مروجہ زمانہ حال کی خبر ہے۔ اور نہ آپکو اہل اسلام کی ترقی منظور ہے بلکہ جہاں تک ممکن ہے آپکو دین اور دنیا دونوں سے محروم کر کے حیوانات سے مشابہ بنانا اور اباحت اور اشتراک عام کے ڈھرے پر چلانا یہی آپ کا مطلب ہے باقی خیریت آپکی وہی مثل ٹھیک ہے جو سعدی نے گلستان میں اس حبشی بچہ کی لکھی ہے کہ بادشاہ ہو گیا تھا برف باری کی وجہ سے روئی کے کھیت جل گئے۔ رعایا فریادی آئی۔ بادشاہ نے فرمایا ہے پشم بایستی کاشتن۔ سچ ہے جس

چیز کا آدمی ہادی ریفارمر مسلم ہو پہلے خود اپنی لیاقت علمی اور عملی تو اس میں پیدا کرے
ایک اور دوسرے یہ کہ اسکو اپنی قوم کی ترقی بھی منظور ہو اور جہاں دونو باتیں ندارد پھر ترقی
کیسی۔ صیغہ قانون ملکی نیچریان ہند کو فقط یہی پڑھایا گیا ہے کہ علمی ترقی میں قانون ملکی
پاس کرکے بیرسٹر ایٹ لا بنجاؤ اور اسکے دو فائدہ ظاہری دکھلائے گئے ہیں۔ اگر نوکری ملی
تو تم کمشنر اور جج ہائی کورٹ ہوگے ورنہ بیرسٹری کرنا اور یہ بھی نہو تو لیجس لٹیف کونسل کی ممبری
تو کہیں نہیں گئی یعنی قانون ملکی بنانے میں تمہاری راے شریک ہوگی بہرحال سلطنت کی
مہمات میں دخیل رہنے سے صیغہ حکومت میں ہر طرح سے مداخلت کا موقع رہے اور یہ
پہلی بات نیچریوں کی قوانین سلطنت اور شریعت جب تک مٹائی نہ جائیں اشتراک اور
اباحت کے اصول ہرگز نہ جاری ہونگے اور سلطنت کی بیخ کنی دو ہی طرح سے ہو سکتی
ہے یا دشمن بیرونی کو آمادہ کرکے جنگ و جدال کرائی جائے یا کہ رعایاے سلطنت کو بادشاہ
سے بیدل اور ناراض کرکے دشمن خانگی اور مار آستین بنایا جائے ؎ زانکہ شاہنشاہ
را رعیت لشکر است ؎ میرا منصب اس کتاب میں اگرچہ نہیں ہے کہ میں احکام امور سلطنت
میں بحث کروں ؎ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش۔ مگر بہ نظر اسکے کہ میں بھی ایک فرد
رعایاے سلطنت سے ہوں کہتا ہوں کہ جو قانون مثلاً حقوق زمینداران اور کاشتکاران
کا ایسا ہو کہ اس سے دونو فرقہ میں مخالفت پیدا ہو اور دونو بے دل ہو جائیں اور دلوں میں
رعایا کی سلطنت کا عدل ثابت نہ رہے اور مخالفت پیدا ہو اگر یہ قانون فرقہ نیچریہ کا
بنایا ہوا ہو گا ضرور اسکا منشا یہی ہوگا کہ سلطنت کے خانگی دشمن پیدا کرکے بنیاد سلطنت
کی متزلزل ہو جائے ؎ میری غرض نہیں ہے کہ اسوقت کوئی قانون ایسا جاری ہے۔ یا
ہونیوالا ہے بلکہ میری غرض یہ ہے کہ نیچری فرقہ چونکہ دشمنی سلطنت کے انکے اصول میں
داخل ہے جہانتک ممکن ہو اشغال امور سلطنت میں انکو دخیل کرنا ہرگز مناسب نہ ہوگا
کیا فرقہ نہلیسٹ اور انارکسٹ اور سوسیالیسٹ وغیرہ کو اگر معزز عہدہ ہای ملکی دئے جائیں
یا واضعان قانون کی مجلس کے ارکین وہی لوگ مقرر ہوں ان سے کسی سلطنت پو

کو امید ہے۔ کہ بقاے سلطنت کی فکر کرینگے۔ پھر چونکہ ہمارے زمانہ کے ارکین سلطنت کی بیدار مغزی پوری پوری ہے ہمکو زیادہ توضیح اس مطلب کی کرنی ضرور نہیں ہے۔ ایک ممبر پارلیمنٹ لندن جو نیچرل تھے اور ایک بڑے جنٹل مین مسلمان کلکتہ جو نیچری خیالات سے بہکے ہوئے تھے ان دونو کی خبر گیری حکام نے بخوبی طور سے کرلی ہے اور اسیطرح آیندہ بھی امید ہے۔ کہ ہوا کریگی انشاء اللہ۔

اہل اسلام ہند بلکہ تمام دنیا کو نیچری تعلیم سے خبر وار کردینا لازم ہے۔

اب میں صاف صاف بیان کروں کہ ہمارے ہندوستان کے اہل اسلام پر نیچری تعلیم سے دنیا اور دین دونو کا ضرر کسقدر پہونچ رہا ہے اور اگر تدارک نہ کرینگے تو یونانیوں اور اہل فارس اور عثمانیوں اور فرانسیسیوں سے ہزار درجہ زیادہ ان کو خرابی اور مذلت کا سامنا ہوگا پہلے دینی ضرر کا بیان چونکہ یہ کتاب مذہبی کتاب ہے لہذا پہلے دینی ضرر فرقہ نیچریہ کا مجھے بیان کرنا ضرور ہے دیکھو برادران اسلامی اب تمہاری دینی خرابی کا درجہ یہانتک پہونچا کہ حضور لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی و اودھ نے بھی اپنے لیکچر میں زور شور سے بیان فرمادیا کہ اہل اسلام کو ان کی مذہبی تعلیم پوری دلانی ضرور ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کی تعلیم مذہبی کی نسبت جو کمیٹیاں علی گڈہ محمدن کالج میں ہوئی ہیں نواب محسن الملک بہادر بالقابہ کے اسپیچ جو اسوقت میرے پاس نہیں ہے جسکا نمبر اور تاریخ لکھوں اس میں صاف درج ہے۔ کہ مذہبی تعلیم کے واسطے چند رسایل اردو چھوٹے چھوٹے تصنیف کرکے داخل کورس رکہے جائیں اسلیے کہ اسلام سچا اور واضح دین ہے جس کی خوبیاں ایسی مخفی نہیں ہیں کہ زیادہ تعلیم کی ضرورت ہو پھر اگرچہ نواب صاحب بہادر کی ادنی درجہ کی تعلیم ضرور یہ تجویز درست ہے مگر اعلی درجہ کی تعلیم دینیات کا کوئی دوسرا لیکچر میری نگاہ سے نہیں گذرا ہے اگر ہے تو خیر ورنہ اسلام کی دینی تعلیم چھوٹے چھوٹے اردو رسایل کرانے میں اسلام کی دینی بیخ کنی پوری ہوگی اسلیے کہ اردو زبان سے اگرچہ ضروری مسایل اعتقادی بچوں کی سمجھ میں آجاینگے مگر چونکہ ہمارا قرآن اور علم حدیث زبان

عربی میں ہے اُس سے ہمکو بالکل مجانبت ہوجائیگی اَور اندیشہ ہے کہ شاید ہماری نماز
بھی اردو زبان میں پڑھنے کی تجویز ویسی ہی پیش ہو جیسے لیورپول میں مسٹر کولئن صاحب
کو بعض علمائے اسلام نے تجویز کردیا کہ انگریزی زبان میں نماز پڑھا کرو اور مُدھامّتان کی جگہ
دو برگ سبز کہدینا پچھلے بعض فقہا نے بھی جایز رکھا ہے جسپر عملدرآمد اہل اسلام نے اسی
خوف سے نہ کیا کہ قرآن اَور حدیث کا علم پھر متروک ہوجائیگا۔ دوسرا ضرر چھوٹے چھوٹے
رسایل نوایجاد سے یہ بھی ہے کہ طرز تعلیم مذہبی جو اہل اسلام کا مستمر ہے۔ اس میں شیعہ اور
اہل سنت دونوں فریق میں چھوٹے چھوٹے رسایل تعلیم دینیات کے موجود ہیں اُن کو ناپسند
کرکے جدید رسایل کی تصنیف سے پوری غرض یہی ہے کہ نیچری طریقہ سے اُن کی تبویب
اور ترتیب ہوتا کہ وہ خیالات پختگی اسلام کی ابتدا ہی سے بچوں کے دماغ سے نکال دیے
جائیں اور جدید روشنی جو تطبیق شرع بالعقل کی پیدا ہوئی ہے وہی روشنی پھیلائی جائے
سرشتہ تعلیم کا اپنے ہاتھ میں رکھنا یہ پہلا پیچ اس اکھاڑہ کا ہے جس میں ہمارے پہلوان
پنبہ بقول ملا جمال الدین حسینی اترے ہیں جیسے اوپر بیان ہوچکا تیسرا ضرر اس تعلیم مذہبی
کا یہ ہے کہ جب علوم اسلامیہ کی اسقدر کمی تعلیم میں ہوئی اَور فلسفہ کی تعلیم درجہ اعلیٰ پر جس
کی کوئی حد نہیں ہے یا اگر ہے تو ان حضرات کو معلوم نہیں اب ضرور جو شبہات جدیدہ
علوم جدیدہ سے پیدا ہورہے ہیں۔ اُن کے دفع کرنے پر یہ تعلیم یافتہ ہرگز قادر نہوں گے
خیال کیجیے کہ اہل اسلام کے قدیم علوم کے تعلیم یافتہ اگرچہ اعلیٰ درجہ علمی پر پہونچ رہے
ہیں ان شبہات جدیدہ کے دفع کرنے میں سردست اُن کو درماندگی ہوتی ہے۔ پھر
جب اردو رسالہ کے تعلیم یافتہ ہمارے اطفال ہوں گے۔ وہ بیچارہ کیا کرسکیں گے اب
زیادہ بحث اس تجویز پر کیا ضرور ہے۔ آپ دیکھ لیجیے جسقدر تعلیم یافتہ اس کالج کے سنی
اور شیعہ پاس شدہ موجود ہیں ان کی لیاقت علمی دینیات میں کیسی ہے اور وقت اُن کو
دینی تعلیم کا کسقدر ملتا ہے اور اُن کے عقاید مذہبی کیسے ہیں اور یہ کھلی بات ہے۔ کہ
سرکاری کالج اور اسکول کے پڑھے ہوتے ایسے نیچرل نہیں ہوئے ہیں جیسے محمدن

کالج علی گڈھ کے برعکس ہند نام زنگی کافور کے ہوتے ہیں۔ اگر میں یوں کہوں۔ کہ دین محمدی کی تخریب کے واسطے یہ کالج بنایا گیا ہے اُس وقت البتہ محمڈن کالج کے معنی درست ہوسکتے ہیں پھر چونکہ تعلیم دینیات کی کمی یہ جماعت اسی غرض سے تجویز کرتی ہے۔ تاکہ تعلیم علوم دینویہ اچھی طرح سے ہو۔ چنانچہ اب یونیورسٹی کا بھی چندہ چل رہا ہے۔ خیر دین تو رخصت ہوا۔ اب دنیاوی تعلیم کو لیجئے۔ دنیاوی ضرر تعلیم نیچری کا۔ اس ضرر کا بیان کرنا ایک طولانی تقریر کا محتاج ہے۔ اور اسکے دعاوی اور دلایل کو وہی لوگ سمجھیں گے۔ جنکو آج یوروپ کے علوم جدیدہ سے کسی قدر آگاہی ہے پھر ہم مجملی بیان ایسا کریں۔ کہ ہر شخص اُس کو تسلیم کرے۔ بشرطیکہ اپنے ملک کی فلاح اور بہبودی پر پوری نظر ہو۔ اینکہ من میں شیخ فرید اور تعلیمین اسٹیٹین ہاں جناب اگر آپ کو جدید تعلیم سے پوری لیاقت نہیں پیدا ہوئی ہے۔ تو اخبارات یوروپ کے ضرور نظر سے گذرتے ہوں گے۔ وہ بھی ایک عمدہ ذریعہ آپ کو اپنی دنیاوی ترقی کی راہ دکھلانے کا ہے۔ اسلیئے کہ جب مجھ سا اردو خوان اس قدر جانتا ہے۔ تو ہمارے معزز بی۔ اے ایم۔ اے۔ کو بدرجہ زیادہ معلوم ہوگا۔ اس وقت یوروپ کے اہل علم اور صاحبان عقل ہرگز وہ تعلیم ذریعہ ترقی دنیوی نہیں خیال کرتے۔ جس سے کسی گورنمنٹ کی نوکری اُن کو ملے بلکہ اُس کو ننگ و عار اور آزادی کے سراسر خلاف جانتے ہیں۔ اور جیسا کہ عقل صحیح کا مقتضی ہے۔ کہ نوکری بدتر از غلامی ہے۔ اسی طرح وہ بھی کاربند ہورہے ہیں۔ آپ دیکھ لیجئے کہ بڑا عہدہ گورنری کا ہے۔ وہ بھی منٹ منٹ میں مقید کیا جاتا ہے۔ پھر جو ہماری تعلیم انہیں علوم اور فنون کی نیچرل صاحب کراتے ہیں جس سے امور سلطنت میں ہمکو مداخلت رہے۔ قطع نظر اُس بدگمانی کے جو اوپر لکھی گئی۔ ہماری آزادی اور حریت کے بھی کس قدر مخالف ہے۔ اور پھر چونکہ نوکری ایک محدود صیغہ ہے۔ اور بقول بعض حکام عالی مقام کے ہماری ملکی سند یافتہ انٹرنس سے لیکر ایم اے درجہ تک اس قدر ہو چکے کہ

اگر تمام یوروپ اور ایشیا اور افریقہ کے محکمہ جات میں فقط ہندوستانی کی بھرتی ہو۔ پھر بھی نصف تعداد کو نوکری نہ ملے۔ اسی نظر سے قدماء فلاسفہ نے بھی مزاج ملک اور مزاج نظام عالم کو مرکب چار عنصر سے تجویز کیا ہے۔ اس میں سے ایک عنصر نوکری بھی ہے۔ ہمارے نیچرل صاحب نظام عالم کو بسیط یعنی ایک ہی عنصر سے غلط خیال کر رہے ہیں یہی سبب ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ بعد فراغ تعلیم کے اسی تباہی میں گرفتار رہتے ہیں جس میں کہ پہلے سے تھے۔ اب یوروپ کے علوم جنکے ذریعہ سے ہم آزاد آدمی رہ کر اپنی دنیوی ترقی سے مالا مال ہوں ان کی تفصیل مجھ سے سن لیجے۔ سب سے پہلے علم کیمسٹری کا (کیمیا) جو سو برس سے علم کے درجہ میں پہونچا ہے۔ اہل یوروپ میں اور اسی زمانہ میں اس قدر ترقی اس کی ہوئی ہے۔ جو اور کسی علم نے نہیں کی ہے تا اینکہ سونے چاندی بنانے کا انکار جو عالمگیر تھا۔ اب ایک ڈاکٹر نے اصلی چاندی اور ایک امریکین نے سونا بھی بنا دیا۔ ہمکو یہ دکھانا ہے۔ کہ اس علم کے عملی فواید اس قدر ہیں۔ اور ہماری دنیوی ترقی کا آلہ اس سے بڑھ کر شاید اور کوئی نہوگا۔ فرض کرو۔ اسٹرین کینڈل یعنی چربی کی بتی جسکا خرچ آج بھی ہمارے ملک میں فقط شہر کلکتہ کی گھوڑا گاڑی کرایہ کی جسکا شمار لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس میں ایک مرتبہ میں نے حساب کیا تھا۔ روزانہ دس ہزار روپیہ کی بتی کا خرچ تھا۔ ہندوستانی بتی چونکہ اس میں چربی ڈالو کے تینوں جز ہوتے ہیں۔ اسٹرین یعنی کھلی (اولین) یعنی چربی کا تیل دگلیسرین) یعنی چربی کا شہد اسی وجہ سے دیرپا نہیں اور انگریزی بتی فقط اسٹرین یعنی کھلی کی ہوتی ہے لہذا دیرپا ہوتی ہے۔ اب میری غرض یہ ہے۔ کہ کیمسٹری کی ترقی سے چربی کے تین جزء مفید الگ نکالے گئے۔ اور بڑا فایدہ انسان کو پہونچا۔ اسی طرح ہزاروں اشیا جیسے لوہا اور چمڑا اور روئی اور سن مجیٹھ وغیرہ اگر ہمارے

معزز اطفال کو فروغ کیمسٹری کی تعلیم دلائی جائے۔ لاکھوں طرح کے ہنر ان کی روزی پیدا کرنے کے ایسے اب یوروپ سے ہم سیکھ سکتے ہیں۔ کہ ہرگز نوکری کی ہمکو پروا بھی نہ رہے۔ اسی طرح جیالوجی اور پاٹالوجی میکانیکل یعنی زمین کے طبقات کی پیداوار کا حال زمین کی معدنی اشیا کی شناخت کہ بعض اہل یوروپ مزہ چکھکر مٹی کا اور بعض اور طریق سے تبلا دیتے ہیں کہ اس زمین خواہ اس پہاڑ میں فلاں معدنی شئے نکلے گی۔ دریاؤں کی اشیا کا علم علم ہوا کے ذریعہ سے سیکڑوں آلات اور اشیا کی ایجاد ہوتی ہے علم فلاحت کی پوری ترقی سے ایک ہی کاشتکار امریکہ میں لاکھ بگیھ کا کھیت دخانی انجن سے طیار کرتا ہے۔ جس کی آمدنی مہاراجہ گوالیار کی ملکی آمدنی سے برابر اخبارات میں درج ہے۔ اگر میں تفصیل اُن علوم اور فنون کی لکھوں ایک جداگانہ کتاب طیار ہو۔ اور سب جانے دیجے۔ جس قدر آلات اور میٹر یعنی پیمانہ اب طیار ہوئے ہیں۔ مثلاً بیرومیٹر ہوا ناپنے کا پیمانہ ایرلومیٹر اور لکٹومیٹر جس سے ڈاکٹر پیشاب کی گریوٹی یعنی وزن صنفی دریافت کرتے ہیں۔ اور لکٹومیٹر سے دودھ میں جس قدر پانی ملا ہوتا ہے۔ اُس کی شناخت ہو جاتی ہے۔ اور مخبر زلزلہ جو کہ زلزلہ کے آنے کی خبر پہلے سے دیتا ہے یہ کتاب عروس بدیعیہ موجود ہے۔ اور اسکول اور کالج میں یہ سب اصول اور فروع تھوڑے تھوڑے پڑھائے بھی جاتے ہیں۔ ہزار افسوس نہ ہمارے ریفارمروں کو اس قدر لیاقت ہے۔ کہ ہمارے اطفال کو اس کی ہدایت کریں اور نہ ہمارے تعلیم یافتہ ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ کو اتنی سمجھ ہے۔ کہ اپنے نفع اور نقصان کو پہچانیں۔ لہذا بجز فلاکت اور دقت اور پریشانی کے اور کچھ نتیجہ اس تعلیم کا اگر ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ نیچرل بنجاؤ۔ دین سے بھی ہاتھ اٹھاؤ۔ جس طرح دنیا خراب کردی ہے معزز تعلیم یافتہ دیکھو اگر تم کو فقط اہنی

آلات کے بنانے کا علم یعنی علم میکانیکی پڑھایا جائے۔ یا تم کو فقط کچ
ڈھالنے کا ہنر سکھلایا جائے۔ یا تم کو فقط لوہا گلانے کا طریقہ معلوم ہو یا تم
کو فقط لیدر یعنی چمڑا صاف کرنے کا ہنر سکھلایا جاتے۔ یا تم کو فقط جوہر اشیا کے
بنائی اور معدنی کا بنانا آجائے یا تم کو سینگ ڈھالنے کا ہنر بتلایا جائے
یا تم کو انیمل چار کول یعنی حیوانی کوئلہ بنانا اور حیوانی کوئلہ سے (اشوگر)
یعنی بلوری شکر بنانی سکھائی جاتے یا تم کو ربڑ کی چیزیں بنانی آجائیں
یا تم کو سوڈا بنانا خواہ سن اور سنئی سے عمدہ اطلس بنانے کا ہنر آجائے
یا تم کو (بوراکس) سوہاگہ صاف کرنا یا تم کو کلاک اور ٹیم پیس اور لیور جینوا
اقسام گھڑیوں کے پرزے بنانے معلوم ہوں اور کچھ نہ ہو تو فقط چھتری جو
ہندوستان میں چار کرور سالانہ فروخت ہوتی ہیں تم کو یہی صنعت آ
جاتے اور کہاں تک لکھوں۔ تم کو فقط ڈاکٹر واٹ صاحب کی ڈکشنری جو
سو روپیہ کو آتی ہے خواہ ڈاکٹر یوز کی ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء جو کچھ
روپیہ کی آتی ہے اسی کے مطالعہ کرنے کی توفیق ہو تو یہ ہمارا دکھڑا رونا ہماری
بربادی اور تباہی کا بالکل بدل جائے ہیں اور بھی سیکڑوں قسم کی صناعت
جدیدہ کو لکھوں مگر جب کہ تعلیم نیچری اسی قسم کی ہے اور تمام ریفارمر ہمارے دھوکہ
میں پڑکر اسی ڈھرے پر چل رہے ہیں کیا اثر ایک آدمی کی تحریر اور تقریر کا متصور
ہے۔ مسلمانوں کی ترقی اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ کی ترقی کے اسباب
اور طریقہ جدا جدا ہوتے ہیں اور اس میں ضرور شبہ ہے کہ بدون سلطنت کی امداد کے
ترقی دنیوی ناممکن ہے۔ ہاں سلطنت کا حال تین طرح کا ہو سکتا ہے (۱) ہماری ترقی
کی مددگار ہے (۲) ہماری ترقی کی مخالف ہے۔ (۳) نہ مددگار ہے اور نہ مخالف ہے
اسی طرح ذریعہ ہماری ترقی کی تین قسم کے ہیں (۱) بدون امداد سلطنت کے ہم اُس
ذریعہ کو پورا نہیں کر سکتے (۲) کچھ بھی امداد سلطنت کی ہم کو حاجت نہیں (۳) جب

تک سلطنت کی مخالفت نہ کریں وہ ذریعہ پورا نہ ہوگا پھر چونکہ سلطنت کی ترقی وہی ترقی رعایا کی ہے لہذا ہماری ترقی کا روکنا اسی سلطنت کو مقصود ہوگا جو اپنی ترقی کو مٹانے کے درپے ہے اب غرض کیجیے۔ کہ زبان انگریزی کی تعلیم کی ہم کو ضرورت اس وقت کیوں ہے۔ اولاً تو حاکم کی زبان ہے جس سے ہمارے معاملات کا تعلق ہے اور معاشرت پوری پوری اسی وقت ہوتی ہے جبکہ حاکم اور محکوم کی زبان متحد ہو قاعدہ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ حاکم زبان رعایا کی سیکھے مگر خیر اس وقت کی سلطنت کا یہی منشا ہے۔ کہ رعایا زبان پادشاہ کی سیکھے کچھ مضایقہ نہیں ہے علم زبان سیکھنے میں مگر یہ فایدہ صرف معاشرت سلطان اور رعایا کا ہے جو انگریزی زبان سیکھنے سے حاصل ہوگا اور اس فائدہ سے فقط زبان انگریزی کا سیکھنا ضرور ہوا اب زبان دانی کیواسطے لاجک (منطق) اور فلسفہ عقلیہ اور فلسفہ طبعیہ وغیرہ دیگر علوم کو انگریزی زبان میں پڑھنا ضروری نہ ہوگا اور ہمنے یہ بھی مانا کہ سہولت تعلیم اسی میں ہے کہ ایک ہی زبان میں جملہ علوم پڑھائے جائیں۔ اب ان علوم کی غرض اور غایت معاشرت سلطان کی نہیں ہے بلکہ اپنی تکمیل علمی اور عملی غایت ان علوم کی ہے پھر چونکہ دنیاوی فواید علوم عملی سے پیدا ہوتے ہیں اب فرمائیے کہ ہمارے تعلیم یافتہ اعلی درجہ کے پاس شدہ ان کو عملی فواید اس تعلیم سے کیا ہوتے ہیں ہمارے ریفارمر نیچرل صاحب بہادر جو ہر آرٹیکل میں ارشاد کرتے ہیں۔ کہ انگریزی تعلیم کی ضرورت ابھی اہل ہند پر بخوبی ظاہر نہیں ہے۔ وہ ضرورت کونسی ہے وہ ہی نوکری اور بیرسٹری یا اور کوئی ضرورت ہے بڑا حوصلہ اگر ہمارا ہوا تو ولایت جاکر سول سروس کا امتحان دیا اور بیرسٹری کی سند لائے۔ یا میڈیکل صیغہ سے پاس ہوکر سول سرجن تو کیا اسسٹنٹ سول سرجن بن کرآئے یا شاذ و نادر علم فلاحت میں پاس ہوکر آئے اور محکمہ زراعت کی افسری کا عہدہ ملا بہر حال وہی حکام کی نوکری کی غلامی سے آزاد نہوں اسی کو غایت اور غرض

تعلیم انگریزی قرار دی ہے۔ دیگر ہیچ کسی پورے سند یافتہ کو آپنے سنا ہے۔ کہ بجائے خود اپنے علم سے بدون تعلق گورنمنٹ کے کچھ کام کرسکتا ہے۔ حالانکہ علوم جدیدہ کے اصول اور فروع ایسے ہیں کہ آدمی آزاد ہوکر اپنی معاش کی تدبیر خود آپ ہی کرسکتا ہے۔ اُن علوم اور فنون کا تو نام بھی نیچرل صاحب خواب میں نہیں لیتے اور ہائے ہائے کے نعرہ بلند اور قومی تنزل کے مرثیہ نظم اور نثر میں برابر پڑھے جاتے ہیں شاعر نے خوب کہا ہے ؎ ماتم کریں حسین کا ٹوٹیں حسن پورہ قوم کی تباہی پر زار قطار تو ضرور آپ روتے ہیں مگر تدبیر ترقی کی وہ ہی کرتے ہیں جس سے رہی سہی ہماری تھوڑی سی خوشحالی وہ بھی جاتی رہے۔ کوئی رسالہ یا کوئی پرچہ اخبار جس میں کوئی آرٹیکل قومی ہمدردی کا آپ نے پڑھا ہے جس سے قومی ترقی جو علوم کے ذریعہ سے آج ہوسکتی ہے اُسکی طرف اشارہ بھی ہو تین ڈپٹی کلکٹری سالانہ محمڈن کالج کے سند یافتہ کیواسطے گورنمنٹ نے سنتے ہیں کہ منظور کی ہیں (اگر سچ بھی ہو) اچھا سند یافتہ جو ہر سال کا اوسط کسطرح تین سے دو چند ہوگا وہ بیچارہ کیا خاک پھانک کر بسر کرینگے اور بڑا فخر اسکا کہ ہم تین معزز سند یافتہ کو ہر سال گورنمنٹ نے اپنی غلامی میں لینا منظور فرمایا ہے خاک ایسے فخر اور مباہات پر مجھسے میرے معزز دوست عالی دماغ ہنر پرور منشی نول کشور متوفی نے اپنی لائف (سوانح عمری) کا آخری قصہ یہ بیان کیا کہ جب ملک اودھ کو آنے لگا ایک فقیر گروجی الہ آباد کے پاس گیا کہ میرے واسطے دعا کیجئے کہیں دو پیسہ کی نوکری مل جائے۔ گروجی نے کہا نوکری کیسی تیرے واسطے ایسی دعا کرتا ہوں کہ سیکڑوں آدمی تیرے نوکر رہیں۔ اقبال کسی کا غلام نہ رہیگا چنانچہ میں لکھنؤ میں آیا اور اودھ اخبار جاری کرنے کا خیال میرے دل میں آیا۔ اور منشی رام دیال صاحب تحصیلدار کی بدولت اس کام کو شروع کیا آج ایک ہزار روپیہ روز کا چھٹ ملازمان کا میں تقسیم کرتا ہوں اور لاکھوں کا سرمایہ نقد اور جنس موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جدید تعلیم کا جو اصلی نتیجہ ہے۔ کہ ہم آزاد

اور قید نوکری سے آزاد ہوں اُس کو نیچری فرقہ نے بالکل خراب کر دیا ہے اور
قومی ترقی جو اس زمانہ میں آسانی سے ہو سکتی ہے اسکے پورے مخالف یہی لوگ ہیں
جنکا اصلی منشا یہ ہے کہ آدمی مثل ریچھ اور بندر کے حیوانی افعال سے متصف ہو میرا ارادہ
تھا کہ علوم جدیدہ سے جو فواید ہمکو ہو سکتے ہیں اُن کو پوری تفصیل سے لکھوں۔ مگر یہ
تقریر میری موضوع بحث کتاب سے خارج ہے لہذا ایک جواب ضروری شبہ نیچریہ
کا لکھکر اس بیان کو ختم کرتا ہوں بعض نیچریوں سے جب میں نے پوچھا کہ سرسید
صاحب نے کالج کھولا مگر ابھی کوئی درجہ آرٹ سکول یعنی مدرسہ صنائع کا اس کالج میں تجویز
نہ کیا نیچرل صاحب نے جواب دیا کہ مولانا صاحب کے دماغ میں صدرا شمس بازغہ بھرا ہوا ہے
ملکی مصالح دپولیٹیکل پر آپکو نظر نہیں ہے۔ ابھی ہم لوگ اسقدر علمی لیاقت کو نہیں پہونچے
کہ آرٹ سکول کی تعلیم ہمکو دلائی جاوے میں نے کہا دستکاری اور صنائع کے واسطے اتنی
لیاقت کی کیا ضرورت ہے یہ تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہم کسی صنعت کے سیکھنے میں بجز چند
اصول علمی اور علوم کے محتاج نہیں ہیں یہ اولٹی بات آپنے کیوں کہی نیچرل صاحب آپکی
اولٹی رائے ابھی سے تو ہم لوگ ملاؤں کے معتقد نہیں ہیں اور سب جانے دیجے یورپ
کی صنائع جسقدر ہیں سب دخانی انجن سے چل رہی ہیں باریک چیز جیسے کہ سوئی لوہے
کی اور موٹا کام جہاز کا لنگر ابھی دو تو انجن سے بنتے ہیں اور انجن کا بنانا اور اسکے پرزے
ڈھالنا اسکو معلوم ہے کتنے علوم پر موقوف ہے۔ پھر اگر ہم کوئی کارخانہ جاری کریں اور انجن
ولایتی کے محتاج رہیں فرض کیجے کہ اہل ولایت ہمکو انجن نہ دیں یا خراب شدہ کی مرمت
نہ کریں اب فرمائیے کہ ہمارا لاکھوں روپیہ کا سرمایہ جو خراب ہوگا اسکا تاوان کون دیگا
آپ وہ سمجھے گا نہیں نے کہا پہلے تو آپ کی یہی بات نادانی کی ہے کہ بدون دخانی کل کے
کوئی صنعت چل نہیں سکتی ہم سیکڑوں اشیا مصنوعی آپکو بتلاتے ہیں کہ ہرگز اسمیں انجن
کی ضرورت ہی نہیں ہے دوسری صنائع یورپ کو دیکھیے اور بفرض محال انجن بنانے
کی صنعت اسکا سیکھنا ہمکو کیوں دشوار ہے اور وہ کون مخفی علم آسمانی ہے جسکی تعلیم

ہم انجن بنانے پر قادر ہو سکتے ہیں اور ہمکو پڑھایا نہیں جاتا انجن کے پرزے اور اجزا سب ہمکو پڑھا کر سمجھایا جاتا ہے پھر ہم کیوں اسکو بنانے پر قادر نہیں ہیں یہ تو آپکو بھی اقرار کرنا چاہیے کہ جو انجن کے پرزوں کی کیفیت نہ جانتا ہو خاص ریلوے انجن کے پرزے اور جن اصول پر عمل ہو رہا ہے انکی حقیقت نہ جانتا ہو اسکی نسبت سمجھے بھی حکمت ایک چھوٹا رسالہ ہے اسمیں اور طبیعیات کی سب کتابوں میں اچھی طرح سے درج ہے جبرئیل صاحب آپ وہی مرغ کی ایک ٹانگ کہہ رہے ہیں اجی حضور آپکو پالیسی پر اطلاع نہیں ہے میں نے کہا پالیسی کس جانور کا نام ہے جبرئیل صاحب اسی جانور کے نہ جاننے سے ہم اہل ہند کو اہل یورپ جانوروں کے نام سے یاد کرتے ہیں پس اب زیادہ اصرار کرنے کے درپے نہ ہو جیے اسکو مان لیجیے کہ ہم اہل ہند میں ابھی لیاقت اتنی نہیں ہے کہ صنائع یورپ کو جاری کریں میں نے کہا یہ بھی پالیسی آپ لوگوں کی ہے تعجب ہے آپکی قوم ڈوبی یا مسلمان مرے جاتے ہیں اسلام زبانی نقطے ہیں اور ضعیف ایک ہی ہے کہ برابر یہی مسلمانوں کی خیر خواہی پر بولتے ہیں اور اسلام کی جڑ کاٹ رہے ہیں ہمارے عزیز تعلیم یافتہ اگر آپکے دھوکہ میں غافل بیٹھے ہیں مگر ضرور ہی تنگ ہیں اور اگر کسی نے ذرا بھی اپنی عقل سے کام لیا پھر تو آپکی فریب اسی روز ظاہر ہو جاتی کیا مصر اور بیروت کے مسلمانوں نے انہیں فنون کو اچھی طرح حاصل کر لیا ہے اور عربی زبان میں ترجمہ بھی کر ڈالا اب تو ترانہ باقی ہے کہ ہمارے ہندوستانی بھائی بھی آپکے دام تزویر سے نکل جائیں انشاء اللہ آج بھی ہندوستان میں (۱۸۹۳) دو ہی کارخانے جاری ہیں جنمیں فقط ساٹھ ہزار آدمی ملازم ہیں جبرئیل صاحب یہ سچ ہے مگر کوئی کارخانہ ایسا بھی بتلا دیجیے جسکی کارروائی بدون افسر یورپین کے ہوتی ہو میں نے کہا یہی بات رونے کی بھی ہے کہ انکی فریب دہی نے ہمارے اطفال تعلیم یافتہ کو ایسا خراب کر دیا ہے کہ سوائے فکر نوکری اور ہیڈ کلرکی یا جج یا ڈاکٹری کے کسیکو توفیق ہی نہیں کہ دخانی کارخانہ کا سب کام انجام دینے کا سر رشتہ حاصل کریں اور اگر ایسی کوشش کلکتہ کے معززین نے یہ لیاقت پیدا کی ہے پر کیا کہا ساری فریب انکی جاتی رہیگی اسوجہ لازم ہے کہ جو طریقہ اہل اسلام کی تجربت دین اور دنیا کو جاری کریں انکو جدا جدا ایک ایک باب میں لکھیں

باب نہم مسمریزم کے عامل اور یہی جن وقت احضار ارواح کے فرق کیا ہے جسقدر دیو و فرق کے عاملان مسمریزم اور انبیا میں ہوا ان سب کا سمجھنا اور سب پر یقین کرنا یہ تو اسی پر موقوف ہے کہ آدمی خود عامل ہو اور کر کے دیکھے تب اسکو پوری یقین معجز نمائی اور اپنی علمی کارروائی میں ہوگی ویسی حالت کل عملی اثر کا ہم برہمنی اور تار اور منتر وغیرہ

ہر ایک صناع جسقدر اپنی دستکاری اور قدرتی مصنوع میں فرق کر سکتا ہے دوسرا آدمی جو اُس کام کو سیکھا ہوا نہ ہو وہ کبھی نہیں کر سکتا ہے لیکن چونکہ عوام جہال بلکہ بعض خواص کو خصوصاً اس زمانہ میں جب سے (پلانچٹ) یعنی تختی اور میز اور انگوٹھی اور چھڑی طلسمی خواہ مقناطیس مصنوعی اور کرسٹل جادو وغیرہ جن سے عمل مسمریزم میں مدد ملتی ہے بکثرت شائع ہوئے ہیں بہت بڑا شبہہ معجز نمائی میں اس عمل اور علم خاص کیوجہ سے پڑتا جاتا ہے۔ لہذا ہم لوگ پیروان مذہب آسمانی پر نہایت ضرورت اسکی ہے کہ اس علم اور عمل سے جو آثار عجیبہ صادر ہوتے ہیں ان میں اور معجزات انبیاء میں پورا فرق ایسا بدیہی ثابت کریں کہ عوام بیچارہ جو زیادہ تر محتاج ہدایت ہیں اُنکے عقاید میں خلل نہ پڑے۔ اگرچہ دعوی کرنا مجھے اپنے کم علمی کی نظر سے مناسب نہیں ہے لیکن چونکہ بغرض ابطال شبہات میں بھی بوجوب کفائی اسکا تجربہ کر چکا ہوں لہذا شاید میرا بیان محض قیاسی اور فرضی نہوگا اسلیئے کہ سے ز گفتن تا بہ کردن فرق باشد۔ وھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ہاں میرے معزز پابندان مذاہب آسمانی اب ذرا توجہ کرکے اپنے ہادیان برحق انبیا علیہم الصلوات کے تاریخی حالات پر اور عاملان مسمریزم کی موجودہ حالات پر غور کرو اور بعد غور کرنے کے اُنکے معجزات اور ان خوارق عادات میں جو علوم انسانی اور خاص کر مسمریزم اور علم خاص حرفت سے ظاہر ہوتے ہیں اُنکے فرق کو سمجھو پہلا فرق تدریجی کا ہے یعنی رفتہ رفتہ ادنی سے اعلے درجہ علم اور عمل پر پہونچنا اور یہ فرق جملہ علوم اور اعمال وہبی اور کسبی میں ہے جسطرح کسی مبتدی متعلم علم ہندسہ اور حساب کو بہت دشوار ہے کہ شکل ۲۹ اقلیدس م (۱) کو بدون اُن سب شکلوں کے سمجھے ہوئے جان سکے جنپر یہ شکل موقوف ہے یا بدون عمل تفریق اور ضرب کے عمل قسمت کو پورا کر سکے اسیطرح عامل مسمریزم سے ممکن نہیں کہ بدون تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پر ڈال سکے۔ جبتک خود ہی عامل ہو اور خود ہی معمول اور پھر درجہ انکشاف پر جسکو ملکوت اعلے کہتے ہیں پہونچ جائے۔ اب کوئی منکر نبوت کسی نبی کا اور خاص کر ہمارے نبی اُمی عربی تہامی صلعم کا ہمکو

تاریخ سے بتلا سکتا ہے کہ ہمارے نبی نے کبھی کسی معمول پر شوق کی غرض سے کوئی عمل کیا
تھا اگر استعمال ہی کا کرتا تو سمجھیگا تو یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے نبی صلعم ہرگز عمل مسمیریزم
کے عامل نہ تھے اور تعصب اور ہٹ دھرمی کا تو علاج ہی نہیں ہے اسی طرح خواص
علم حروف کے آثار اور عجائب نتائج کا بھی حال ہے جسکو میں باب آئندہ میں لکھونگا دوسرا
فرق جسقدر اعمال نفسانی اور روحانی ہیں ان میں شرط اہم یہی ہے کہ تخلیہ اور اجتماع
حواس اور بے تعلقی امور دنیاوی سے ہو اور جتنے امور تشویش ظنون اور تردد خاطر اور
اضطراب قلب اور فکر اور غم کے ہیں ان سب سے عامل کو دوری ہو انبیا علیہم السلام
کے معجزات ہزاروں اسی قسم کے ہیں کہ عین حالات اضطرار اور پریشانی خاطر بلکہ محاصرہ
اور نرغہ اعدا اور منکرین میں خاص کر انکا ظہور پورا پورا ہوتا تھا بلکہ مجھے تاریخ بتلا رہی ہے
کہ جسقدر شروط کی کمی بلکہ شروط کا عدم ہوتا تھا اسی قدر ان حضرات کے معجزات اور بھی
ظاہر ہوتے تھے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ اب اگر وہ مسمیریزم کوئی دوسرا علم وہبی ہے
جسکو ہم نہیں جانتے ہیں اور اسکے شروط ہمارے مسمیریزم معلومہ سے جداگانہ ہیں اب تو ہم اسی
کو علم الٰہی مان کر انبیا ع کے معجزات پر ایمان لائینگے تیسرا فرق جسقدر آلات اور وسائل
اور ذریعہ قوت نفسانی (اوڈ ائل) کے بڑھانے کے آج تک مستعمل ہوئے اور جو اشیاء مضر اس
نورانی اثر کے ظاہر ہونے میں انبیا علیہم السلام نہ کسی آلہ کے محتاج تھے اور نہ کوئی چیز انکو
معجزنمائی سے کبھی روک سکتی تھی وہی ایک ذات مقدس تمام شروط اور آلات اور اسباب
سے الگ ہو کر اپنا نورانی اثر بحکم خدا ظاہر کر دیتے تھے چوتھا فرق جب کوئی عامل مسمیریزم
وغیرہ اپنا اثر نفسانی کسی دوسرے پر جو غالب ہو بغرض جذب یا سلب امراض وغیرہ
پہونچانا چاہتا ہے اسکو کسی واسطہ اور رابطہ کی حاجت ہوتی ہے جس میں اپنے اوڈ ائل
(اثر نورانی) کو بذریعہ پاس کرنے کے بھر دیتا ہے مثلاً کپڑا روئی پانی مقناطیس مصنوعی
شیشہ کوئلہ وغیرہ ایسی ہی چیزوں میں طریقہ معلومہ سے وہ اثر بھر جاتا ہے اور مریض کے
پاس انکو پہونچاتے ہیں۔ انبیا اور ائمہ علیہم السلام اپنے معجزنما اثر کرنے میں کبھی اسکے محتاج

نہ تھے اُنکو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ ادھر مُنہ سے کہا یا اور فوراً آثار ظاہر ہوگئے پاس
کرنا اور بچھو کا وغیرہ یہ سب امور ناقص لوگوں کے ہیں جو اعمال کے پابند ہیں سو ہم اسی
درویش کے ہیں معتقد جسنے جو کچھ منہ سے کہا ہو گیا صلوات اللہ علیہم اجمعین۔
پانچواں فرق معمول مسمریزم پر جب حالت عاملینی پیدا ہوتی ہے اُسوقت اُسکے حواس
خمسہ ظاہری بالکل مسلوب ہوتے ہیں نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ گرمی سردی کے امتیاز
اُس میں ہوتی ہے اور یہ کیفیت کل معمولین کی ہے چاہو کسی غیر پر عمل کرو چاہو خود اپنے
اوپر یہ حالت وجد اور استغراق کی پیدا کرو تجربہ بھی اسکا شاہد ہے اور برہان عقلی بھی
اسی پر قائم ہے کہ قوائے باطنی کے غلبہ سے قوائے ظاہری مغلوب ہو جاتے ہیں اور
قوائے ظاہری کے غلبہ سے قوائے باطنی مغلوب اور مضمحل ہو جاتے ہیں انبیا علیہم
الصلوٰۃ والسلام جب کسی کو کوئی امر غائب کا باعجاز ملاحظہ کراتے تھے وہ شخص اپنی معمولی
حالت میں اپنے حواس خمسہ پر باقی رہتا تھا اور کسی طرح کا فرق اسکو کسی حس میں نہیں
محسوس ہوتا تھا اور خود وہ حضرت بھی ہمیشہ بحالت روشن ضمیری یعنے وجد اور استغراق
(نعوذ باللہ) میں معمولی حالت سے جدا نہیں ہوتی تھی یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ جنون
کی حالت کو زیادہ مشابہت خواب مقناطیسی سے ڈاکٹر گریگرے صاحب وغیرہ علمای
علم مسمریزم دے رہے ہیں اور سید احمد صاحب بھی کنایۃً لا رہے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم
کو بھی کفار مجنون کہتے تھے اسی شبہہ کے مٹانے کی غرض سے ہمیشہ ہمارے نبی صلعم
کفار سے جب مناظرہ اور مباحثہ فرماتے تھے اُنسے بار بار استفسار کرتے تھے کہ مجھ میں
کوئی بات جنون کی تم پاتے ہو چنانچہ ہم نے صفحہ ۲۰۵ میں اسکو لکھا ہے اور اس جگہ ہمکو دوہرانا
اس بات کا اسلیے ضرور ہے کہ جنون ایک مرض غیر اختیاری ہے جسکو طبیب دلائل عشرہ
مذکورہ علم طب سے بخوبی پہچان سکتا ہے اور وجد اور استغراق اور خواب مقناطیسی یہ
امر اختیاری ہے اور انبیا علیہم السلام کی حالت معجز نمائی وہ تیسری بات ہے جو سب
سے الگ ہے کسی دیندار کو ان فلاسفہ منکرین نبوت کا یہ قول شبہہ میں نہ ڈالے کہ معاذ اللہ

حضرات انبیا پر جنون کی کیفیت ہمیشہ یا کبھی کبھی پیدا ہوتی تھی چھٹا فرق مسمریزم
کے پورے اثر ہونے میں یہ شرط ضروری ہے کہ جس پر اثر ڈالا جاتا ہے وہ منکر اس اثر
کا نہو یا تو اسکے صحیح موثر ہونے کا معتقد ہو یا تو خالی الذہن ہو نہ منکر اور نہ معتقد اور منکر
کا انکار جسقدر زیادہ ہوگا اسیقدر اثر اُسپر دشوار بلکہ اکثر کچھ بھی نہوگا۔ انبیاء اپنی معجز نمائی
خاص منکرین نبوت ہی پر فرماتے تھے اور معتقدین پر انکو حاجت اعجاز نمائی کی نہ تھی اور جسقدر
انکار کسی کا شدید ہوتا تھا اُسی پر معجز نمائی پوری ہوتی تھی جیسا کہ ہمکو تاریخ بتلا رہی ہے
ساتواں فرق قالبیب اثر کے جو اصول اس علم میں مقرر ہوئے ہیں مثلاً قوی دل نہوا
اختلاف مزاج سوداوی صفراوی وغیرہ اور کم عمری خواہ عورت ہونا نرم اندام وغیرہ یہ
سب امور معجز نمائی انبیاء میں برابر ملحوظ نہ تھے بلکہ وہ شخص کسی مزاج اور طبیعت کا ہوا اور
کیسا ہی قوی دل اور مسن اور معمر ہو ہر شخص پر انکی معجز نمائی برابر ہوتی تھی آٹھواں فرق
کیسا ہی زبردست عامل مسمریزم ہو اور کیسا ہی عمل خواہ حروف میں اور کیسا ہی ساحر
اور جادوگر ہو نبی اللہ اور اوصیائے انبیاء پر ہرگز اُسکا عمل کارگر نہیں ہو سکتا اور یہ بھی
ایک بڑا فرق نبی اور غیر نبی میں ہے اور نبی اللہ کا اثر اعجاز کوئی عامل کیوں نہو نہ روک
سکتا ہے اور نہ عکس عمل سے اسکو ہٹا سکتا حضرت موسیٰ کی نسبت جو قرآن مجید میں
وارد ہے کہ آپکو جادوگران فرعون کی رسیوں اور لاٹھیوں کے سانپ کی طرح دوڑنے
سے خوف ہوا یہ خوف اُنکے سحر کے اثر سے منجر نہ تھا اسلیے کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے
ہر طرح سے مخصوص کر کے مقابلہ فرعون اور اتباع فرعون کے واسطے بھیجا تھا اور وعدہ نصرت
اور ظفر پورا کر لیا تھا چنانچہ قرآن مجید میں سب مذکور ہے باوجود ایسے پختہ وعدہ کے نبی اللہ
کو اگر خوف ہوتا معاذ اللہ انکے ایمان میں ضعف پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے وعدہ پر ایسے
حتمی پر آپکو بھروسا نہ تھا ایسا ضعیف الایمان کوئی ادنیٰ درجہ کا بشر بھی نہیں ہو سکتا
ہے چہ جائکہ نبی اولوالعزم بلکہ حضرت کو خوف اسکا ہوا تھا کہ ہزاروں آدمی آپکی امت
کے جو اسوقت حاضر معرکہ امتحان تھے ایسا نہو قبل ظہور معجزہ کے مارے خوف کے بھاگ

جاہیں اور میرا معجزہ عصا انکے بھاگنے سے پہلے اس سحر کو باطل نکر سکے اور دور دور خبر
میرے مغلوب ہونے کی ہوجاوے جسسے ایک بڑی بدنامی پیدا ہو اور یہ ہدایت کامل جو
اسوقت ہونیوالی ہے۔ اس میں برسوں کی محنت اور جانفشانی کا وقفہ ہوجاوے اور
اور ابھی ابتدائی حالت نبوت کی ہے اور ابتدا میں ہر ایک امر اہم کے انجام دینے میں
پورا خیال ہوتا ہے پس یہ خوف حضرت موسیٰؑ کا اپنی ذات پر نہ تھا اور اسی نظر سے خدا
نے فرمایا لا تخف انک انت الاعلیٰ نہ ڈرو تم ضرور فتحیاب اور غالب ہوئے جاتے ہو
اور یہ خیال کرنا کہ بشریت اسوقت حضرت موسیٰؑ پر غالب ہوئی تھی نہایت ناروا خیال ہے
بشریت کا غلبہ ایسے وقت کار نبوت یعنی مقابلہ اور معجزنمائی اور ہدایت کے اگر انبیا پر
فرض کیا جائے پھر انسے عہدہ نبوت کا سر انجام کیونکر ہوگا اسکے علاوہ ضعف ایمان
اور عدم وثوق وعدہ ہائے الٰہی پر جو عام خلائق کی خصلت ہے۔ اسکا الزام بھی حضرت
موسیٰؑ پر لازم آتا ہے لہذا یہ خوف جسطرح اہل حجاب کو اپنے نسبت نہیں تھا۔ ایضاً
جیسے اس قصہ میں بعض اخبار یہود او مفسرین اہل اسلام کو غفلت ہوئی اسی
طرح ایک روایت صحیح غلط ہمارے نبی صلعم کے نسبت بھی نقل کردی کہ آنحضرت
صلعم پر سحر نے اثر کیا تھا کہ آپ پر ایسی حالت بیخودی کی پیدا ہوگئی تھی کہ جو کام نہیں
کیا تھا اسکو خیال فرماتے تھے کہ کرچکے ہیں اور معاذ اللہ جسطرح کفار کہا کرتے تھے ھل
تتبعون الا رجلاً مسحوراً۔ اے پیروان محمد صلعم تم لوگ ایسے شخص کی پیروی
کرتے ہو جو سحر میں گرفتار ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ روایت عقیدہ اسلام اور دلیل عقل دونوکے
مخالف ہے اگر ایسا ممکن ہوتا کہ نبی اللہ پر سحر کا اثر ہو تو کوئی نبی ان لوگوں کی ضرر رسانی سے
زندہ نہ رہ سکتا یا ہمیشہ مسحور اور گرفتار سحر ہو کر امر ہدایت سے بیکار ہوتا اور قول کفار آپ کے حق
میں صحیح ہوجاتا کہ مسحور ہیں رہی یہ بات کہ حضرت کو حکم تھا کہ اثر سحر سے پناہ مانگنے کی دعا
کیا کریں اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ سحر کا اثر بھی آپکو ہوتا تھا بلکہ جسطرح آپ خطا اور نسیان
سے بچنے کی دعا باوجود معصوم ہونے کے کرتے تھے براہ تعبد اسکی بھی دعا کرتے تھے۔

اگر یہ شبہہ کسی کو ہو کہ جسطرح فطرتی اشیا جیسے زہر اور تلوار وغیرہ کا اثر آپ پر ہوتا تھا۔
اسیطرح آثار نفسانی اور سحر جادو کا اثر بھی فطرتی ہے اسکے ہونیکا انکار کیوں کیا جائے
جو قانون قدرت الااُف سحر اسکے مخالف ہے مطلب یہ ہے کہ فطرتی امر ہے اسکے انکار
کرنے سے قانون قدرت الااُف سحر اگرچہ باطل ہے ہاں ممکن ہے کہ ہم روحانی مثلاً مسمریزم
خواہ سحر کا اثر ان میں ہوتا ہو مگر وہ اپنی قوت خداداد سے اسکو دفع کر دیتے ہوں خلاصہ
یہ ہے کہ سحر کے خلاف یہ عقیدہ ہے کہ انبیا پر سحر [illegible] اور اثر وغیرہ نہیں چلتا تھا جواب
اسکا یہ ہے کہ جب انبیاء کے جملہ معجزات کو ہم خلاف سحر جیسے خلاف قانون عادی کے
ثابت کر چکے پس یہ ایک بڑا معجزہ کہ ان حضرت پر کسی کا سحر وغیرہ نہیں چلتا تھا اسکے
ماننے میں ہمکو کونسا امر مانع ہے ہمکو سحر فرضی غیر اصلی کیا یا نہ ہی اپنے نبی کے معصوم
محفوظ ہونے میں کیوں ضروری ہوگی۔ اب رہا سمیات اور زہر اور تلوار کا اثر جسمانی اور
موثرات نفسانی اور روحانی اور خواص حروف اور سحر وغیرہ کی تمثیل اس میں مطابقت
ممثل اور ممثل لہ کی شرط ہے کوئی شخص ان دو اثر کو یکساں نہیں ثابت کرسکتا ہے
اور وجوہ فرق موثرات جسمانی اور غیر جسمانی کی بہت ہیں [illegible] کسی عقلی بات کا
ثابت کرنا یہ نہایت خراب طریقہ ہے بلکہ فلاسفہ قدیم اور جدید بھی مثل لارڈ بیکن اور دے
کارٹس اور لاک وغیرہ اسکو ضلالت اور گمراہی کہہ چکے ہیں المختصر انبیاء کی فطرت کو ہم
اسی عمدگی پر خیال کرتے ہیں کہ ان پر سحر وغیرہ کا اثر نہیں ہوتا تھا اور یہی بڑا مابہ الفرق ہم
میں اور انکی ذات مقدسہ میں ہے اور عقل بھی اسی کو ضروری مانتی ہے نقلی دلیل
دیکھو شگون اور بد شگونی کی نسبت ہمارے نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم اہلبیت طہارت ہیں
نہ ہم کسی چیز سے بد شگون لیتے ہیں اور نہ ہماری کسی اہلبیت وغیرہ سے کسی کو شگون
بد لینا چاہیے۔ اسی قسم کے اور بھی احادیث بے شمار ہیں جیسے ہمارے اس عقیدہ کی
پختگی ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت پر سحر اور جادو وغیرہ اپنا اثر نہیں کرتا تھا اور اثر ہونے
کے بعد اس اثر کو دفع کر دینا اس میں تو ہم اور انبیاء برابر ہیں پھر ہم میں اور انبیا میں فرق

کیا ہوگا۔ اور اس مسئلہ کو پھر ہم لکھینگے اور یہ جو خراب عقیدہ ہے کہ انبیا کی روح کو بلواتے ہیں یہ بھی باطل ہوگیا مگر اتنا پھر بھی کہونگا کہ بعض اعمال سحر اور آثار نفسانی اور خواص حروف کے ایسے چٹ پٹ اثر کرنے والے ہیں کہ مہلت اُنکے اوٹھنے اور دفع اثر کی مل نہیں سکتی اور اسکو وہی جانتا ہے جو کہ ان علوم سے واقف ہو لہذا انبیا کی ذات مقدسہ کو منجانب اللہ ایسا ہونا ضرور ہے کہ اُن پر ان امور سے کچھ اثر ہی نہو ورنہ بڑی خرابی لازم آئے علاوہ اسکے ہمکو خواص علم حروف سے اور نیز دیگر علوم سے بخوبی معلوم ہے کہ بعض اشیا میں خدا نے یہ اثر دیا ہے کہ اُنکے پاس رکھنے سے یا کھانے پینے سے کسی قسم کا سحر اور جادو منتر جنتر ہرگز ہمپر اثر نہیں کرسکتا ہے اور ہمارے نبی اور ائمہ صلوات اللہ علیہم نے ہمکو بھی بعض دعائیں اور آیات قرآنی ایسی تعلیم فرمائی ہیں جو ہمکو سحر اور جادو وغیرہ سے محفوظ رکھتی ہیں بشرطیکہ ہم اُنکو شروط صحیحہ سے استعمال کریں پھر خود انبیا علیہم السلام کو اگر ہم بنا بر تجدا فرض بھی کریں کہ اثر نفسانی اور جادو وغیرہ اُنپر چل سکتا تھا تو وہی چیزیں اُنکی حافظ بھی ہوسکتی ہیں بلکہ بالاولی ہوتی ہونگی یہ تقریر ہمارے بعد فرض اور تسلیم اس بات کی ہے کہ انبیا پر بھی اثر اسکا ہوسکتا تھا مگر مگر تعلیم الٰہی اُنکو ایسے امور کی تھی کہ وہ [illegible] ہونے سے محفوظ تھے اگر محفوظ نہ مانیں تو اُنکے قول و فعل کو ہم حجت کیونکر مان سکتے ہیں تو اس فرق اکثر لوگ بعض اعمال خراب اور کفر اور شرک کے جیسے عمل شمس خواہ عمل مریخ و زہرہ وغیرہ (جنکا بیان علم تسخیر ارواح اور نفوس میں کیا گیا ہے) خواہ وہ عمل شیطانی جسکو عوام ہمزاد کا عمل کہتے ہیں الغرض ایسے اعمال سے اُنکو قوت تصرف بالضعیف کی پیدا ہوتی ہے جسکو عاملان عمل علوی نعوذ باللہ انبیا علیہم السلام کی طرف بھی نسبت دیتے ہیں دیکھو کتاب شمس المعارف ابو العباس بونی وغیرہ کو۔ اور ان اعمال سے اکثر طبیب کو تشخیص امراض پر اور نیز تدبیر سابق پر مریض کی اطلاع ہوجاتی ہے اور بعض یہ بات کہکر بتاتے ہیں کہ تمنے کل پرسوں خواہ چند ماہ گذرے یہ چیز کھائی تھی اور یہ کیا تھا از قبیل دیگر حالات مریض کو بیان کردیتے

ہیں اور یہ قوت غائب بینی کے اعمال مخترعہ مذکورہ سے بھی پیدا ہوتی ہے اور شخص
ہمہ اوقات علی النفس پر قادر ہونے سے بدون کسی عمل کے بھی پوری پیدا ہوتی ہے جسکا
میں بھی تجربہ کر چکا ہوں اور جو شعبہ یعنی خواص نجوم اور سمر و عصا اور جفر [illegible] کے ذریعہ
ضمیر اور جیبی بتلانے سے بھی اور بعض طریقے ایسے مجرب اور آسان ہیں کہ ۲۲ روز میں
آدمی کو یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اگر استاد کامل بتلانے والا شفیق ہو چنانچہ جفت اور
طاق بوجھنے کا کھیل بچوں کو اسی قوت کے پیدا ہونے کیواسطے سکھلاتے ہیں جس کی مشق
سے ہزار مرتبہ بوجھنے میں خطا نہیں کرتا ہے۔ ایضاً شیطان لعین نے آدمی کے بیدین
اور مشرک بنانے کی غرض سے بعض ایسے ایسے اعمال بھی سکھلائے ہیں کہ ہمیشہ
آلودہ نجاسات رہنا اور غسل جنابت نکرنا تارک الصلوٰۃ ہونا ستارہ پرست رہنا بھی ان
افعال قبیحہ کو پورا اثر ایسی روشن ضمیری میں ہے اور عزیمت کا ان کی جو اصطلاح قائم
ہوتی ہے اور اس میں استمداد شیطانیات اور روحانیات سے ہوتی ہے اور وہ سب
کفر اور الحاد محض ہے میری غرض اسوقت یہ ہے کہ اگر کوئی طبیب ایسا ہو کہ نبض پر ہاتھ
رکھکر علاوہ قواعد طب کے مریض کا مرض اور حالات گذشتہ پورے پورے بتلا دے
پھر اسکو اس امر کا معلوم کرنا کہ یہ مرض فلاں دوا سے فلاں روز جاتا رہیگا کیا دشوار
ہوگا اور اگر ایسا کوئی طبیب ہو پھر تو بدیہی بات ہے کہ دنیا میں سوائے اسکے دوسرا طبیب
باقی نرہے اور کسی کی طرف کوئی اپنا علاج رجوع نکرے ہم نے ایسے مدعی جسقدر دیکھے
بجز اسکے کہ حالات مریض کو البتہ خصوصاً گذشتہ بتلاتے ہیں انکی دستگاہ یابی اور شفاء
امراض میں اگر سچ مچ علم طب جانتے تھے تو برابر انہیں رسمی اطبا کے بلکہ انسے کمتر
پایا۔ اور ہمکو بنظر قواعد علوم اسرار اور نیز ان کے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ جسطرح گذشتہ
امور کا جاننا ان قواعد اور اصول مذکورہ بالا سے بہ نسبت آیندہ امور کے آسان ہے اسیطرح
ان لوگوں کو بھی شفا دہی امراض میں دشواری زیادہ ہے۔ اور علم طب جسمانی سے جسطرح
ایسے اعمال کو تعلق نہیں ہے غرض اصلی اس جگہ ہماری اس تقریر اور بیان سے یہ ہے

کہ انبیاء پر تہمت کری کہ نعوذ باللہ وہ بھی عامل انہیں اعمال علوی کے تھے کسیطرح درست نہیں ہے اسلئے کہ وہ برگزیدگان خدا شرک اور کفر مٹانے کو آئے تھے یا اُمت کو مشرک اور کافر بنانے کو اور انکی قوت نورانی بااریاضت محض قدرتی اور فطرتی تھی کوئی ایسا عمل جس میں ستارہ اور شمس پرستی کی بو بھی آتی ہو نعوذ باللہ حضرات کیا کرتے تھے نہ ہمکو اُسکے کرنے کی اجازت دی ہے محض افترا اور بہتان ہے اگر کوئی شخص ایسے اعمال کو ان حضرات معصومین کیطرف نسبت دے پھر جسطرح کسی پیرو نبی کو مناسب نہیں ہے کہ ایسے اعمال انبیاء کیطرف منسوب کرے اسیطرح منکر نبوت نبی کو اسکا خیال کرنا درست نہوگا کہ مقدس ذوات انبیاء کو ایسے امور کا عامل تجویز کرے جو انکی شان نبوت اور خدا پرستی سے منافی ہوں اور بالفرض اگر ایسے اعمال کو ہم موثر بھی مانیں تو یہی بڑی دلیل ہے کہ انبیاء کے معجزات اور کرامات بالکل جدا تھے ان خوارق عادات سے جو ایسے اعمال کفر اور الحاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی سبب سے ہم نے دعوی کیا ہے کہ ان علوم کا جاننے والا پورا فرق معجزات نبی میں اور ایسے خوارق میں کر سکتا ہے دسواں فرق اور اسی فرق پر اس تقریر کو ختم کرتا ہوں واضح ہو کہ یہ جسقدر وجوہ فرق ہم نے اوپر لکھے اگرچہ بمثل قطرہ از دریا ہیں اور عالم علوم اسرار کو صدہا طرح کے فرق معجزات انبیاء اور خوارق عادات انسانی میں معلوم ہیں پھر بھی عوام کو گنجایش باقی ہے وہ کہ سکتے ہیں کہ یہ سب خیالی اور فرضی باتیں ہیں آج تو کوئی معجزنما موجود نہیں ہے ہم ان باتوں کی تصدیق کیونکر کریں۔ مگر خداوند قادر اور حکیم چونکہ ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت کے اسباب کو مہیا کرتا رہتا ہے۔ آج بھی اگر اسکے بندگان مطیع خواہ سرکش اصلی معجزات اور کرامات انبیاء اور خوارق عادات انسانی جو بذریعہ مسمریزم وغیرہ دیگر علوم کے ظاہر ہوتے ہیں ان میں فرق سمجھنیکا قصد کریں آسان طریقہ اسکا یہ ہے کہ انہیں کے ایجادی اشیا اور آلات جیسے آلہ پلانچٹ یعنی تختی طلسماتی خواہ انگشتری کراماتی خواہ گھڑی حاضراتی جسکے فروشندہ بہت سے لوگ ہیں اور رام کرشن شیخ آبادی کو تو تم خوب کہ یہ دعوی ہے کہ سوامی جی

سے دیا اور کر پاسے یہ انگشتری کرامتی انکو ملی ہے اور سو روپیہ جرمانہ دینے کا اشتہار ہے اگر اثر نکرے بہرحال ان آلات کے ذریعہ سے اگر عمل تھوڑا بھی پورا ہوتا ہے خواہ اور طریقے عمل کے جدید اور قدیم جنکے عامل اکثر لوگ یوروپ اور ہندوستان میں موجود ہیں ان سب کو جب تسخیر ارواح کا پورا ملکہ ہے اور انکو پورا یقین ہے کہ ہم جسکی روح کو چاہیں بلوا کر اس سے امر حق اور باطل کو تحقیق کریں پس جب ایسا ذریعہ کامل انکو میسر ہو چکا جسکے ذریعہ سے معاذ اللہ پیغمبران خدا دعوے نبوت کرتے تھے اور تمام خلائق کو اپنا مرید کر لیتے تھے پھر یہ لوگ عاملان مسمریزم انسے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنے نفع و ضرر دنیوی کے امور پر انہیں ارواح سے پوچھکر آگاہ ہو جائیں۔ اور اگر سوائے اس دنیا کے کوئی اور دنیا پیدا ہونیوالی ہے یا یہی لوگ مرنے کے بعد پھر دوسرے عالم میں رہنے کیواسطے عذاب یا ثواب میں اٹھائے جاوینگے جسکی خبر پیغمبران برحق ہمیشہ دیتے گئے ہیں اگر انکی پیشین گوئی اسی مسمریزم کے ذریعہ سے تھی پس ضرور ہے کہ عاملان مسمریزم اب بھی وہی پیشین گوئی کرینگے اور یہ جھگڑا جو پابندان مذہب آسمانی اور دہریہ مذہبوں میں انکار اور اقرار حشر اور نشر کا ہے۔ اسی طریقہ سے طے کر لیں اور ڈکلیو وانیس اور اسوم نام کل اسم یعنے مسمریزم اور علم الارواح سے پورا فائدہ اٹھائیں اسلئے جب روحانی طاقت آدمی کو پوری ہو جاوے پھر اسکو کسی امر مشکل میں اگر مگر کی کیا حاجت رہیگی اتنا تو سچا ہادی اور مشکل کا حل کرنیوالا طریقہ جسکو معلوم ہو اور پھر وہ سب سے زیادہ جانی اور پاک کل جملہ امور میں ہو۔ اب نتیجہ ہمارے بیان کا یہ ہوا کہ یہ طریقہ تسخیر ارواح کے اور یہ اعمال مسمریزم جو آج کل شائع ہو رہے ہیں یا تو عام لوگوں کو انکی سچائی پر پورا یقین نہیں ہے (۲) یا یہ طریقہ خود لغو اور مہمل ہے کہ انسے کاروائی اور حاجت براری خلائق کے مشکلات دنیوی اور مہمات دینی میں نہیں ہوتی ہے بلکہ جسطرح بھانمتی اور بازیگر تماشا کرتے وقت عجائب امور دکھلاتے ہیں مثلاً ٹھیکری کا روپیہ بنا کر دکھلاتے ہیں اور اسکو خوردہ کرنا یا اس سے نفع اٹھانا مثل حسن خان جنی کے اسپر انکو قدرت نہیں ہوتی اسیطرح یہ تھی اور مسمریزم اور انکو بھی طلسماتی یہی ایک دل لگی اور

دل بہلانے کی چیز ہے دراصل کچھ بھی نہیں پھر ایسے طلسم اور شعبدہ کو کچی کرامات اور معجزات انبیا علیہم السلام سے کیوں تشبیہ دیجاتی ہے جنکے آثار صحیح اور برکات یقینیہ دائمی اور پایدار تھے اور ایسے لغو مسمریزم کو کیونکر خیال کیا جاتا ہے کہ شاید بجز انبیا بھی اسی کے عامل تھے۔ کیا ہمارے نبی صلعم نے جو سوکھے درخت خرمہ کو ہرا اور بار ور کیا اور اُسی وقت بے فصل اُسکے خرمہ لوگوں نے کھائے اور پھر وہ برابر پھلا ہوا میوہ دیتا رہا وہ معجزہ بلا تشبیہ نقل کفر کفر نباشد ایسا ہی تماشا تھا جیسا کوئی مداری بھانمتی آم کا درخت لگا کر اور اُسکو پھلا ہوا دکھا کر اور پھر اُسکو غائب کر دیتا ہے اور اگر بالفرض کوئی بڑا کامل علم فلاحت کا کسی ذریعہ سے کوئی میوہ دار درخت فوراً تیار بھی کر دے تو اُسکی نظیر بھی یہ معجزہ ہمارے نبی صلعم کا نہوگا اسلیئے کہ وہ شخص اصول علم فلاحت سے چند تدبیریں کریگا اور یہاں تو فقط لعاب مبارک سے اروحی فداہ کا حکم کرنے کی دیر تھی اور درخت ہرا بھی ہوا اور پھلا پھولا اور سب کچھ ہو گیا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک پھر یہ بھی سمجھو اور وسوسہ شیطانی میں نہ آؤ کہ اگر یہ مسمریزم ابھی تک اعلیٰ درجہ پر نہیں پہونچا ہے۔ خواہ اسکے عامل ابھی درجہ اعلیٰ پر نہیں پہونچے مگر آئندہ اُمید ہے کہ پہونچ جائیں اور وہی قوت جو انبیاء کو اظہار معجزات میں تھی ہر ایک مسمریزر کو حاصل ہو جائے۔ اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ پچھلے لوگ عاملان مسمریزم انہوں نے جسقدر کوشش اور طاقت عملی تھی صرف کرتے تھے تعصب نہ تھا وہ پیغمبران برحق پر اپنے مکاشفات صحیحہ کے سبب سے ایمان لائے اور اقرار کر گئے کہ انکے اعمال نفسانی معجزات انبیاے کرام سے ہرگز مشابہ نہیں اور متعصبین اور ناحق کوش باوجودیکہ اُنپر حقیت انبیاء کی ظاہر ہو گئی مگر اپنے تعصب اور باطل پرستی پر قائم رہے۔ اب جدید مسمریزر یورپ کے اور جو لوگ انکی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ اس عمل کو محض ایک فعل عبث اور تماشا سمجھے ہوئے ہیں اور اسکے نقصان سے دور رہنے کی تدبیریں ہیں دیکھا چاہئے کہ ہزار برس میں تکمیل اسکی ہوتی ہے اور یہ زمانہ جو گذر رہا ہے جسمیں مرگ انسان برابر فنا کے اختصاص کر رہی ہے۔ آخر یہ لوگ

جو مرتے جاتے ہیں اور انکو یکسوئی اس امر کی نہیں ہو چکی ہے کہ آیا قول انبیا کا جو
معاذاللہ اسی عمل مسمریزم ہی سے درجہ کمال کو پہونچے تھے اور با اتفاق ہر ایک نبی اور وصی
نبی نے خلایق کو خبر دی کہ دوسرا عالم بعد حشر و نشر کے ضرور آنیوالا ہے اور سزا اور جزا حسنات و سیئات
کتاب ضرور ہوگا اور یہ فرمانا انکا براہ عقل بھی صحیح اور درست ہے پس ہم انبیاء کو اگر فرستادہ
خدا نہ بھی مانیں بالکل نعوذ باللہ ایک مسمریزم ہی کا تصور کریں اور جس طرح اور فلاسفہ طبیعیین
کی خواہ منجمین اور جفار اور رمال کی پیشین گوئی طبیب اور ڈاکٹر کی پیشین گوئی کو صحیح
مان کر ہم اپنا حفظ ماتقدم اور پوری احتیاط کسی مصیبت یا مرض آیندہ کے روکنے میں
کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کاش اسی قدر ہول قیامت سے ڈر کر ہم اپنے انجام اور عاقبت
سنوارنے کی فکر کریں۔ ابھی چند مہینہ کی بات ہے فلاسفہ طبیعیین اور منجمین نے خبر دی
تھی کہ ۱۵۔ نومبر سنہ ۹۹ء سے ۲۵ نومبر تک اور پہلی دسمبر سے تیسری دسمبر کو قیامت ہوویگی
اور دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا عوام تو درکنار بڑے بڑے نیچرل اور فلاسفہ جو اس باخبر ہو کر بڑی
بڑی دوربین اور دیگر آلات ہمراہ لیے ہوئے اسی دمدار ستارہ کے نظارہ کے واسطے
دوڑتے پھرتے تھے اور بعض تو تشخیص بریا تھے حالانکہ محض لغو اور مہمل پیشین گوئی تھی اسلیے کہ جس
علم پر اسکی بنا تھی وہ خود مہمل اور لغو ہے۔ اور انبیاء کی لاکھوں پیشین گوئیاں ہمیشہ صحیح
اور بے خطا ظاہر ہو چکیں اور کیوں نہوں انکے علوم خواہ انکی روشن ضمیری اعلی درجہ کی
آپ لوگ بھی تسلیم کر چکے پھر انکی تہدید اور ترغیب پر کچھ بھی التفات نکرنا اور ان فلاسفہ
منجمین کے مہمل اور خرافات پر ایمان لانا اسی کو عقل صحیح کہتے ہیں آئیے ہم اور آپ
پھر ذرا غور کریں اور جسقدر وسائل اور ذریعہ خدا نے ہمکو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کے
عطا فرمائے ہیں انکو تحقیق حق میں صرف کریں یہی علم مسمریزم اور مسمریزم کا علم اور قوت
قوت روحانی جسکی سید احمد خان صاحب (ایسے منکر معجزات انبیا اور ایسے پابند نیچر جو
اپنے خدا کو بھی پابند اسی نیچر کا کہتے کہتے مر گیے) وہ بھی اسکی صحت کا اقرار لیتے ہیں۔
اور لاکھوں آدمی اب روزانہ تحقیق اور مشق اور انکو تجربہ کے ذریعہ سے اسکی سچائی کے معتقد ہیں

ان میں دہریہ منکر خدا اور رسول بھی اور عیسائی اور اہل اسلام میں جاہل اور بعض اہل علم
اور صاحبان عقل بھی۔ اور بعض لوگ تو ایسے گرویدہ اور جان دادہ اس عمل پر ہیں ان کو
ایسے محال کا عقیدہ ہے کہ روح سے افعال جسمانی بھی پیدا ہوتے ہیں روح باتیں بھی
کرتی ہے روح کاغذ پر سوالات کے جواب بدون دوات اور قلم کے لکھ بھی دیتی ہے شاید
عالم ارواح میں دوات قلم بھی تیار رکھا ہوا ہے جو روح کے ہمراہ آتا ہے یا یہ کہ روح کو
اسباب ظاہری کی احتیاج نہیں ہے خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ اور یقین اسقدر ہے کہ
اگر یہ آثار تختی وغیرہ سے ظاہر ہوں سو دو سو برس بعد ہونگے جب ایسا سچا آلہ خدا نے ہمکو
دیا ہے کہ ہزاروں باتیں گذشتہ اور آئندہ کی اور سیکڑوں مسائل دقیقہ ہم فقط میز اور تختی
سامنے رکھکر اور روح سے پوچھکر حل کر سکتے ہیں۔ ایک روز ہماری خاطر سے ذرا ڈی کارٹس
اور برکلی اور ہیوم وغیرہ جتنے فلاسفر گذرے ہیں ان میں سے کسی کی روح کو بلوائے اور
اُن سے پوچھئے تو سہی کہ یہ انبیائے اولو العزم جو گذرے ہیں جسقدر احکام وہ بیان کر گئے
وہ صحیح تھے یا غلط اور ثبوت معجزہ کے قائل ہے وہ معجزہ بناوٹی تھی یا کوئی قوت خدا
داد علاوہ مسمریزم کے تھی۔ اور آپکو بھی عقیدہ روح کے آنے اور اسکے جواب دینے کا
ہے اور یہ عمل بھی پہنچا ہے اس وقت ہمارے دعوے کی تصدیق آپکو ہو جائیگی جب برکلی
اور ہیوم اور ڈی کارٹس کی روح آپ سے باتیں کریگی۔ اور اگر یہ فلاسفر تھوڑے ہوتے
سیکڑوں برس گذرے ہیں۔ اور شاید بنابر عقیدہ تناسخ کے تو سیکڑوں بار [illegible]
تقمص منتقل و قالب بدلا ہوگا انکی ارواح میں کبھی اور قالب میں ہونے سے تغیر ہو گیا ہو
ابھی سید احمد خاں صاحب کو تھوڑے دن ہوئے عالم روحانی میں تشریف لیگئے اور بعض
مریدان خاص نے انکو بہشت میں بیٹھے کر و فر سے عالم رویا میں دیکھا بھی ہے
چنانچہ اسی اخبار میں اس خواب کو بیان بھی فرمایا ہے۔ اچھا انہیں سید صاحب بہشتوالے
نیچریان کی روح کو بلوائے اور ذرا اسی روح سے پوچھئے کہ انکار معجزات انبیا کے صلہ اور
جائزہ میں آپکو ملے بہشت اور یہ بتایئے سید صاحب تو بہشت کا قطعی انکار کرتے تھے

مگر مریدان خاص انکو بزرگی بہشت میں رونق افروز عالم رویا میں دیکھ رہے ہیں
اگر مسمریزم کوئی سچا علم اور عمل ہے تو ضرور آپکو تحقیق ہو جاویگی کہ انبیاء کا معجزہ بھی مسمریزم
سے تھا یا کہ قوت الٰہی اور فیضان انوار دوسری قسم سے ہوتا تھا جو لوگ عمل مسمریزم کو سچا
اعتقاد کر رہے ہیں اور سیکڑوں روپیہ خرید آلات میں خرچ بھی کر رہے ہیں اور بڑے بڑے
بزرگان دین کی ارواح سے نعوذ باللہ باتیں بھی کر رہے ہیں انہیں سے ہم بصد منت اور
سماجت امید کرتے ہیں کہ ہماری اس درخواست کو پڑھنے کے بعد ضرور سب سے پہلے اس
مسئلہ کی تحقیق ارواح سے کریں کہ انبیاء ع کے معجزات بذریعہ مسمریزم کے تھے یا نہیں
اور جو لوگ منکر اس عمل کی صحت کے ہیں انسے تو ہمکو اطمینان ہے کہ ہمارے نبی صلعم
پر تہمت اسکی نہ لگینگے کہ وہ بھی یا ہی مسمریزم سے اظہار معجزات فرماتے تھے اب مجھے
ضرورت ہے کہ بیان اصلیت اس عمل سے درگذر کر کے سبب اسکے حرام ہونیکا
از روے شریعت انبیاء ع بھی بیان کروں۔ واضح ہو کہ علوم اسرار جیسے رمل اور جفر
اور نجوم اور عمل تسخیر ارواح یا مسمریزم وغیرہ جتنے ایسے علوم ہیں جنکے اصول سے
وہ آثار نمایاں ہوتے ہیں جو ہماری ظاہری کارروائی دنیوی کے مخالف ہیں اور دوسرے
عالم سے انکو تعلق ہے۔ ہم لوگ پابند ان مذہب آسمانی انکی اصلیت سے ضرور معتقد
ہیں مگر انکے سیکھنے اور سکھانے سے اور انپر عملدرآمد کرنے سے ہمکو ہماری شریعت
محمدی بلکہ جمیع شریعتہاے انبیا نے اسواسطے منع فرمایا ہے کہ اس کارخانہ دنیوی
کے جسقدر امور ہیں انکا انتظام حکیم مطلق جلشانہ نے فقط اسباب عادی ظاہری
پر رکھا ہے ہمارے نبی صلعم اور انکے اوصیا برحق ضرور سچے اصول ان علوم
کے جانتے تھے مگر باوجود کمال علم اور کمال عمل کے ہمارے دنیوی امور خواہ جن میں
ہیں آنحضرات کو بسبب بیعت اشرف اور اعلا ضرورت تھا بلکہ خاص اپنے ذاتی
امور مثلاً علاج امراض یا تحصیل رزق ضروری وغیرہ وغیرہ کہ انہیں فیصلہ مقدمات
بھی داخل ہے ان سب کاموں میں انکو بھی حکم یہی تھا کہ ظاہری اصول اور عروج

علوم کے موافق کار بندی فرمائیں اگرچہ کبھی کبھی مدنظر تصدیق اور سچا ثابت کرنے ان خواص مذکورہ کے خرق عادت اور معجز نمائی کرکے یہ حضرات ان اصول کی حقیقت ثابت کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے پاس جفر ابیض ہے ہمارے پاس جفر احمر ہے ہمکو وہ علم نجوم ہے جو سچا ہے ہمکو وہ علم طب ہے جو بخطا ہے اور یہ فرمانا حضرات کا اسی غرض سے تھا کہ لوگ اصلی قدرت ہائے غیر متناہی خدا کا انکار نکریں۔ نادان اور جاہل حکمت الٰہی سے اور غافل مصالح ایزدی سے ان حضرات پر ہمیشہ دو قسم کے اعتراض کرتے رہے ہیں۔ جو لوگ منکر عالم غیر مادی اور آثار عالم مجرد اور عالم روحانی کے ہیں وہ تو ہمیشہ سے کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ سب غلط اور محض دھوکھا دینے کے غرض سے انبیاء ایسی ایسی باتیں کرتے تھے دراصل نہ کوئی اور عالم ہے اور نہ کوئی اور اثر غیر آثار مادی کا ہے۔ اور جنکو انکار عالم غیر مادی سے نہیں ہے وہ کہتے تھے کہ ان علوم کو فقط اسی غرض سے انبیا نے چھپایا ہے تاکہ ہم لوگ اُنکی برابری نکر سکیں اور ہم پر وہ اسرار ظاہر نہوں جو انبیا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انبیاء کو قانون قدرت کی پابندی نے ان علوم کے ظاہر کرنے سے مجبور کیا تھا چنانچہ قرآن مجید سے ہمکو پورا علم ہے کہ انبیاء جانتے ضرور تھے وَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ یعنے خدا اپنے علم غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا ہے بجز اپنے رسول کے جو پسندیدہ ہوا اور راز الٰہی کا تحمل کر سکے عقلی فوائد علوم اسرار کے چھپانیکے اب چونکہ علم اسرار کا ذکر آچکا ہے لہذا ہمکو ضرور ہے کہ انکی اصلیت ثابت کرنے کے بعد اسکے اسباب بھی بیان کریں کہ خدا کی مصلحت انکے مخفی کرنے کی کیا ہے اور کیوں انبیاء نے ان علوم کی تعلیم عام طور سے نفرمائی پہلا سبب دُنیا کے جتنے امور میں سب میں امید اور بیم کا رہنا ہی جزو اعظم انتظام کا ہے۔ اور جب کوئی ایسی بات کسی امر میں پیدا ہو جائے کہ امید قطعی اُسکے ہونیکی ہو یا کہ یاس اور نومیدی اُسکے نہونے سے ہو جائے بڑے بڑے فسادات اور نقصانات

آدمی کو پہونچتے ہیں۔ بنی اسرائیل پر من وسلوی نازل ہونے سے اُنکو جو بےفکری پیدا ہوئی تھی۔ اُسکے فسادات کو جاننے دیجئے۔ ہمارے زمانہ میں ایک آمدنی وثیقہ امانت اور وثیقہ ضمانت کی نخواہ پر اطمینان کی ایسی لوٹ کی ایسی جاری ہوئی کہ ان لوگوں کو اطمینان اور بےفکری نے اسی درجہ خرابی پر پہونچایا کہ فی صدی چار آدمی بھی کمالات انسانی سے متصف باقی نہ رہے۔ بہرحال جب ہم لوگ قسم ممکنات سے ہیں اور ممکن وہی ہے جو ہمیشہ محتاج رہے۔ لہذا ہماری شان سے یہی ہے۔ کہ ہم احتیاج سے ہر وقت ہمکنار رہیں اور احتیاج کو لازم ہے کہ ہم بحالت امید وبیم رہیں ورنہ غنی اور بے پروا ہو جائیں۔ اسلئے کہ اگر ہمکو نفع کا پورا یقین ہو شادی مرگ اور ضرر کے یقین سے زندگی تلخ۔ لہذا حکمت الٰہی اسی کی خواہش کرتی ہے کہ ہم اپنے ضرر اور نفع کا یقین نکریں اور دونوں کی امید وبیم میں رہ کر تدبیر ظاہری سے کسی وقت الگ نہوں۔ علوم اسرار جنسے غائب امور کا یقینی علم ہوتا ہے انکی تعلیم ہمکو کسیطرح ہمارے شایان نہیں ہے دوسرا سبب علم غیب کے جاننے سے ایک بڑا ضرر یہ بھی ہے کہ راز کے امور اپنے اور پرائے اگر ہمپر کھلجائیں یہ پردہ جو ہمارے سامنے غیب پوشی خلائق کا پڑا ہوا ہے جس سے ہزاروں طرح کے فوائد ہمکو حاصل ہیں وہ پردہ بالکل فاش ہو جاتے اور طوفان عام پیدا ہو جسکا انجام خونریزی اور عداوت باہمی اور نقصان جان ومال کے سوا اور کچھ نہو تیسرا سبب قانون قدرت (لا آف نیچر) کے بدلنے پر جو ہم لوگ خدا پرست اڑے ہوئے ہیں اور اپنے خدا کو پابند نیچر کا نہیں قرار دیتے ہیں اسکی بھی وجہ قوی یہی ہے کہ اگر ہمارا خدا ہمکو جن اصول غیب دانی سے قانون قدرت (لا آف نیچر) کے پوری واقفیت ہوتی ہے تعلیم کرتا اور یہ قانون عادی جسکے بدلنے کے نظائر ہم اسی کتاب میں سیکڑوں دکھلا رہے ہیں اسپر مدار ہمارے انتظام دنیوی کا نفرماتا ضرور ہمکو اطمینان کامل اور بےفکری لاکھوں امور کی واقع ہوتی اور نہونے میں ہوکر روزانہ ترقیات علمی اور عملی سے محرومی ہوتی اور ہزاروں قسم کی آزادی اور بےفکری ہمکو ہو جانے سے اپنی ترقی معاملات سے ہم بالکل جدا ہو جاتے۔ بلکہ ہم اپنے خالق اور رازق اور مارنیوالے اور جلانیوالے کے بھی کچھ محتاج

نہ ہتے فرض کرو اگر ہمکو واقعی سبب نطفہ قرار پانے کا اور اسکا وقت اور وہ عورت جسکے رحم میں ہمارا نطفہ قرار پائیگا کسی ذریعہ یقینی سے معلوم ہوتا اُسی عورت پر انحصار کرنے میں ہمارا ایسا ہی ضرر ہوتا ہم کوتاہی نکرتے اور سوائے اُسی وقت خاص کے بغرض توالد و تناسل ہرگز ہم اس سے ہم بستری نکرتے اور اسکا ضرر براہ قواعد طب جسقدر ہے بخوبی ظاہر ہے اور اب کہ ہمکو ہر ایک عورت سے اور ہر مرتبہ ہم بستری کرنے سے امید استقرار نطفہ ہو رہی ہے۔ اور پھر اسکے ساتھ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہمارا خدا قادر ہے۔ اُسی کے فضل سے ہم صاحب اولاد ہو سکتے ہیں یہ بات ہماری آزادی اور بیدینی کو بخوبی روک رہی ہے دہریہ اور نیچرل جو اسی پر زور دیتے ہیں کہ نیچر نہیں بدلتا ہے اُنکا مطلب یہ ہے کہ جو قانون فطرت نے جاری کر دیا ہے۔ پس اب ہمکو اسی پر بھروسہ کرکے بیخوف اپنی کارروائی میں آزادی ہے۔ اور ہرگز ایسا اطمینان براہ حکمت اور مصلحت ہمکو خدا نے نہیں دیا ہے اور نہ ہماری شان احتیاج کے یہ امر شایان ہے جیسا کہ سبب دوم میں گذر چکا علوم اسرار

جنسے غیب دانی پیدا ہوتی ہے وہی علوم ہیں جن سے واقعی علم اسباب حقیقیہ کا ہوتا ہے لہذا اسکو خدا نے خاص اپنی ذات سے رکھا اور اپنے رسولوں کو بھی اُنکی تعلیم سوائے وقت ضرورت کے بطور وحی کے اور عام طور سے نہیں فرمائی اور یہی ہمارا عقیدہ قرآن اور حدیث سے بخوبی ثابت ہے اور ہمارے نبی کے زبانی جو قرآن مجید میں وارد ہے کہ مجھے علم غیب نہیں ہے یا کہ معجزات خدا کے پاس ہیں ان سب آیات کا یہی مطلب ہے کہ انبیاء ع بروقت ضرورت خدا کی طرف سے مؤید ہوتے تھے خود ذاتی علم غیب یا معجزات کے اظہار پر اُنکو قدرت نہ تھی۔ وہ سوائے خدا کے اور کسی کو قدرت نہیں ہے۔ پھر جب انبیاء ع کو غیب دانی کے اصول بھی بدون ضرورت کے نہیں بتلائے گئے پس عام خلایق کو کیونکر انبیاء ع اُنکی تعلیم فرماتے جو اسر مضر بہ نظم عالم تھا۔

باب دوم سوال تسخیر ارواح کے عمل سے جو جو خرابی عقاید کی آجکل ہو رہی ہے اسکا پورا بیان اور جواب شبہات اور سوالات کا جسے معززین اہل علم

سوال دوم

نے کیے ہیں۔ روح کی ماہیت اور اصلیت کے بارہ میں پہلا سوال کیوں جناب مولانا روح کی اصلیت جب آپ کے نبی صلعم سے پوچھی گئی اسکے جواب میں بس یہی ارشاد فرما کر رہ گئے۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ روح حکم سے ہے پروردگار کے ہے۔ اور ہم کو اسکا علم تھوڑا سا دیا گیا ہے کیا سبب ہے۔ کہ ہم سے روح کی اصلیت کو خداوند عالم اور پروردگار نے چھپایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روح کی ماہیت کو خدا نے آپ کے نبی کو بھی نہیں بتلایا ہے اور تھوڑا سا علم روح اگر پوچھنے والوں کو ہوتا اور بالکل بجاہل روح کے وجود سے ہوتے تو سوال کیونکر کرتے پھر اس جواب سے کیا غرض ہے۔ ہم تو روح کی ماہیت پوچھتے ہیں۔ اور خدا اسکے جواب میں کہتا ہے۔ کہ روح تو حکم رب سے ہوئی ہے۔ مارنے گھٹنا اور پھوٹے آنکھ یہ بھی کوئی جواب ہے جواب۔ یہی تو خرابی ہے کہ جب آدمی بیکار اور خارج طاقت بشری باتوں سے پوچھا یا پوچھی کرتا ہے اسکا جواب جسکو علم کم ہے۔ لغو اور مہمل دیتا ہے اور جسکو پورا علم ہے بلکہ وہ علام الغیوب ہے۔ وہ ایسا جواب دیتا ہے کہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ سوال کرنے والے عام لوگ جہال عرب سے تھے فلاسفہ نہ تھے جیسے کہ بعض آئمہ سے بعض نیچری اور زندیق نے روح کی ماہیت پوچھی تھی اور پورا جواب انکو صادق آل محمد عالم اہلبیت نے دیا ہے اور وہ بھی محض تعلیم الٰہی سے دیا ہے چنانچہ ہم انکو آئندہ لکھینگے پھر یہ جاہل آدمی تو روح اسیکو جانتا ہے جس سے آدمیوں کے یا کل ذی روح کے بدن میں جان آجاتی ہے اور زندگی کا دارومدار اسی روح پر ہے اور جب قبض روح ہوا اور موت آئی اور اسی روح کو خدا نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ جب آدم کا پتلا ہم نے درست کر لیا اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح کو پھونک دیا پھر یہ پوچھنے والے جو اقسام روح کے آدمیوں نے فلسفہ کے ذریعہ سے گھڑ لیے ہیں انکو نہیں جانتے تھے۔ ان کو ایسے نازک اور دقیق اور صاف یا حد اور رسم روح کے بتلانے سے بجز انکی حیرت

شہر جانے کے اور کیا نتیجہ ہوتا ہے اور چونکہ مردہ خواہ بیجان چیز کا زندہ ہونا یہ فقط خدا کے حکم اور قدرت نمائی کی بات ہے۔ اور جتنی اقسام روح کی بدن انسان میں فرض کرو خواہ روح کو بمعنی عقل اور نفس ناطقہ کے مجبوست کے سب محض حکم اور امر پروردگار سے پیدا ہوتے ہیں لہذا یہ جواب خدا نے ایسا عام ارشاد فرمایا جو کسی قسم کی روح کیوں نہو سبکو شامل ہے اور مناسب درجہ فہم سایل کے یہی جواب ہے اور اگر سچ پوچھو تو بڑا فلسفی بھی کسی چیز کی ماہیت کو اسکے حد تام سے کیونکر جان سکتا ہے منطق کے علم میں جو بطریقہ حد تام اور حد ناقص اور رسم تام اور رسم ناقص کے بیان ہوئے ہیں کبھی کوئی یقین نہیں کر سکتا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ سے علم ماہیت اشیا کا درحقیقت ہو جاتا ہے مثلاً انسان کی ماہیت یا حد تام حیوان ناطق کہتے ہیں کوئی دلیل اسپر قایم نہیں ہے کہ یہ دونو جزء اصلی ماہیت انسانی ضرور ہیں بلکہ اپنی اصطلاح میں ہم نے حیوان ناطق کو حد تام انسان کے ٹھیرائی ہے کل فلاسفہ کا اجماع اسی پر ہے کہ ماہیت کسی چیز کی سوای خالق کے اور کسیکو معلوم نہیں ہے۔ پھر جب ماہیت کا علم انسانی ادراک سے باہر ہے اب روح کی ماہیت کا بیان بھی انہیں اعراض اور اوصاف خارجیہ سے کیا جائیگا۔ نبی برحق جو واسطے تعلیم مبدا اور معاد کے آتے تھے۔ انکو تو وہی اوصاف اور لوازم روح کے بیان کرنے ضرور ہیں جن سے علم توحید اور اقرار قدرت الہی کا امت کو ہو جائے اگرچہ روح کے ہزاروں اوصاف اور بھی ہوں۔ مگر خدا کو اپنے نبی سے یہی فرمانا ضرور تھا کہ روح میرے حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ اسکی تعلیم بندگان الہی کو کرو اور بعثت انبیا سے غرض یہی ہے کہ مخلوق خدا اپنے خالق کو پہچانے یہ غرض نہیں ہے۔ کہ فلسفہ طبعی اور طب جسمانی اور کیمسٹری کے مسایل انکو سکھلاوے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ جواب سائلین عوام کے منصب کے بھی مناسب ہے اور شان نبوت بھی اسکو چاہتی ہے۔

واضح ہو یہ جو ہمارا کہنا کہ یہ سایل بالکل جاہل ہے اسکی سند یہ ہے کہ اسی جواب پر انہوں نے سکوت کر لیا اور پھر کچھ انہوں نے توجیہات نہ کی اور حکیم تعالی مجدہ اور اسکے رسول اور نائبان رسول کو جواب اسیقدر دینا براہ حکمت لازم ہے جسقدر سایل کا فہم اور اسکی

عقل ہو ہمارا اسایل یہ بیہودہ کلمہ جو اکثر آتا ہے کہ روح کی ماہیت خدا نے ہمارے نبی کو بھی نہیں بتلائی تھی اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم کا مرتبہ علم تو ارفع اور اعلیٰ ہے حضور کے تعلیم یافتہ آپ کے اوصیاء برحق جنکے سینہ بسینہ علم نبوت پہونچا ہے چنانچہ ایک ان میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام بھی تھے آپ سے بھی ایک زندیق نے اسی روح کی نسبت سوال کیا ہے۔ اسکا جواب بھی ذرا ناظرین ملاحظہ فرماویں اور چونکہ یہ دہریہ منکر حشر اور نشر تھا لہذا اُسکے سوال کے پیرایہ کو اور فلسفی پیچیدہ تقریر کو اور پھر جواب عالم ربانی کو بھی بغور دیکھیے۔ سوال زندیق۔ ہاں جناب آپ بیان تو کیجیے کہ چراغ جب بجھ جاتا ہے اسکی روشنی کہاں جاتی ہے۔ جواب امام۔ ایسی جگہ جاتی ہے کہ پھر پلٹ کر نہیں آتی ہے سوال پھر آپ کیوں انکار کرتے ہیں کہ آدمی کی روح بھی اسی طرح کی ہو کہ جب آدمی مرجائے اور اسکے بدن سے روح جدا ہو جائے پھر کبھی پلٹ کر بدن میں نہ آئے جیسے چراغ کی ضو پلٹ کر نہیں آتی ہے۔ جواب تو نے اے زندیق روح کا قیاس چراغ کی روشنی پر ٹھیک نہیں کیا۔ مراد یہ ہے کہ عرض کا قیاس جوہر پر کیا ہے اسلئے کہ جوہر جسمانی آگ کا اجسام میں پوشیدہ موجود ہے اور اجسام قایم بذات خود ہیں یعنی جوہری اشیا میں مثلاً پتھر اور لوہا جب ایک دوسرے سے ٹکر کھاتا ہے۔ آگ کی چنگاری ان میں سے نکلتی ہے۔ اس چنگاری سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اب چراغ کی لو سے یہ ضو اور روشنی نمودار ہوتی ہے۔ پس آگ تو اجسام میں ثابت اور بذات خود موجود ہے۔ اور روشنی ایک عرض ہے جو فرد ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ آگ کی موجودگی سے حال کے فلاسفر کو انکار ہے۔ اسکا بیان جدا گانہ بحث میں کروں گا۔ مگر حرارت اور نور دونوں کا جدا جدا ہونا اسی تقسیم سے ثابت ہے۔ کہ حرارت کی ایک قسم اشعہ یعنی صاحب شعاع اور صاحب ضو ہوتی ہے۔ اور اسکے خواص اور نور کے خواص قریب قریب ہیں اور آفتاب مصدر اعظم اس حرارت کا ہے۔ مگر ابھی تک جدید علماء طبیعین کو معلوم نہیں ہوا ہے۔ کہ شعاع شمس کی حرارت کا سبب اصلی کون چیز ہے۔ علم سماویات کے جدید علما کو یہ بھی غلط ہوا ہے کہ آفتاب کا جرم نورانی نہیں ہے۔ بلکہ

ضو اور تتق نور آفتاب سے الگ گرد کرۂ شمس کے پھیلا ہوا ہے۔ ہیں جھونپڑے ہیں اور خواب دیکھیں محلوں کا۔ اب باقی ماندہ قول امام کو بھی شروع کروں۔ روح جسم رقیق ہے جسے قالب کثیف پہنایا گیا ہے۔ چراغ کی ضو سے مشابہ نہیں ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا ہے اور تشبیہ چراغ کی لو سے روح کو دی ہے۔ جس خدا نے جنین یعنی بچے پیٹ کو صاف پانی (منی) سے پیدا کیا اور اسی منی سے طرح طرح کے اعضا جسمانی بنائے رگیں اور پٹھے اور دانت اور ہڈیاں اور بال وغیرہ اور یہ چیزیں منی میں (بعینہا) موجود نہ تھیں بلکہ محض نابود سے موجود کردیا وہی خدا اُس جثہ کو بعد موت کے زندہ بھی کردیگا۔ اور بعد فنا کے از سر نو موجود کردیگا میں کہتا ہوں خوردبین (مائیکروسکوپ) سے جو کیڑے منی میں نظر آتے ہیں اور علما تشریح (فیسولاجیں) کا عقیدہ ہے کہ انہیں سے خلقت جنین کی ہوتی ہے۔ اور ان کیڑوں میں یہ سب اعضا اور جوارح موجود ہوتی ہیں۔ اور غذا جو کہ جنین کو پہنچتی ہے اُس میں اجزا مختلفہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ بقوت جذب مشاکل ہر عضو اپنے مناسب حصہ غذا سے لیکر نشو و نما پاتا ہے۔ محض نابود سے ان اعضا کا وجود نہیں ہوتا ہے اسکا جواب تفصیلی تو مسئلہ خلق اور نشو میں ہم پورا دیں گے۔ اور یہاں پر بھی کافی ہے۔ کہ یہ کیڑے یا تو منی بنتے وقت پیدا ہوئے یا خون بنتے وقت یا غذا سے کیلوس اور کیموس بنتے وقت یا کہ غذا میں پہلے سے تھے۔ بہرحال کسی وقت پیدا ضرور ہوئے ہونگے جب ان کے تولد کا زمانہ فرض کرو اُس سے پہلے نہ تھے۔ اور ضرور ماننا پڑیگا کہ نابود سے موجود ہوئے ہیں سوال پھر یہ ہے جب آدمی مرجاتا ہے۔ روح اسکی کہاں رہتی ہے جواب اسی زمین میں رہتی ہے۔ جہاں آدمی کا جسم خاکی رہتا ہے۔ جسوقت تک کہ پھر زندہ ہو کر اٹھے گا۔ سوال جو آدمی دار پر چڑھایا جاتا ہے۔ اور سولی پر مرتا ہے لٹکا ہوا اسکی روح کہاں رہتی ہے۔ (شاید مراد اس سائل کی یہ ہے کہ جسکو سولی دیکر چند روز دفن نہیں کرتے ہیں۔ اسکی روح کہاں رہتی ہے جواب اس فرشتہ کے کف دست میں رہتی ہے جس نے اسکی روح کو قبض کیا ہے۔ پھر وہی فرشتہ اس روح کو سپرد زمین کے کردیتا ہے۔ جہاں لاش دفن کیجائے۔ یا پھینکی جائے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی یاد رہے۔ کہ ہمارے نبی صلعم نے فرشتہ کو

از قسم ہوا ارشاد فرمایا ہے۔ جو ہوا کہ ہمارے حواس خمسہ ظاہری سے محسوس نہیں ہو سکتی ہے آئندہ اس ارشاد نبوی سے ہمارا اثر المطلب بر آمد ہو گا۔ کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔ سوال آپ ارشاد کیجیے ماہیت روح کی۔ کیا روح اور چیز ہے اور خون اور چیز ہے۔ جواب ہاں جس روح کو میں تجھسے بیان کر چکا ہوں یعنی مابہ الحیات مادہ اُس کا خون سے ہے۔ (اور صورت روح کی اور ہے) اور خون سے غلاظت اور رطوبت بدن اور صفائی رنگ کی اور بدن انسان کے اور حسن صورت اور کثرت ضحک یہ سب امور پیدا ہوتے ہیں جب خون خشک ہو گیا روح بھی بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ سوال یہی روح مذکور ہلکی یا بھاری ہونیسے متصف ہو سکتی ہے۔ اور وزن اس میں ہے یا نہیں جواب روح بمنزلہ ریح کے ہے جسکو تو پھونک کر مشک میں بھر دے نہ اسکے بھرنے سے وزن مشک کا بڑھتا ہے۔ نہ اُس کے نکلجانے سے وزن مشک کا گھٹتا ہے جسطرح اُس ریح میں وزن اور ثقل نہیں ہے اسیطرح روح میں بھی وزن اور ثقل نہیں ہے۔ سوال اب آپ یہ بتائی کہ ریح کی ماہیت اور جوہر اصلی کیا ہے۔ (تاکہ میں روح کو بھی اُسی سے پہچان لوں) جواب ریح وہی ہوا ہے جب اُس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اُسکا نام ریح رکھا جاتا ہے۔ اور بوقت سکون کے نام اسکا ہوا ہے۔ اور دنیا کا قوام اور ثبات اسی ہوا سے ہے۔ اگر تین روز ہوا کا چلنا بند ہو جائے۔ ہر ایک چیز جو زمین پر ہے۔ فاسد ہو جائے۔ اسلیئے کہ ریح بمنزلہ مروحہ (پنکھا) کے ہے کہ فساد کو ہر شے سے دفع کرتی ہے اور اسکو پاک صاف کر دیتی ہے بس یہی ریح بمنزلہ روح کے ہے جب بدن سے نکل گئی وہ بدن خراب اور بدبو ہو جاتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین میں کہتا ہوں اس حدیث معدن کی شرح تو میں ایک جداگانہ رسالہ میں لکھونگا مگر اس جگہ ایک بڑے بھاری شبہ کا جواب دینا ضروری ہے۔ شبہ نیچریہ آپ تو کہتے ہیں۔ کہ ہمارے قرآن اور حدیث میں کوئی بات خلاف عقل کے نہیں ہے۔ یہ لیجیے اسی حدیث میں وارد ہے کہ ہوا میں ثقل اور وزن نہیں ہے۔ حالانکہ یہ پورا نا خیال جاہلانہ تھا اب تو چند طرح کے آلات صحیح طیار ہو چکے جن سے ہوا کا ثقل نوعی اور وزن صنفی (اسپیسفک گریوٹی) ذرا ذرا سے بچے بھی بتا سکتے ہیں۔ بذریعہ بارو میٹر

ہوا میں وزن نہیں

بوردون اور بارومیٹر غرضیکہ وغیرہ کے اور سو انچ مکعب ہوا کا وزن ۱۳۱ ½ گرین جبکہ ۳۰ ۱۵ ارتی کے
ہے اور معمولی حالت گرمی اور سردی میں ۱۲ انچ مکعب ہوا کا وزن برابر آدھی رتی کے ثابت
ہوگیا۔ اس حساب سے مشک میں دو ماشہ سے کسیطرح کم ہوا نہیں ہو سکتی دیکھئے طبیعات
اور کیمسٹری کی جدید کتب کو اور کسقدر فواید تحقیق وزن ہوا سے ہمکو فلاسفہ نے پہونچائے
ہیں اب ہم اس حدیث کو صحیح سمجھیں یا اپنے مشاہدات روزانہ کو اب کون بشر ایسی ایسی
باتوں کو صحیح اور الہامی خبر مان سکتا ہے کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔ جواب نیچرل صاحب
بچوں کے سمجھانے کی تو باتیں اور ہیں حقیقت اور ماہیت اشیا کا بیان اور ہے اور ہم ضرور
پختہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے قرآن شریف اور حدیث کی کوئی بات کبھی خلاف عقل کے
نہوگی۔ آپ کے اس شبہ کے جواب میں ہمکو تین قسم کی تقریر کرنی درکار ہے پہلے وزن اور
ثقل اور خفت کے معنی آپکو سمجھنے چاہئیں اٹر اکشن (کشش) کی علم کیمیا میں تین قسمیں
کی ہیں اس میں سے ایک قسم کشش ارضی (اٹر اکشن آف گراوی ٹیشن) بھی ہے اور
اسی سے وزن پیدا ہوتا ہے۔ اور فلاسفہ طبعیین نے کشش یعنی جاذبیت کی پانچ قسمیں
لکھی ہیں عام جاذبیت کو خواص عامہ اجسام سے شمار کیا ہے اور خاص خاص اقسام جاذبیت
کو خواص عامہ سے نہیں گنا ہے۔ وزن اور ثقل پانچویں قسم جاذبیت کی ہے۔ اسکو بھی عام خواص
لازمہ اجسام سے شمار نہیں کیا ہے اسیواسطے مادہ یا جسم کی دو قسمیں کی ہیں قابل الوزن
اور غیر قابل الوزن جیسے نور اور کہربائیہ وغیرہ اب اتنا معلوم ہوا کہ ہوا اگرچہ ایک جسم ہے یا مادی
شے مگر بنظر جسمیت کے اسکو وزنی اور ثقیل ہونا ضرور نہیں ہے اب دیکھو زمین کی کشش خواہ
جاذبیت سے وزن اور ثقل پیدا ہوتا ہے۔ اور زمین کشش انہیں اشیا کو کرتی ہے جن میں مادہ
ارضی ہو اور ہوا اوپر کو چڑھاتی ہے ان چیزوں کو جن میں مادہ ہوائی ہوتا ہے بیلیم (غبارہ) پتنگ
خواہ اڑنے والے طایر یہ سب اوپر کو ہوا بھرنے سے چڑھتے ہیں۔ بگولا (بونڈر) وغیرہ بھی اسی
کی نظیر ہیں۔ پھر اگر ہوا اور [illegible] اجسام جدا جدا ہیں اور دونوں کے جوہر الگ ہیں ہرگز
ہوا کو زمین جذب نہ کریگی جب ہوا ہی یہ وزن کبھی نہ ہوگا کیونکہ جذب اپنے ہم جنس کو زمین

کرتی ہے۔ اور اگر ہوا اور زمین ایک چیز ہے اسکو تو کوئی آدمی نہ مانیگا اب ہم نے اتنا تو ثابت کردیا کہ ہوائے خالص یا جیسے آسمانی ہوا جسکو فلاسفہ قدیم اور جدید نہایت لطیف کہتے ہیں اُس میں تو وزن ہونا یعنی جذب زمین کا ہونا از راہ عقل ہرگز درست نہیں ہے۔ دوسرے اب رہی سطح جہان کی ہوا جسکو عربی میں جلد اور انگریزی میں (ایٹمسفرک ایر) کہتے ہیں یہ ہوا مرکب چند چیزوں سے ہے آکسیجن فیصدی (۷۷) نیٹروجن ۲۳ حصہ فیصدی اور پانی کے ابخرے اور انکی مقدار غیر معین ہے اور کثیف ہوا میں زمین کا غبار بھی شامل ہوتا ہے کاربن بھی ہوا میں فیصدی ۱۰ تک ہوتا ہے اور اسی ہوا یعنی سطح جہان کی ہوا کے وزن اور ثقل سے ہمکو بحث کرنی اس جگہ منظور ہے اب جذب مرکزی کا قانون قدرت عام (لا آف نیچر) یہ ہے کہ جاذبیت ثقل کی بدلتی ہے بالقلب یعنی کم ہوتی ہے مثل مربع بعد جسم کے مرکز زمین سے اور یہ قانون براہین ہندسے سے فقرہ ۱۳ عروس بدیعیہ میں ثابت ہوچکا اور نتیجہ اسکا یہ ہے کہ نصف میل کی بلندی پر وزن جسم کا $\frac{1}{4000}$ تک کم ہوجاتا ہے اور ۴ ہزار میل کی بلندی پر چہارم وزن جسم کا گھٹ جاتا ہے یہ حکم جملہ اجسام کا ہے جن میں مادہ ارضی ہے۔ اور زمین ان کو قوت جاذبہ سے کشش کرتی ہے۔ اب ہوا کو لیجیے اس کی کثافت اور ثقل کا قاعدہ یہ ہے کہ سات میل کی بلندی پر چہارم کثافت ہوا کی رہ جاتی ہے۔ متواتر تجربات کرنے سے مختلف مقامات پر زمین کے ثابت ہوگیا ہے کہ ہوا کی کثافت بہ نسبت ہندسے کم ہوتی ہے جسقدر بعد ہوا کا زمین سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس زمین سے سات میل اوپر $\frac{1}{4}$ اور ۱۴ میل اوپر $\frac{1}{16}$ تا آنکہ ۲۱ میل $\frac{1}{64}$ اور ۴۹ میل اوپر $\frac{1}{16384}$ رہ جاتی ہے۔ اب بخوبی ثابت ہوگیا کہ وزن یعنی جذب مرکزی کا نیچر اور ثقل ہوا کا نیچر جدا جدا ہے اسلئے کہ جذب مرکزی سے جو وزن پیدا ہوتا ہے وہ چار ہزار میل کی بلندی پر چہارم کم ہوتا ہے اور ہوا کا ثقل سات ہی میل کی بلندی پر چہارم رہ جاتا ہے پھر ہم وزن ہوا کو جذب مرکزی زمین کا کیونکر تسلیم کریں اب یہی ضرور ماننا پڑیگا کہ ہوا میں دراصل وزن نہیں ہے بلکہ ابخرہ کی رطوبت جو ہوا میں منتشر ابخرۂ منجمد رہتی ہے۔ اور اسی طرح گرد و غبار سے اجزاء ارضیہ جو ہوا میں قریب کرۂ زمین کے ملے رہتے ہیں اسی وجہ سے ہوا کا

ثقل اور خفت گھٹتی بڑھتی ہے۔ عروس بدیعیہ صفحہ ٢١٦ میں دیکھو۔ وعلة خفة الهواء
هي ان الرطوبة البخارية المنتشرة والممتزجة فيه اذا ما اذيبها ثقلها النوعي
فتتحول بالبرد والرياح او غيرها الى القطرات ماء في وسطه كما سيأتي فثقل رطوبته
وبالنتيجة يخف ثقله۔ ہوا کے سبک اور کم وزن ہونے کا سبب یہی ہے کہ رطوبت
بخاری جو ہوا میں پراگندہ اور ہوا سے ملی ہوئی رہتی ہے جسکی وجہ سے ہوا کا ثقل نوعی بڑھ
جاتا ہے برودت ریاح وغیرہ سے وہ رطوبت ہوا کے وسط میں پانی بن جاتی ہے۔ لہذا رطوبت
ہوا کی کم ہو کر اسکو سبک کر دیتی ہے تمام علمای طبعیین وزن ہوا کی کمی بیشی اسی رطوبت
کی وجہ سے لکھتے ہیں اور سب کا اتفاق ہے کہ جسطرح سبکی وزن ہوا کے اوپر چڑھنے سے بہ نسبت
ہندسیہ مذکورہ بالا کے بڑھتی ہے چنانچہ ماسٹر لک غبارہ ہوا کے ذریعہ سے اتنا اوپر چڑھا تھا کہ
بارومیٹر بارہ انچہ یا ڈگری کم نیچے اوتر آیا تھا اور حساب سے ٢٠ ہزار فیٹ اونچا چڑھ گیا تھا جو
تخمیناً ٣ بلندی سطح جہان کی ہوا کا ہے اور یہ خفت ہوا کی کمی رطوبت ہی سے تھی اسیطرح
اگر ہوا نیچے کو اوتاری جائے مثلاً زمین میں ایک سوراخ بڑا سا کریں کہ ہوا اس میں داخل
ہو سکے اسی نسبت ہندسیہ سے ثقل ہوا کا بڑھ جائیگا چنانچہ اگر ٣٤ میل کا گہرا سوراخ ہو تب ہوا
کی کثافت برابر کثافت پانی کے اور ٤٨ میل گہرے میں پارہ کے ہموزن اور (٥٠) میل کے عمق
میں سونے کے وزن میں ہوا ہو جاتی ہے۔ اب ضرور معلوم ہو گیا کہ ہوا کے وزن میں کمی بیشی
محض رطوبت بخارات کی وجہ سے ہوتی ہے اور گرد و غبار بھی اسکے معین ہیں اب جب تک
اصلی ہوا جو خالص بخارات وغیرہ سے ہو ہمکو نہ ملے ہم اسکے وزن کا کیونکر اقرار کریں۔ اور یہ
آلات وغیرہ جو طیار ہوئے ہیں سب اسی ہوا کے ہیں جو مرکب ابخرہ اور گرد و غبار سے ہوتی ہے
ہم اپنے کاروبار دنیوی کی غرض سے ہوا کو وزنی فرض کر کے اس سے جو فوائد اوٹھاتے ہیں
اسی ہوا کا وزن ہے جو سطح جہان کی ہوائے مرکب کہلاتی ہے اور خالص ہوا جسقدر اوپر
چڑھو اسیقدر ہمکو ملیگی۔ اسکو ہم کسی ذریعہ سے نیچے نہیں لا سکتے اسلئے کہ ہوا کے مسامات میں
جسقدر نیچے اوتریگی ابخرہ وغیرہ سب ملکر اسکو مرکب کر دینگے فلاسفہ جدید کا یہ مذہب ہو گیا ہے

کہ ماہیت اشیا کی جب علم انسانی میں نہیں آ سکتی ہے لہذا ہمکو تحقیق ماہیت کے درپے ہونا
بیکار ہے۔ بلکہ جو خواص اور نوامیس قدرت ہر چیز میں ہمارے بکار آمد ہیں اُنکو معلوم کرنا۔
اسی کا نام فلسفہ ہے اب معلوم ہوا کہ اگر ہوا کوئی موجود شے ہے اور بدون ترکیب کے ہمکو مل
نہیں سکتی ہے ہم اسی مرکب ہوا کے آثار اور خواص سے بحث کرینگے پھر خالص ہوا جو ہمکو
نہیں ملتی ہے۔ اگرچہ اوپر ہم سے اُسکا وجود خالص بھی ہو اور اسکو وزنی یا غیر وزنی ہمارا
فلسفہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ اور یہ وزن ہوا کی بحث جو ہم کرتے ہیں اسی ہوا کی ہر
جو مرکب ہو کر ہم پاتے ہیں۔ اب اس ہوائے مرکب کا قیاس خالص ہوا پر کرنا ہمکو کسی قاعدہ
سے درست نہوگا تیسرے اسی ہوا کو لیجے اور فلاسفہ کے قیاسات واہیہ کو دیکھیے کوئی
آدمی آسمانی ہوا تک نہیں گیا اور فقط ماسٹر لک میل سے ۳۰۰۰ فیٹ زیادہ اور اوپر
چڑھا ہے۔ یا ۷ میل اور اسی قیاس بے دلیل سے بلندی کرۂ ہوا کی بھی معلوم کر لی حالانکہ
دلایل خود لکھتے ہیں کہ ٹھیک بلندی ہوا کی معلوم کرنی محال ہے۔ اور ہوائی ناشف
یعنی سوکھی ہوائے آسمانی کا بھی وزن ۰۰۰ ۲ اقرار دے لیا اور پانی اور دیگر اجسام سے ہوا
کا وزن کم ہونا اور دیگر اصول اسی نامعلوم ہوا پر قیاس کر لیا ہے۔ پھر جسقدر خرابیاں علم ہوا
کے مسایل فرضیہ وہمیہ میں ہیں اُن کے بیان کو تو ایک کتاب درکار ہے یہاں تو فقط وزن
ہوا پر مجھے بحث کرنی ہے۔ وہ کونسا آلہ ہے جسکے ذریعہ سے ہوائے آسمانی کا وزن فلاسفہ
دریافت کر سکتے ہیں۔ اسیطرح اکثر اصول فلسفہ جدیدہ کا حال ہے۔ کہ محض قیاسی اور
خیالی بنا پر سیکڑوں اصول بنائے جاتے ہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس ہوا کا وزن
فلسفہ جدیدہ میں ثابت ہوا ہے وہ خاص ہوا کا وزن نہیں ہے۔ بلکہ رطوبت ابخرہ اور
غبار وغیرہ جو وزنی اور ثقیل چیزیں ہوا میں ملی ہوئی ہیں اُن کا وزن اور بھی آسمانی ہوا
کا وزن فلاسفہ ثابت نہیں کر سکتے دوسرا جواب ہمارے حدیث مقدسہ میں جس ہوا میں وزن
ہونیکا انکار ہے وہ ہوا ایسی ہے کہ ہمارے کسی حس سے محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اور اُسی
ہوا سے روح کو تشبیہ امام نے دی ہے اور اُسی ہوا کی قسم سے ملائکہ بھی ہیں جیسا کہ

ہمنے اوپر بیان کیا ہے۔ پس یہ ہوا جس میں فلاسفہ وزن کے اب قایل ہوئے ہیں
اور پچھلے فلاسفہ پر بیجا قہقہہ زنی کرتے ہیں اور یہ ہے اور وہ ہوا مندرجہ احادیث اور
ہے۔ اور ہواؤں کے اقسام کا متعدد ہونا اسکا انکار فلاسفہ جدید بھی نہیں کر سکتے تیسرا
جواب جس دہریا اور زندیق سے امام نے خطاب فرما کر ہوا میں وزن کا ہونا ارشاد فرمایا ہے
وہ شخص اپنے فلسفہ قدیمہ کے ذریعہ سے ہوا کا غیر وزنی ہونا صحیح جانتا تھا گو در اصل اسکا
عقیدہ غلط ہو اور ہوا کا باوجود مادہ ہونے کے غیر قابل الوزن ہونا اسکا گمان تھا جس
طرح ابھی تک فلاسفہ جدید نور اور سیال کہربائی وغیرہ کو غیر قابل الوزن کہ رہے ہیں
اور شاید کسی زمانہ آیندہ میں ہمکو کسی ذریعہ سے نور اور کہربائیت کا وزن مثل وزن ہوا
کے بھی معلوم ہو جاوے پس امام کا ارشاد اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اسی سطح جہان کی ہوا
کی نسبت ہے تو اسی سائل کے عقیدہ کی بنا پر ہوگا جو قابل ہوا کے وزنی ہونے کا نہ
تھا اور تحقیقی اور واقعی بیان نہوگا اور کلموا الناس علی اقدر عقولھم کے یہی معنی
ہیں لہذا اسیطرح محل اعتراض نہوگا اس باب میں اسیقدر وزن ہوا کی بحث ضروری تھی
آیندہ طوفان عام کے باب میں انشاء اللہ پوری تحقیق ہوا آسمانی اور ارضی کی کرونگا
انشاء اللہ برادران اسلامی کو ان فلاسفہ کے ناقص اصول پڑھ کر اپنے قرآن اور حدیث
سے مشتبہ ہونا نچاہیئے ؛

باب گیارھواں

باب گیارھواں تسخیر ارواح کے جو آلات طیار ہو کر اعمال اب ہو رہے ہیں
ان کی اصلیت کیا ہے اور مذہب آسمانی خصوصاً اسلامی عقاید پر انکا کیا
خراب اثر پڑتا ہے ؛ پہلے میں اس بات کو بیان کرتا ہوں کہ فساد عقاید ہمیشہ سے دنیا
میں چلا آتا ہے مگر ہمارے زمانہ کا فساد عقیدہ اسوجہ سے زیادہ برا ہے کہ علوم نظریہ (
فلسفہ عقلیہ) کا پڑھنا پڑھانا بالکل متروک ہو گیا ہے اور جو علوم آجکل مروج ہیں
ان کے اکثر اصول محض تجربہ ظنی پر بنائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عوام یا ہمارے زمانہ کے
خواص تعلیم یافتہ اسکول اور کالج کے چونکہ بدیہی امور کو دیکھتے اور سنتے ہیں انہیں یہ

نظری امور کو مطابق کرنا انکو منظور ہو رہا ہے تسخیر ارواح کا عمل اور علم جدید نہیں ہے بلکہ صوفیہ
اور باطنیہ فرقہ ہر مذہب کا اور حکماء اشراقیین کا فرقہ بھی ہمیشہ اسکو کرتا رہا ہے اور یہ بات تو
ظاہر ہے کہ روح انسانی ایک جوہر لطیف ہے لہذا ہماری روح کو جسقدر اتحاد اور موانست دوسرے
کی روح سے ہوگا اسکے جسم کثیف سے اتحاد روحانی بھی نہوگا کند ہمجنس باہمجنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز۔ پھر جب ہم لطیفہ روحانی یعنی روح انسانی کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے
اب روح کے تسخیر یعنی مغلوب کرنے میں اور روح سے اتحاد پیدا کرنے میں فرق جسقدر ہے اسکو
کیونکر سمجھ سکینگے جو لوگ پچھلے زمانہ میں فلسفہ اشراق اور تصفیہ باطن کے عالم اور عامل تھے
انہوں نے بجائے خود اگرچہ انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں اپنے شعبدات کا اظہار پورا پورا
کیا تھا مگر اس فلسفہ کو قسم نظری ہی میں رکھا تھا آج کے فلاسفران کو یہ خیال ہے کہ علم اشراق
کو بھی علوم حسیہ بدیہیہ میں داخل کریں اور یہی بڑی بھاری غلطی ہے اور اسی غلطی کی وجہ سے
جو عقلی دلایل مسمریزم کے جدید شعبہ کے رد میں پیش کرو ان کی عقل چونکہ خوگرفتہ مسطحات اور حسیات
سے ہے۔ وہ ہرگز نہیں مانتے بلکہ ہرگز نہیں سمجھتے ہم نے باب ۱۹ کے صفحہ ۲۴ میں اسی کتاب کے
معجزہ اور مسمریزم کا فرق اگرچہ بقدر اپنی کم علمی کے پورا بیان کر دیا ہے مگر پھر بھی تسخیر ارواح کے جو
آلات ان دنوں جاری ہوئے ہیں اور ہزاروں آدمی ادنی درجہ سے لیکر اعلی درجہ کے تعلیم یافتہ
ایک بڑے بھاری شبہ میں پڑ گئے اور پڑتے جاتے ہیں لہذا اسیقدر ہم نے اس مسئلہ کو رسالہ اصلاح
پٹنہ میں لکھا تھا اب ہمکو منظور ہے کہ پوری تحقیق اس مسئلہ کی اس کتاب میں کریں اور کیا عجب ہے
کہ جو لوگ ہماری اس کتاب کو پڑھیں اور تعصب نہ کریں ان کو ہمارا بیان قطع شبہات میں کافی
ہو جائے معذرت بخدمت علمائے محمدی چونکہ اکثر مطالب اس بحث کے فلسفہ اشراق
کے پر تو ہیں لہذا حضرات علما کو یہ خیال نہو کہ معاذ اللہ اپنا یہی عقیدہ ہے طلبہ اپنے نبی
برحق صلعم کے ارشادات کو سچا جانتا ہوں علمائے اشراقیین کا پورا عقیدہ ہے کہ ہماری روح
یا نفس ناطقہ ایک نورانی چیز ہے اور اسکو علم حاضر اور غایب کا برابر ہوتا ہے۔ گو وہ ماہیت نورانی
ہم پر ظاہر نہیں ہے مگر آثار اور افعال سے ہمکو اسکے نورانی ہونیکا پورا یقین ہے۔ ریاضت کرنیسے

اور جسمانی لذات کے ترک کرنیسے روحانیت ہماری بڑھتی ہے جسطرح جسمانی لذات میں زیادہ منہمک ہونے سے ہم مثل حیوانات کے ہوجاتے ہیں اور یہ عقیدہ اُن لوگونکا کتب آسمانی کے بھی چنداں مخالف نہیں ہے مگر نتائج خراب ہیں یہ لوگ احکام شریعت سے مخالف ہوگئے اتقوا من فراسۃ المؤمن کی شرح میں اسکا پورا ثبوت ہوتا ہے پھر قلب ہمارا جسکو عرش خدا احادیث میں فرمایا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے۔ من القلب الی القلب ہیہ ترجمہ ایک کے دل سے دوسرے کے دل تک سوراخ ہے یعنی دل را بدل رہے است لہذا جسقدر تصفیہ قلبی آدمی کو ہوگا افعال روحانی کا صدور اُس سے زیادہ ہوگا ضبط خیال کی قدرت جسقدر آدمی کو زیادہ ہوتی ہے۔ اسیقدر وساوس شیطانی سے دور ہوتا ہے ہماری نماز بھی وہی درجہ اعلی اپر ہے۔ کہ اوہام اور شکوک سے پاک ہو اسی غرض سے مثلاً چار رکعت ظہر کی واجب اور آٹھ سنتیں مقرر ہوئیں کہ بارہ رکعت میں چار تو بلا خطرات ادا ہونگی خیر یہاں تک تو اشراقیین اور ہم لوگ پابندان شریعت میں چنداں اختلاف نہیں ہے اب طریقہ تصفیہ قلب کہ اس میں پورا اختلاف انکو خصوصاً فرقہ صوفیہ اور باطنیہ کو شریعت انبیا علیہم السلام سے ہوگیا ہے۔ تصور جانیکے طریقہ صدہا ان لوگوں نے ایجاد کئے کوئی بت سمجھا اُسے سمجھا اُسے کوئی خدا ہا آجتک جھگڑا یہی گبر و مسلمان میں رہا تصفیہ قلبی سے غرض بھی ہر فرقہ کی جدا جدا رہی فلاسفہ تو حل مسایل مشکلہ کی غرض سے اسکے درپے ہوئے باطنیہ فرقہ علم باطن کی تکمیل دخرابی اکرکے احکام ظاہری شرع کے مٹانیکے درپے ہوا پھر چونکہ یہ لطیفہ نورانی خدا نے آلہ تکمیل امور ظاہری اور باطنی دونونکا عطا فرمایا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے تلوار کی ہمکو اختیار ہے چاہے راہ خدا میں اس سے جہاد کریں اور دشمنان خدا کو قتل کریں اور چاہیں دوستان خدا یا بیگناہ کا خون ناحق کریں اسیطرح ہم اپنے چراغ نورانی یعنی قلب صاف سے اچھے اور برے دونوں طرح کے کام لے سکتے ہیں اب اُن طریقونکا بیان کرنا جنسے ہمکو روشن ضمیری پیدا ہوتی ہے اُسکی کوئی ضرورت ہمکو نہیں ہے ہمکو یہ تختی طلسماتی اور میز اور انگوٹھی کراماتی یا اور آلات جنسے عمل حاضرات اور مسمیریزم کیا جاتا ہے اسکا بیان کرنا ضرور ہے۔ سوال نیچری ہاں جناب یہ تو فرمائی کہ روح کی نسبت آپکو عقیدہ ہے کہ ایماندارونکی روح وادی السلام اور کفارونکی روح وادی برہوت

میں رہتی ہے اور ایک روح کی نسبت آپکا عقیدہ ہے کہ اُسی جگہ رہتی ہے جہاں آدمی کا جثہ خاکی پڑا یا گڑا ہے یہ کونسی روح انسانی ہے اور وہ کونسی روح آدمی کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی

جواب جس روح کو ہم جسم لطیف اوپر حدیث سے لکھ چکے ہیں اور نورانی چیز ہے اسکی نسبت امام نے فرمایا ہے۔ کہ روح اپنے مکان یعنی جہاں پر جسم مردہ ہے وہاں میں مقیم ہے مگر نیکوکار کی روح روشنی اور وسیع جگہ میں ہے۔ اور بدکار کی روح تنگی تاریکی میں اور وادی السلام سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ جگہ روشن اور کشادہ ہے اور وادی برہوت میں تنگی اور ظلمت ہو اور چونکہ یہ مسئلہ عالم برزخ کا ہے دنیاوی حیات کے امور پر اسکا قیاس کرنا ہرگز نہ چاہیے رہی یہ بات کہ وہی روح قبر میں ہو اور وہی روح وادی السلام میں جب روح کو نورانی شے فرض کر چکے اور نور کی رفتار فی ثانیہ ۱۹۲۰۰۰ میل ہے پھر نور کا مقام قبر سے وادی السلام تک پھیلنا چشم زدن میں کیا دشوار ہے اور اس مسئلہ میں زیادہ بحث کرنی ہمکو مناسب نہیں ہے حالت خواب میں ہماری روح کو دیکھو سوال بہت اچھا آپ اس سوال کے واقعی جواب کو چھپاتے ہیں اب یہ تو فرمائیے کہ ہم بذریعہ پلانچٹ دتختی یا میز ہاکے جسکی روح کو چاہتے ہیں بلا کر اس سے ہر قسم کی سوالات کرتے ہیں زبانی جواب بھی دیتی اور جواب تحریری بھی اسی شان کے حروف سے لکھ دیتی ہے جیسا کہ اسکا خط زمانہ حیات میں تھا بلکہ جسکے خط سے مشابہ چاہو اُسی کے شان کا خط لکھ دیتی ہے اور اسی طرح یہ ہے کہ جاہل اُمی محض سے جس زبان میں سوال کیجیے اُسی زبان میں جواب تحریری اور تقریری دیتا ہے یہ کونسی روح مسخر ہے اسکو اچھی طرح سے بیان کیجیے اور آرے بلے نہ کیجیگا۔ جواب پہلے تو آپ کے نیچری خیالات کا بطلان ہوا جاتا ہے اگر یہ سب باتیں سچی ہوں اسلیے کہ روح مجرد ہے افعال جسمانی صادر ہونا بالکل خرق عادت ہے زبانی جواب دینا روح کا محتاج زبان اور دیگر اعضا کا ہے جیسے آواز اور تلفظ کا تعلق ہے جو بدون اعضای جسمانی کے ہو نہیں سکتے اور تحریری جواب میں روح کے ہمراہ دوات اور قلم سیاہی بھی عالم ارواح سے آتی ہے یہ اور بھی خلاف نیچر ہے کیا آپ خلاف نیچر ہونیکو جائز سمجھتے ہیں سوال اس جھگڑے سے ہمکو کچھ فایدہ نہیں ہے مگر یہ سب امور ضرور واقع ہوتے ہیں۔ اور روزانہ تجربہ ان کا ہمکو ہوتا ہے آپ فرمائیے کہ آخر کیونکر ہوتے ہیں اور کیا بات ہے

جواب ہم تو اصلیت اسکی ثابت کر ہی دینگے مگر آپ لوگوں کی حالت پر افسوس ہے کہ ہر گز کسی عقیدہ پر آپ جمتے نہیں ہیں انصاف کیجے کہ جب ہم اپنے عقیدہ مذہبی کو آپ سے ظاہر کرتے ہیں کہ مردہ کو جب بعد دفن کے تلقین پڑھ کر سنائی جاتی ہے کیسا ہی جاہل اور کسی ملک کا رہنے والا ہو مگر وہ عربی عبارت اور فقرہائے تلقین کو سمجھتا ہی ہے اور جواب بھی ہمارے اس قول کا قصمت یا فلان بن عربی زبان میں ہی دیتا ہے اس پر تو آپ لوگ قہقہہ زنی کرتے تھے اور میز اور کرسی کے ذریعہ سے جب آپ اسپرٹ روح کو ہزاروں کوس دور اسکی قبر سے بلاتے ہیں وہ آپکی ہر زبان کو سمجھ بھی لیتی ہے اور جواب بھی ہر زبان میں دیتی ہے بلکہ خوشخط لکھ بھی دیتی ہے اب فرمائیے کہ ہمارے مخبر صادق صلعم جو بات الہامی بیان فرمائیں اسکو آپ لوگ ناممکن اور ناروا سمجھیں اور اپنے فعل کو صحیح اور ضروری یہ کیسی ناانصافی ہے سوال ہمارے سوال کا جواب دیجے اور اس طول سے کوئی فایدہ ہوگا یا کہدیجے کہ جواب نہیں ہو سکتا ہم بھی چپ ہو جائیں جواب اگر آپ غور سے ہماری بات سنتے اور سمجھتے تو جواب آپکے سوال کا پورا ہو چکے ہیں مگر بقول سعدی صاحب کے؎ وگر صد باب حکمت پیش نادان۔ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش۔ اب جواب اصلی آپکے سوال کا شروع کرتا ہوں اگر آپکا یہ قول کہ روح مسخر ہو کر آتی ہے اور جوابات بھی دیتی ہے اور تحریر پر بھی قادر ہے۔ صحیح اور درست ہے تو یہی تجربہ پورا ثبوت اسکا ہے کہ بولنا اور لکھنا پڑھنا زبانہای مختلفہ کا سمجھنا جسطرح ہماری اس زندگی میں ہم سے ہوتا ہے اور جو اسباب جسمانی قدرت نے اسکے مقرر فرمائے ہیں۔ وہ اسباب عادی ہیں اور انہیں پر صدور افعال کا موقوف نہیں ہے اب درخت کا بولنا حضرت موسیٰ سے اور سنگریزوں کا گواہی دینا ہمارے نبی صلعم کی نبوت پر یہ بھی ہو سکتا ہے فوٹوگراف کا شعبدہ نہ تھا پھر جب ہم اس حیات کے جامہ میں نہوں بلکہ عالم برزخ میں ہوں اسوقت ہمارے افعال اور حرکات کو اس زندگی کے حرکات سے مشابہ کرنا اور ایکو دوسرے پر قیاس کرنا یہ تو محض نادانی ہے اب معلوم ہوا کہ روحانی طاقت ہماری بہت بڑی طاقت ہے بہ نسبت جسمانی طاقت کے پھر چونکہ اوپر کہہ چکا ہے کہ روح جسم لطیف کو قالب کثیف پہنایا گیا ہے جب تک ہمارے بدن میں ہے۔ اور جب بدن سے جدا ہو جائے وہ قالب کثیف بھی روح سے جدا ہوتا ہے اب تو محض لطافت پر ہو جاتی

ہے لیکن ہمارے بدن میں بھی جب تک ہے اگر ہم اُسکی لطافت کو قایم کرنا چاہیں اور اُس سے
افعال روحانی لینا ہمکو منظور ہو سب کچھ ہو سکتا ہے چہ جا کہ جب اس قفس سے رہا ہو گئی ہو پھر
اسکی لطافت کا کیا پوچھنا ہاں اتنا ضرور سمجھنا لازم ہے کہ جو لوگ روحانی جیسے انبیا جامہ جسمانی میں
ہماری ہدایت اور فلاح دارین کی غرض سے آئے اور انکو روح کے تصرفات پر ہم سے زیادہ اطلاع
تھی انہوں نے خود جو روحانی طریقہ جاری فرمائی یا ہمکو تعلیم فرمائے اگر ہم ان طریقوں پر حکم دیا ہم اپنے
ایجاد اور اختراع سے جو طریقہ پیدا کرینگے ضرور وہ ناقص اور لغو ہونگے اب مجھے اسکی ضرورت ہے
کہ اپنے روحانی پیشواؤں کی تعلیم روحانی کی دیگر تعلیم روحانی پر جس طرح سے فضیلت ثابت کروں
تسخیر ارواح کے معنی ابھی ہمارے سایل کو معلوم نہیں ہیں اور فقط آدمی کی روح کی تسخیر سے ہمارے
معزز سایل کو بحث ہے۔ پہلے تو یہ سمجھو کہ تسخیر کے معنی اطاعت کرانے کے ہیں اگر ارسطو کی
روح کو ہم مسخر کریں تو اسکا یہی مطلب ہوگا کہ وہ روح ارسطو ہماری مطیع اور فرمانبردار ہے ظاہر
ہے کہ فرمانبرداری ہماری وہی روح کریگی جسکی روح ہماری روح سے روحانیت میں کمتر ہوگی اور
اگر ہماری روح سے اُسکی روحانیت زیادہ ہے یا برابر ہے اُسکی تسخیر ہم کیونکر کرینگے مثلاً بعض لوگ
فرقہ صوفیہ کے رسول نما کہنے ہیں شیعہ ہوں یا سنی اب اگر وہ لوگ مسلمان تھے تو انکو ضرور
اپنی روح کا غالب آنا روح جناب رسالت مآب صلعم پر کبھی منظور نہوگا بلکہ اپنی روح کو برابر بھی
روح نبی صلعم سے نہ سمجھتے ہونگے اب تسخیر کا قول تو غلط ہو گیا بلکہ رسول نما کی روح خود مسخر اور
مطیع روح نبی کے ہوتی ہوگی اب تو تسخیر ارواح کے یہ معنی ہوئے کہ ہم خود بروقت عمل تسخیر
ارواح کے مسخر اور مطیع کسی دوسری روح کے ہوتے ہیں (آؤ پیر کچھ گھر سے بھی لیجاؤ) اور اگر
تسخیر ارواح کے یہ معنی ہیں کہ ہماری روح کو ایک ربط روحانی دیگر ارواح سے ہوتا ہے اب تو یہ
سارا کھیل بگڑ گیا اسلیئے کہ ربط اور ارتباط کی شرط یہ ہے کہ دونوں شے یعنے دونوں روح میں روحانیت
برابر ہو زانی اور فاسق بلکہ منکر نبوت یا منکر خدا زندیق کی روح کو معاذ اللہ ربط ارواح انبیا سے کیونکر
ہو سکتا ہے اگر آپ کہیں کہ روح تو سبکی روحانی ہے میں کہونگا کہ ضرور یہی بات ہے مگر روحانیت کے خلاف
اعمال کرنے سے ظلمت بھی تو اسی روح میں آجاتی ہے اور تصفیہ قلب سے آخر غرض کیا ہے

اب دیکھو اگر یہ تختی اور مہر اور انگوٹھی اُس فایدہ پر شامل ہے کہ تصفیہ قلبی محض لغو فعل ہے ہر ایک
شرابی اور بدکار کی روح سے دیگر ارواح طیبہ کا ربط بلا تفرقہ حاصل ہے اسکو تو علما ے علم باطن کبھی نہ
مانینگے اور اگر مانینگے تو وہی مسئلہ ہمہ اوست کا ماننا پڑیگا اور پھر بعثت انبیا اور عمل خیر اور شر سب لغو اور
بیکار ہو جائیگا اور یہ بحث توحید اور نبوت کے اقرار اور انکار تک پہونچیگی یہی سبب ہے کہ ہمارے علماء حق
ایسے ایسے اعمال کو حرام اور شرک فرماتے ہیں جاہل بیچارہ اسکو کیا خبر ہے کہ انجام تسخیر ارواح
مسئلہ کا کیسا خراب ہے یہ قلعہ مستحکم شریعت کا ایسا کامل بنایا گیا ہے۔ کہ ادھر شریعت سے باہر قدم
نکلا اور پھر ہزاروں آفات کا سامنا ہوا تسخیر ارواح کا عمل اگر صحیح بھی مانا جائے دنیاوہ بخدا) تو اسکا
ضرور خیال کرنا لازم ہے کہ جو کام آدمی کرتا ہے اُس سے کوئی غرض جلب نفع یا دفع ضرر کی ضرور
ہوتی ہے ورنہ عبث فعل ہوگا اب عامل اس عمل کا اگر پابند کسی مذہب کا ہے اسکی غرض یا نفع
دنیوی یا نفع دینی یا دفع ضرر دینی اور یا دفع ضرر دنیوی یہ تو بشرط اعتقاد مذہبی تسخیر ارواح سے
ناجایز ہے اسلئے کہ جملہ ادیان کا اجماعی مسئلہ ہے کہ دینی امور میں اعتقاد احکام شریعت پر کرو
اور ارواح سے پوچھ پوچھ کر کسی امر دینی میں کار بند ہونا مذہبی عقیدہ سے اگر جایز ہے بالفرض تو اسی
خاص طریقہ سے جسکو بانی مذہب نے جایز کر دیا ہے اور اسکے واسطے کوئی طریقہ نماز یا دعا استخارہ
وغیرہ کا صحیح سند سے منقول ہے یہ انگوٹھی اور مہر اور تختی کوئی مذہبی طریقہ نہیں ہے اب رہا تسخیر
ارواح بغرض نفع دنیاوی یا دفع ضرر دنیوی اسمیں پابند مذہب اور نیچری فرقہ دونو برابر ہیں اب
نتیجہ یہ ہوا کہ تسخیر ارواح فقط نفع دنیوی کی غرض سے کیا جاتا ہے اب لیجے نفع دنیوی اور تلاش
کیجے کہ عاملان تسخیر ارواح کو اس عمل کی بدولت کسقدر نفع دنیوی ہو رہا ہے یہ تو ایک طریقہ ہے
میں کہتا ہوں کہ جتنے علوم مثلاً جفر اور رمل اور نجوم اور علم اکسیر اور علم سرو دیا اور قیافہ غیر
طبعی اور علم سحر اور کہانت جو ہمیشہ سے مخالف شریعت انبیا علیہ السلام کی غرض سے ملاحدہ
اور کفار اشرار نے سیکھے سکھائے اگر نفع دنیوی کا پورا بھروسہ ہوتا کوئی شخص دنیا میں باقی نہ
رہتا جو انہیں علوم کو حاصل نہ کرتا بلکہ جتنے رمال اور نجومی جفار سنے ہونگے سوائے بھیک مانگنے
کے اور کوئی ذریعہ معاش نکا انکا نہو گا آج بھی اخبارات کو پڑھ لیجے ایک روپیہ کی فیس پر زائچہ

اور جنم پترہ طیار کرنے کا اشتہار دے رہے ہیں اور دفینہ زمین کے بتلانے والے بھی ابھی دو روپیہ
کی فیس پر کروڑوں روپیہ کا خزانہ آپکو بتلا دینگے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خود ہی کسی جگہ سے دو روپیہ فیس
بقدر اپنی فیس کے نکال سکیں اب لیجیے اور ذرا امیر اور تسخیری کو سنبھال کر میرے سامنے بیٹھ جائیے اور
ارسطو اور افلاطون کی روح وہ دیکھیے سامنے کھڑی ہے ذرا میرے واسطے سوال کیجیے کہ ابو جو
قرضہ کیوجہ سے بڑی تنگی ہوئی ہے کیسے گا کوئی دفینہ گڑا ہوا ارسطو صاحب بتلا دویں کہ اُسے کھود کر
بار قرضہ سے کسیطرح سبکدوشی حاصل ہو مگر آپ کے استاد جبرئیل نے تو یہ بھی پڑھا دیا ہے کہ دفاین
اور خزاین اور مردہ کے حالات سے کبھی سوال نہ کرنا ورنہ روح مسخر بھاگ جائیگی اچھا یہ بھی جانے دیجیے آج
دنیا میں ہزاروں مریض ایسے ہیں اگر وہ ہمارے علاج سے شفایاب ہوں لاکھوں روپیہ ہمکو گھر بیٹھے ملجای
دفینہ کی بابت تو گورنمنٹ کا خوف بھی ہے روح ارسطو اور جالینوس طبیب ہی سے دریافت کیجیے کہ
فلان مریض کس دوا سے اچھا ہوگا اگر ہم علاج کریں دیکھیے اسکا جواب روح افلاطون کیا دیتی ہے اور
یہ بھی نہ سہی مقدمات دیوانی کے اہل مقدمہ لاکھوں تلاش کرتے پھرتے ہیں آپ بیرسٹری کے ذریعہ
سے کسی مقدمہ کو بموجب ہدایت کسی روح مسخر کے دایر کیجیے اور وہ روح بتلا دے کہ فلان طریقہ سے اگر
دایر کروگے فتحیابی ضرور ہوگی جب بھی آپکو تسخیر ارواح سے دنیوی فایدہ ہو اسیطرح لاکھوں طریقہ
تحصیل زر کے ہیں اگر تسخیر ارواح کا عمل دنیوی امور میں بکار آمد ہوتا عاملان عمل ہذا سے بڑھکر کوئی دولتمند
اور زور آور فارغ البال نہ ہوتا اور جب ایسا نہیں ہے پھر تو بقول شاعر نہ تو دین ملا نہ ملی دنیا نہ ادہر
کے ہوتے نہ ادہر کے ہوئے خسر الدنیا والآخرۃ علم تصریف پچھلے صوفیہ صافیہ جو بڑے بڑے
نامی گرامی گذرے ہیں یہ لیجیے کتاب شمس المعارف ابو العباس بونی کی جسکو بغرض ابطال فقیر نے بسول
پڑھا ہے اسی کتاب میں دیکھیے تصریف ارواح کواکب کو لکھا ہے اور اسمای عظمی الٰہیہ کے خواص اصول
علم خواص حروف سے بھی ثابت کیے ہیں کسیکو اسم اعظم یا جبار کا عمل بتاتا کسیکو یا وہاب کا کسیکو یا مغنی اور
غنی کسیکو روح مریخ کسیکو روح زہرہ کسیکو روح شمس کی تسخیر بھی آپ ہے اسکا تذکرہ کرنا ہی عبث ہے مگر چونکہ
میری کتاب اہل اسلام کے فوایدکیواسطے لکھی جاتی ہے لہذا مجھے خارج از بحث بھی دو چار باتوں کا لکھنا
ضرور ہے ہاں جناب یہ سب لوگ صاحب تصرف اور صاحب تصریف ضرور تھے مگر ہمارے نبی صلعم نے جو ان اعمال

کو حرام فرمایا ہے اُسکا ثبوت بھی اُسی کتاب میں پڑھ لیجیے اسلیے کہ تسخیر ارواح اور تعریف کواکب سے پہلے جو
جو اعمال ستارہ پرستی کے کرنے پڑتے ہیں اور عزیمت اور تسخیر اور استنطاق روحانیات اور شیطانیات کہ آدمی
دین محمدی بلکہ کل مذاہب آسمانی سے خارج ہو جاتا ہے اسکو جب کریگا تب جاکر شمس اور قمر اور مریخ کی تسخیر
ہوتی ہے ضرور اُن لوگونکو طی الارض اور غایب بینی اور اخبار امور آیندہ بقول ان کے مریدونکے حاصل ہو
خواہ عمل یا وہاب سے انکو نواب سعادت علیخان مرحوم کی چارپائی رات کو اولٹ دینیکی طاقت ہو جیسا کہ حضرت
غوث گوالیری یا مخدوم صاحب کچھوچھا کی اور صاحب کی روایت سنی ہے مگر چونکہ وہ لوگ بظاہر مسلمان
تھے مجھے اُنکی طرف ایسے اعمال کفر اور شرک کی نسبت دینی ہرگز پسند نہیں ہے حضرت معتقدین کو اختیار ہے
رہی یہ بات کہ عمل علوی اور سفلی میں کفر اور اسلام کا فرق ہے یہ فقط دھوکہ دینکی بات ہے میرے سامنے
یہ بات نہ چلیگی کہ علم در سینہ دارم نہ در سفینہ ؎ شعر واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند ؂ چوں
بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند۔ آئیے پھر ہم تسخیر ارواح سے بحث کریں ہاں میرے معترض بالے
آپکی غرض تسخیر ارواح کے پوچھنے سے یہی نہ ہے کہ یہ تماشا ظہور کیوں ہو جاتا ہے اور کیوں یہ آلات
معین عمل تسخیر ارواح پر ہوتے ہیں۔ اب اسکے جواب میں ہم عمل حاضرات کی نظیر پیش کرتے ہیں۔
حاضرات کرنیوالے ملا سیانے بھی ایسی ہی شعبدہ بازی کرتے ہیں اور کرتے چلے آتے ہیں مگر انکے
شعبدہ پر تو آپ لوگ قہقہہ زنی کرتے ہیں مگر چاہ کندہ را چاہ در پیش آخر اُسی چاہ ضلالت میں آپکو بھی
گرنا پڑا مگر فرق یہ ہے کہ وہ لوگ اس عمل کو فقط اپنا ذریعہ معاش کرتے ہیں اور انکے اعتقاد مذہبی
میں خلل نہیں آتا ہے اور آپ تو بقول شاعر ؎ سنتے ہیں ڈوبتے اُچھلتے ہیں ؂ ایسے ڈوبے
کہیں نکلتے ہیں ؂ آپ تو ایسے ڈوبے کہ نہ دین کے رہے اور نہ دنیا کے یہ عمل تسخیر ارواح بالکل حاضرات
سے مشابہ ہے اب اگر میں تفصیل اثر روحانی اور درجات تلقین ظاہری اور باطنی کو بیان کروں مخالفت
شریعت سے ڈرتا ہوں سوال ذرا ٹھیر جائیے یہ کیا آپنے کہا کیا آپکی شریعت علوم باطنیہ کے سیکھنے سکھانے
کو منع کرتی ہے اور یہود اور نصاریٰ اور ہنود ان سب فرقوں میں تو برابر ان علوم کی تعلیم جاری ہے
جواب ہاں جناب ہماری شریعت بلکہ جملہ شریعتہائے انبیا اور عقل سلیم بھی ایسے اعمال کے
کرنے اور سیکھنے کو منع کرتی ہے دیکھو صفحہ ۲۰۵ انتصار الاسلام کو کہ عقل دلایل سے بھی انکا علم اور

عمل ناجائز ہے اب رہا تختی اور میز کا جواب سوال کو شخط لکھدینا اگر یہ بات سچی ہے تو ہم نے بہت
دن گذرے ایک خبر سنی تھی یوروپ کے فلاسفروں نے ایک عجیب کل ایجاد کی ہے کیسا ہی مشکل سوال
جبر و مقابلہ (الجبرا) کا لکھکر اس کل میں رکھدو جواب صحیح لکھکر اس کل سے نکل پڑتا ہے یہ خبر ہمکو ۱۸۵۰ع
میں ملی تھی آج اسکو ۴۴ برس گذرے اور ہمیشہ اسکی تلاش رہی کہ آخر کہاں تک صحیح یا غلط ہے
اگر سچی بات ہے پھر تو آپکی میز اور تختی سے جواب لکھا ہوا پیدا ہونا اسی قاعدہ پر مبنی ہوگا جس قاعدہ
پر وہ کل الجبرا کے سوالات کا جواب دیتی ہے ورنہ ہمکو علم طلسم اور نیرنجات سے ایسے سوال
کا جواب دینا پڑیگا سوال مردہ کی روح کا تو حساب ہی جدا ہے ہم تو زندہ آدمی سے بحالت استغراق
اور حالت وجد میں سب کچھ دریافت کر لیتے ہیں اسکا سبب آپ بتلا دیجئے اور شریعت کے حرام
کرنیکی دھمکی دینے سے کیا یہ باتیں رک سکتی ہیں اور کبھی رکی ہوں تو اسکا تاریخی ثبوت دیجئے
جواب شریعت کی دھمکی بھی اچھی ہی شریعت یا قانون عقلی دونو ایک چیز ہیں جنکا منشا یہی
ہے کہ ہم ایسا کام نہ کریں جس سے نظام عالم میں برہمی پیدا ہو اور عالم جسمانی میں روحانی افعال
سے کام لینا قانون قدرت سے ضرور نا روا ہے دیکھئے جسقدر علوم اور اصول ظاہری اصول
کے برخلاف ہیں کوئی گورنمنٹ اور کوئی سلطنت اپنے قلمرو میں انکا رواج پسند کرتی ہے آج
یوروپ کے فلاسفہ جنکی عقل اور دانش پر انکو بڑا فخر اور ناز ہے اگرچہ دلوں میں ان کے علوم اسرار کی
راستی ضرور مانی ہوئی ہے مگر ظاہری انتظام کی برہمی کی نظر سے جب پوچھو گے رمل اور نجوم اور جفر
اور ہپناٹزم اسپریچولزم کو غلط ہی بتلائینگے ایک چھوٹی سی نظیر ہم تختی اور ضمیر یعنی پوشیدہ چیز
اور دل کے راز بتلانیکی آپکو دیتے ہیں جو رمل اور نجوم وغیرہ سے معلوم ہو جاتی ہیں اور جنکے قواعد [illegible]
انہیں علوم سے پختہ طور سے بنائے گئے ہیں غلط اور صحیح جواب دینا یہ کرنیوالے کی خامی اور پختگی پر
موقوف ہے قاعدہ غلط نہیں ہے جبر مقابلہ اور خطائین اربعہ متناسبہ ضرب اور قسمت حسابی میں بھی
جواب غلط آسکتا ہے مگر قاعدہ غلط نہیں ہے اب ضمیر یعنی پوشیدہ چیز بتلانے کا عمل اگر عام طور پر
اسکا رواج کر دیا جائے اور ہر شخص ہر ایک مخفی چیز گویا ہر ایک دفینہ اور خزینہ کو جاننے لگے جو غرض پوشیدہ
کرنے سے جاری ہوتی ہے اور سوائے خاص خاص لوگوں کے اور کسی پر اسکا اظہار ہمکو منظور نہیں ہوتا

ہے وہ تو بالکل فوت ہو جاتی ہے اور پوشیدہ چیز اور ظاہری اشیا میں کچھ فرق باقی نہیں رہتا ہے اب خیال کیجئے کسقدر
ضرر اور فساد اور انتظامی میں پیدا ہو اسیطرح ضمیر یعنی راز دل جسکو آدمی چھپانا ضروری اور بکار آمد جانتا ہے
اگر ضمیر سب انسانوں کا علم اور عمل عام ہو جاوے تو خیال کیجئے کہ تمام خرابی اور بے نظمی دنیا کے انتظام میں پڑے اور بڑا
بھاری صیغہ شفقت کا بیکار محض ہو رہے گا اور سب جو باتیں یقین ہو رہا ہو
مگر میں نہایت راستی سے اپنی سرگذشت تحریر کرتا ہوں کسی زمانہ عنفوان شباب میں مجھے بھی ان قواعد کے
عمل کرنیکا شوق ہوا تھا اور بعض چند مصالح شرعیہ کے جو آج کام آرہے ہیں انکو بعد کرتا تھا آخر کو یہ نوبت روشن
ضمیری کی پہونچی تھی کہ میرے قصبہ کی معزز مستورات خدا انکے پردہ کو اور عفت کو قائم اور دائم رکھے
سبکا اور اسا حال مجھپر جو کچھ وہ ظاہر ہونے لگا اور بقول مشہور اپنے گھر میں آدمی بادشاہ کو گالیاں دیتا ہے
ہر ایک کی ساری کیفیت مجھپر ظاہر ہونے لگی اور میری حالت بھی عجیب ہو گئی اور کینہ بڑھ گیا تب میں نے کہا صدق
رسول اللہ ... سچی بات ہو کہ ہم لوگ
ایسے پاک نفس نہیں کہ باوجود علم اور اشارہ دلی جانکر شخص کے بیراُس کو پسیا کریں اور چھپا لیں بحالت لاعلمی
کرتے ہیں یہ کام خاص انبیا اور اوصیا اور اولیا کا ہے کہ اپنے خاص قاتل کو پہچانتے تھے اور پھر اُس سے دنیوی برتاؤ
میں وہی پیش آمد کرتے تھے جو دوستوں سے کرنی چاہیے حدیث قصہ الغدا اول نے راز کی نسبت ہمارے
رسول صلعم نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقتلہ یعنی اگر حضرت ابوذر
حضرت سلمان کے دل کا حال جانتے سلمان کو قتل کرتے اور یہ حضور کی تمثیل محض ہے یعنی ایسے
دوست سے بھی راز دلی کا ظاہر ہونا بخلاف مصلحت ہے جہانگہ ہو تا ظاہر ہو اور سب جانتے ہیں کہ آپکے مرنیکا وقت جو
خدا نے براہ بندہ پروری آپ سے چھپایا ہے اگر اسکو مثل انبیا اور اوصیا علیہم السلام کے معلوم ہو جاوے ذرا انصاف
کیجئے اگر ہزار برس کی بھی عمر آپکی ہو پورے ہزار برس جان کندنی میں گذریں اور اسکو بھی راحت اور آرام ہو
پھر اگر میں جزئیات نظام عالم اسرار حکمت پیش کروں پوری ایک کتاب اسی بحث میں لکھ سکتا ہوں لہذا دینی
شریعت نے حرام ہونیکا سبب یہی ہے کہ فوائد کثیرہ کی غرض سے بچالی ہے شعبدہ بازی اور جادو جہاں اختیار سے
اچھی طرح تمام انکو سمجھا جاتے ہیں آپ بلا بحث اور بیشتر اور جو کچھ بھی کام کا حال چاہیں کریں مگر سیدھا اور صحیح وہی
ہے جو شریعت نے بتلایا ہے تفصیل جسکی بحث کا یہ موقع نہیں ہے کہ اس کا عمل ہو یا کوئی اور طریقہ حاضرات کا

یا اور اعمال علوی بذریعہ علم مخفی جو بظاہر قوانین شریعت یا سلطنت کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے
انکا عمل کرنا عقل اور شرع دونوں کی رو سے [illegible] اور اسی وجہ سے حرام ہے پھر جب انکو اسکا
کرنا نہ چاہیئے اب ایسی تعلیم سے [illegible] کیا فایدہ دھوکا اور مغالطہ فقط اسی وجہ سے ہوتا ہے
کہ روحانی چیزوں کو [illegible] جسمانی اور جسم [illegible] محال [illegible]
مثلاً آن واحد میں ایک جسم کا دو مکانوں میں ہونا [illegible] محال ہے لہذا ایسا ہی [illegible] تمثیل سے قبر کے پاس
اور وادی السلام میں [illegible] غلطی ہوئی ہے جو [illegible] کہتا ہے ۵۰ درجہ نسبت
خاک را با عالم پاک [illegible] جسمانی قوتیں [illegible] روحانی قوتیں جو ہمارے بدن میں خدا نے رکھی ہیں انکو
بھی ہم بطور نظیر کے پیش کریں [illegible] جسمانی کو [illegible] بیان کریں [illegible] ایک آنکھ خدا نے پیدا کی
ہے اور اسکے عجائبات [illegible] شخص [illegible] اور علم المرایا سے واقف ہے وہی آگاہ ہو سکتا ہے
جس آدمی کی دونوں آنکھیں درست ہیں وہ بھی اور جو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے وہ بھی ہر شے کو یکساں دیکھتا ہے
اگر قوت باصرہ قابل تقسیم ہوتی [illegible] ایک آنکھ والا نصف قوت [illegible] اور ایسے ہی [illegible]
رائی یہ ہے کہ [illegible] چشم کی [illegible] سونگھنے کی قوت کا دونوں
نتھنوں سے [illegible] قوت [illegible] موجود ہونا اور سب سے
زیادہ [illegible]
قوتوں کی ماہیت سے [illegible] جب ہم تو ہماری جسمانی [illegible] آثار اور افعال مختلفہ [illegible] اسباب کو نہیں سمجھ سکتے
عالم ارواح کے عجائبات [illegible] عقل [illegible] زمین کے [illegible] جو قوت جاذبہ ہے
جسکو حال کے فلاسفر انکار کرتے ہیں [illegible] زمین میں قوت جاذبہ [illegible] دیکھو [illegible] بقیہ صفحہ ۱۸ [illegible] اس مسئلہ
پر بحث کرنی ہمکو دوسری جگہ منظور ہے [illegible] قوت جاذبہ مثل قوت جاذبہ کہربا
اور مقناطیس کے نہیں ہے اسلئے کہ مقناطیس اور لوہے کے درمیان اگر کوئی شے حائل ہو جذب مقناطیسی
اور جذب کہربائی باطل ہو جاتا ہے [illegible] اور اجسام [illegible] فرض کرو اور لاکھوں چیزیں حائل درمیان زمین اور جسم معروض
کے رکھدو کشش [illegible] کبھی باطل نہوگی اور [illegible] کی ضرب جاذب اور مجذوب میں [illegible] ہے اب یہ قوت
جاذبہ کیسی لطیف اور نورانی چیز ہے [illegible] چیزوں کو توڑ کر جسم معروض تک پہنچ ہی جاتی ہے اس سے زیادہ تر

عجیب امر ہے کہ جسقدر وزنی شے کا مرکز زمین سے دور ہوکر وزن اسکا کم ہوتا ہے اُسیقدر قوت جاذبہ ارضی اسکو زیادہ کشش کرتی ہے اور جسقدر مرکز سے قریب ہوتی جاتی ہے کشش ارضی کم ہوتے ہوتے قریب مرکز بقول فلاسفہ فنا ہوجاتی ہے حالانکہ وزن جسم کا بڑھتا جاتا ہے جو کسیطرح سے عقل میں نہیں آسکتی اور فلسفہ طبعی میں اسکو یقینیات سے لکھ رہے ہیں بہرحال نوامیس قدرت اجسام کثیفہ کا جبکہ حال ہے پھر نورانی چیزیں جنکا عالم ہی اور ہے اُنکے خواص اور آثار میں بحث لاطائل کرنیسے بجز تضیع اوقات کے اور کیا نتیجہ ہوگا +

باب بارھواں بچے معصوم بے گناہ کو بیماری سے جو ایذا انکو پہونچتی ہے سراسر عدل اور رحمت خدا کے خلاف ہے اس شبہ کا جواب

سوال نیچری کیوں جناب معصوم بچے یا نابالغ لڑکے جو سخت امراض کی ایذا میں دم توڑتے ہیں حتیٰ کہ تیمارداری کرنیوالے بھی انکو دیکھکر تڑپ جاتے ہیں یہ اُنکے کن کن گناہوں کا بدلا یا سزا ہے حالانکہ وہ معصوم ہیں اور بعض مولوی صاحبوں نے یہ جواب مہمل دیا ہے کہ والدین کی بدکاری کی سزا میں بچوں پر ایذا پہونچتی ہے کیا خوب کرجائے داڑھی والا اور پکڑا جائے موچھوں والا قرآن مجید ہی میں صاف وارد ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی کسی کے بار گناہ سے دوسرے پر گرانباری نہیں ہوتی ہے۔ جواب اگرچہ اس سوال کے کرنیوالے انکو بڑی دور کھینچتے ہیں مگر اس مہمل سوال سے انکی پوری حالت معلوم ہوگئی پھر اگرچہ بظاہر یہ سوال مہمل معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ قصور بیان سایل کا ہے کہ پورا مطلب ادا نہ ہوسکا پہلے تو مجھے لفظ معصوم کے معنی سمجھانے کی ضرورت ہے معصوم کے معنی لغت عرب میں ممنوع کے ہیں لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنَ الْمَاءِ آج پانی سے بچانیوالا کوئی نہیں ہے اس عالم طوفان نوح میں وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ خدا تمکو اے محمد صلعم اظہار ولایت علی بن ابیطالب میں لوگونکی ایذا دہی اور شر سے بچائیگا یعنی انکو منع کریگا اب دیکھو منع کرنا کسی شخص کو یا کسی شے کو کسی فعل یا اثر سے اسیوقت چاہئے جب اس شخص میں یا اُس شے میں قابلیت اُس فعل کرنیکی ہو عام اس سے کہ وہ فعل یا اثر اختیاری اُس فاعل کا ہو یا غیر اختیاری۔ ہم نے قرآن شریف سے پہلے نظیر پانیکی دی ہے جسکا فعل ڈبودینے کا غیر اختیاری ہے مگر یہ قوت پانی میں ضرور ہے۔ کہ ہمکو ڈبو سکتا ہے

باب بارھواں

اور دوسری مثال منافقین کو ایذا رسانی جناب رسالت مآب صلعم سے دی ہے یہ انکا فعل اختیاری ہے۔ بہر حال منع کرنا کسی شخص کو یا کسی شئے کو اسی فعل سے ہوتا ہے۔ جسکے کرنے کی قوت اُس میں ہو مثلاً پانی کو ہم جلا دینے سے یا آگ کو ڈبو دینے سے یا اندھے کو نظر بد ڈالنے سے یا نامرد کو زنا سے حرام کرنیسے منع نہ کرینگے اسلیئے کہ مذکورہ اشیا میں یہ قوتیں موجود نہیں یہی حال بچوں کا ہے کہ ان میں ابھی قوت گناہ کرنیکی نہیں ہے۔ پھر انکو گناہ سے منع کرنے کا کیا موقع ہے۔ لہذا لغوی معنی سے جو بچہ معصوم نہ ہوئے اور شرعی معنوں سے بھی بچے معصوم نہیں اسلیئے کہ اہل شرع معصوم کے دو معنی کہتے ہیں پہلے معنی تو یہی ہیں کہ باوجودیکہ وہ مقبول بندہ الٰہی قادر گناہ کرنے پر تھے مگر خدا کی دی ہوئی عصمت انکو گناہ سے مانع ہوتی تھی اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ قوت صدور گناہ اُس میں باقی نہیں رہتی ہے۔ گو بنظر سن اور عمر کے زمانہ قدرت گناہ کرنے کا ہو یہ مسئلہ علم کلام کا ہے۔ پس عموماً بچے معصوم نہ کہلائینگے نہ براہ لغت نہ براہ شرع ہاں بیگناہ ضرور ہیں اور یہ بحث عام بچوں کے معصوم ہونیکی ہے۔ انبیا اور ائمہ سے متعلق نہیں ہے۔ ع این زمین را آسمانی دیگر است۔ اب جواب سوال کو لکھتا ہوں یہ سوال پچھلے دہریوں نے بھی ائمہ علیہم السلام سے کیا ہے۔ مگر ہمارا سایل حیدر آبادی اپنے قصور بیان سے ادائے مراد میں قاصر ہے۔ جس ملحد اور زندیق نے صادق آل محمدؐ سے یہ سوال کیا تھا اُس نے بچوں کو معصوم نہیں کہا تھا وہ بڑا فلسفی اور ماہر علوم تھا اُسکے الفاظ یہ ہیں سوال کس وجہ سے چھوٹا بچہ مستحق امراض اور دردہائے شدیدہ کا ہوا جس میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ حالانکہ نہ متصل اُن امراض کے کوئی گناہ اُس نے کیا ہے اور نہ اُس سے پہلے گذشتہ زمانہ میں کوئی گناہ اُس سے سرزد ہوا تھا میں کہتا ہوں چونکہ یہ دہریہ اسی کا قایل ہے کہ حدوث امراض کا نیچر یہی ہے کہ جب غذائے فاسدہ یا ہوائے فاسد بدن انسان یا حیوان میں اثر کریگی مرض پیدا ہوگا اور بدون اسکے حدوث امراض خود بخود ہونا خلاف نیچر ہے۔ اِس دلیل سے تو اُسکو ثابت کرنا امر کا مطلوب ہے۔ کہ خدا کوئی ذات موجود نہیں ہے فقط نیچر ہی نیچر سے دنیا کے حوادث پیدا ہوتے ہیں اور اگر غذا موجود ہے اور بدون پیدا ہونے سبب عادی یعنی فساد غذا اور ہوا کے امراض پیدا

کرتا ہے تو وہ خدا عادل اور منصف نہیں ہے۔ اسلئے کہ بیگناہ بچوں کو مریض کرنا اور انکو درد کی ایذا دینی یہ سر بسر عدل اور انصاف کے خلاف ہے اب امام اور حجت خدا کو لازم ہے کہ دونو شبہ کا جواب ارشاد فرمائیں چنانچہ فرمایا جواب مرض چند طرح کے ہوتے ہیں (۱) مرض امتحان (۲) مرض عقوبت یعنی پاداش گناہوں کی (۳) مرض موت جسپر فنا حیوان مقرر ہوئے ہیں میں کہتا ہوں یہ تینوں اقسام مرض کے فساد غذا اور فساد ہوا سے نہیں پیدا ہوتے مگر پہلی اور دوسری قسم بالکل خلاف نیچر فرضی ہے اور تیسری قسم جو رفتہ رفتہ کمی حرارت عزیزی اور کمی بدل ما یتحلل سے پیدا ہوتی ہے وہ قانون قدرت (نیچر) کے مطابق ہے۔ مگر فساد غذا اور فساد ہوا سے اسکی پیدائش بھی نہیں ہے اب جواب شبہہ دوم نیچریہ کا جو عدل اور انصاف پر خدا کے معترض تھا اسی فقرہ پر ختم ہوگیا اسلئے کہ انبیا علیہم السلام جو عدل خدا کی تعلیم فرماتے ہیں اور امراض کو منحصر فساد غذا اور فساد ہوا میں نہیں جانتے لہذا بچوں کے امراض جو فساد غذا اور ہوا سے پیدا ہوں وہ تو ظاہر ہے کہ سورۂ تبصیر [illegible] تھے انمیں خدا پر کیا الزام ہوسکتا ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی ایسے امراض میں تو بچے اور جوان اور بوڑھے سب برابر ہیں جو آگ کھائیگا وہ انگارے ہگیگا اور جو امراض بوجہ فساد غذا اور ہوا کے پیدا ہوتے ہیں انکی تین قسمیں حضرت نے ارشاد فرمائی ہیں پہلی قسم مرض امتحان بچوں کی نسبت ہوتی انکے ماں باپ کے صبر کی نظر سے ممکن ہے۔ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ۔ تمہارے مال اور اولاد سے تمہاری آزمائش ہوتی ہے جسطرح ہمارے حیوانات اور زراعت وغیرہ کی بربادی سے ہمارا امتحان ہوتا ہے۔ اور اسکو ہم آیندہ بیان بھی کرینگے دوسرے قسم مرض عقوبت یہ بھی والدین کی تخفیف عذاب یا بالکل سبکدوشی انکی اگر بچوں کے مرض سے ہو خوشا بحال اس بچہ کے جو صغرسنی میں اپنے والدین کے کام آئے تیسرے قسم مرض الموت جو ضروری ہے اور اسکا وقوع حکیم تعالےٰ مجدہٗ نے جس قاعدہ سے مقرر فرمایا ہے۔ وہ بھی اپنے انتظام پر ضرور واقع ہوتی ہے اور بچوں کو بھی ایسا مرض ہونا کچھ خلاف عقل نہیں ہے اسلئے کہ حرارت عزیزی اور بدل ما یتحلل کی قوت دینے میں خدا کو اختیار ہے کسیکو سو برس کسیکو سو گھنٹے اور کسیکو چار

ہی سنت کی دیسکتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس فعل الٰہی پر معترض ہو بلکہ اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ یہ قوت بعد قریب الموت ہونیکے دوبارہ عطا فرمائے الغرض یہ تینوں قسم کے امراض جو پہلی کے کچھ خلاف عمل غذا نہیں ہیں یہ خیال نکرو کہ امام علیہ السلام نے اصل شبہ کے جواب سے اعراض فرمایا بلکہ پورا جواب اسکا اسی فقرہ پر ختم ہوگیا اب حضور پہلے شبہ کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ ترجمہ حدیث اور تجھے بھی گمان ہے۔ یا تیرا قول یہی ہے کہ مرض کی پیدایش غذاؤں سے اور شراب پینے والی چیزوں سے ہوتی ہے۔ یا کہ مرض موروثی ماں کی طرف سے عارض ہوتا ہے۔ اور تو یہ گمان کرتا ہے۔ کہ جو شخص پوری نگرانی اپنے قواعد حفظ صحت سے کریگا اور مضر اشیا خوردنی کی تمیز نافع اشیا سے کرکے کھاتا پیتا رہیگا ہرگز بیمار نہوگا اور تیرا میلان اپنے قول میں اس شخص کی طرف ہے۔ جو اسکا قائل ہے کہ مرض اور موت بدون خرابی اشیائے خوردنی و آشامیدنی کے ہو نہیں سکتی ارسطاطالیس معلم اطبا اور افلاطون رئیس الحکما (بقول فلاسفہ) دونوں مرگئے اور جالینوس بوڑھا ہوگیا اور اسکی آنکھ چھوٹی ہوگئی یا کہ نگاہ باریک ہوگئی اور موت کو ہٹا نہ سکا جب اپنے وقت پر آپہنچے یہ کاملین اطبا ایسے تھے جنہوں نے کوئی دقیقہ اپنی حفظ صحت کا اوٹھا نہیں رکھا اور مناسب تدبیرات غذا اور ریاضت کے ہمیشہ پابند رہے بہت سے مریض ایسے دیکھے ہیں کہ طبیب معالج نے باوجود درستی تدبیر (بدانست خود) کے انکے مرض کو بڑھا ہی دیا ہے۔ اور بہت سے طبیب عالم جنکو دوا اور مرض کی پوری شناخت بھی تھی اور مہارت اپنے فن میں رکھتے تھے مرگئے اور جاہل علم طب سے زمانہ دراز تک بعد مرنے اس طبیب کے زندہ رہا نہ اس طبیب ماہر کو علم طب نے بروقت اجل موعود کچھ نفع دیا اور نہ اس جاہل محض کو (باوجود سوء تدبیر کے) اسوقت تک کسی قسم کا ضرر پہونچا جب تک زمانہ حیات اسکا باقی تھا میں کہتا ہوں یہ خیال نہ کرنا کہ حضرت عموماً علم طب کو لغو فرماتے ہیں۔ بلکہ یہاں بحث امراض غیر مادی اور غیر مزاجی سے ہے جنکا بیان علم طب ظاہری میں نہیں ہوتا ہے چنانچہ تین قسمیں اوپر حضرت نے ارشاد بھی فرمائے ہیں دو ان میں سے مرض امتحان اور مرض عقوبت انکی بحث تو علم طب میں بالکل نہیں ہے۔ اور تیسری قسم مرض الموت

اس میں طبیب کا عاجز ہونا مسلمات فن سے ہے۔ عوام جہال مورد بحث کو تو خیال نہیں کرتے
اور امام پر معترض ہوتے ہیں کہ جب علم طب ایسا لغو ہوا پھر طبیب سے علاج کرانیکو شریعت
نے کیوں جایز فرمایا ہے ترجمہ حدیث پھر حضرت نے فرمایا اکثر اطبا کا قول ہے کہ علم طب کو
انبیا علیہم السلام نہیں جانتے تھے پھر بنابر انہیں کے قول کے (اگر سچ بھی ہو) ہمارے کس
کام کا وہ علم ہے جسکو وہ انبیا نجانتے ہوں جو حجت ہاے خدا تمام خلق پر تھی۔ امین خدا
زمین پر اور خزینہ علم الٰہی وارثان حکمت خدا راہ نمایان خلقت بطرف حکمت الٰہی کے تھی اور
طاعت خدا کیطرف بندگان خدا کو راہ دکھلاتے تھے پھر میں نے اکثر طبیبونکو دیکھا کہ اپنے مذہب
باطل کی پابندی کرکے طریقہ انبیا سے جدا ہو جاتا ہے یعنی کجروی کرتا ہے اور جو کتب آسمانی انبیا
پر نازل ہوئی ہیں انکی تکذیب کرتا ہے یہی سبب ہے جسنے مجھے انکی طب مصنوعی کے طلب
کرنیسے باز رکھا اور ایسے طبیبونکی تلاش سے بھی میں باز رہا میں کہتا ہوں یہی فلاسفہ
جو در اصل محض جاہل ہیں ہمیشہ سے انکو مخالفت انبیا کی ہر امر میں رہی ہے اور آج بھی ہے
اور اسیوجہ سے انکے علوم ہمیشہ خراب رہے اور رہینگے۔ دہریہ نے کہا آپ تو اپنی قوم میں
بڑے بزرگ شخص ہیں اور انکی تعلیم آداب وغیرہ آپ ہی سے متعلق ہے پھر کیونکر آپ
علم طب سے نفرت کر سکتے ہیں یعنی آپکو تو اس علم کی ضرورت شدید ہے امام نے فرمایا اس طب
مصنوعی سے نفرت کیوجہ قوی یہ ہے کہ میں نے بڑے ماہر علم طب کو ایسا ہی پایا کہ جب اس سے
کوئی سوال تشریحی یا متعلق بہ کلیات فن طب کیا اسکو اپنے نفس کے حدود سے خبر نہ (۱) تھی
اور (۲) اپنے بدن کی تالیف سے آگاہی تھی نہ (۳) اعضاے بدنی کی ترکیب کو جانتا تھا نہ (۴) مجاری
غذا کو پہچانتا تھا جو اسکے جوارح میں خدا نے پیدا کی ہیں نہ (۵) اسکو سانس کی برآمد سے اطلاع تھی
نہ (۶) اسکو زبان کی حرکت سے اور جہاں سے کلام پیدا ہوتا ہے اسکی خبر نہ (۷) اسکو نور بصر سے اطلاع
نہ (۸) اسے تندی شہوت سے جو آلہ مردی میں انتشار پیدا ہے اسکی خبر نہ (۹) اسکو مختلف خواہشیں جو آدمی کو
ہوتی ہیں انکی خبر نہ (۱۰) اسکو آنسو ہونکی علت سے خبر نہ (۱۱) اسکو مجمع سماعت یعنی قوت سامعہ کے
مقام سے خبر اور نہ (۱۲) اسکو اپنی روح کے رہنیکا مقام معلوم نہ (۱۳) اسکو چھینک کے نکلنے کا مخرج

معلوم نہ اسکو غم کے ہیجانیں لانیوالے امور سے اطلاع نہ اُسکو اسباب سرور سے آگہی نہ اسکو علت اور سبب گونگے اور بہرے ہونیکی اطلاع تھی وغیر ذالک ان طبیبوں کے پاس ان امور مذکورہ بالا میں کوئی امر یقینی نہیں ہے سوا ہی چند اقوال کے جنکو اپنی رای سے اچھا سمجھ رکھا ہے یا چند ناقص علتیں جنکو تجویز عقلی سے جایز سمجھ لیا ہے میں کہتا ہوں بیدک اور طب یونانی اور ڈاکٹری یہ تینوں فن تو اسوقت میرے پیش نظر ہیں اور جدید علم فیسولوجی تشریح اعضای حیوانی یا انسانی اسکی بھی کتب جامعہ ہیں ایک ذرا سا مسئلہ رگونکا لیجے جب تک میکرسکوپ (خوردبین) طیار نہ تھا وہ چھوٹی چھوٹی رگیں جو کہ اب دکھائی گئی ہیں کسی طبیب کو اسپر ہرگز اطلاع نہ تھی اور یہ سولہ مسایل جو امام نے ارشاد فرمائے ہیں۔ کوئی طبیب یا ڈاکٹر آج بھی باوجودیکہ علم تشریح کی پوری ترقی کا دعویٰ ہے سوای استحسانات عقلیہ کے قطعی طور سے جواب نہیں کہ سکتا ہے اس حدیث کے مقام خاص کی شرح میں ایک رسالہ جداگانہ لکھنیکی ضرورت ہے یہاں تو سوال مندرجہ بالا کا جواب دینا ہمکو لازم ہے جو اس روایت مقدس سے برآمد ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ امراض کا سبب منحصر فساد غذا اور ہوا میں اگر ہوتا اور یہی انکا نتیجہ ہوتا پھر جو ادویہ خواہ قواعد حفظ صحت تجربات یقینی سے دافع مرض خواہ دافع خرابی ہوا وغیرہ بگمان اطبا ثابت ہو چکی ہیں اور انکا نتیجہ بھی یہی ہے کہ جب پوری طور سے استعمال انکا ہوگا ضرور اثر کریگی پہلی دلیل تو اس قول کے بطلان کی یہ ہے کہ ہزاروں امراض ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ ہرگز فساد غذا اور فساد ہوا بروقت اُنکے حدوث کے نہیں ہوتا ہے بلکہ جسقدر صفائی آب و ہوا کی کرو دیکھو کمپ ہای فوج انگریزی لال کرتی رجمن توپخانہ اور وہانکی صفائی اور حدوث امراض وبائی فوج گورہ کے ہیضہ اور طاعون کو اور دیکھو واٹر ورکس کے بمبیا کے صاف پانی اور اسکی وجہ سے کثرت نوازل اور حدوث ضعف باہ اور ضعف ہاضمہ کو اور یہ تو ڈاکٹری اصول سے بھی ثابت ہے کہ زیادہ صاف پانی دست آور ہوتا ہے یعنی مضعف معدہ ہے پھر جب صفائی آب و ہوا و عمدگی تدبیر غذا کی ہو مرض کا پیدا ہونا خرابی غذا اور ہوا کی طرف کیونکر منسوب ہو سکتا ہے بعض جاہل اطبا کو و نیز ڈاکٹروں کو دیکھا ہے کہ ہزار طرح سے جو بعض بیان کرتا ہے ہیں نے کسی قسم کی بد پرہیزی نہیں کی ہے مگر حکیم صاحب و ڈاکٹر صاحب اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بدون بد پرہیزی کے یہ مرض پیدا ہو (نیچیری) قانون قدرت کے خلاف ہرگز نہوگا ایسے ہی نادان اور جہال کی ہدایت کی غرض سے خداوند حکیم ان امراض کو پیدا کرتا ہے

جسکی خبر ہمارے حکیم ربانی امام برحق اس حدیث میں دے رہے ہیں ؎ نہ گفت کہ اے طبیب نادان
بیکار علاج خود مگردان ٭ آگاہ نۂ تپ درون را ٭ نشتر چہ زنی رگ جنون را ٭ دوسری دلیل
اسکے بطلان کی یہ ہے کہ جو امراض مجازات یا امتحانی بدون فساد آب و ہوا کے اور فساد غذا کے پیدا ہوتے
ہیں اور طبیب براہ غلط کاری اپنے اصول تجربہ سے انکو امراض مادی یا مزاجی سمجھ کر علاج کرتا ہے بجائے
صحت مریض کے ہلاکت اسکی بڑھتی ہے اور یہ قاعدہ طب کا الحمیۃ فی الصحۃ کالتخلیط فی المرض
یعنی پرہیز کرنا حالت صحت میں ایسا ہے کہ جیسے بد پرہیزی کرنی بیماری میں پس چونکہ وہ مرض فساد
غذا اور ہوا سے پیدا نہیں ہوا اور نہ کسی مادہ صفرا اور سودا وغیرہ کی خرابی کیوجہ سے لہٰذا اصلاح غذا
اور تعدیل خلط محض بیجا اور خطا پہ ہوتی ہے اسیوجہ سے ہر دوا اور تدبیر بجائے نفع کے ضرر کا نتیجہ
دیتی ہے طبیب نیچرل صاحب اپنے اصول کے گھمنڈ میں قوی الاثر دوا بڑھا بڑھا کر مریض کی جان
لیتے ہیں اور جاہل علم طب جسکو عالم غیر مادی کا عقیدہ ہے اور ارشاد انبیا پر ایمان لایا ہے وہ بذریعہ صدقہ
اور دعا بے پرہیزی پوری کرکے تندرست ہو جاتا ہے یہی مراد امام علیہ السلام کی ہے تیسری دلیل
ہمارا بھی تجربہ ہے اور طب روحانی سے جو لوگ عمل سلب یا جذب امراض کرتے ہیں انکو ہمیشہ اسکا تجربہ
ہوتا ہے طبیب اور ڈاکٹر وغیرہ کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے حکایت سنہ [illegible] میں موضع چھورپلہ
جو ضلع بارہ بنکی سے متعلق ہے وہاں کے راجہ مصروع کے علاج کو طلب جاتا تھا راہ میں زیدپور قصبہ
سادات میں ایک سید صاحب کو جنکا نام نورالحسن تھا اور لرزہ چھ مہینے سے آتا تھا اور بڑے تناور
اور قوی آدمی تھے مگر طبیبوں نے مسہل دیتے دیتے بیچارہ کو مار ہی ڈالا تھا میں نے حسب درخواست
مریض روئی دکھلانے کا عمل مسمریزم سے انکا علاج کرنا تجویز کیا اور مریض کو معلوم تھا کہ وہ میرا عمل جانتا
ہے مریض کے بھائی حکیم صاحب بڑے امیر اور رئیس اور مغرور اپنے علم طب پر تھے انہوں نے
مجھ سے کہلا بھیجا کہ اگر آج یہ مریض روئی دیکھنے سے اچھا ہو جاوے میں ساری تصنیف کتابیں طب کی
دھو ڈالوں میں نے کہا انہیں کتابوں میں یہ روئی کا طریقہ لکھا ہے بقراطی ایجاد سے نہیں ہے معالجات
کلیہ نفیسی و شرح قانون کو دیکھئے خیر ۲ بجے جو وقت لرزہ کا تھا ٹل گیا اور بخار بھی نہ آیا اور مریض
بالکل تندرست ہو گیا اب غذا کا وقت شب آیا میری دعوت میں جسقدر اقسام طعام اور اچار چٹنی

دودھ دہی فربہ گوشت وغیرہ اور مرچ مرچ تھی سب اسکو کھلوائی اور کچھ بھی ضرر نہوا میری دوست
مولوی حکیم سید مرتضیٰ محمد صاحب مرحوم جو اسوقت معالج مریض کے تھے وہ بھی متحیر او انگشت
بدندان ہوکر رہ گئے انکو میں نے شرح قانون اور نفیسی وغیرہ سے اس طریقہ کو سمجھا کر عامل
اسی عمل کا کردیا اور اس میں کسی قسم کی حرمت شرعی بھی نہیں ہے۔ اب میں علوم اسرار کے
ذریعہ سے بھی تصدیق ارشاد امام علیہ السلام کے لکھوں کہ بعض امراض مادی اور مزاجی نہیں
ہوتے ہیں نیچرل صاحب کے انکار اور قہقہہ زنی بیہودہ سے کیا ہوتا ہے تشخیص مرض کے طریقہ
جسطرح طب جسمانی میں بیان ہوئے ہیں اسیطرح بلکہ اس سے زیادہ طب روحانی میں مذکور ہیں
اور گو کہ میں پابندی شریعت سے ان اعمال کا تارک ہوں جن میں مظنہ حرمت شرعیہ براہ احتیاط
ہوتا ہے مگر علم شئے بہ از جہل شئے۔ بنا صحیح ہے کہ طب روحانی بھی ظاہر کردیتی ہے کہ یہ مرض
مزاجی اور مادی نہیں ہے اور طریقہ علاج یہ ہیں وہ حروف جو اخلاط اربعہ سے مخصوص ہیں جیسے
حروف ناری اور خاکی اور بادی اور آبی سے بھی ان امراض کے علاج میں کچھ نفع نہیں ہوتا ہے
لہذا ان امراض کے علاج کے طریقہ جداگانہ مقرر ہوئے ہیں جائز اور ناجائز سے اسوقت بحث
نہیں یہ میرا بیان اسی شخص کو درست معلوم ہوگا جو طب روحانی کے اعلیٰ درجہ کے اصول
سے واقف ہو عام پھونک جھاڑ کرنیوالے پیرزادہ بھی اسکو سمجھ نہیں سکتے پھر چونکہ جناب
امام رضا نے بھی عمران صابی کے مناظرہ میں خواص حروف تہجی کا بیان پورا نہ فرمایا اور یہی
ارشاد کیا کہ یہ جلسہ عام اس قابل نہیں ہے۔ کہ پوری حدیث عمران صابی کی شرح سید کاظم
رشتی نے کی ہے جو مجھے مرزا محمد خان صاحب اشہدی مرحوم کے ذریعہ سے ملی تھی اور احتجاج طبرسی
میں اسکو از بس مختصر نقل فرمایا ہے لہذا مجھے بھی اسی مصلحت سے زیادہ تفصیل اس مقام کی
کرنی جائز نہیں ہے۔ تنبیہ ضروری ریل کے دیکھنے سے لرزہ بخار کا جانا جسطرح نیچرل
دہریہ اسکو ناممکن کہتے ہیں اسیطرح اس امر عجیب کا انکار ہم سے اکثر ہمارے امثال و اقران
اہل علم نے بھی کیا ہے بلکہ حکیم مولوی سید احمد صاحب مرحوم لکھنوی سے بڑا مباحثہ اسی
مسئلہ میں مجھ سے ہوچکا ہے مگر کسی چیز کے اثر کا انکار کرنا خصوصاً جب وہ ہمارے کسی

مذہبی عقاید کے خلاف ہو در اصل قدرت قادر برحق میں شک اور اشتباہ کرنا ہے نعوذ باللہ منہ)
ابو العباس بونی کتاب شمس المعارف میں لکھتے ہیں کہ جالینوس نے سنگ مقناطیس کے خواص
میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ایک ہزار خواص اسکے درج ہیں میں کہتا ہوں اتنا بڑا مفید اثر سمت
شمال بتلانیکا جو لوا مقناطیسی اثر دیا ہوا بتلاتا ہے جالینوس کو بھی معلوم ہوا اور ساڑھے چار سو برس
گذرے کہ اب کلمبس نے اسکو ظاہر کیا پس آثار اشیاء موجودہ سے انکار کرنا یہ کام کسی محتاط اور ذیعلم کا
نہیں ہے بدون کسی دلیل صحیح کے جب ہم حلیلہ یشب سے اختلاج قلب کا علاج کرتے ہیں یا فقط چند قیمتی
ادویہ کو تیل میں ملاکر چراغ روشن کرکے کیسی ہی سخت آتشک ہو اسکو بعون اللہ دور کردیتے ہیں فقط روشنی
میں بیٹھنے سے یا کاجل لگانے سے آنکھ میں سوزاک جاتا رہتا ہے اور اسی کا جل سے لرزہ بھی دور ہوتا
ہے خواہ آئینہ چاندی کیطرف دیکھنے سے مرگی دور ہوتی ہے یا چیٹ چیٹہ کی لکڑی ران میں باندھنے سے وضع
حمل باسانی ہوتا ہے یا زرد اشیا کیطرف دیکھنے سے یرقان دفع ہوتا ہے یا سرخ چیزوں کو دیکھنے سے آشوب
چشم زیادہ ہوتا ہے یا بعض چیزوں کے گھر میں رکھنے سے امراض وبائی سے نجات ملتی ہے پھر اگر روئے
کو دیکھنے سے لرزہ جاتا رہے کونسی جگہ تعجب کی ہے یا شیشہ یا خاص عرق کے دیکھنے سے درد سر یا کوکلہ
کیطرف دیکھنے سے خواہ اور دیگر شفاف چیزوں کو دیکھنے سے اقسام امراض کے دور ہوں تو کیوں
تعجب کیا جائے اور کونسی دلیل عقلی یا مذہبی انکے بطلان اور پر قایم ہوسکتی ہے اسیطرح خواص احجار
معدنیہ جیسے عقیق زرد اور جدید اور فیروزہ انکی انگوٹھی پہنی اسکے جو خواص احادیث مقدسہ میں
وارد ہیں اور نیچری فرقہ اپر قہقہہ زنی کرتا ہے انکار بھی انکا محض بیجا ہے اور بالکل بے سند ہے باز آمدم
برسر مطلب چونکہ ہمارے معزز سایل بظاہر آپکو مسلمان کہتے ہیں اور اسقدر نیچر انکو فلسفہ میں نہیں
ہے جسقدر اس دہریہ زندیق کو تھا جسنے امام جعفر صادق سے یہ سوال کیا تھا لہذا ہمکو انہی سایل کی حسب
لیاقت بھی جداگانہ جواب دینا ضرور ہے۔ ہاں جناب بچونکی بیماری انکے گناہونکی سزا نہیں ہے بلکہ
چار طرحکی ہوتی ہیں۔ اول تو وہی فساد غذا اور ہوا جسکا علاج طب جسمانی سے کیا جاتا ہے اور مفید بھی
ہوتا ہے۔ اور خطاء تدبیر سے طبیب کے خواہ تیماردار کے مضرت بھی پہونچتی ہے اور ہلاکت بھی ہوتی ہے
دوم مرض الموت اور وہ امر ناگریز ہے جو آیا ہے وہ موت کی تکلیف سہیگا جب احمد مرسل نہ رہے کون رہیگا

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ اور یہ دونو قسم کے امراض طبعی اور مطابق نیچر کے ہیں تیسری مرض
مجازات یعنی سزائے اعمال والدین غیر معصومین اور اسکو آپ خلاف عدل اور انصاف کہتے ہیں یہ
آپکی موٹی عقل باعث ہے آپکو یہ سمجھنا لازم ہے کہ جسطرح بچے مستحق عذاب اور عقوبت کے نہیں
ہیں اُسیطرح مستحق ثواب کے بھی نہیں ہیں اب بروز جزا و سزا اُنکو استحقاق دخول جنت کا بھی
نہ تھا لہذا خدائے عادل نے والدین کی تخفیف عذاب کا ذریعہ اُنکے مرض کو قرار دیا اور اُنکے استحقاق
ثواب کا بھی ذریعہ تحمل مشاق مرض کو گردانا یہ دو فایدہ بچوں کے امراض سے ہوئے چنانچہ احادیث مقدسہ
میں وارد ہے کہ ہمارے بچے جو مرض میں ہلاک ہوئے ہیں دروازہ بہشت پر کھڑے ہونگے اور عرض کرینگے
کہ خدایا ہم اپنے والدین کے بدون تنہا بہشت میں داخل نہونگے دریای رحمت غفار جوش میں آیگا اور
فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اُنکے بدکار والدین کو ہمنے اُن بے گناہوں کی شفاعت سے بخشدیا صاحب ابواب الجنان
کی تحریر اس مقام پر قابل وجد ہے تیسرا فایدہ دار دنیا میں یہ ہے کہ اگر والدین کو پورا ایمان ہے جب اُنکو یقین ہوگا
کہ ہماری بدکرداری سے ہماری اولاد کو سزائے مرض ملتی ہے اپنی پیاری اولاد کی محبت بھی اُنکو بدکرداری اور
گناہ کرنے سے روکیگی یہ بھی احسان اولاد کا ہمپر جب ہی ہوگا جب اُنکو مرض مجازات سے مریض ہونا ہم تسلیم کریں
چوتھے مرض بلوئی اور امتحان صبر والدین معصومین یعنی انبیا اور اوصیا انبیا صلوات اللہ علیہم چونکہ یہ
لوگ گناہ سے معصوم ہیں انکے بچے انکو مرض مجازات نہوگا ہاں مرض بلوی ہوسکتا ہے کہ انکے صبر کا خدا
امتحان کرے۔ مابلا رابکس عطا نکنیم۔ تاکہ نامش زد اولیا نکنیم۔ اگرچہ گناہان شریعت باطنی جنکی نسبت
یہ وارد ہے حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ۔ اور جنکو ترک اولی متکلمین اہل اسلام کہتے ہیں اُن
سئیات کے مجازات کا خیال ہم یہاں بھی کرسکتے ہیں مگر اُس شریعت کا سمجھنا ہمارے فہم سے باہر ہے
لہذا ہم معصومین علیہم السلام کے اطفال کو مرض بلوی سے خاص کرتے ہیں دفع شبہ شیخ الرئیس نے
قانون جلد سوم بحث امراض سر میں لکھا ہے۔ بعض اطبا کو ایسا خیال ہے کہ مرگی کے بعض اقسام
جن یعنی آسیب سے پیدا ہوتے ہیں اسکے بعد اپنی رای شیخ نے یہ لکھی ہے کہ اگر جن بھی مرگی پیدا
کریگا (بشرط اقرار بوجود جن) تو وہ بھی کوئی مادہ پیدا کریگا جس سے مرگی پیدا ہوگی پس طبیب
کو لازم ہے کہ مادہ کی اصلاح یا دفع کی تدبیر کرے عام اس سے کہ وہ مادہ جن نے پیدا کیا ہو

یا کسی اور نے میں کہتا ہوں یہ کہنا شیخ کا بھی اسی پر تو پر ہے۔ کہ مرض بدون فساد غذا اور ہوا وغیرہ کے پیدا نہیں ہو سکتا اسی دھوکہ میں اطبای یونانی پڑکر امراض ثلثہ مذکورہ حدیث سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ کتاب شیخ کی فلسفہ عملی میں ہے۔ اعتقاد مذہبی سے اسکو کچھ علاقہ نہیں ہے لہذا ہمکو نہ چاہیے کہ فلسفہ کی بحث کو مذہبی امور میں داخل کریں اگرچہ مجھے شیخ کے مذہب سے جو زیدی مشہور ہے کچھ بحث نہیں مگر اسلامی شرکت سے اتنا ضرور کہتا ہوں کہ اسی کتاب قانون میں جا بجا شیخ نے اقرار کیا ہے کہ آثار غیر طبعیکا میں منکر نہیں ہوں اور نہ ان فلاسفہ میں ہوں جو ایسے ایسے امور کا انکار کرتے ہیں پس غرض شیخ کی یہ ہے کہ مرگی کے علاج میں تشخیص مادہ کی ضرور کریں اور جب اور اگر نہ ثابت ہو پھر اسکا علاج قواعد فن طب سے کیونکر ہوگا جواب آیت قرآنی سایل نے آیت قرآنی جو پیش کی کہ ایک کا بار گناہ دوسرا نہ اٹھائیگا نہایت صحیح اور درست اور سراسر عدل اور انصاف کا حکم ہے مگر بچے نابالغ اس میں داخل نہیں ہو سکتے اسلئے کہ قابلیت گناہ یعنی مکلف باحکام شریعت ہونا دونوں میں شرط ہے اور لفظ وازرۃ سے بھی معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والی عورت دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی اگر مراد بار گناہ سے ہو صاف مطلب یہی ہوا کہ کسی کا بار گناہ کسی گناہ گار پر نہ ڈالا جائیگا۔ دوسری آیت میں فرمایا ومن اساء فعلیھا اور جس نے برا کیا اپنے ہی نفس اسکی برائی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ بچے جب تک نابالغ ہیں ان کا رنج اور ان کی راحت عین ماں باپ کا رنج اور راحت ہے۔ اور اکثر احکام میں تابع والدین کے ہوتے ہیں لہذا تا زمانہ بلوغ ان کی ایذا اور راحت خاص باپ اور ماں کی ایذا اور راحت خیال کیجاتی ہے۔ ہاں بعد بلوغ اور رشد کے البتہ بجای خود وہ احکام اوامر و نواہی میں جدا مشغول الذمہ ہیں اسوقت البتہ ماں باپ کے گناہ سے ان کا مبتلائے مرض عقوبت ہونا نہ چاہیے۔ اسوقت ان پر وازرۃ کا اطلاق ہو جائیگا۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اگر مراد گناہ سے وہی گناہ مخصوص ہوں۔ جو حقوق الٰہی سے متعلق ہیں۔ اور آخرت

کی سزا دہی مراد ہو یعنی بروز قیامت کسی کے گناہ سے دوسرا گرفتار عذاب ہوگا اور اپنی کرنی اور بھرنی کا دن وہی ہوگا اب تو بالکل اس آیت کو کچھ ربط ہی سائل کے مطلب سے نہ رہیگا اسلیئے کہ مرض عقوبت جو انکو دنیا میں ہوتا ہے اور آیت شریفہ میں ذکر عذاب اور عقوبت اُخروی کا ہے اب کیا قباحت اس میں ہے کہ دار دنیا میں خدا ہماری بسکدوشی گناہوں سے ہمارا تباع خورد سال کو چند گھنٹہ یا چند روز کی ایذای خفیف مرض سے کر کے عذاب مقیم آخرت سے ہمکو نجات بخشے ہمارے سائل صاحب چونکہ منکر حشر اور نشر ہیں انکو کیا خبر ہے کہ جس ہمارے گناہ کی عقوبت میں ہمارا بچہ بیمار ہوتا ہو اور اسکی بیماری سے پوری ایذا ہمکو ہو پہنچتی ہے وہ بچہ لا یعقل اسکو کیا تمیز ہے پس گویا یہ عقاب ہمارے ہی ہوتا ہے اگرچہ سزا ہمکو اور تھوڑی سی ایذا ہمارے بچہ کو بھی پہنچتی ہو دار آخرت میں ہم کتنے برس اس گناہ کی عقوبت میں گرفتار رہتے یہ بھی رحمت پروردگار ہے کہ جسنے ایسا خفیف مواخذہ کرتا ہے ۔

باب تیرھواں چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یعنے معجزہ شق القمر جو اہل اسلام اپنے نبی کا بیان کرتے ہیں وہ کیونکر ہو سکتا ہے اگرچہ ہمارے نبی صلعم اور جملہ انبیا کے معجزات سب ایسے ہی عاجز کنندہ عقول البشری ہیں جیسے یہ معجزہ ہے تاہم شق القمر ایسا معجزہ ہے کہ جسکے تعلق اجرام علویہ سے ہے جیسے کہ رد شمس کا معجزہ حضرت سلیمان کا اور نیز ہمارے نبی کا مگر اس معجزہ کے ثبوت کو ہم اسوقت نہیں لکھینگے فقط بحث اس پر ہے جسکو اسوقت ایک منصفانہ بحث کرنی منظور ہے گو وہ بھی طولانی ہے جو یہ اور گو کہ دقیق مسائل پر مشتمل ہے مگر ضروری ہے شق القمر کا انکار اصول علم طبعیات اور فلکیات اور فن ہیئت اور علم مناظر اور علم تاریخ عام اور تاریخ ملکی ہر طرح سے ہمیشہ کیا گیا ہے اور جس شخص نے معجزہ شق القمر تمام جہاں کا ہے اسپر بھی جو اعتراض بلکہ ہر فن کا انکار بھی ہے جو ہمیشہ اس معجزہ میں ہوا کرتا ہے پہلا شبہہ فلسفہ قدیمہ کی رو سے چونکہ اجرام فلکی میں خرق اور التیام دلیل تھا اور اسکی دلیل یہ تھی کہ فلکی اجرام حرکت مستقیمہ کو قبول نہیں کرتے اور خرق اور التیام بدون حرکت مستقیمہ کے نہیں ہوتا ہے لہذا بحکم ضرب ۳ شکل اول منطق کے خرق اور التیام محال ہے پس شق القمر جو بدون خرق و التیام کے نہیں ہوتا وہ بھی محال ہے فلاسفہ اسلام نے چونکہ اثبات معراج جسمانی انکو اثبات معجزہ شق القمر کا اہم امور تھا قدیم فلاسفہ کی اس دلیل کو باطل کر دیا

کہ حرکت مستقیمہ افلاک میں محال ہے وہ دلیل محض قیاسی اور عقلی تھی مگر حال کے فلسفہ نے
ہماری پوری تصدیق کردی اور دوربین کی تیاری سے جب مشاہدہ روزانہ سے ہمکو چاند پر ندی
اور نالے جھاڑ جھنکھاڑ نظر آنے لگے جیسے کہ زمین پر ہیں اور یہ سب چیزیں بدون خرق اور التیام
یعنی قبول حرکت مستقیمہ کے نہیں ہوسکتی ہیں لہذا ہمارے اس دعوے کے فلسفہ جدیدہ نے
پوری تصدیق کردی کہ خرق اور التیام فلکیات میں بھی مثل زمین کے جائز ہے بلکہ واقع ہے
اب شق القمر کا معجزہ خواہ جسمانی معراج کو کوئی فلسفی اس دلیل سے نہیں روک سکتا ہے کہ
خرق اور التیام محال ہے اور قمر کے شق ہونے سے کل افلاک میں شق ہوگا ہاں ٹمپریچر ہوا اور
ہیڈروجن اور آکسیجن وغیرہ غازات کی غیر موجودگی چالیس یا اکاون میل اوپر ہونے سے کوئی
ذی روح اوپر نہیں چڑھ سکتا ہے یہ شبہہ نیا فقط معراج جسمانی کی نسبت پیدا ہوا ہے اور شق القمر
کے معجزہ پر تو یہ بھی شبہہ وارد نہیں ہوتا ہے اور اسکا جواب ہم معراج کی بحث میں دینگے۔ میں
چالیس برس سے اسکا منتظر ہوں کہ جدید اصول کیمیائی شمسی اور کیمیائی اختری کا جو روزانہ ترقی ہوتی ہے
اور خصوصاً جب سے طریقہ حل اور تفریق عکسی بنسن صاحب اور کرچف صاحب نے ایجاد
کیا ہے اور مرآت العکس کی ایجاد سے اب تو آفتاب میں بقول کیمسٹ جدید ۱۴ دھات یا
زیادہ آج تک دریافت ہوچکی لوہا اور ریہہ اور مقناطیس اور نکل تانبا جستہ وغیرہ ان سب
فلزات کی موجودگی آفتاب میں ایسی یقینی ہوچکی ہے جیسے کہ مادیات کا کوئی بدیہی مسئلہ۔
اسیطرح ثوابت ستاروں کے کیمیاوی ترکیب روز بروز منکشف ہوتی جاتی ہے شاید ہم بھی
کواکب کو بنا لینگے (نعوذ باللہ) اگر میں اسوقت ماہ نخشب کا ذکر کروں جو کسی حکیم نے شہر نخشب
کے کنویں میں بنایا تھا اور رات کو بلند ہوکر اسکی چاندنی پھیلتی تھی۔ اب تو یقین ہے کہ جدید
فلاسفہ اور کیمسٹ اسکا انکار کریں اور وہ قہقہہ زنی جو محض جہالت سے کیا کرتے تھے
اب تو اس قصہ کو بھی سچا مان لینگے اور اپنی نادانی پر شرمائینگے اور پہلی روشنی کو تاریکی
جہالت نہ کہینگے اسلیے کہ کیمیاوی اختری کا علم گو اب ہوا ہے مگر دنیا میں ہم سے پہلے
سب کچھ ہوچکا ہے چنانچہ ریل کے پرزے بھی صدہا برس کے ڈھلے ہوئے اب ہندوستان

میں دستیاب ہوئے ہیں آمدم بر سر مطلب معزز تعلیم یافتہ جب نو کروڑ میل کی دوری پر آفتاب
کے اجزائے کیمیاوی ہمکو دریافت ہو رہے ہیں بلکہ اُن ثوابت کے اجزا جنکی دوری ہم سے خدا
جانے کتنی ہے پھر ماہتاب جو ہم سے ۲ لاکھ چالیس ہزار میل پر ہے اُسکے اجزا کا دریافت کرنا ہم
کو کیوں دشوار ہوگا بلکہ باسانی ہو رہا ہے قوی دوربینوں سے چاند میں پہاڑ اور جنگل اور سبزہ
خوشنما اور ذی روح خلائق نظر آتی ہے جسکو قدیم فلاسفہ عکس اشیاء زمین تصور کرتے تھے۔
اور یہ غلطی اُنکو دوربین نہ ہونے سے پڑی تھی سعدی کہتا ہے ؎ ہفت اقلیم ار بگیرد پادشاہ ٭
ہمچناں در بند اقلیمے دگر۔ اور امسال جو دوربین کلاں بن رہی ہے جسکا طول (۱۹۷) فیٹ کا ہے
اُس سے چاند فقط دو میل کے فاصلہ پر دیکھا جائیگا اور فرانس اور امریکہ کے فلاسفہ مدعی ہیں کہ ہم اُنسے
بات چیت بھی کرنے کی کوئی تجویز کرینگے چنانچہ ۲۷ برس سے اسکا چرچا اخبارات میں ہو رہا ہے اب
قدیم فلاسفہ جو خرق اور التیام کے اجرام فلکی میں منکر تھے اُنکے اس خیال کی غلطی جدید فلسفہ نے
بھی بخوبی کردی اور متکلمین اسلام نے قدیم فلسفہ سے بھی اُنکے اس غلط خیال کو باطل کر دیا تھا
کیمیائی اختری سے ہمکو اسکی بھی تصدیق ہوگئی جو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ
یعنی بروز قیامت آسمانی چیزیں پھٹ جائینگی اسلئے کہ جیسے مادہ اجرام فلکی کا بھی ہے جو زمین
کی اشیا کا ہے پھر اُنکا پھٹ جانا اور جڑ جانا کیوں محال ہوگا ہمکو یہ بھی عقیدہ ہے کہ شق قمر کا معجزہ
بھی خدا نے علاوہ تصدیق اپنے نبی کے اس پیشین گوئی کی سچائی کی نظر سے بھی ظاہر فرمایا تھا
تاکہ فلاسفہ خیالات کے لوگ جو خرق اور التیام کے محال ہونے کی غلطی میں پڑے ہیں جب صدہا
آدمیوں کے مشاہدہ میں چاند کے دو ٹکڑے آجائیں پھر اُنکو اس خیال باطل کے پیچ کرنے کا موقع
نہ ہے۔ یہانتک اتنا ثابت ہوا کہ چاند اور سورج اور کل ستارے اور افلاک پھٹ سکتے ہیں جیسے
زمین پھٹ جاتی ہے تجویز عقلی جب چاند کے پھٹنے کی ہو چکی اب اس واقعہ کا ثبوت کہ چاند
پھٹ گیا تھا بجز تاریخ کے عقلی دلیل سے نہیں ہو سکتا تاریخ اہل اسلام کی بلکہ متواتر کلام الٰہی اسکی
خبر دیتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور واقع ہوا بلکہ اسکے واقع ہونے کے بعد بھی جو کفار نے کہا کہ محض جادو
ہے ڈھیٹہ بندی ہے وہ بھی قرآن میں مذکور ہے اب ثابت ہوگیا کہ چاند کا شق ہونا ممکن بھی ہے

اور ہو بھی گیا۔ پھر تم آیات قرآنی کی تاویل کر کے اُسکے یہ معنی بتاتیں کہ بروز قیامت چاند شق ہوگا اسکی ضرورت کیا ہے اسلیئے کہ اگر چاند کا پھٹ جانا عقلاً محال ہے تو بروز قیامت بھی محال ہوگا اور اگر ممکن ہے تو آج بھی ممکن ہے اور آج بھی خدا کر سکتا ہے اور تاویل کسی کلام کے خلاف معنی ظاہر کے اسیوقت کرنی لازم ہے جب معنی ظاہری کے مراد لینے سے کوئی عقلی برائی یعنی محال اور مخالف ثابت ہو اور اس واقعہ کا واقع ہونا اور مشاہدہ حضار میں آنا ہماری عقل بھی اسکو جائز سمجھتی ہے اور تاریخ یعنی قرآن مجید بھی اسکو واقع تبلاتی ہے یہ بڑی غلطی سید احمد خانصاحب کی ہے کہ جائز الوقوع امور کو محال سمجھکر انکار معجزات انبیاء کر دیتے ہیں اور آیات اور نصوص ظاہری قرآن مجید کی تاویل خلاف ظاہر کر کے دین اسلام بلکہ جملہ مذاہب آسمانی میں رخنہ ڈالتے ہیں۔ فلسفہ قدیمہ ہو یا جدیدہ کوئی سچا مسئلہ فلسفہ کا ہرگز خبر وحی خدا اور پیشین گوئی انبیاء کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ اب ہم بقیہ شبہات جو شق القمر پر وارد ہوتے ہیں انکو لکھکر رد کروں دوسری دلیل قدماء فلاسفہ کی شق القمر کے محال ہونے پر یہ تھی کہ جرم قمر کے شق ہونے سے فلک قمر تا فلک الافلاک سب شق ہو جاینگے۔ پھر اگر شق اسطرح پر فرض کریں کہ نیچے اوپر دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور یکطرف فلک الافلاک کی جگہ نہیں ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حال کی تحقیقات سے تو آسمان کا وجود ہی نہیں ہے فضائے آسمانی میں مادہ اثیر یہ خواہ سدیمیہ بھرا ہے اس غرض پر تو ہمکو کچھ ضرورت نہیں ہے کسی اور جواب دینے کی اور ہمارے زمانہ کی فلسفی مزاج اس دلیل کو خود ہی باطل سمجھ رہے ہیں مگر چونکہ انکار وجود آسمان کا مسئلہ ہمارے مذہبی اصول سے غلط ہے اور ایک باب جداگانہ میں اسکو ہم لکھینگے لہذا آسمانوں کا وجود مسلّم مان کر اور اُنکے طبقات باہم پیوستہ مثل پیاز کے چھلکوں کے تہ بر تہ خیال کر کے ہم کہتے ہیں کہ بیشک ہمارے قرآن مجید میں خدا نے سیارات کواکب کی نسبت ارشاد فرمایا کُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ہر ایک سیارہ ایک آسمان میں تیر رہا ہے یعنی حرکت کر رہا ہے اگر اس آیہ مقدسہ کے رو سے ہی مانا جاتے کہ فلک قمر میں جرم قمر جڑا ہوا ہے اسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو فلک قمر کو پھاڑ کر جرم قمر اس میں خالق عالم نے جڑ دیا اب

تو خرق اور التیام خود ہی مسلّم ہو جائیگا اور جو استبعاد کل افلاک کے شق ہونیکا کیا ہے وہ سب مسلّم ماننا پڑیگا۔ دوسری صورت قمر کی فلک قمر میں ہونے کی یہ ہے کہ جرم قمر جتنا بڑا ہے اتنا حصہ فلک قمر کا خالق عالم نے ایسا پیدا کیا جو آفتاب سے قبول نور کرتا ہے اور اسکا مطلب یہ ہوا کہ قمر کوئی جسم جداگانہ نہیں ہے بلکہ فلک قمر کا ایک حصہ ہے جو آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہے یہ صورت اگرچہ شق نہونے اور محالات سے بچنے کی ہے مگر مشاہدہ اور حرکت قمر اور خسوف اور محاق اور ہلال بن جانا اور پھر پورا چاند ہونا ان سب کے منافی ہے بلکہ سچ تو یہی ہے کہ چاند ایک جسم جداگانہ ہے جو فلک قمر میں جڑا ہوا ہے اور فلک قمر کو شق کرکے اس میں لگا دیا ہے اب رہی یہ بات کہ فلک قمر کے شق ہونے سے ابتدائے خلقت قمر کے وقت خواہ شق القمر ہونے سے بروقت ظہور معجزہ شق القمر سب آسمانوں کا پھٹ جانا ضرور ہے یہ خیال بالکل غلط ہے اسلئے جتنے اجسام خدا نے بنائے ہیں سب میں کچھ خواص اور عام صفات رکھے ہیں ازانجملہ انضغاط یعنے دبنا اور سمٹنا اور مرونت یعنی سمٹ کر پھر اپنی اصلی مقدار پر آجانا جب دبنے اور سمٹنے کی صفت عام ہر جسم میں ہے اور مرونہ یعنی سمٹ کر اپنی اصلی حالت پر آجانا یہ بھی صفت عام جسم کی ہے۔ اب خیال کرو کہ قمر کے شق ہونے کے وقت اگر جرم قمر کے دو ٹکڑے دب کر سمٹے ہوں اور بعد سمٹنے کے پھر مرونت کے خاصہ سے اپنی حالت پر ہو کر ملگئے ہوں تو کونسی دلیل اسکو منع کر سکتی ہے اور اس فرض پر فلک کا پھٹنا اور فلک الافلاک تک سبکا پھٹ جانا ہرگز لازم نہ آئیگا اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ فلک قمر بھی شق ہوا چونکہ اس میں بھی براہ جسم ہونے کی دو نو صفت یعنی سمٹنا اور پھر اپنی اصلی مقدار پر آجانا ضروری ہے جب بھی اسی فلک قمر تک دبنے اور سمٹنے اور پھر حالت اصلی پر پلٹ آنے کی کیفیت پیدا ہوئی تھی اور فلک الافلاک تک اسکا اثر ہرگز نہیں پہونچ سکتا ہے اب رہی یہ بات کہ قمر میں خواہ فلک قمر میں دبنے اور سمٹنے اور پھر حالت اصلی پر عود کرنے کی صفت نہیں ہے اسکا ثبوت معترض کے ذمہ ہے فلاسفہ تو یہی کہتے ہیں کہ عام صفت سے کوئی جسم خالی نہیں ہو سکتا ہے ورنہ جسم کا نیچر بگڑ جائے اب ذرا یہ بھی سمجھ لینا چاہیے۔ کہ فلک الافلاک سے اوپر نہ خلا ہے اور نہ ملا ہے اسکے معنی سوا اسکے ہی دانا

اور حکیم لوگوں کے اور کون سمجھ سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کیا دانشمندی ہوگی اور ارتفاع نقیضین کو تسلیم کرلیا ہے اور خدا کی قدرت اسی تجربے میں بند ہے جو بطلیموس نے فلک الافلاک تک خیال کیا ہے ہمارا خدا ایسا ہے کہ اس عالم کے علاوہ ہزاروں آسمان اور لاکھوں زمین پیدا کرسکتا ہے اور یہ فضا یعنے خالی جگہ اتنی نہیں ہے جتنی بطلیموس کی وہمی پیمائش میں آئی تھی آج بھی دوربینوں کے ذریعہ سے اسقدر فضائے غیر محدود نظر آرہی ہے جسکے سوچنے سے عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ ایسی جہالت اور نادانی جس امر میں ہو اور ایسی خرافات اور مہملات باتوں سے شق القمر اتنی بڑی قدرت سبحانی خدا کو روکنا یہ کام ایسے ہی بے عقلوں کا ہے جنکو فلاسفہ کہتے ہیں معمولی عقل کا آدمی بھی تو اسکو خلل دماغ کے سوا اور کچھ نہ کہیگا یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ قدیم فلاسفہ چاند اور سورج بلکہ جمیع سیارات اور اجرام فلکی کے مادہ کو ان اجسام کے مادہ سے جدا خیال کرتے تھے جنکو عنصریات کہتے ہیں یعنی جو اجسام فلک قمر سے نیچے زمین تک ہیں اور جنکی ترکیب آب آتش خاک اور باد سے ہے اور عناصر کو منحصر انہیں چار میں خیال کرتے تھے جو حال کی تحقیق سے (۷۲) تک دریافت ہوچکے اور شاید اور بھی دریافت ہوں اور جسمانی خواص عامہ انہیں عنصریات میں ضروری جانتے تھے اور اب جدید فلاسفہ آسمانی چیزوں کو انہیں عناصر اور بسائط سے مرکب ثابت کرچکے اور قدیم فلاسفہ کے اس خیال کو بالکل غلط اور لغو ثابت کرچکے۔ اگرچہ مجھے اس مسئلہ کی تحقیق سے شق القمر کے اثبات میں بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ دونو مذہب قدیم اور جدید فلاسفہ کے انکی صحت اور غلطی یقینی کا کوئی شخص مدعی نہیں ہوسکتا ہے اور مشکوک امر پر بنا کرکے کسی معجزہ کا انکار کردینا یہ طریقہ ہرگز اہل عقل پسندیدہ نہیں ہے لہذا جسقدر معجزات انبیا علیہم السلام کے ایسے ہیں جنکے انکار پر اصول موہومہ فلسفہ قدیمہ یا فلسفہ جدیدہ پر بنا کرکے منکرین نبوت قیل وقال کرتے ہیں عام طور پر جواب انکا یہی دینا لازم ہے کہ پہلے اس مسئلہ کو تو یقینی ثابت کرو جسپر بنا کرکے انکار اس معجزہ کا کرتے ہو اس کتاب میں اگرچہ تفصیلی جواب ہر ایک شبہہ کا بھی درج ہوتا جاتا ہے مگر اجمالی جواب یہ بھی قابل یاد کے ہر ایک شبہہ دہریہ اور منکرین معجزات کا ہے فقط دوسرا شبہہ علم مناظر وغیرہ سے

اور اسکے
باطلین
علاج ہر

چاند کے دو ٹکڑے الگ الگ نظر آنے اسکو ضرور ہے کہ دونو ٹکڑوں میں کچھ فاصلہ پیدا ہوا ہو گا علم
مناظر ہمکو یقین دلا رہا ہے جبکہ جرم قمر ہم سے ۲ لاکھ ۴۰ ہزار میل دور ہے اب ہمکو قطر قمر کسی آئینہ یا
یا پانی میں اگر زیادہ سے زیادہ ۱۸ انچہ کا نظر آتا ہے اس حساب سے اگر قطر قمر در اصل ۴۰ میل کا
ہوتا تو ہم کو زمین سے برابر ایک انچہ کے معلوم ہوتا۔ لہذا اگر دونو ٹکڑوں میں قمر کے چوبیس سو میل کی
دوری بروقت شق قمر کے ہوتی تو ہمکو ایک انچہ کا فاصلہ دونو ٹکڑوں میں نظر آتا۔ پھر چونکہ دیکھنے
والوں نے جدا جدا دونوں ٹکڑے کم سے کم انچہ کے سولھویں حصہ پر خواہ آٹھویں حصہ پر دیکھے
ہونگے پس ضرور ہے کہ ۴۰ میل خواہ آٹھ میل کا فاصلہ دونوں ٹکڑوں میں ہوا ہو گا مگر اہل
اسلام کا بیان دونو ٹکڑوں کے الگ الگ نظر آنیکا ایک انچہ سے کم نہیں ہے لہذا بقاعدہ علم
مناظر ۴۰ میل دونو ٹکڑے الگ ہو گئے تھے جو ہمکو ایک انچہ کی دوری پر نظر آئی اور اگر اس
روایت کو صحیح مانا جائے جس میں راوی بیان کرتا ہے کہ دونو ٹکڑے ماہتاب کے حرا پہاڑ کے دونو
طرف نظر آئے تھے اب تو دوری درمیان دونو ٹکڑوں قمر کے ضرور کتنی ہزار میل کی ہوئی ہوگی
جسکی تحقیق پیمائش حرا پہاڑ کے طول اور عرض کی مسافت پر موقوف ہے اب دیکھو کہ شق قمر
یا تو جنوباً اور شمالاً ہوا کہ دونو ٹکڑے ہمکو ایک انچہ خواہ ½ خواہ ¼ انچہ کے فاصلہ سے نظر آئے
اس سے لازم آتا ہے کہ دونو ٹکڑوں میں حرکت مستقیمہ قسراً جنوبی اور شمالی پیدا ہوئی اب اس
درمیانی جگہ کی روشنی مثل جرم قمر کے تو ہو نہیں سکتی بلکہ یا تو حسب سطح تمام فضائی آسمانی شب
کو تاریک نظر آتی ہے یہ مسافت ۴۰ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کی بھی سیاہ نظر آتی ہوگی
اسکا ثبوت اسلامی تاریخ سے کچھ نہیں دیا گیا ہے حالانکہ ضروری الثبوت امر ہے عوام مسلمین
درکنار علمائی محمدی جنکو بڑے بڑے دعوے اپنے علم اور تحقیق کے ہیں ایسی موٹی بات کو
چھوڑ گئے اور یہ بات اس فرض پر ہے کہ سطح اندرونی دونو ٹکڑوں کے مثل سطح ظاہری کرہ
قمر کے کسب ضیا آفتاب سے نکرے اور اگر سطح اندرونی نے بھی کسب ضیا کیا تھا اب تو اس
فاصلہ ۴۰ میل خواہ آٹھ میل کی روشنی دو چند روشنی مادے سے ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر
شق القمر بھی نہیں ہوا اور اگر چاند کے دو ٹکڑے اس طرح پر ہوئے کہ ایک ٹکڑا پورب اور ایک

پچھم اُسوقت دو میل خواہ چار میل خواہ ۴ میل ہر ایک ٹکڑا اپنی جگہ خاص سے پورب اور پچھم
ہٹا ہوا تھا اس فرض پر پورب والا ٹکڑا اور نیز درمیانی فاصلہ دونو ٹکڑوں کا ہمکو نظر نہیں آسکتا
اگر پورب والا ٹکڑا ہر وقت اتصال اور قبل انشقاق کے کسی قدر روشن تھا اسلئے کہ اقلیدس
نے کتاب المناظر میں ثابت کر دیا ہے چھوٹے کرہ کا جسم جو کسی بڑے کرہ سے کسب ضیا کرتا ہے
جیسے قمر آفتاب سے پس وہ مقام روشن نصف کرہ سے زیادہ ہوتا ہے پس ایسا شق قمر اگر
ہوتا تو اُس سے کیا فائدہ تھا تیسری صورت یہ ہے کہ دونو ٹکڑے زیر و بالا ہو گئے تھے اور
فاصلہ درمیانی وہی چار میل خواہ آٹھ میل دونوں یا چونسٹھ میل کا اور اوپر والا ٹکڑا حرکت مستقیم
فوقانی سے اور نیچے والا حرکت مستقیم تحتانی سے متحرک ہو کر فاصلہ معین پر گیا تھا جیسا کہ
ظاہر ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ شق قمر کے ماننے سے محالات مندرجہ ذیل خلاف قانون قدرت
(لا آف نیچر) جسپر نظام آسمانی خدا نے منتظم کیا ہے پیدا ہوتے ہیں اگر دونو ٹکڑے جنوبی اور شمالی
ہوتے تھے خواہ تحتانی اور فوقانی تھے (۱) جذب مرکزی جو شمس کو قمر پر ہے اُسکا باطل ہونا
(۲) قسری دو حرکت مستقیمہ جنوبی اور شمالی خواہ تحتانی اور فوقانی دونو ٹکڑوں میں پیدا ہوئے
جو منافی حرکت ذاتی قمر کی ہے لہذا وہ حرکت ذاتی اتنی دیر باطل ہوتی ہوگی اور سکون پیدا
ہوا تھا (۳) فاصلہ درمیانی دونوں ٹکڑوں کا چونکہ بحالت اتصال اُس میں جرم قمر موجود تھا۔
بعد انشقاق یا تو خلاء محض اُس میں پیدا ہوا اور یہ محال ہے یا کوئی اور مادہ مثل مادہ جرم
قمر کے خدا نے اس خالی جگہ میں پیدا کر کے بھر دیا تھا اسلئے کہ یہ شکل مستطیل (جسکا عرض برابر
۴ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کے تھا اور طول اور سمک برابر قطر قمر کے یعنی دو ہزار ایک سو
اسّی میل کے) اپنے مملو ہونے کو ضرور کوئی مادہ جسمانی چاہتی ہے (۴) تمام اجرام فلکی اور جرم
ارض سے نسبت اوضاع قمر کے بدل جانے سے پورا انقلاب اجرام فلکی میں پیدا ہونا جسکے
آثار کو ہم نہیں کہ سکتے بلکہ قرآن کہتا ہے لا الشمس ینبغی لھا ان تدرك القمر (۵) نور قمر
یعنی چاندنی جسقدر حالت موجودہ میں ہے دو ٹکڑے ہونے کے بعد ضرور اُس میں پھیکا پن کا
ہونا جسکو تاریخ اہل اسلام بھی نہیں بتلاتی ہے اور یہ مسئلہ علم نور کا ہے (۶) جسقدر دریا وغیرہ

چاند پر اب بخوبی دیکھے گئے ہیں اُنکے پانی بروقت شق ہونے کے ضرور کسیقدر ریزش کرکے زمین تک آتے اور اگر نہیں آتے تو اُنکا انجماد اور بستہ ہونا یہ بھی خلاف قانون قدرت ہے (۷) جاندار اشیا جو کرۂ قمر پر ہیں اُنپر بلا سبب بلکہ بیجرم قیامت کا صدمہ پیدا کرنا جسکو عدل خداوندی کبھی گوارا نکریگا سرتابی نبی کی تو اہل زمین کریں اور عذاب ہو آسمان والوں پر آخر اُن بیچاروں کا کونسا گناہ تھا اور کونسی خطا ہوئی تھی جواب اجمالی ان شبہات کا جنکی بنا علم مناظر اور علم نور اور قواعد حرکت اور ناموس جذب اور نفور پر ہے ہم پہلے تو یہی دیتے ہیں کہ جو قانون قدرت آنکھ کے دیکھنے میں اشیا کے ہمکو تجربہ سے دریافت ہوا وہ قانون ضروری اور عقلی نہیں ہے جسکا بدلنا محال ہو چنانچہ ہم نے صفحہ ۹۰ میں لکھدیا کہ روشنی میں آنکھ کھول کر دیکھنے کا نیچر خدا اسکے بدلنے پر بھی قادر ہے اور امریکہ کے ایک مریضہ کی نظیر بھی پیش کردی کہ اندھیری رات میں آنکھ بند کرکے باریک حروف پڑھتی تھی اسیطرح نوامیس حرکت اور جذب اور نفور یہ سب قانون عادی ہیں انکا بدلنا معجزہ سے ممکن ہے تفصیلی جواب کی تمہید یہ جواب اگرچہ دقیق مسائل پر مبنی ہے مگر سلیس عبارت سے ہم اسکو بھی لکھیں تاکہ ناظرین کو فوائد عظیمہ حاصل ہوں یہ مسئلہ علم مناظر کا ہے کہ ہر شے اپنی پوری مقدار پر اُسی جگہ سے نظر آتی ہے جہاں سے زاویہ رویت کا قائمہ یعنی خروج شعاع پر موقوف ہے مثلاً اگر ... ۴ گز کا کوئی مکعب جسم ہے یعنی ۴ گز اسکا قطر ہے اُسکو ایسی جگہ سے دیکھیں کہ ٹھیک بیچ اُسکا ہمارے سامنے ہو تو ہمکو ۴ گز کے فاصلہ سے وہ پورا نظر آئیگا اور اُس سے زیادہ دوری سے چھوٹا اور کم دوری سے بڑا۔ اب اسکا لحاظ رہے کہ ہر شے کے پورا دیکھنے میں مثلث کا متساوی الساقین اور قائم الزاویہ ہونا ضرور ہے جس سے مخروط شعاعی پیدا ہوگا۔ پھر چونکہ مثلث متساوی الساقین قائم الزاویہ میں جو خط منصف زاویہ قائمہ ہے وہ قاعدہ کی بھی تنصیف ضرور کرتا ہے اور وہی خط یعنی عمود برابر نصف قاعدہ کے بھی ہوتا ہے مثلاً اگر ا ب ج مثلث قائم الزاویہ متساوی الساقین ہے جسکا قاعدہ ب ج برابر (۸) کے ہے تو ا ء خط سے اگر تنصیف زاویہ قائمہ ب ا ج کے ہوگی ضرور وہی عمود ا ء قاعدہ ب ج کی تنصیف بھی کریگا

اور دو زاویہ قائمہ قاعدہ پر بنائیگا۔ یعنی زاویہ اءب۔ اءج اور خود برابر نصف ب ج یعنے برابر
ہم کے ہوگا بحکم شش (۷) اور (۵) اور (۲۰ ہم م (۱۱) اصول اقلیدس کے۔ اء عمود کا برابر نصف
قاعدہ ب ج کے ہونا اسکا ثبوت یہ ہے کہ مثلث ج اب قائم الزاویہ متساوی الساقین کے
قاعدہ ب ج پر کی زاویہ برابر ہیں اور ہر ایک زاویہ برابر نصف قائمہ کے ہے بحکم شش ۳۲ پھر چونکہ
اء عمود نے زاویہ قائمہ ب اج کو نصف کردیا لہذا مثلث اءب قائم الزاویہ کے قاعدہ اب
پر کے دونوں زاویہ ب ا اور اءب بھی برابر نصف قائمہ کے ہوتے اور جس مثلث کے قاعدہ پر
کے زاویہ برابر ہوں وہ مثلث متساوی الساقین بھی ہے لہذا ضلع اء برابر ہے ضلع ءب
کے جو برابر ہے نصف قاعدہ ب ج یعنے برابر ہے ہم کے اور یہی ثابت کرنا تھا اب ہم شش م ۳
سے یہ بھی ثابت کردینگے کہ جو مربع بیرون کرۂ قمر بنایا جائے اسکا ہر ایک ضلع برابر قطر قمر یعنی
۲ ہزار ایکسو ۰ ۸ میل کے ہوگا اور یہی قطر قاعدہ ہر ایک مثلث کا ہوگا جو نصف مربع مذکور ہے
اور یہی قطر قاعدہ مخروط شعاعی کا ہوگا جو ہماری آنکھ سے نکلتا ہے اور ذریعہ ہماری رویت
کا جرم قمر کو ہے لہذا نصف اسکا یعنے ایک ہزار ۹۰ میل کی دوری سے ہم کرۂ قمر کو پوری مقدار
پر دیکھ سکتے ہیں اور اسی حساب سے ہم دو لاکھ چالیس ہزار میل کی دوری سے قمر کو کسقدر چھوٹا
دیکھینگے جسکو حساب کر لیجئے اب دیکھو کہ زاویہ کی تقسیم عموماً اقلیدس سے فقط تنصیف اور
تخمیس میں ہو سکی ہے اور قائمہ کی تثلیث بھی ثابت ہوگئی کہ مثلث متساوی الاضلاع کا ہر
ایک زاویہ برابر دو ثلث قائمہ کے ثابت ہوا ہے اب سوائے اس مقدار کے جو ۲ اور پانچ اور
۳ پر تقسیم ہو سکے بلکہ ۲×۳×۵ = ۳۰ پر جو تقسیم ہو سکے اسی پر تقسیم زاویہ رویت کی ہوگی اور
کسی حصہ پر ہمکو اشیا کا دیکھنا اگرچہ ممکن ہے مگر ہم برہان ہندسے سے اسکا ثبوت نہیں دے
سکتے جیسے عام تثلیث زاویہ کی ہم برہان ہندسے سے نہیں کر سکتے مثلاً اگر کسی شئے کو اسکے
گیارھویں اور تیرھویں انیسویں سینتیسویں وغیرہ کی مقدار پر اگر ہم دیکھیں علم مناظر سے
اسکا ثبوت ہم سے نہو گا الجبر اخواہ اور قواعد حسابی تخمینی سے اگر ثابت کریں تو وہ برہانی ہمارا کشف
نہو گی لیجئے حضور آپکے وہمی علم مناظر کا تو حال یہ ہے جسپر آپ زمین اور آسمان کے قلابے

ملا رہے ہیں اور تاج گنج آگرہ کے اندرون حصار کا طغرا جلی کردیکھئے کہ دیوار کی جڑ سے اوپر تک جسقدر حروف کندہ کیے ہیں سب برابر نظر آتے ہیں بڑے بڑے سیاح مہندس اور کامل علم مناظر کے آج تک حساب کرتے کرتے حیران ہو رہے ہیں وہ کونسا کامل ریاضی دان معمار جو نقش نویس تھا جس نے زاویہ رویت کے ہر حصہ کی تقسیم کرکے اسی کے حساب سے چوب قلمی کی ہے جسکے ہاتھ چوم لینے چاہیے ۱۸۷۲ء کے قریب جب پربت سر علاقہ جودھپور مارواڑ کا مہاراجہ تخت سنگھ متوفی کیطرف سے میں حاکم (ناظم) مقرر ہوا تھا مکرانہ ایک قصبہ ہے جہاں سے یہ سپید پتھر سنگ مرمر آتا ہے وہاں بغرض فیصلہ ایک تنازع کی بطور دورہ کے گیا تھا وہی لوگ جنکے آبا و اجداد نے تاج گنج کا روضہ بنایا ہے۔ مجھ سے ملے اور انکے پاس نقشہ جات روضہ کے موجود ہیں اُنسے پوری کیفیت اس عمارت کی معلوم ہوتی تھی اور اب بھی وہ لوگ یہ کام کرسکتے ہیں تمہید کے بعد جواب دیتا ہوں آنکھوں کے بارہ میں چار پانچ مذہب فلاسفہ طبیعین اور ریاضیین کے ہیں اور سب غیر معتمد آج تک ہرگز ثابت نہوا کہ قدرت نے فطرت نے کس طریقہ سے آنکھ کو دیکھنے پر قادر کیا ہے۔ (۱) یہ مذہب خروج شعاع کا جسکا مخروط بنتا ہے یہ تو حال کے فلسفہ سے بالکل باطل سمجھا گیا۔ اور الحزن ایک حکیم اہل اسلام نے تسلی کتاب علم المناظر والمرات کا ترجمہ رسٹر صاحب نے انگریزی میں کیا ہے اس مذہب کو بالکل باطل کردیا ہے اور کیلر اور برکلی اور ڈی کارٹس کے باہم اختلافات کو پہلے طے کر لیجیے تب اس مسئلہ میں گفتگو کیجیے۔ پھر جو امر ابھی فلاسفہ کے نزدیک خود ہی غیر محقق ہے اُسپر تفریع کرنی کیونکر درست ہوگی (۲) قوت جاذبہ شمس کو جو قمر کیطرف ہے خواہ زمین کی قوت جاذبہ باطل ہوئی تھوڑی سی دیر کیواسطے اس میں کونسی خرابی اور کونسا محال پیدا ہوتا ہے (۳) حرکت قسری جنوباً اور شمالاً خواہ نیچے اوپر کے جو دونوں ٹکڑوں میں قمر کے پیدا ہوئی اُسکے منافات حرکت ذاتی سے کچھ ضروری نہیں بلکہ دونو جمع ہوسکتے ہیں البتہ دونو کا اوسط ایک مرکب حرکت سے بنیگا جیسے حرکت ذاتی اور عرضی آفتاب کے قدماء علم ہیئت کی رائے میں یا ناؤ کی رفتار کسی دریا میں جو پورب کو بہتا ہو اور ہم دکھن طرف کے گھاٹ سے اُتر کو لیجائیں اگر دونو رو

برابر ہونگے دونو حرکتیں ضایع ہوکر سکون پیدا ہوگا اور بحالت کمی بیشی ہر دو قوت محرکہ حرکت ضرور ہوگی اور اسکو ملاح روزانہ تجربہ کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابطال حرکت طبعی کا ہونا ضرور نہیں ہے کمی حرکت یعنی بطور پیدا ہوگا دیکھو ٹمیٹ صاحب کے اصول جرثقیل کو (۴) فاصلہ درمیانی دونو ٹکڑوں کے جسقدر ہوا تھا وہ مثل فضای آسمانی کے تاریک نظر آتا کچھ اس میں خرابی نہیں ہے اور دونو ٹکڑے مثل جرم ظاہری قمر کے روشن دکھاتے تھے یہ بھی کچھ دشوار نہیں ہے۔ ہاں قدیم فلاسفہ ریاضیین چونکہ جرم قمر کو فلک قمر میں جڑا ہوا کہتے تھے انکی رای میں جب تک فلک قمر میں شق نہو قمر کا پھٹنا محال تھا اور چونکہ فلک کا اتصال فلک الافلاک تک خیال کرتے تھے لہذا قمر کے شق ہونے سے کل افلاک کا پھٹ جانا انکی رای میں ضرور تھا لہذا اسکو محال سمجھتے تھے مگر حال کے علماے ہیئت قمر کو مثل زمین ایک جسم جداگانہ خیال کرتے ہیں اس فرض پر وہ دشواری بھی نرہی جو قدیم علمای ہیئت خیال کرتے تھے اسلیے کہ آسمان خود ہی موجود نہیں ہے فقط ایتھر بھرا ہوا ہے اب خالی جگہ درمیان دونو ٹکڑوں کے اسی مادہ سے بھرے ہوئے تھے جس سے تمام فضای آسمانی بھری ہے اور کوئی جدید مادہ پیدا کرنے کی حاجت نہیں سدیم خواہ ایتھر سے یہ جگہ بھری ہوئی تھی جیسے حرکت قمر سے جو جگہ خالی ہوتی ہے اس میں وہی مادہ بھر جاتا ہے جو تمام فضای عالم بالا میں بھرا ہوا ہے (۵) تمام اجرام فلکی اور زمین سے نسبت قرب اور بعد اور محاذات اور مسافت وغیرہ کا بدلنا اس سے کوئی انقلاب صغیر بھی آپ ثابت نہیں کر سکتے اور قرآن مجید کی آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ آفتاب کو بالذات یہ قوت نہیں ہے کہ چاند کو اپنی طرف کشش کرے خواہ آفتاب خود چاند کیطرف حرکت کرکے چاند سے ملجاوے بلکہ یہ بات اگر ہوگی تو حکم خدا سے اور شق بحکم خدا ہوا تھا پھر اس میں تبدیل اوضاع مشیت الہی سے اگر ہوے تو جو فساد اس تبدیل وضع سے موہوم ہے اسکو خدا نے خود روک دیا (۶) چاندنی کا پھیکا ہو جانا اگر تاریخ اہل اسلام نہیں بتلاتی ہے تو یہ بھی نہیں بتلاتی ہے کہ پوری چاندنی رہی تھی پس یہ امر ایسا ہے کہ جسکی نسبت ہماری تاریخ کو سکوت ہے اور ایسا ہی ہونا ضرور ہے اسلیے کہ اوسوقت جن لوگوں کی درخواست

سے یہ معجزہ واقع ہوا وہ محض عوام لوگ تھے ایسے نازک خیالی اور تمیز فلسفی اُنکو نہ تھی اور بالفرض اگر اُن میں کوئی بڑا فلسفی بھی ہوتا تو یہ واقعہ ہوش رُبا ایسا نہ تھا کہ اُسوقت کسی کو اسکا ہوش رہتا کہ چاندنی پھیکی ہے یا پوری ہے یہ باتیں پیٹ بھرے اور مطمئن لوگوں کی ہیں دیکھے سورج گرہن ایک معمولی بات ہے جس سے ڈرنا اور خوف کرنا بقول فلاسفہ براہِ عادت بھی بیجا ہے مگر ۱۸۴۲ء کا کسوف جو شہر وینا میں پورا نظر آیا جسکا تماشا دیکھنے علمی آنکھ سے مشہور عالم ہیئت سمجھی گیا تھا اُسکی تاریخ پڑھے جسکا اثر جانوروں پر قابل لحاظ تھا چھوٹے چھوٹے طیور تو اکثر مر گئے یا بیہوش ہو کر خاک پر گر پڑے بیل حلقہ حلقہ ہو کر سر کو آفتاب کیطرف اوٹھائے ہوتے تھے اور سینگ کو اسطرح آسمان کیطرف اوٹھائے ہوئے تھے جیسے حملہ کرنے پر آمادہ ہیں بھیڑ بکری گردن ڈال کر سوتی ہوئی صورت بنائے ہوتے تھیں گھوڑے خوف سے تھراتے پھرتے تھے بوم اور شپرک رات سمجھکر ہر طرف اوڑتے پھرتے تھے شہر پرنگیٹن میں صرف دس کوکب اور شہر میلان میں بکثرت ظہور کواکب ہوا تھا سردی ایسی بڑھ گئی تھی کہ تھرمامیٹر فوراً ۱۱ درجے گھٹ گیا تھا آفتاب سیاہ دائرہ ہو گیا تھا افق پر جسقدر ابر سیاہ تھے سُرخ رنگ ہو گئے تھے اور آسمان پر آتش زدگی کی سی کیفیت معلوم ہوتی تھی بہرحال شق قمر جو محض خرق عادت سے تھا اُسکا خوف کیا ایک معمولی کسوف سے بھی برابر نہوگا۔

(۳) چاند کے دریاؤں کے پانی کا زمین پر گرنا یہ بھی محض خیالی پلاؤ ہے۔ پہلے تو ہم چاند پر دریاؤ کا ہونا تسلیم نہیں کرتے اور بالفرض اگر تسلیم کریں تو اسکا ثبوت کہ جس جگہ شق قمر ہوا وہاں بھی دریا ضرور تھا کون دیسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں (۴) چاند پر جاندار حیوانات کو ایذا اور گزند پہونچنا فقط اس وجہ سے کہ تھوڑی دیر دو ٹکڑے قمر کے الگ ہوئے تھے یہ کیونکر مانا جائے اسلیے کہ پہلے تو جاندار اشیا کی موجودگی ثابت کیجیے اسکے بعد پھر دو ٹکڑے ایسے ہوئے جس سے انکو ایذا پہونچی تھی۔ اور رہا فقط حرکت جنوبی اور شمالی یا تحتانی اور فوقانی اس سے کسی قسم کی ایذا سمجھ میں نہیں آتی ہے تیسرا شبہہ جاہلانہ اور نیز عالمانہ جو ہر ایک معجزہ کی نسبت کفار اور منکرین نبوت ہمیشہ کیا کرتے ہیں جسکو قرآن مجید میں خدا نے اسی شق قمر کے قصہ میں یوں

بیان فرمایا ہے وان یروا آیۃ یعرضوا عنہا ویقولوا سحر مستمر اگر دیکھتے ہیں کسی آیت اور معجزہ کو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں وہی جادو ہے جو ہمیشہ ایسے لوگ مدعی نبوت کرتے چلے آتے ہیں سید احمد خان صاحب کو بھی جب کسی طرح سے چارہ انکار نہیں رہتا کہدیتے ہیں کہ عمل مسمریزم سے یہ ڈھٹھ بندی ہوئی تھی۔ اس شبہہ کے کرنیوالے تین گروہ کے لوگ ہیں۔ پہلا گروہ محض جاہل اور متعصب لوگوں کا کہ ہرگز کسی قسم کی دلیل اپنے انکار پر نہیں لاسکتے بلکہ انکا تعصب اتنا زیادہ ہوتا ہے اور برملا پکار پکار کہتے ہیں کہ اگر تمام دنیا کو معجزات سے یہ نبی بھر دے ہم تو جب بھی نظربندی سمجھینگے اور ہرگز ایمان نہ لاوینگے۔ دوسرا گروہ اسکا یہ قول ہوتا ہے کہ نظربندی نہیں بلکہ غائب بینی کی قوت جو آدمی میں ہے اُسکے ذریعہ سے اس معجزنما کو معلوم ہوا تھا کہ یہ سانحہ فلاں وقت ہوگا اسی وقت اس نے یہ عادت خرق کرنیکا دعوے کیا یعنی شق القمر واقعی مثلاً کسی سبب واقعی سے جسکو ابھی علم انسانی کسی قاعدہ سے نہیں جان سکتا ہے اُسوقت ہونیوالا تھا انحضرت نے اُنگلی سے اشارہ کرکے کہا کہ دیکھو ہم نے چاند کے دو ٹکڑے کردئے۔ تیسرا گروہ اس سے زیادہ علم نفس کا جانیوالا اُسکا یہ قول ہے کہ نہیں نفس انسانی ہیں یہ طاقت خدا نے دی ہے کہ خرق عادت کرسکتا ہے مگر اسکے کرنے سے نبوت کا ثبوت نہیں ہے جو شخص ریاضت کرے اور قوت نفسانی بڑھائے وہ کرسکتا ہے۔ پہلا گروہ جو محض تعصب اور جہالت سے انکار کرتا ہے اسکے لائق تو وہی بات ہے جو ہم نے ص میں اپنے نبی صلعم سے نقل کی ہے کہ ایسے لوگوں پر آسمان سے آگ برسے یا دوستان خدا کی تلواروں سے ان کی گردنیں اوڑادی جائیں۔ دوسرا گروہ جو کہتا ہے کہ علم انسانی میں وہ سبب نہیں آیا ہے اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں کہ طاقت انسانی سے اُسوقت باہر ہو۔ پھر ایسے لوگوں سے ہم یہ بھی کہ سکتے ہیں کہ جب تمہارے علم سے اس سبب کا ادراک باہر ہے اگر معجزنما دعوے کرے کہ میری تصدیق نبوت کی غرض سے خدا نے وہ سبب پیدا کردیا پھر تمکو کیا منصب ہے جو اسکا انکار کرتے ہو اپنے عاجز ہونے کا تو اقرار تم خود ہی کرتے ہو رہا تیسرا گروہ اُسکا جواب اگرچہ ہم نے باب نہم میں ص سے لغایت ص

اچھی طرح دیدیا ہے۔ مگر یہاں پر اتنا اور ہم کہتے ہیں کہ آدمی کو لازم ہے جس علم پر بنا کرکے کسی
واقعہ میں شبہہ کرے اُس علم کے دائرہ سے خارج نہو۔ علم نفس کے جاننے والے سبکا اتفاق
اسپر ہے کہ ہِمَمُ النفوس عِللٌ یعنی جسقدر قواعد اور ترکیبات خارق عادت ظاہر کرنے
کے ہیں سب میں نفسانی ارادہ اور نفس ناطقہ انسانی کا تصرف بڑھا ہوا ہے اور باوجود
اس دعوے کے کوئی عامل نفسانی کسی مذہب کا فرض کرو اسکا مدعی نہیں ہے کہ آسمانی
چیزوں پر نفس انسانی کا اثر بدون امداد الٰہی کے محض بذریعہ قواعد نفسانی ہوتا ہے جسکو
ہم معجزہ کہتے ہیں۔ علم حروف کے عالم اور علم تسخیر کواکب کے جو مدعی ہیں اگرچہ اس علم کو وہ
لوگ انسانی ایجاد سے نہیں کہتے بلکہ بذریعہ وحی کے انبیا کو معلوم ہوا اور انبیا نے خواص
اُمت کو تعلیم فرمایا پھر بھی وہ تسخیر زہرہ اور شمس اور مریخ وغیرہ ایسی تسخیر نہیں ہے کہ چاند کے
دو ٹکڑے کردیں یا آفتاب کو غروب کے بعد پھر سے طالع کردیں یہ بات سوائے خدا کے اور
کسی سے ہو نہیں سکتی ہے پس نفسانی اثر سے شق القمر کا بدون اعجاز کے واقع ہونا اسکو علمائے
نفس کبھی نمانینگے۔ عوام جہال کے سامنے ایسی ایسی لغو باتیں کرکے انکو بہکانا یہ کام اہل
علم اور راست بازوں کا نہیں ہے چوتھا شبہہ علم تاریخ سے یوں کیا جاتا ہے کہ اتنا بڑا
سانحہ دنیا میں ہوا اور تاریخ عالم یا تاریخ علمی کے مورخ اُسکو درج نکریں خصوصاً علم ہیئت کے
جاننے والے جنہوں نے اصول اس علم کے انہیں تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ سے یکجا
کرکے ایک علم بنایا ہے اور جنکو شبانہ روز اسی کی تلاش رہتی ہے کوئی امر جدید آسمانی موجودات
میں پیدا ہوا اور اُسکے ذریعہ سے کوئی نیا مسئلہ مسائل علم ہیئت کا معلوم کریں اگر کسی کو یہ شبہہ
ہو کہ علمائے ہیئت امور کلیہ پر اپنے احکام نافذ کرتے ہیں۔ واقعہ جزئیہ اور خاص خاص
واقعات کیطرف اُنکو التفات نہیں ہے تو یہ شبہہ غلط ہے اسلئے کہ جسقدر احکام کلیہ علوم
استقرائی میں ضبط ہوئے ہیں انہیں جزئیات کو تلاش کرتے کرتے پیدا ہوئے ہیں۔ لہذا
علمی تاریخ میں اس واقعہ کا درج نہونا ضرور خبر دیتا ہے کہ ایسا امر نہیں واقع ہوا جواب اسکا
یہ ہے کہ اس معترض کو تین قسم کی غلطیاں اس اعتراض میں واقع ہوئی ہیں پہلی غلطی یہ ہے

کہ امر نادر الوقوع کو کثیر الوقوع یا دائمی پر قیاس کرنا دوسری غلطی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت علوم کو زمانہ شیوع اور فروغ تحقیقات علمیہ پر قیاس کرنا اسلیئے کہ شق القمر جس زمانہ میں ہوا ہے اور جن لوگوں کے سامنے ہوا ہے اوس زمانہ کی تاریخ عرب کو پڑھیئے اور کسی کو متوجہ تحقیقات علمیہ بتا دیجئے خونریزی اور اونٹ چرانا اور جنگ وجدل خواہ شعر شاعری کے سوا اور بھی کچھ وہاں چرچہ تھا مکہ معظمہ سے جن جن شہروں کے افق مساوی ہیں تمام ربع مسکون میں کسی ایک جگہ بھی آپ مجمع فلاسفہ ریاضی دان اور درپے تحقیق مسائل ہیئت ازروے تاریخ کے بتلا سکتے ہیں۔ ہاں اسکے دوسو برس کے بعد جب اہل اسلام نے ترقی علوم کی تھی خواہ آج کل کا زمانہ اہل یورپ اور امریکہ میں علمی ترقی کا اگر ایسا ہوتا ضرور یہ سانحہ درج تاریخ علمی ہوتا۔ اسکے علاوہ چونکہ وہ زمانہ فلسفہ قدیم کے خیالات کا تھا اور خرق والتیام کا محال ہونا تمام فلاسفہ کو یقینی تھا جیسے نظام بطلیموسی کا مسئلہ۔ اگر کوئی مقام ایسے فلاسفہ ارباب تحقیق کی موجودگی کا ثابت بھی ہو انکا خیال اسطرف کیوں جانے لگا کہ چاند بھی شق ہو سکتا ہے تیسری غلطی حادثہ فوری اور سریع الزوال کو حوادث دیرپا پر قیاس کرنا اسلیئے کہ شق القمر ایک حادثہ فوری تھا گھنٹہ دو گھنٹہ بھی دو پہر تک باقی نہیں رہا کہ وہی لوگ جو حاضر خدمت اقدس تھے انکو دکھایا گیا۔ خواہ اتفاقاً کچھ لوگ دور دست کے انہوں نے بلا قصد کسی دور مقام پر اوسی وقت ان کی نظر آسمان کی طرف اٹھ گئی اور دیکھ لیا اور یہ مشیت الٰہی انکے حق میں اس غرض سے جاری ہوئی تھی کہ نظر بندی کا شبہ جو کہ اسوقت حاضرین کرینگے چونکہ دور دست اثر نظر بندی کا نہیں ہوتا لہذا انکے دکھانے پر قدرت الٰہی نے انکو گویا مجبور کر دیا آپ کہ چاند گرہن جسکا سچا وقت علم ہیئت سے برسوں کا بتلایا جاتا ہے جب تھوڑا گرہن لگتا ہے باوجود تعین وقت کے اکثر لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ اور اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ جس زمانہ میں شق القمر کا معجزہ ہوا وہ زمانہ فلاسفہ اور محققین علم ہیئت سے بھرا ہوا تھا اور باوجود اسکے اس حادثہ کو درج تاریخ علمی نہیں کیا اسکی وجہ قوی یہی ہے کہ ہمیشہ ہر امر عجیب اور واقعہ غریب کی نسبت اشخاص انسانی تین قسم کے ہوتے ہیں پہلے تو منکرین اور متعصب لوگ خصوصاً انبیاء کے معجزات کے یہ گروہ تو ہمیشہ اخفاء معجزات ہی کرتا رہا ہے

دوسرے خالی الذہن نہ منکر اور نہ مقر ایسے لوگوں کو دنیا بھی اگر الٹ پلٹ جاوے اپنی آزاد خیالی اور بے پروائی سے کب فرصت اسکی ہے جو درپے اقرار خواہ انکار ایسے امور کے ہوں بہر حال یہ دو گروہ تو ایسے ہیں جنکا درج تاریخ نہ کرنا اس معجزہ کا ہرگز بعید از قیاس نہیں ہے بلکہ درج کرنا ہی خلاف عقل ہے اب رہا تیسرا گروہ جو منصف مزاج لوگوں کا ہے عام اس سے کہ قبل از صدور معجزہ ہذا مشرف باسلام ہو چکے تھے یا بعد ملاحظہ معجزہ ہذا داخل اسلام ہوئے جیسے وہ راجہ جسکے مسلمان ہونے کی تاریخ فرشتہ شہادت دیتی ہے انہوں نے اس معجزہ کو ضرور درج تاریخ بھی کیا ہے اور اسکے واقع ہونے پر شہادت بھی دی ہے۔ اب اگر مراد معترض کی یہ ہے کہ کسی نے اسکو درج تاریخ نہیں کیا ہے یہ تو غلط محض ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ فرقہ اول اور دوم نے درج تاریخ نہیں کیا ہے اس سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا ہے۔

باب چودھواں شق القمر کے معجزہ پر دوسری طرح کا ثبوت ہم نے باب تیرھویں میں جو کچھ شق القمر کے معجزہ پر لکھا ہے وہ متعلق اس معجزہ شق القمر کے تھا جو شب کو ہوا تھا یعنی پورا چاند ہمارے نبی صلعم نے حسب درخواست ابو جہل اور ایک یہودی کے دکھلایا تھا اور یہی روایت زیادہ مشہور بلکہ متواتر ہے۔ مگر ہم نے شق القمر کے اس معجزہ پر کہ جو دنکو بموجب درخواست حبیب بن مالک حضرت نے دکھلایا ہے ابھی بحث نہیں کی ہے اور جو جو شبہات اس روایت پر عقلی وارد ہوتے ہیں انکے جوابات اب ہم اس باب میں لکھکر پھر ایک باب میں صحیح روایات اور نقلی بحث اسی معجزہ پر ہم باب آئندہ میں کرینگے انشاء اللہ جس سے پورا ثبوت ہوگا کہ شق القمر کا معجزہ دو مرتبہ ہوا ہے ایک مرتبہ دنکو اور ایک مرتبہ رات کو دن کے شق القمر کی روایت میں امور مندرجہ ذیل بطور معجزہ کے حضور نے دکھلائے (۱) دن دوپہر کو مثل شب تار کے سیاہ کر دینا (۲) چاند کا خانہ کعبہ کی چھت پر اوتر کر ٹھہرنا (۳) باوجودیکہ آفتاب کا سامنا چاند سے نہ تھا پھر چاند کا روشن رہنا (۴) چاند کا خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا (۵) پھر حضور کی آستین دست راست میں داخل ہو کر بائیں آستین سے نکلجانا (۶) پھر ہوا میں بلند ہو کر دو ٹکڑے ہو کر ایک پورب اور

باب چودھواں

[illegible]

ایک مجسم کو چلے جانا (۸) پھر مجسم حصور دو ٹکڑوں کا ملکر اپنی جگہ آسمانی پر پہونچ جانا اس روایت پر آٹھ شبہہ وارد ہوتے ہیں جنکو ہم جدا جدا لکھکر رد کرتے ہیں۔ پہلے تو ہم کو یہ بات لکھنی ضرور ہے کہ شق القمر کا واقع ہونا سیر محمدی واشنگٹن صاحب کی ص ۹۹ اور کتاب مسمی اریل ورلڈ عالم ہوا سے بھی ثابت ہوتا ہے اگرچہ کتاب عالم ہوا میں اسکو ایک مون یعنے ماہ کاذب لکھا ہے مگر اصل واقعہ سے انکار نہیں کیا ہے پھر جب تاریخ علمی اور تاریخ مذہبی دونوں سے اثبات واقعہ کا ہو چکا اب شبہات کا دفع کرنا باقی رہا پہلا شبہہ دن دوپہر کو شب تار کردینا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو قابل اعتراض ہو اسلئے کہ سیاہ آندھی اور سیاہ ابر وغیرہ ایسے ہمیشہ ہوا کرتے ہیں جس سے تاریکی دنکو ہو جاتی ہے دوسرا شبہہ چاند کا کعبہ کی چھت پر اوترکر ٹھہرنا چونکہ قطر چاند کا (۲۱۸۰) میل کا ہے لہذا اسکی مقدار اتنی بڑی ہے کہ مکہ معظمہ کی چھت کا تو کیا ذکر ہے اگر زمین پر اوتر آئے تہائی زمین سے زیادہ چھپ جائے اور (۱۰۹۰) میل آبادی ہر طرف مکہ معظمہ کے دب کر مسمار ہو جائے اسلئے کہ مادہ قمر بھی وہی مادہ زمین کا ہے پھر قمر کا بوجھ زمین کے ثلث وزن سے کم ہوگا جسکو خانہ کعبہ کی چھت کسی قاعدہ جر ثقیل سے سنبھال نہیں سکتی ہے بلکہ زمین بھی قمر کے بوجھ سے اپنی جگہ سے ہٹ جاتی جسکے ہٹنے سے ہرگز عالم ہٹ کر تمام اجرام علوی اور سفلی سب درہم برہم ہو جاتے بموجب راے فلاسفہ قدیم کے اور فلاسفہ جدید سے بھی تزلزل عظیم تمام کرہ زمین پر ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر چاند بھی زمین پر نہیں اوترا جواب اس شبہہ کی بنا دو اصول فلسفی پر ہے اولاً چاند کا مادہ بھاری مثل مادہ زمین کے ہونا دوسرے چاند کا جسم مجوف یعنی اندر سے خالی نہونا بلکہ ٹھوس ہونا اور یہ دونوں باتیں کوئی فلسفی کسی دلیل سے آجتک ثابت نکرسکا اور نہ کرسکیگا۔ عام خیال میں چونکہ یہ بات جمی ہوئی ہے کہ چاند بھاری جسم ہے اسکا بوجھ خانہ کعبہ کی چھت کیونکر سنبھال سکتی ہے اب ہم پہلے تو یہی کہتے ہیں کہ چاند میں وزن مثل زمین کے نہیں ہے اور اگر ہے تو اسکا جسم اندر سے خالی فرض کرینگے پھر علم تقسیم کے ذریعہ سے طاقت بشری جسقدر کامیابی باریک اجسام کے بنانے میں حاصل کر چکی ہے اور جیسے صناعی آدمی کرچکا اسکو دکھا کر ہم صانع حقیقی تعالی شانہ کی صنع بیچون پر

آپکو تعبنہ کرینگے۔ ہرشل صاحب کی دوربین میں چالیس میل کا لانبا تار ساڑھے تین ماشہ
چاندی کا لگایا گیا تھا (دیکھو تاریخ نجومی اور آگر کچھ لکچر طبیعیات) اب ہم فرض کرتے ہیں
کہ چاند کا مادہ بھی چاندی کا ہے تو بھی کاریگر جس نے ۴۰ میل کا لانبا تار ۳ ماشہ کا بنایا
ہے اگر قطر قمر لیجئے (۲۱۶۰) میل کا لانبا بناتا تو ... تولہ پورے ... گیارہ ماشہ چاندی کا تار (۲۱۶۰)
میل کا لانبا بناتا اور ۵۴ تولہ ساڑھے گیارہ ماشہ چاندی کا تار لیجئے قریب اڑھائی پاؤ چاندی
کا تار برابر محیط قمر کے ... چونکہ مساحت
قطر کرہ مضروب محیط کرہ ہوتی ہے ... مضروب ... محیط ... سیر اور اڑھائی
پاؤ کے ہوتا ہے جیسا کہ محاسب پر مخفی نہ ہوگا اور جسکا جی چاہے جانچ لے لیجئے حضور چاند کے
برابر مجوف کرہ آدمی بنا سکتا ہے اتنا ہلکا جسکا بوجھ پورے سات سیر بھی نہ ہوگا اگر خدا برحق نے
اسی کاریگر کے برابر چاند کو مجوف بنایا ہو تو اسیقدر بوجھ اور وزن چاند کا ہوگا اب کعبہ کی چھت کا
پورے سات سیر کے بوجھ سے ٹوٹنا یا زمین کا اپنی جگہ سے دب کر ہٹ جانا کیونکر لازم آئیگا بلکہ چاند
اوپر بھی آیا اور نہ کعبہ کی چھت ٹوٹی اور نہ زمین سرکی نہ قیامت آئی ... ہو گیا۔ یہ تو پورے
سات سیر ہے۔ اگر پورے سات من بلکہ ... من کا وزن ... کرہ مجوف ہوتا جب بھی کعبہ کی چھت نہ ٹوٹتی
زمین کا سرک جانا کیسا لیجئے حضور اب فرمائیے ہنسنے کی بات نہیں ہے جیسا سوال ویسا ہی جواب
ہے پھر ذرا جر ثقیل کے اصول پر بھی ہم نظر کریں اور جسکی پوری دھمکی آپ ہمکو دے رہے ہیں اسکو
بھی ہم دکھلائیں وزن کی کمی بیشی نقطہ تماس اور کرہ کے چھوٹے بڑے ہونے سے ہوتی ہے یعنی
دو جسم کے ملنے کی جگہ جسقدر کم ہوتی ہے اسیقدر جذب ایک جسم کا دوسرے جسم کو کم ہوتا ہے۔ پھر
حکیم ثاوذوثیوس نے کتاب الاکر میں ثابت کردیا ہے کہ دو کرہ آپسمیں ایک نقطہ پر ملاقات
کرتے ہیں وہی نقطہ تماس کہلاتا ہے اسی قاعدہ برہانی اور ہیئت پر بنا کرکے ہم نے تجربہ
کیا تو پکی سڑک پر جو گاڑی خواہ شم چلانے اور ۸ من اسکا وزن تھا ایک من کی طاقت
سے گھوڑا یا بیل یا دخانی انجن نے اسکو کھینچ لیا اور ریلوی سڑک آہنی پر چونکہ پہیہ اور سڑک
آہنی کے سختی برابر ہے۔ (۳۰) من کا بوجھ ایک من کا رو کا جاتا ہے ... گول اجسام

کے فواید اصول جر ثقیل سے ثابت ہیں اور ڈھونڈا خواہ تسکین کا فائدہ یہ ہے ارشمیدس نے
دعوی کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے تمہاری زمین کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھدیتا اور اس دعوی
کو براہین و دلایل سے اُسنے بھی ثابت کردیا ہے۔ دیکھو تاریخ علمی کے کتب کو پھر چونکہ جرم قمر
بھی کروی شکل کا ہے اُسکی ملاقات اور مماست یعنی ملنا خانہ کعبہ کی چھت سے اتنا زیادہ نہ
تھا جیسا کوئی جسم مکعب کسی سطح مستوی سے ملتا ہے لہذا اگر سو من کا بوجھ بھی کرہ مجوفہ قمر
کا فرض کریں تو بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ وزن ہوتا ہے ۷۸ : ۱ :: ۱۰۰ = ۱۰۰/۷۸ یعنی ایک من گیارہ
سیر اور ۶ چھٹانک اور اگر وہی چھ سیر اڈھائی پاؤ جو ہم نے ثابت کیا ہے فرض رہے پھر تو ۱۴۱
تولہ آٹھ ماشہ کسر سے زاید کا بوجھ خانہ کعبہ کی چھت پر پڑا تھا اب آپکا جاہلانہ شور اور غل جر ثقیل
کے اصول پر وہ بھی سب باطل ہو گیا نہ کعبہ کی چھت ٹوٹی نہ زمین اپنی جگہ سے ہٹی نہ قیامت
آئی اور چاند اوترا یا اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدَ الشَّاکِرِیْنَ اب رہی یہ بات کہ مکہ معظمہ سے ہر
طرف ایک ہزار (۱۰۰۰) میل آبادی مسمار ہو جاتی یہ دشواری اسوقت ہوتی کہ چاند اپنی پوری جسامت
سے اوترتا ایسا نہیں ہوا بلکہ ہمارے خدا نے چاند کے کرہ مجوفہ کو سمیٹ کر چھوٹا کر دیا تھا اور کسقدر
چھوٹا کر دیا تھا جسکو ہم چھٹے شبہہ کے جواب میں لکھینگے انشاء اللہ اب فرض کرو کہ چاند کا جسم
اندر سے خالی نہیں ہے بلکہ ٹھوس اور بھرا ہوا ہے جیسے زمین اور اسی خیال خام سے بڑا غل
اور شور مچایا جاتا ہے اور قیامت برپا کرنیکا عقیدہ کیا جاتا ہے یہ خیال بھی محض عامیانہ اور
جاہلانہ ہے اسلیے کہ طبیعیات جدیدہ اور قدیمہ دونوں کے اصول سے ہر جسم کے خواص میں سے
انضغاط یعنی سمٹنا بھی ہے سیال اجسام میں کم اور غیر سیال متخلخل اور پلپلے اجسام میں زیادہ اور
سخت اجسام میں کمتر مگر آجتک کوئی حد اسکی مقرر نہیں ہے کہ انتہائے انضغاط ہر جسم کی کسقدر
ہے بلکہ جیسا زوردار پریس (دبانے کی کل) ہو اسقدر وہ جسم زیادہ سمٹ کر چھوٹا ہو سکتا ہے چنانچہ
روئی کا گٹھہ ساڑھے تین من کا اسکو ہم ایک فٹ مکعب بنا سکتے ہیں بلکہ اُس سے بھی چھوٹا
ایک انچ مکعب کا چاند کا جسم اگر ٹھوس بھی فرض کیا جائے تو ہمکو اسکا ثبوت ملنا چاہیے۔
کہ آیا نرم اور پلپلا مثل روئی کے ہے یا مثل ہوا کے یا مثل نور کے جس میں ہم چند خواص جسمانی

[چا]ندکا جسم ٹھوس
[ہو]نیکے جواب
شبہہ ۱۳

پاتے ہیں گو فلاسفہ کو ابھی کوئی ترازو نور کے وزن کرنیکی نہیں ملی مگر جسطرح پچھلے فلاسفہ ہوا میں وزن کو نہیں مانتے تھے اور اب ہوا کا وزن تجربی معلوم ہو گیا اور بعضی اثر کا بھی ہر ایک اسکوئر انچہ (مربع انچھ) پر ہوا پونڈ ہوا کا وزن جانتا ہے پس کیا تعجب ہے کہ آئندہ ہمکو نور اور سیال کہربائی اور برقی اور مقناطیسی کا بھی وزن معلوم ہو جانے یہ تجھے معلوم رہے کہ مادہ کے خواص عامہ سے اور نہ جسم کے خواص عامہ سے وزن کو شمار کیا ہے فلسفہ جدیدہ میں اور قدیم فلاسفہ افلاک اور موجودات آسمانی کو اجرام کہتے تھے پھر جب بعض مواد مثل نور اور سیال کہربائی وغیرہ کے ایسے ہیں کہ بعض فلاسفہ انکو ناقابل الوزن مانتے ہیں اور محققین کہتے ہیں کہ ابھی ہمکو انکے وزن کرنیکا کوئی ذریعہ نہیں ہم پہونچا ہے پھر جرم قمر کا وزنی اور بھاری ہونا سوائے توہم فاسد کے اور کیا ہے۔ لہذا یہ شبہہ محض جہالت کی راہ سے ہے۔ پانچواں شبہہ باوجودیکہ آفتاب کا سامنا نہ تھا اور پھر چاند ویسا ہی روشن رہا حالانکہ چاند کی روشنی آفتاب کے نور سے بقدر محاذات کے ہوتی ہے۔ جواب اگر میں اسوقت انکار کروں کہ نہیں چاند کی روشنی آفتاب سے ماخوذ نہیں ہے۔ اسلیے کہ کوئی دلیل عقلی اسپر قایم نہیں ہے کہ چاند کی روشنی آفتاب سے ماخوذ ہے بلکہ جسطرح اور مسائل علم ہیئت وہم محض اور تخیلہ ہیں یہ مسئلہ بھی ویسا ہی ہے ہاں خالق عالم نے چاند کی روشنی اسی حساب سے رکھی ہے کہ جسقدر چاند کو آفتاب سے محاذات رہتی ہے۔ اسیقدر چاند روشن ہوتا ہے مگر یہ روشنی خدا داد ہے۔ مثل اور ستاروں کی روشنی کے تو ضرور کل ناظرین کتاب ہذا مجھپر ہنس پڑینگے اور مجھے منکر بدیہی اور سوفسطائی سمجھینگے مگر میں امید کرتا ہوں کہ جسطرح جدید تحقیقات سے اب ثابت ہو گیا کہ آفتاب کے گرد نور کا شق پھیلا ہوا ہے۔ اور خود آفتاب بھی جسم نورانی نہیں ہے اسیطرح شاید میرے اس خیال کے بھی آئندہ زمانہ میں کچھ اصلیت ظاہر ہو گی آج میں اسیقدر کہتا ہوں کہ نور اور حرارت دو دو چیزیں ہوں یا ایک ہی چیز ہے اس مسئلہ میں ابھی کوئی امر محقق نہیں ہوا۔ ہاں آفتاب کا نور ضرور گرمی اور حرارت رکھتا ہے تا اینکہ آتشی شیشہ سے آگ لگائی جاتی ہے اور وہی نور جب ماہتاب کو روشن کرتا ہے اسکی حرارت جاتی رہتی ہے اور چاند کی سردی پیدا ہوتی ہے۔

حتیٰ کہ وہ گھرا شیشہ جو دھوپ کے سامنے کرنے سے دھات پگھلانے میں کارآمد ہے اور
وہی مادہ یہ چاند کو شیشہ کا جسکی ڈال میں اور آفتاب سمٹ کر تیز آنچ پیدا ہوتی ہے چاند کے
سامنے رکھا گیا اور ایک درجہ حرارت کا مثل درجات تھرمامیٹر کے پیدا ہوا اس تجربہ یقینی
کا جو نتیجہ نکلا ہوا سمجھ لیجئے کہ آفتاب کا اور چاند کا روشنی دینے والا نہیں ہے اسلئے کہ آفتاب
کا نور جس چیز پر پڑتا ہے اور اسکا عکس پھر دوسری چیز پر پڑتا ہے۔ اُس میں بھی حرارت
ضرور ہوتی ہے اور یہی اسکا نتیجہ ہے۔ اب فلاسفہ کی عقل چکر میں آئی اور نتیجہ بگڑ گیا کہ سارے
حسابات کسوف اور خسوف اور محاق اور ہلال اور بدر یعنی قمر کی جو مبنی اسی مسئلہ پر تھے کہ
نور قمر مستفاد از نور آفتاب ہے برہم ہونے لگے اور باوجودیکہ انکو اپنے علوم یقینی ہونیکا دعوے
اور غرور ہے مگر ایسے ہی مقامات پر پوری عاجزی انکو بھی کرنی پڑتی ہے چنانچہ کہتے ہیں
ولعل نور القمر الذی مصدرہ الاصلی الشمس قد انفصل عن الحرارۃ بداعی وقوع الشمس
علی مادۃ اثرمیۃ محیطا بالقمر وعدم نفوذ حرارتہا فیہ ترجمہ شاید چاند کا نور جسکا
مصدر اصلی آفتاب ہے اُس سے گرمی جدا ہونیکا سبب یہ ہو (واللہ اعلم) کہ چاند کے گرد ایک
مادہ اثرمیہ پھیلا ہوا ہے اُس مادہ میں ہو کر آفتاب کا نور چاند میں پہونچتا ہے اور مادہ اثرمیہ کا
خاصہ ہے کہ حرارت کا نفوذ نہیں ہونے دیتا ہے۔ لہذا چاندنی میں حرارت نہیں رہتی ہے میں
کہتا ہوں جتنے اجسام شفاف ایسے ہیں کہ جن میں ہر قسم کی حرارت نفوذ کرکے وار پار ہوجاتی
ہے۔ انکو دیاثرمیہ کہتے ہیں اور جو اجسام شفاف ایسے ہیں کہ ان میں نفوذ حرارت نہیں ہوتا ہے
انکو اثرمیہ کہتے ہیں۔ پانی اور زجاج یعنی کانچ چونکہ مانع نفوذ حرارت ہیں۔ لہذا انکو اثرمیہ کہتے
ہیں۔ اب مطلب اس تاویل کا یہ ہوا کہ شاید چاند کے گرد کوئی دریا بھرا ہوا ہے۔ یا کانچ کا پہاڑ ڈھلا
ہوا چاند کو چھپا لئے ہوئے آفتاب کی گرمی سے بچاتا ہے۔ واہ واہ اسے بریں عقل و دانش
ببایدگریست۔ یا تو یہ وہم تھا کہ چاند پر بھی پہاڑ اور جنگل سب ہم نے دیکھ لئے اور دریا ابھی
تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ چاند کے گرد کونسا مادہ ہے جو دھوپ کی گرمی کو روکے ہوئے ہے ہمارے
نبی صلعم نے جب چاند سے ہلال نہ جانے کا سبب اصلی نہ بیان فرمایا بلکہ جو ہمارے اغراض دینی

اور دنیوی کی مفید بات چاند سے ہلال بننے میں تھی یعنے اوقات ماہوار اور روزانہ معلوم کرنے
کیواسطے چاند سے ہلال خدا بناتا ہے اسی کو بیان فرمایا اس پر تو ان نیچریوں کی قہقہہ زنی کسقدر
ہوئی تھی اور اب دیکھیے کہ آفتاب سے چاند کا نورانی ہونا اسی کا ابھی پورا ثبوت نہیں ہوا
پھر ہلال اور بدر ہو جانیکی اصلیت کو کون جان سکتا ہے۔ تمہید کے بعد اب جواب اصل شبہ
کا یہ ہوا کہ پہلے تو یہی ثابت کرنا تمکو لازم ہے کہ نور قمر آفتاب سے پیدا ہوتا ہے اسلئے کہ آفتاب
کا نور گرم ہے۔ اور چاند کا نور ٹھنڈا ہے اور اسکے بعد اسکا ثبوت آپکو دینا لازم ہے کہ خدا کو یہ قدرت
نہیں ہے۔ کہ چاند کو علاوہ نور آفتاب کے اپنے قدرتی نور سے تھوڑی دیر کیواسطے روشن کر دے
جس نور سے تمام ستارے جگمگا رہے ہیں اور بدون اثبات ان دونوں امور کے آپکا شبہ محض
لغو ہے۔ دوسرا جواب اگر یہ بھی ہم مان لیں اور بدون دلیل عقلی کے تسلیم کر لیں کہ نور قمر آفتاب
کے نور سے حاصل ہوتا ہے اور برخلاف اور کواکب سیارہ اور ثوابت کے چاند ہی کو جسم کثیف
اور مظلم خیال کریں اور جو آیات کتب آسمانی میں چاند کے جسم بزرگ نورانی کے وارد ہیں ان
سبکو نعوذ باللہ غلط ہی تصور کریں تو یہ بات اسوقت تک ضرور مسلم ہو سکتی ہے کہ جبتک چاند کا
جسم اتنا بڑا رہے جسکا قطر (۲۱۸۰) میل کا ہے اور جب وہی چاند اتنا چھوٹا کر دیا جائے کہ
خانہ کعبہ کی چھت پر اوتر آئے بلکہ آستین میں حضرت کی سما جائے اسوقت چاند کے جہاں
اور سب خواص بدلے تھے اسکا سبب ضیا آفتاب سے ہونا کیوں باقی رہیگا یاد رہے
ضروری معزز ناظرین کو پھر یاد دلاتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرست اور دہریہ نیچریوں میں یہی بڑا
فرق ہے کہ جو چیز کسی چیز کے بعد حادث ہوتی ہے مثلاً حرارت سے جسم کا بڑھنا اور برودت
سے گھٹنا خواہ آفتاب کے سامنے جسقدر جرم قمر ہوا اسکا روشن ہونا اسکو دہریہ اور نیچریہ سب
اصلی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حرارت نہو تو جسم ہرگز نہ بڑھیگا خواہ آفتاب کا سامنا نہو
چاند کبھی روشن نہ ہوگا اور ہم لوگ خدا پرست یوں کہتے ہیں کہ سبب اصلی حرارت جسم کے بڑھنے
کی نہیں ہے بلکہ سبب عادی ہے چنانچہ پانی کا جوش برودت سے ہم نے صر ۲۲۵ کتاب ہذا
میں ثابت کر دیا پس جسقدر شبہات ان لوگوں کو ہوتے ہیں اسکا سبب یہی غلط فہمی ہے

کو سبب عادی کو سبب اصلی قرار دیتے ہیں جسکے خلاف ہونا محال ہے چوتھا شبہہ چاند
کا خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا چاند کوئی جاندار چیز نہیں ہے جو بخود حرکت کرے
اور جو حرکت چاند میں ہے وہ جذب شمسی یا ارضی کی وجہ سے ہے جواب اسکا ص ۲۱ سے
ص ۲۲ کتاب ہذا میں دیکھو کہ بیجان کیا ہیں خود بخود حرکت خدا نے پیدا کی ہے پانچواں
شبہہ حضور کی رسالت پر گواہی دینی یہ تو پتھر اور شجر اور سنگریزہ اور حجر اسود وغیرہ کا گواہی
دینا یہ سب ہمارے متواترات سے ہے اور ہمکو یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کیواسطے
خدا نے درخت کو گویا کر دیا ہے اور متکلم یعنی کلام کا پیدا کرنیوالا اُسکی خاص قدرت تھی ہر
جس چیز کو چاہے اُس سے آواز پیدا کر سکتا ہے اور باجا اور قانون اور بین طنبورہ یہ سب
آلات جمادات میں تولید صوت بیجان جمادات ہی سے ہوتا ہے یا اہتزاز جسم مصوت یعنی
بنا تار کا طنبورہ اور ستار میں تار اور ڈھولک کی کھال ہیں سبب عادی آواز پیدا
ہونے کا پھر جسطرح روشنی میں آنکھ کھول کر دیکھنا سبب عادی نظر آنیکا ہے اور
ہم نے ص ۹ کتاب ہذا میں دکھایا ہے کہ امریکہ کی نوجوان عورت اندھیری رات میں آنکھ بند
کرکے باریک حروف پڑھ سکتی ہے بدن میں کلام کرنے کی اور آواز پیدا ہونے کی جو شرطیں علم
طبعی میں بیان ہوتی ہیں وہ سب اسباب عادی ہیں خدا بغیر انکے گویا کر سکتا ہے چھٹا
شبہہ آستین میں سما جانا انکے چھوٹے ہونے پر موقوف ہے اور سکڑنا اور پھیلنا اجسام کا
اسکی کوئی حد نہیں ہے چنانچہ شبہہ دوم کے جواب میں اسکا بیان ہو چکا اُسی جواب کو دیکھکر
یہ شبہہ ساقط ہو سکتا ہے ایک تحریر ایک دہریہ کا سوال علی بن ابیطالب سے حضور وعظ
میں خدا کی قدرت اور صنعت بیچون کا ذکر فرما رہے تھے ایک دہریہ نے پوچھا یا علی تمہارا
خدا اس پر بھی قادر ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکے میں کر دے جواب چونکہ یہ دہریہ
فلسفی تھا اور محال عادی کا فرق سمجھتا تھا لہذا حضور نے جواب دیا یہ کیا بکتا ہے سوئی
کے ناکے میں بھی اتنی گنجائش ہے کہ اونٹ اس میں سما جائے مطلب حضور کا یہ ہے کہ مکان
کا مساوی متمکن کے ہونا عقلاً ضروری ہے اور یہ بھی یہ امر ہے کہ بڑا جسم چھوٹی جگہ میں

ہرگز نہیں سما سکتا ہے پس قدرت خدا احتمال عقلی سے متعلق نہیں ہوتی ہاں یہ قدرت خدا
کو ضرور ہے کہ سوئی کے ناکہ کو اتنا بڑا کر دے کہ اونٹ اُس میں سما جائے جیسا ساڑھے
تین ماشہ کا تار چاندی کا آدمی نے چالیس میل کا لمبا بنا لیا خواہ اونٹ کو خدا چھوٹا کر دے بذریعہ
انضغاط کہ سوئی کے ناکہ میں آ جائے پس چاند کا جسم چھوٹا کر دینا بھی محال عقلی نہیں ہے
اور چھوٹا ہو کر آستین میں در آنا یہ بھی ہو سکتا ہے اسی سوال کو ایک دشمن کم علم نے جناب صادق
سے پوچھا کہ کیا حضرت خدا کو قدرت ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے چونکہ یہ سائل خدا
کا منکر نہ تھا اور صاف دل سے پوچھ رہا تھا اور دقائق فلسفہ کو نہ جانتا تھا لہذا امام برحق اور حجۃ
خدا نے جواب اُسی کے فہم اور لیاقت کے مطابق ارشاد فرمایا کہ جواب ہاں خدا کو قدرت ہے
کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے سائل نے پوچھا کیونکر۔ آپ نے فرمایا دیکھ تو آنکھ اٹھا
کر کیا نظر آتا ہے سائل نے کہا آسمان اور زمین اور درخت جو کچھ سامنے ہے سب دیکھ
رہا ہوں۔ امام نے فرمایا جس خدا نے اتنے بڑے آسمان کو تیرے آنکھ کی پتلی میں جو سوئی
کے ناکہ سے چھوٹی ہے کر دیا کیا اسکو اتنی قدرت نہیں ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں
کر دے اب یہ جواب جسقدر دقائق فلسفہ پر شامل ہے اسکو تو ہم اس مقام پر بیان نہ کرینگے
میرا مطلب فقط یہی ہے کہ جسم کا چھوٹا کر دینا اور بڑا کر دینا یہ سب خدا کی قدرت پوری ہے۔ اور
کوئی حد اسکی نہیں ہے ساتواں اور آٹھواں شبہہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور پھر بحکم
حضور ملکر اپنی جگہ پر چلے جانا یہ کوئی شبہہ نہیں ہے اور اسکا جواب معجزہ شق قمر کے باب میں گذر
چکا ہے الحمد للہ باقی رہا نقلی ثبوت اس معجزہ کا اور تصحیح روایات اور تحقیق اس قصہ کی
یہ بحث عقلیات سے جدا ہے اور نقلیات سے اسکو تعلق ہے دہریہ اور نیچرل خیالات کے
لوگ اُنکو اس بحث سے کیا واسطہ لہذا ہم اس بحث کو اس کتاب میں درج کرنا موضوع
بحث سے خارج سمجھتے ہیں پس ایک رسالہ جداگانہ اُس میں لکھینگے۔ انشاء اللہ المستعان

باب پندرہواں ماں اور باپ کا احسان اولاد پر کچھ نہیں ہے بلکہ اولاد کا احسان
اُن پر ہے اور شریعت محمدی صلعم نے الٹا حکم پابندی اطاعت والدین

اعتراض پندرھواں

کا خلاف عقل ٹھہرایا ہے اور جواب اس شبہہ کا کہ ہماری آزادی کو روکا ہے۔
قانون، قانون فطرت نیچر نے ہمکو یہ بھی بتلایا ہے کہ مرد عورت سے اگر ہم بستر ہو وے تو نفس
کی صحت بدنی میں خلل پڑتا ہے اور بہت سے امراض جسمانی اور خراب اخلاق پیدا ہو سکتی ہیں
پھر چونکہ ہم بستری ذریعہ ہماری صحت کا ہے جسطرح سے غذا اس پائم مجلس میں رفع حاجت ہماری
صحت کا ذریعہ ہے مگر فطرت نے جماع میں ایک لذت بھی رکھدی ہے تاکہ جو لوگ حکمت
حفظ صحت کو نہیں سمجھ سکتے وہ بھی اس لذت کی آرزو میں ہم بستری کو اختیار کریں جیسے
ڈاکٹر شو ولے خوش ذائقہ مریض کو دینے سے اُسکو علاج کرانے پر آمادہ کرتا ہے اور رغبت دلاتا
ہے جب ہم نے اپنے حفظ صحت اور حصول لذت کے خیال سے ہم بستری کی اور جسقدر شرطیں
نطفہ ٹھہرنے کے ہیں اور ہزاروں میں سے دس بھی معلوم نہیں مگر اتفاقاً سب جمع ہو گئیں
اور محض براہ صدفہ یعنی بلا ارادہ اور بلا قصد و اختیار ہماری لاعلمی میں نطفہ ٹھہر گیا ہمارا فعل
اختیاری نہ اسکے ٹھہرانے میں تھا اور نہ اسکا پیدا ہونا ہمارے بس کی بات تھی اور نہ ہمکو یہ معلوم
ہوتا ہے کہ پسر اور دختری نطفہ ہے یا پسری۔ ایسے فعل نامعلوم اور محض بے اختیاری میں
بھلا بچہ پر ہمارا کونسا احسان ہے جسکی وجہ سے ہماری اطاعت شریعت محمدی اولاد پر واجب
کرتی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ وہ بچہ ہمارا محسن ہے کہ ہمارے یعنی باپ کی صحت اور بقائے
حیات اور حصول لذت کا سبب اخراج منی ہے جو مادہ بچہ کی خلقت کا ہے۔ اب رہی ماں
اُسکے حالات پر اگر براہ قواعد علم طب غور کریں ادنیٰ سا فائدہ یہ ہے کہ زمانہ حمل میں فضول طمثی
(بدبو خون حیض) کا استحالہ دودھ کیطرف ہونے سے کسقدر فوائد حفظ صحت ماں کو حاصل
ہوتی ہیں پھر اُسکے بعد بچہ ہوتے وقت خون نفاس کے خارج ہونے سے کیسی صفائی ماں کے
احشا یعنے اندرونی اعضا کے علاوہ خروج متعفن اور بدبو رطوبات کی ہوتی ہے یہ رطوبات
کوئی ڈاکٹر اور طبیب کسی دوائی خوردنی یا حمول اور پچکاری سے خارج نہیں کر سکتا ہے اور
ایسی پاک اور صاف عورت بعد وضع حمل کے ہو جاتی ہے جیسے آج شکم مادر سے پیدا ہوئی
ہے یہ احسانات بچہ کی ماں پر بھی اگرچہ غیر اختیاری ہیں مگر انہیں غیر اختیاری احسانات

والد کے مقابلہ میں ہیں جب اِن دونوں پر نظر کریں ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ پرورش بچہ کی
ایام رضاع یعنے زمانہ شیر خواری میں معاوضہ اسی احسان کا ہے علاوہ برآں دودھ
پلانا بھی سینکڑوں ضرر کو ماں سے دفع کرتا ہے اور اگر ہمیشہ دودھ پلانے کا کہے ماں اور
باپ کا رزق دودھ سے پیدا ہوتا ہے یہ بھی احسان دونوں طرف برابر رہا۔ پھر جب دودھ
چھٹ گیا۔ اب پرورش اولاد کی اگر ماں باپ نہ کریں اور کوئی غیر شخص پلے جو غرض اُس
غیر کی ہوتی ہے وہی ماں باپ کی بھی ہوگی یعنے بچہ سے بعد بلوغ کے کار خدمت لیکر
آرام اور راحت اوٹھانا اور یہ پرورش مخصوص ماں باپ سے نہیں ہے جسکا خاص معاوضہ
حق پدری اور مادری کا لزوم ہو اور نہ اسکی وجہ سے کوئی حق میراث طرفین میں شریعت
محمدی تجویز کرتی ہے ورنہ عام متبنی اور پرورش یافتہ کو بھی وارث قرار دینا پڑیگا۔
اس پرورش کے حقوق پر یقین ہے کہ محمدی لوگ بھی حقوق والدین کو محمول نکرینگے
خلاصہ یہ ہوا کہ جو فرزند ماں باپ کے اختیار سے پیدا نہو اور جس نطفہ کو انہوں نے
اپنے حفظ صحت اور حصول لذت کیواسطے خارج کیا ہو اور جو پرورش پرداخت معاوضہ
میں احسانات اولاد مذکورہ بالا کے واقع ہوئے ہو اُس میں اولاد پر احسان والدین
کیسا۔ امت محمدی کا عقیدہ ہے کہ بچہ کا آفریدگار خدا ہے اور ہمارے ذاتی میں قانون
فطرت اور قانون بقای نسل اسکو کرتا ہے دونوں کے عقیدہ سے والدین کا احسان
اولاد پر کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر انکو خدای مجازی بنانا اور انکے مرنے کے بعد بھی ہمکو انکے
غلامی کا طوق پہنانا صریح عقل اور انصاف کے خلاف ہے یہ کیسی شریعت ہے۔ یہی تقریر
ایک بڑے جنٹل مین نے اپنے باپ سے کرکے انکو اپنے اجلاس سے نکلوادیا اور یہی
خیالات اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کے دیکھیے لیجے جیسا کہ شاعر کہ گیا ہے۔ ع دختراں را ہمہ
جنگ است وجدل با مادر۔ پسراں را ہمہ بدخواہ پدرے بینیم (جواب اِس شبہہ کا) جو نتیجہ
آزادی کا ہے چند علوم کے اصول پر موقوف ہے۔ اور چونکہ ہمارے ہادیان برحق محمد
مصطفےٰ صلعم اور اُنکے جانشین جملہ علوم کے عالم تھے اور وہ اسرار حقائق وفلاسفہ ظاہرین

بھی کم علمی سے ابھی نہیں بلکہ کبھی نہیں سمجھتے ہیں وہ بھی اُن حضرات پر روشن تھی چنانچہ ان سب پر عمل در آمد کرنا ہمکو حکم دیا ہے اور انعقاد نطفہ اور پرورش اولاد وغیرہ وغیرہ کے سچے اصول پر ہمکو پابند فرمایا ہے تاکہ فلسفہ ظاہری اور حکمت الٰہی دونوں کی راہ سے نظام عالم کا سلسلہ باقی رہے پہلے میں اُن نوامیس اور اصول ظاہری کو لکھوں جن پر بنا نیچرل صاحبوں کی ہے اُسکے بعد اسرار اور دقائق فلسفہ الٰہیہ کو بیان کرونگا اس بات کو تو میں اکثر ابواب میں کتاب ہذا کے ثابت کر رہا ہوں کہ انسان اپنے مصنوعات میں فقط اسی قدر اختیار رکھتا ہے کہ چند نوامیس (قوانین فطرت) جنکو کسی چیز کے بنانے خواہ بگاڑنے میں تجربہ سے معلوم کر چکا ہے انکو صحت سے پورا کر دیا کرے ہونا نہونا اسکے قبضہ قدرت سے باہر ہے اور وجوب تعدد ازواج کے باب میں یہ بھی ثابت کرونگا بحوالہ کہ نطفہ دینے کے قوت انسان میں زیادہ سے زیادہ پچاسی برس تک ہے (دیکھو انگریزی کتاب میڈیکل جورسپروڈنس جلد دوم ص ۲۹۲ طبع چہارم کو) اب نیچرل صاحبوں کا یہ خیال کہ نطفہ ٹھہرانا ہمارے اختیار سے باہر ہے درست اور بجا ہے مگر جو اصول ہمارے اختیاری نطفہ دینے کی بابت فطرت ہیں انکو پورا کر دینا ہمکو اُسیطرح ضرور ہے جسطرح دیگر اصول کو ہم اپنے اور مصنوعات میں پورا کرتے ہیں۔ اب اگر باوجود پورا کرنے اصول معلومہ کے وہ مصنوعی شئے حسب خواہش ہماری تیار نہو ہمارا کونسا قصور ثابت ہوگا۔ فرض کرو ایک انجن ڈرائیور نے ریل گاڑی کے انجن میں پورے اسٹیم بھر دے اور ہوا کے بیرونی کی مصادمت یعنے تھپیڑ کا حساب بھی خوب جانچ لیا۔ وزن گاڑیونکا مع محمولات یعنے مسافر اور اسباب کا بھی تخمینہ کر لیا کہ ہر گھنٹہ خواہ تین گھنٹہ بھی اسٹیم برابر کام دیا کریگی (گارڈ) نے بھی اپنے خدمات ضروری کا پورا انجام دیا الغرض جسقدر کار پرداز ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک ریلوی پر مقرر ہیں سبھوں نے اپنا اپنا کام پورا انجام دیا مگر پھر کوئی غیر مترقب ہرج ایسا واقع ہو جو ان سبکے وہم اور گمان میں نہ تھا اور گاڑی لیٹ ہو گئی یعنے رفتار اسکی سست ہو گئی خواہ پٹری سڑک سے اتر گیا خواہ اور کوئی آفت ناگہانی

پیدا ہوتی اب انصاف کی راہ سے ریلوے عمال کا کون قصور ہے اور کونسی سزا کے یہ
یہ لوگ چیف انجینئر ریلوے کی اجلاس سے سزاوار ہونگے ہرگز نہیں ہرگز نہیں

اسی طرح ہمکو خدا نے امین اور خزانچی اس نطفہ کا قرار دیا اور قانون فطرت نے ہمکو نطفہ کی خرابی سے بچانیکی قواعد بھی سکھائے مثلاً بعض چیزوں کے کھانے پینے سے حدت منی میں آتی ہے اور قوام اسکا خراب ہوتا ہے انسے پرہیز کرنا بعض حرکات بدنی سے تعب پیدا ہوتا ہے انسے اسکو بچانا بعض اوقات میں ہم بستری کرنے سے ضرر اور نقصان انعقاد نطفہ میں ہوتا ہے جیسے شدت گرسنگی خواہ پیاس خواہ کسی مرض کی حالت میں عام اس سے کہ مرد کو ہو یا عورت کو انسے بچانا بعض اسباب سے آدمی خشک نطفہ ہو جاتا ہے جیسے جوگی اور فقرا بعض ادویہ بناتے خواہ معدنی اسی غرض سے کہا لیتے ہیں کہ منی میں قوت نطفہ دینی کی نہ رہے انسے پرہیز کرنا بعض ادویہ سے عورت بانجھ اور مرد نامرد ہو جاتا ہے انسے دور رہنا۔ حدث عورت اور حائض اور مستحاضہ اور نفاس والی عورت سے ہم بستری نکرنا۔ انتخاب جفت کے جو قواعد اور جو اصول ہیں مزاج اور طبیعت قوم اور قبیلہ شہر اور بلاد و آب اور ہوا کی رو سے اپنے جفت کو ویسا ہی پسند کرنا سوائے حقیقی بہن اور بیٹی وغیرہ کے جنسے نکاح ہماری شریعت نے حرام کر دیا ہے۔ اور نیچری اصول کی راہ سے انسے بہتر کوئی جفت نہیں ہے چنانچہ ایک جوڑا … اب ہم اسکو لکھینگے … اولاد کی آرزو میں ہزاروں طرح کی پابندی کی سیکڑوں روپیہ خرچ کیا صحت اور شفقت اور دوا اور علاج پرہیز سب کچھ کرکے ہم بستری کی اور جب ہم بستر ہوئی اسی خدمت کی بجا آوری اور اسی امانت سے سبکدوشی پر نظر تھی جو خالق تعالیٰ نے ہمکو سپرد فرمائی تھی اب رہی کامیابی اور ناکامی وہ دوسری بات ہے ہمارا اختیار جسقدر ہے اسکو ہم کر گذرے باوجود اس بے اختیاری اور لاعلمی کی جب اولاد ہوئی ہمارے ہی کروانے یعنی ہم بستری سے سے ہوئی اور … آپکو … معلوم ہے کہ … فطرت نے ہمکو ایسے اصول بھی تعلیم فرمائے ہیں کہ جس قدر نطفہ قرار پائی … ہمکو … نطفہ

کے نر اور مادہ حمل کی ظنی شناخت بھی ہو جاتی ہے دیکھو ہمارے ترجمہ قانون جلد سیوم حصہ
دوم صفحہ ۳۰۵ سے اخیر صفحہ ۳۱۰ اور اُسی وقت سے ہم حفظ کی غرض سے وہ خدمات بجالاتے
ہیں اور حاملہ عورت کی غذا اور دوا سے وہ تدبیر کرتے ہیں جو براہ فطرت ہمکو سپرد ہوئی ہے اور
آنحضرت تک جماع حوامل سے خصوصاً چار ماہ کے بعد بغرض حفظ جنین یہ بھی ضرور ہے گو کیسی ہی
ایذا ہمکو تجرد سے پہونچے بچہ کی بالیدگی کی تدبیر جسقدر فطرت نے ہمکو بتلائی ہے وہ بھی ضرور
کرتے ہیں حاملہ کا کھانا کپڑا مناسب ایام حمل کے ہم خود بھوکے رہیں مگر اُسکا بندوبست ضرور
کرتے ہیں ادھر کوئی اثر ایسا پیدا ہوا کہ بچہ کے گر جانیکا خوف ہو فوراً دوڑ دھوپ کر کے طبیب
ڈاکٹر اور سول سرجن بلا کر اُسکا سدباب کر دیتے ہیں۔ حاملہ کی مرضی کا ہر دم خیال رہتا ہے
اور اگر ہم نیچرل نہیں ہیں اور عالم غیر مادی کا بھی کچھ عقیدہ یا اندیشہ ہے دعا اور تعویذ بھی
کرالیتے ہیں غرض حفاظت بچہ کا کام کیسی کیسی تکلیف اور روپیہ صرف کر کے ہم کرتے ہیں پھر جب انکا عہد یعنے
آٹھواں مہینہ شروع ہوا اور بچہ پیدا ہونے کو ہے تو ہمارے سمجھے اسپر دھوم دھڑک پر لحاظ کیجئے
ہمنے مانا کہ یہ فضول رسمیات آپکی رائے میں کفایت تمدنی کے برخلاف ہیں مگر ہمکو بعض اصول
پر نظر کرکے عین حکمت اور مصلحت یہی ہے چنانچہ رسوم ولادت کے باب میں ہم اسکو مطابق
اصول فطرت کے ثابت کرینگے۔ ایسے ہی اسقاط ولادت اور زچہ خانہ کی بھی یاد کیجئے
یہ سب کچھ ہم فقط بچہ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کونسی لذت ہمکو ان سب خرچ اخراجات
اور ایذا اور تعب اٹھانے میں ملتی ہے جسکو نیچرل صاحب بار بار کہہ رہے ہیں۔ باپ کے اختیار
میں استقرار نطفہ نہونا اسکی دلیل براہ غلط نیچرل صاحب نے یہ سمجھی کہ علمائے فیسولوجی
کہتے ہیں کہ نطفہ کا معدن عورت کی منی ہے مرد کی منی فقط محرک ہوتی ہے اور اس
مسئلہ میں پچھلے فلاسفہ کی عقل بھی دنگ رہی اور ارسطاطالیس اور جالینوس کی نزاع
مشہور ہے آجکل جدید تحقیقات فیسولوجی سے یہ امر ثابت ہوا ہے (کہیں ثابت ہو نہ جاوے)
کہ وہ کیڑے جو حیوانات کی منی میں ہیں اور انسان کی منی میں ہیں اور بدون میکرسکوب کی نظر نہیں
آتی انکی جسامت پہلے سے لیکر انچ تک ہے اور انکا سر پہلے سے لیکر انچ کا ہوتا ہے

اور ۱۳ منٹ (دقیقہ) میں ایک انچ مسافت کو دُم کے ذریعہ سے طے کرتے ہیں۔ سات یا
آٹھ روز عورت کے جسم میں حرکت کرتے ہیں اور خارج جسد ۲۴ گھنٹہ میں۔ انہیں کیڑوں کی
ملامست یعنی چھوجانا بیضہ مادہ خواہ عورت سے استقرار النطفہ میں ضروری ہے جو ہم بستری
سے ہوتا ہے۔ نیچرل صاحب کی رای میں یہی کیڑے سبب خلقت اولاد ہیں اور باپ یا ماں
کو دخل اس میں نہیں ہے۔ ۳۰ برس گذرے مجھے ایک انگریزی اخبار کے پڑھنے والے
نے خبر دی تھی کسی یورپین سیاح نے ایک جزیرہ میں کیڑے اڑتے ہوئے دیکھے وہی کیڑے
مادہ اسپ کی پیشاب گاہ میں اس جزیرہ کے داخل ہوئے اور گھوڑے کا نطفہ قرار پاتا ہے وہی
سیاح چند کیڑے لایا تھا اور ایک بانجھ عورت پیرزن کے رحم میں داخل کرنے سے ۹ مہینہ
کے بعد فرزند نرینہ پیدا ہوا تھا۔ مجھے اس خبر کی صحت پر چنداں وثوق نہیں تاہم اگر سچی
بات ہے۔ تو خدائے قادر مطلق کی قدرت اور اختیار کا ثبوت ہے اس سے بچہ پیدا ہوتا اور
انسان کی پیدائش کا نیچر جسکے قوانین مستقل ہیں گھٹ جاتا ہے بہرحال باپ کے احسانات اولاد
پر قبل از قرار پانے نطفہ کے تھے جسقدر بیان کیے۔ اگر نیچرل صاحب اسکے قائل ہیں اور
ان مصارف کو بیجا اور محض حماقت پر حمل کریں اور حرام گھروں کے بچے جو فرزلہ پر پڑے رہتے
ہیں نہ اُن کی ماں کا پتہ اور نہ باپ کا اُن کی پرورش اور پرداخت کی نظیر پیش کریں کہ نیچر خود
کر لیتا ہے یا کوئی گورنمنٹ اُنکا بار پرورش اٹھا کر اور تعلیم دلوا کر ملیٹری خواہ سیول کے
معزز عہدے اُنکو دیتی ہے بہرحال اگر اور کچھ احسان باپ کا نہ مانو اور کوئی فعل اختیاری
اُسکا نہ سمجھو تو اُس نطفہ کے حفاظت خراب کرنے سے مثلاً بعض ادویہ سے وہ کیڑے منی
کے سڑ جانیسے مر جاتے ہیں باوجود معلوم ہونیکے باپ نے انکو استعمال نکیا اس غرض سے
کہ نطفہ ضایع نہو۔ خواہ ایسے رحم میں جو مرض کیوجہ سے مفسد منی تھا باوجودیکہ حسن صورت
اُسی عورت مریضہ کا لذت بخش تھا اپنی مادہ منی کو داخل نکیا یا ایسا عزل یعنی بیرون فرج
انزال کرکے اس نطفہ کو برباد ہونے نہ دیا اُسقدر احسان باپ کا اگر مانا جاوے تو اُسکے
صلہ میں ایوگ ام ڈامیر برابر چلا جاوے) کی خطاب سے سرفرازی کے لائق نہوگا اطاعت اور

سلوک نہ بھی سے غرض خیر تو امید نیست بد مرسان نیچرل صاحب نے کسی نیم طبیب خواہ
کچے ڈاکٹر سے سن لیا ہے کہ مرد کی حفاظت صحت جماع سے ہوتی ہے ہاں جناب ہوتی ہے
مگر منحصر اسی میں نہیں ہے اور بھی صدہا طریقے ایسے ہیں کہ آدمی عمر بھر عورت سے ہم بستر
نہ ہو اور صحت بدنی روز افزوں ہوتی رہے۔ علاوہ بریں ہزار میں دس ایسے مرد ہونگے
جو حفظ صحت کی نظر سے ہم بستر ہوتے ہونگے عموماً باپ کو تو اسکا خیال بھی نہیں ہوتا ہے
اب رہی لذت یہ تو بازاری عورتیں جن کا پیشہ ہے لوٹتی البتہ ہم بستری فقط بنظر لذت
کی جاتی ہے اور نیچر پرست عورات کا جیسے اب میں کیا کہوں شرم آتی ہے کہ انکا نام ایسے
بازاری عورات کے ساتھ لیا جائے خواہ حیا پرست شرفا مرد انکا ذکر ایسے موقع پر کیا جائے
خدا انکی شرم اور حیا کا حافظ ہے ورنہ زمانہ کی رفتار از بس خراب ہے بہرحال جنٹلمین جب
ہم بستری کرتے ہونگے فقط لذت پرستی ہی پر انکی نظر ہوتی ہوگی اور وہی طوائف الزانیین
جنکے رحم ہمیشہ انہیں زناکاروں سے [illegible] ہیں کہ نطفہ ٹھہرنے نہ پائے اور جنکی تعلیم انہیں
اصول سے ہوتی ہے کہ حاملہ ہونیکا بار نہ اٹھائیں اسنڈی گا ہی سدا کلورا اور اگر احیاناً
کسی وقت شبہ استقرار نطفہ کا ہو فوراً دوائی مسقط حمل جیسے سبز کانچ خواہ کنول وغیرہ
انکو کھلا دیجائے بلکہ وہ الزانیات خود ایسی ہی چیزیں تیار رکھتی ہیں انہیں پر قیاس کر لیجئے نیچرل
صاحب کو ایک [illegible] سے [illegible] ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
ہماری شریعت نے ایسی فواحش سے نکاح دائمی خواہ میعادی دونوں بدون استبرا یعنی امتحان
عدہ وغیرہ کے حرام فرمایا ہے اور عمدہ شرط منکوحہ میں سے یہی شرط فرمائی ہے کہ عورت ولود
ہو یعنی بچہ کی استعداد اس میں بلحاظ خلقت شخصیہ یا خاندانی کی زیادہ ہو اور عقر یعنی بانجھ
ہونیکا عیب [illegible] قرار دیا ہے لہذا پیروان محمد صلعم پر یہ لوگ جھوٹ کسیطرح چل
نہیں سکتے [illegible] ایسی [illegible] کے لحاظ سے ہمارے نبی صلعم نے پیش بندی فرمائی اور
صاف کہدیا کہ جو شخص حسن و جمال پر عورت کے فریفتہ ہو کر خواہ دولت اور مال پر نظر کرکے
نکاح کریگا دونوں سے محروم رہیگا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ماں کے احسانات

اب ذرا اماں دکھیاری جسکی نسبت بیہودہ کلمات نیچرل صاحب فرماتے ہیں اسکے
ریاض اور محنت بھی سن لیجئے اور محسن کشی نیچرل کی بغور ملاحظہ کیجئے یہ ماں بقول
بعض فلاسفہ قدیم اور جدید وہی ہے جسکی منی سے خلقت بچہ کی ہوئی ہے اور بموجب
علم فیسولوجی کی جدید تحقیقات کو اور یہ ماں وہی سراپا حسرت اور ارمان ہے جسنے
بچہ کے ہونیکی امیدمیں اپنا جوبن خاک میں ملادیا اور اپنے تمام اعضائے بدنی کو حرکات
متعبہ اور لذات مذکورہ بالا سے محروم کیا ہے تب جاکر آج ایسی فرزندا جمند نیچرل کی پیدا
ہونے اور تعلیم جدید پانے سے بیوقوف خودغرض اور پاگل بنی ہے ہمنے مانا کہ خلقت
جنین اور استقرار نطفہ اسکے اختیار میں نہ تھا۔ مگر اتنا اختیار اسکو ضرور تھا کہ اپنے رحم کو
جو نیچرل صاحب کے نزدیک بم بلس کا قدمچہ خواہ سنڈاس کے برابر ہے ایسا زلق یعنی
پھسلنے والا بنا لیتے کہ نطفہ ہمیشہ پھسلکر گرجاتا خواہ اور قسم کے تدبیر بانجھ ہونیکی ایسی کرلی
جنسے لذت بڑھتی اور حمل قرار نپاتا یہ فعل تو اسکا اختیاری ضرور تھا اور اس احسان
کی کسیطرح نفی نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ تدبیریں بھی کارگر نہیں بھی ہوتے
ہیں اور نطفہ قرار پا جاتا ہے۔ میں کہونگا درست ہے مگر نطفہ ٹھہرنے کے بعد بھی اسکا گرا
دینا ماں کا اختیاری فعل ہے اور جو بدکار لذت پرست عورات ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں
گورنمنٹ سے اسکی روک محال ہے اور وہی لذت ان بازاری عورات کو اس فعل شنیع پر
گرویدہ کرتی ہے جسکو آپ یاد کرو ہی ہیں اسلئے کہ حمل کی مدت میں قابل ہم بستری نہیں
رہتے ہیں برعکس انکے اس بیچاری نے وہ تدبیریں کی ہیں جنسے نطفہ ٹھہرا رہے تا انکا
قے روکنے کی غرض سے ٹھیکریاں سونگھی خوشبو چباتی رہے بایں نظر کہ نطفہ ٹھہرا رہے
کم سن الھڑ پنے میں بھی جس روز سے حمل کی امید ہوئی اونچے نیچے پاؤں رکھنا کود۔ پھاند
پیٹ پر بوجھ رکھنا بھاری چیز اٹھانی (اگرچہ پیشہ باربرداری کا بھی ہو) اور انھی پر اوقات گذاری
ہو اسب چھوڑ دیتی ہے۔ فقط اسی امید میں کہ نیچرل صاحب زندہ صحیح اور سلامت پیدا

ہوں۔ اب خدا خدا کرکے اور ہزاروں منتیں مرادیں مان کر نو مہینہ گذر گئی اور وہ دن آیا کہ دردزہ شروع ہوا اللہ اکبر یہ ایذا دردزہ کی جسکی برداشت عورتوں کو اگر محبت اولاد فطری نہ ہو کوئی عورت کر سکتی ہے نیچرل صاحب لذت لذت پکار رہے ہیں اور ماں بیچاری کی ناخون اور دانت دردزہ میں سیاہ ہو جاتے ہیں چار پہر اور بارہ پہر بھی رہتا ہے سیکڑوں کی جانیں اسی میں تلف ہوتی ہیں اسی دردزہ کے بعد پھر وضع حمل کی ایذا کو خیال کیجئے بقول شخصے موئے پر سو درے۔ ابھی درد سے نجات نہ ہوئی تھی کہ نیچرل صاحب کے آمد آمد شروع ہوئی۔ اگر سیدھے برآمد ہوئے تو خیر اور اگر الٹے نکلے (اور ضرور ایسے الٹے خیالات والے کو الٹا ہی پیدا ہونا نیچر کے مناسب ہے) پھر تو اور بھی قیامت برپا ہوئی اب طبیب ڈاکٹر دائی جناتی کی دوا اور دستکاری سے اگرچہ جچہ کی جان بچ گئی اور بچہ بھی زندہ اور سلامت رہا بہتر ورنہ ماں کے مرنیکا یہ بھی ایک ذریعہ کھلا ہوا ہے انہیں مصائب کو یاد کرکے تمام عمر جب ماں اپنے فرزند سے لپٹی ہے کہتی ہے ؎ کیونکر نہ لپٹ کے تجھسے روؤں بیٹا میں نے بھی تو جان دیکے پایا ہے تجھے۔ خداوند عادل نے اسی سبب سے فرمایا ہے حملتہ امہ کرہا و وضعتہ کرہا اگر عام اطفال مراد ہوں اور خاص ہمارے چھوٹے فرزند نبی صلعم امام حسینؑ مراد نہ ہوں کما فی الروایات پھر تو معنی اسکے یہ ہونگے چونکہ بروقت استقرار حمل کے ماں کو ان مصائب کے یاد ہونیسے جو ابتدائے حمل سے اور ولادت بلکہ تا زمانہ حضانت یعنی پرورش اٹھانی پڑتی ہے لہذا حمل بھی ناگوار اور وضع حمل بھی جان گداز ہوتا ہے۔ نیچرل صاحب لذت لذت پکار رہے ہیں ؎ کشتی کے غرق ہونیکی ساحل کو کیا خبر + کس پر چھری یہ چل گئی قاتل کو کیا خبر ۔ یہی احسان اتنا بڑا ہے کہ اگر اسکے عوض میں اولاد اپنی جان ماں پر نثار کر دے تب بھی پورا معاوضہ نہ ہو سکیگا۔ اب لیجئے وضع حمل کے بعد دودہ پلانے اور پرورش کا زمانہ آیا اگر نو ماہ کا بچہ ہے اکیس ماہ اور اگر چھ مہینہ کے حمل سے ولادت ہوئی پورے دو برس جسکی سات سو بیس روز اور اسیقدر راتیں ہوئیں اور ۱۷۲۸۰ گھنٹے ہوتے ہیں۔ اب ذرا ماں کے ترک آرام اور لذات کو خیال کیجئے۔ آپ تو عقل میں میں کو بھی سمجھ

ہوئی جھاڑ فانوس توبہ توبہ تیور اپنے فشن کی روشنی ہے (چھی چھی) ارے صاحب برقی
روشنی سے سب روشن ہیں رات کا دن ہو رہا ہے ارگن باجا بج رہا ہے ہوا نہ ہو تو قلی پنکھے
پر حاضر ہے فرش فروش آراستہ اور ماں نے جن جن دکھوں سے پالا ہے وہ بیچاری غریب
مفلس تھی ایک چراغ بھی میسر نہ تھا کچا گھر خواہ چھپر مثل چشم عاشق کے ٹپک رہا تھا گھٹنوں
گھٹنوں گھاس کا جنگل لگا ہوا سانپ بچھو اور چور چکار کا خوف الگ ایسی ہی اندھیری راتوں
میں آپکو کسی مرض کیوجہ سے (یا شرارت خلقی سے) نیند نہ آتی تھی اور مچلے ہوتے (کی میں کی
ہیں) کر رہی تھی یہ ماں کا کلیجہ ہے بیچاری گود میں لئے اسی اندھیرے میں تمام رات کھڑے
کھڑے پھرتی تھی پیار بھی کرتی تھی دودھ بھی پلاتی تھی بلائیں بھی لے رہی تھی قربان بھی ہو
رہی تھی خدا سے رو رو کر کہہ رہی تھی یا اللہ میں مر جاؤں مگر میرا بچہ آرام پائے وہ کالی رات ہو کا
عالم نہ کوئی آس نہ کوئی پاس سے نہ دلاسا کوئی دیتا ہے نہ پوچھے کوئی بات ÷ وہ ہے اور رونا
ہے اور پچھلا پہر کالی رات۔ باپ بھی گھر میں نہیں ہے مزدور ہے یا نوکری پیشہ۔ ہمسایہ کے
عورتیں ہمدردی سے پوچھ رہی ہیں ارے آج یہ لڑکا کیوں بے کل ہے یہ ماں کیسی قسائن بے
رحم ہے جو بچہ کو رولا رہی ہے۔ یہ بیچاری کیا جواب دے ٹپ ٹپ آنسو گرا دیتی ہے اور کیا کر سکتی
ہے جوانی کی نیند اسکی بھی ہے مگر اب نیند کجا۔ نیند تو بقول شخصی سولی پر بھی آتی ہے مگر یہ بیچاری
بچہ کو گود میں لئے ہوئے ادھر سے اُدھر پڑی پھرتی ہے نیند کا جھونکا آیا اور ٹھوکر کھا کر گرنیکے
قریب بھی پہونچتی ہے تب بھی چت اور خیال بچہ ہی کیطرف لگا ہوا ہے۔ آپ زخمی ہو جائے
گر جائے مر جائے مگر بچہ کو صدمہ نہ پہونچے۔ ایسے ایسے راتیں اس زمانہ شیر خواری میں سیکڑوں
گذری ہیں۔ اگر ایک ہی رات کی ایذا پر خیال کیا جائے تو اُسکا معاوضہ اولاد سے کیا ہو سکتا ہے
ہمارے نبی صلعم سے ایک شخص نے اپنی ماں کو سات حج کرا کے پوچھا کہ یا حضرت میں اپنی ماں
کے حق سے ادا ہوا یا نہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک رات کی اُسکی مصیبت جو تجھے لئے ہوئے
کھڑی کھڑی پھری ہے اگر خیال کیجائے تو اسکا معاوضہ کسی خدمتگذاری سے نہیں ہو سکتا غرض
یہ جانا کہ اُسکا سارا جوگ جو تیری پالنے میں اُس نے لیا ہے اسلئے کہ تیری پرورش اُس نے

تیری مجبوری اور بے کسی کی زمانہ میں کی ہے اور تو نے معاوضہ اُسکا اُسوقت کیا ہے جب ماں کے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں صدق رسول اللہ صلعم نیچرل صاحب کے ایک مسئلہ طب کا ارمنے پڑتے گوش زد ہوا ہے کہ خون ولادت خارج ہونے سے اور خون حیض کے دودھ بننے سے صحت ماں کی ہوتی ہے۔ ہاں خاب ہوتی ہے مگر اسی میں منحصر نہیں ہے خراب خون کا اخراج اور دفع مضرت فصد صافن اور باسلیق ہفت اندام اور باسلیق سے بھی ہو سکتا ہے اور مصفی ادویہ پلانے سے بھی اور حاملہ بننا محبت اولاد سے اسکا فعل اختیاری ہے نہ حاملہ بنتی اور نہ اس خرابی میں پڑتی سمجھنے یہ بھی مانا کہ دودھ پلانے سے اسکی صحت بدنی ہوتی ہے مگر آپ ہی کو پلانا کیا ضرور ہے بلکہ آپکو تو کسی کپڑے میں لپیٹ کر گھورے پر پھینکدیتی اور کسی اور بچہ کو دودھ پلا کر سیکڑوں روپیہ بھی کماتی اور صحت بدنی گھاتے میں حاصل کرتی تب جا کر آپکو معلوم ہوتا مگر کیا کرے فطرت نے آپکی محبت بیچارہ اسکو مجبور کیا ہے اور آپکے وہ بیکسی بے بسی ہاتھ پاؤں کا بے قابو ہونا زبان کی گویائی ندارد بھوک کی شکایت کرنے پر اختیار اور نہ پیاس کی اظہار پر قدرت سوائے رونے اور ہاتھ پاؤں مارنے کے اور کچھ نہ تھا اگر محبت فطری اسکو نہوتی آپ پر کیا ہے کوئی بچہ پالا نہ جاتا اور نسل بنی آدم منقطع ہو جاتی۔ وہی احسان زمانہ مجبوری بھی اطفال کا اتنا بڑا احسان ہے کہ خدائے پاک نے ہمکو ہر وقت اپنی عبادت کرنے یعنی نماز پڑھنے کے حکم دیا ہے کہ جب ہماری عبادت کرو اور نماز پڑھو قنوت نماز میں خواہ تعقیبات میں اپنی رب مجازی یعنی ماں باپ کے حق میں یوں دعا کرو ربِّ اغفر لی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا اے خدا مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخشدے اور اُن پر رحم کر اور ایسی رحم دلی سے اُنکو مخصوص کرنا جیسے اُنہوں نے میرے چھٹ پنے میں پرورش کی ہے اور پالا ہے دیکھو تعلیم ربانی اسکو کہتے ہیں کس پرورش اور پرداخت کی درخواست پر یہ دعا شامل ہے بیٹا کہتا ہے الٰہی میں جیسا زمانہ شیر خوارگی میں بے کس اور بے بس تھا اسیطرح میرے ماں باپ زندہ ہوں خواہ مردہ تیری قدرت کے سامنے بے بس ہیں اُن پر وہی نظر پرورش کی فرمادے اور اُسیطرح اُن پر رحم کرنا جیسا میری بیکسی پر انہوں نے رحم کرکے مجھے

پالا تھا اِس آیت مقدس کو پڑھ کر دو باتیں مجھے معلوم ہوئیں اَور دونوں کے سبب بھی مجھپر کھل گئے۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ نیچرل صاحب کو ماں باپ کے احسان سے انکار کرنیکا کیا سبب ہے دوسری بات یہ کہ خداے پاک اپنی عبادت میں ماں باپ کے احسان کا ذکر کرانے کا کیا سبب ہے؟ اَور اُن کے حق میں ایسے پورے دعا کرنیکا حکم کیوں دیا ہے۔ اِن دونوں امر کا سبب ایک ہی ہے نیچرل صاحب کو انکار حقوق والدین کا سبب یہی ہے کہ ماں باپ رب مجازی ہیں اگر اُن کی حقوق اَور احسانات کا اقرار کیا پھر تو پروردگار حقیقی کے احسانات کا اقرار کرنا ضرور ہوگا اَور جب خدا کو محسن مان لیا پھر تو اُس کی موجودگی کا بھی اقرار کرنا پڑے گا اَور جب خدا مانا گیا اب تو سارا نیچر کا ٹھیٹھ بگڑ گیا اَور پابندی شریعت الٰہی کی بھی کرنی پڑیگی لہذا اسی جگہ اِس وار کو روک لینا ضرور ہے اَور ملاؤں کے ڈھکوسلے ان سب باتوں کو قرار دیکر چوٹ بچادینی چاہیئے نہ اُنچی کا بانس نہ بجیگی بانسری اَور خداے پاک کی یہ غرض ہے کہ میرا بندہ جسوقت میرے احسانات کو یاد کرکے نماز میں رجوع قلب سے گریہ وزاری کر رہا ہے اَور مجھکو رب حقیقی کہ رہا ہے اسکو لازم ہے کہ رب مجازی یعنی والدین کے احسانات کو بھی یاد کرے اَور اُن کی شکر گذاری بھی کرے اسلئے کہ جو شخص رب مجازی کے احسانات کا اقرار نکریگا وہ رب حقیقی کو کیا سمجھیگا۔ زینہ ٹوٹی چھت پر کیونکر چڑھیگا۔ فلاسفہ اخلاقی نے بخوبی ثابت کردیا ہے کہ دوست بنانے میں اعلیٰ درجہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی جس سے دوستی کرنی چاہے پہلے اسکے پیش آمد ماں باپ سے دیکھے کہ کیسی ہے اگر پوری ہے تو اُسکی دوستی پر بھروسہ کرے ورنہ نام اُسکا نہ لے نام لیکر نہیں کہتا مگر ایک باپ جنرل نیچرل انڈیا کی وفات کو یاد کرکے سعدی شیرازی کا شعر پڑھتا ہوں ؎ تو بجای پدر چہ کردی خیر تا ہماں چشم داری از پسرت۔ ان آزاد خیالوں کا محسن کشی میں درجہ یہاں تک بڑھ گیا ہے ماں باپ تو ذریعہ حیات چند روزہ ہیں اَور معلم اَور ماسٹر جو حیات ابدی روحانی کے ذریعہ ہیں ان کی نسبت برملا کہدیتے ہیں ماسٹر صاحب بندگی آپکا حق ہمپر کیا ہے دس بجے سے چار بجے تک آپ اپنی نوکری بجالاتے ہیں اگر ہمکو نہ پڑھاتے انتیسویں روز دو سو اَور تین سو

روپیہ کی تنخواہ آپکو کون دیتا ہمارا احسان آپ پر ہے کہ آپکی روٹی ہمارے پڑھلنے سے چلتی ہے
اور یہ کرنسی نوٹ جو آپنے خریدا ہے اُسکی آمدنی میں بھی ہمارا حصہ ہے لائیے کچھ دیجئے تب
آپکو ہضم ہوگا۔ سزا یہی اُنکی تعلیم خراب کی جو ماسٹروں نے اُن کو دی ہے ع اے یادصبا این ہمہ
آوردۂ تست۔ انہیں ماسٹروں نے اصول نیچر انکو پڑھائے کہ کرو وکہ نیافت کبھی زمانہ تعلیم
میں بھولے سے بھی انکو سچی اصول نہ بتلائے دیکھو ہمارے ہادی برحق صلعم نے تعلیم دین
پر اجرت لینی حرام فرمائی ہے ہمارے دین کا تعلیم یافتہ کسی اُستاد خواہ مفتی یا واعظ پر ایسی
طعنہ زنی نہیں کرسکتا ہے یہی حکیم ربانی ہیں صلعم۔ حرام گھر اب ذرا نیچرل صاحب کے اُس
خیال پر نظر کیجیے جو ماں کے رحم کو ہم پلیس کا قدچہ اور سنڈاس بنا رہے ہیں اور اسکی وجہ بھی معلوم
کرنی ضرور ہے۔ چونکہ جدید سلطنت ہائے یوروپ کی شائستگی میں ایک نیا قاعدہ حرام گھر بنانیکا
بھی جاری ہوا ہے اور کچھ تھوڑے پیسے بنا اُس کی ہندوستان میں بھی پڑتی ہوتی نظر آتی ہے یعنی
کسبیاں بالزادیاں رام جنی جو سرکار پیشہ حرام کاری کا کرتی ہیں اُن کی نگرانی کا اہتمام ڈاکٹروں
سے متعلق ہے دوا علاج ہسپتال سے ملتی ہے خاص جہاں فوجی کمپ ہے وہاں بڑی صفائی سے
یہ کام ہوتا ہے اگرچہ ابھی کوئی احاطہ اور خاص حرام گھر تیار نہیں ہے جیسے یوروپ کے بعض شہروں
میں تاہم پر تو وہی ہے۔ حرام گھر کی عورات کے رحم ضرور ہم پلیس کے قدچہ سے مشابہ ہیں اور جو
اولاد پسری اور دختری وہاں پیدا ہوتی ہے اُسکی نسب کا سلسلہ منقطع ہونے سے وہ درجہ شرف
جو انسان کو حفظ نسب سے فطرتی اصول نے دیا ہے اُس سے محروم ہوتی ہے اور وہ احسانات والدین
کے جو اولاد پر جننے ثابت کیے ہیں اور وہ محبت باہمی جو والدین اور اقرباء پدری اور مادری میں ہوتی
ہے وہ بھی حرام گھر کے اولاد سے مفقود ہے اور جسطرح ابیقور حکیم کا قول ہے کہ آدمی اور بندر کی
ایک ہی اصل ہے اُسکا ثبوت پورا دکھلایا جاتا ہے اور یہی آزادی اور محض بے تعلقی سوچکر نیچرل
صاحب کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اور افسوس ہوتا ہے کاش ایسے آزاد یہ بھی ہوتے اور کسی ماں اور
باپ کے بیٹے نہ کہلاتے اور بہشت کا مزہ انکو نہیں ملتا ہے بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسی را
با کسی کارے نباشد۔ حرام گھر کی خوبی یا خرابی پر مجھے بحث کرنی باب فوائد نکاح میں مناسب ہے

جو مطابق قانون فطرت کے ہے اس جگہ اسیقدر کہتا ہوں کہ اگر اصول سلطنت ملکی کی نظر سے اولاد پسری اور دختری کسی گورنمنٹ ہی کے خانہ زاد ہونی ضرور ہے اور وہ اولاد بھی ایک رقم تجارت کی سرکار کیواسطے مانی جاتے اور سوائے گورنمنٹ کے وہ اپنا رب اور پروردگار کسی کو نہ سمجھیں اور وفاداری اور دلسوزی اُن سے بڑھ کر کوئی فرد رعایا نکر سکتی۔ بردہ فروشی میں جو خانہ زاد اولاد نکاح لونڈی اور غلام سے کرا کے آقا کیواسطے پیدا ہوتے تھے اور پاک نسب ہونیسے مزاروں بداخلاقیوں سے اُسکا مبرا ہونا اصول فطرت کی رو سے مترقب تھا اُس سے زیادہ حرام گھر کے اولاد گورنمنٹ کی فرمانبردار ہو (لا واللہ کبھی نہوگی) اسلیئے کہ قانون فطرت اور ناموس الٰہی کے مخالف یہ اولاد پیدا ہوئی ہے۔ المختصر یہ سب فوائد حرام گھر کے مسلم بھی مان لینے کے بعد بھی ہم پوچھتے ہیں کیا تمام دنیا کو حرام گھر بنانا اور سلسلہ نسب کو بالکل قطع کر دینا اور جو آدمی پیدا ہو حرامی ہی پیدا ہو۔ نکاح کی رسم کو مثل بردہ فروشی کے جرم قرار دینا اور حسب ارشاد نیچرل صاحب تمام عورات کے رحم کو ہم پلس کا فد مچہ قرار دینا بھی اچھی بات ہے سنہ ۱۸۸۰ء سے پہلے یا پیچھے چند روز میرے پاس بارہ سوالات آئے تھے اور مشہور یہ تھا کہ یوروپ کے فلاسفہ نے اخبارات کے ذریعہ سے مشتہر کرائے ہیں۔ اُن میں یہ بھی ایک سوال تھا کہ نسب کیا چیز ہے اور حسب کسکو کہتے ہیں اور ترجیح نسب کو ہے کہ حسب کو۔ ہمنے ایک رسالہ اسکے جواب میں لکھا تھا کہ جستہ جستہ اودھ اخبار اور اخبار الاخبار لکھنؤ میں چھپا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی آزادی تمام دنیا کی زن اور مرد کو دی جائے اور کوئی عورت کسی مرد کی ماتحتی میں بصیغہ زوجیت نرہے اور خانہ داری کے امور جو خاص شوہر اور زوجہ کے ہیں وہ آیا اور ماما اصیل ہی سے متعلق رہیں اور کنبہ اور قبیلہ میں جو معاونت باہمی پیدا ہوتی ہے وہ بھی گورنمنٹ پر نثار کر دیجائے قرابت اور رشتہ دار سب مٹادیتے جائیں۔ مراد یہ ہے کہ مجہول النسب ہونیسے یہ سب مجہول ہو جائیں مٹنا تو محال ہے حقیقی بہن اور بیٹی اور ماں اور خالہ اور پھوپھی نانی اور دادی سے جماع کرنا سب مباح اور جائز ٹھہر جائے قرابت نسبی یعنی نکاح کے ذریعہ سے جو سسرالی رشتہ دار پیدا ہوتے ہیں اور ہمارے آبرو اور جان کی شریک ہوتے ہیں اور ایک آدمی کے دو ہزار ہاتھ دو ہزار پاؤں دو ہزار آنکھیں اور

اور کان اسی قرابت کی وجہ سے ہو جاتے ہیں اور لاکھوں فواید تمدنی اور منزلی یعنی خانگی ہمکو بھیجتے ہیں سب پر پانی پھر جاتے انسان کا مدنی الطبع ہونا جو قدرتی فطرتی خاصہ ہے وہ توڑ کر گورنمنٹی طبع کا آدمی بنایا جائے اسیطرح اور لاکھوں اصول نظام انسانی جنکی بیان میں کتب اخلاقی بھرے پڑے ہیں اور ہماری شریعت نے کس خوبی سے انکو جاری فرمایا ہے وہ سب خاک میں ملادی جائیں اور طوفان بے تمیزی بلکہ غدر عام جو غدر ۱۸۵۷ء سے ہزاروں درجہ زیادہ ہو تمام دنیا میں پھیلایا جائے تب جاکر یہاں کا رحم ہم بلس کا قدمچہ بنیگا۔ ذرا انتصار الاسلام کے صفحات کو دیکھئے اور پڑھا کیجئے یہ نظام انسانی اشرف نظامات عالم ہے بطلیموسی اور فیثاغورثی نہیں ہے جسکو مٹاکر کوئی سکھ نیند سو سکے مادی خیالات اور نیچری عقاید کے لوگوں نے بندروں کی تعلیم کا اسکول کھولا ہے اور اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بندر اور انسان کی ایک ہے اصل ہے تعلیم اور تربیت کے بعد بندر بھی مثل آدمی کے سب کام کر سکتا ہے عقل انسانی اور عقل حیوانی بھی ایک ہی چیز ہے کمی بیشی کا فرق ہے جس کو تعلیم مٹادیگی۔ آپ گھبرائیں نہ تھوڑے دنوں اگر یہی خیالات فلاسفہ کے قائم رہے اسی ہم بولس میں حرام گھر کے بندر اور سور اور کتے بھی عورات سے جماع کرنے پر چھوڑے جاینگے اور وہ مجنس اولاد انسان اور بندر خواہ کتے اور سور سے ملکر جو پیدا ہوگی اور اعلی درجہ کی خلقت انسانی سے ادنی درجہ کی صورت اور اخلاق پر پہونچ جائیگی ع تب دیکھئے بہار کہ کیسی بہار ہو۔ اور تب آپکا فلسفہ اپنا پورا رنگ دکھلائیگا اور انکار خدائی بر حق کا نتیجہ اچھی طرح آپکو ملجائیگا اور اگر اونٹ اور ہاتھی ریچھ اور سور سب کا نطفہ ملاکر مجنس آدمی زاد پیدا کیجئیگا پھر تو شاعر کا وہ خیالی ممدوح بھی پیدا ہو جائیگا ع شتر لب فیل دنداں خرس صورت خوک پیشانی ع تصدق میشود ہر دم براو غول بیابانی۔ مجھے برسوں کے بعد اب آپکی ہم بلس کا قدمچہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ سوالات جو حسب اور نسب کے پوچھے گئی تھی انکا منشا یہی تھا کہ نسب کا سلسلہ توڑ دیا جائے ع پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی کہ یک بورانیست بادنجان و بادنجان بورانی۔ کیوں نہو نیچرل صاحب جب ایسی ہی فرزند ارجمند پیدا ہوں

جیسے آپ ہیں پھر کیوں نہ آزادی کا ڈنکہ دنیا میں بجایا جائے ؎ پشت دوتائی فلک راست
شد از خورمی ٭ تا چو تو فرزند زاد با در ایام را۔ اب میرا ارادہ ہے کہ اپنی نبی کریم صلعم کے ہدایات
دربارۂ تجویز جفت یعنی زن منکوحہ اور آداب زفاف یعنی ہم بستری اور حقوق والدین کو
مفصل بیان کروں اور اصول فلسفہ جدیدہ سے اُن احکام کی صحت ثابت کر کے اپنے
اسلامی بھائیوں کو دکھلاؤں کہ ہمارے ہادی برحق کا سچا پیغامبر اور پورا حکیم ہونا یقینی
ہے اور بعض شبہات ان مسایل پر جو وارد کرتے ہیں اُن کو رد کروں انشاء اللہ تعالیٰ افقط
بعد ختم ہونے اس باب کے میری معزز کرم فرمائی مدرسہ احمدیہ آرہ عالیجناب مولوی
ابو محمد ابراہیم صاحب مستند علماء اہل حدیث نے براہ اسلامی ہمدردی کی اس باب
کا مسودہ پڑھ کر مجھ سے یہ ارشاد تحریری فرمایا کہ چند شبہات ابھی اور بھی رہ گئے انکا جواب
بھی ضرور درج ہونا چاہیے جنکو میں مسودۂ ذیل میں درج کر کے پہلے شکریہ جناب ممدوح کا ادا
کرتا ہوں اسکے بعد وہ شبہات مع جوابات کے لکھتا ہوں ٭

حقوق والدین پر نیچرل صاحب کی باقیماندہ خیالات

ہمنے جو حقوق والدین مذکورہ بالا کو بیان کیا نیچرل صاحب اگر یوں کہیں کہ آپنے جو حقوق
ثابت فرمائے یہ تو اُسی ماں باپ کے ہیں جس نے اولاد کی آرزو میں ایذائے بدنی اٹھائی ہو
اور تاوان مالی کا صدمہ اُسے پہونچا ہو مگر آپکی شریعت میں تو عام طور پر اطاعت والدین
کا حکم ہوا ہے ہم فرض کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسی ماں باپ بھی موجود ہیں جنکو اولاد کے
ہرگز خواہش ہی نہیں ہے بلکہ انکو اولاد کے نام سے نفرت ہے (۲) یا ایسے ماں باپ ہیں
کہ اُن کو اولاد کی آرزو ہے نہ اولاد سے نفرت ہے (۳) یا ایسے لوگ ہیں کہ اگرچہ اولاد کی
اُن کو آرزو ہے مگر غرض اُن کی اولاد سے یہ ہوتی ہے کہ ہمارے اولاد کوئی دوسرا لیکر متبنی
بنائے اور پرورش کرے ہماری روٹی بھی اُسے اولاد کے ذریعہ سے چلی اور جسطرح اولاد کی
پرورش وہی شخص غیر کرے ہماری بھی ہر قسم خبرگیری اولاد کی بدولت وہی کرتا رہے
(۴) کچھ ایسے ماں باپ ہیں کہ اولاد سے نفرت کیوجہ سے عمداً ایسی تدبیرات کرتے ہیں کہ نطفہ

ضرور خراب ہو جائے لہذا اُسی اوقات میں ہم بستری کرتے ہیں جن میں براہ قانون فطرت نطفہ ضرور برباد ہو جانا چاہیے اور فقط ہم بستری اوقات معلومہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو تدبیر دوائی در غذائی خراب کرنیوالی نطفہ کی ہے وہ بھی کرتے ہیں اور پھر بھی اگر نطفہ خراب نہو اور دوائی مسقط جنین کا استعمال کرتے ہیں مگر نطفہ نہ گرتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے (۵) کچھ ایسی مرد ہیں کہ ڈھونڈ کر وہی عورت منکوحہ اختیار کرتے ہیں جس میں بانجھ ہونیکی علامت ہو مگر قدرت سے انکی بھی اولاد ہو جاتی ہے یا عورات بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ وہی مرد اپنا شوہر تجویز کرتی ہیں جنکی خلط منی کسی مرض کیوجہ سے فاسد اور قابل نطفہ دینے کے نہو اور باوجود اسکے پھر بھی اپنے رحم کو مزلق اور نیز ناقابل انعقاد نطفہ استعمال ادویہ وغیرہ سے رکھتی ہیں مگر اولاد پیدا ہو جاتی ہے پس ایسے ماں باپ جنہوں نے کبھی خواہش اولاد کی ہو اور نہ کبھی ایک پیسہ اولاد کے بارہ میں انتخاب جفت سے لیکر تا زمانہ حمل اور نیز بعد ولادت پرورش میں خرچ کیا ہو بلکہ براہ نفرت و عداوت اولاد سے وہی پیش آمد کی ہو جو اوپر گذری انکی اطاعت اولاد سے کیوں کرائی جاتی ہے جو سراسر انصاف کے خلاف ہے بلکہ ایسے ماں باپ کو تو اولاد جیسی سزا دے وہ بجا ہے ایضاً جنکی اولاد کو غیر نے پالا اور ماں باپ کو روزی بذریعہ متبنیٰ اولاد کی پیدا ہوئے اب تو محسن اولاد ہوئی اور ماں باپ بندہ احسان پھر مخدوم کو خادم بنانا یہ کیسی شریعت ہے اور اگر انہیں ماں باپ کی اطاعت شریعت میں مخصوص ہے اب حکم شریعت کا عام نرہا اسکا جواب یہ ہے کہ شریعت الٰہی کے احکام حفظ نظام عالم پر نافذ ہوتے ہیں اور نظام عالم جن اصول پر چلتا ہے اُسی کو آپ لوگ قانون قدرت (لاآف نیچر) کہتے ہیں کہ جزئیات سے حکم کلی پیدا کرنا پس چونکہ بقائے نوع انسانی براہ عادت الٰہی اسی میں ہے۔ کہ آدمی کا نطفہ آدمی سے پیدا ہوتا ہے لہذا نطفہ کی خراب کن تدبیرات کا عمل میں لانا قانون فطرت کے خلاف ہے اور فناء نوع کا مستلزم ہے پھر عاقل جسکو عقل معمولی سے عطا ہوئی ہے وہ ایسے کردار جو فناء نوع کو مستلزم ہوں ہرگز نہ کریگا اور اگر کریگا تو قانون انتظامی سے اُسکو جرم سنگین کی سزا سے موت ملنی لازم ہے اور جب وہ زندہ نرہنے پائیگا اُسکی تعظیم و تکریم کیسی۔ دیکھو تعزیرات ہند کی دفعات کو جو

استقاط حمل کی سزائیں درج ہیں - ایضاً اولاد سے متنفر ہونا ایک امر مخفی اور قلبی ہے جس پر
اطلاع ظاہری شریعت یا قوانین تمدنی کو نہیں ہے جبتک کوئی فعل ظاہری کا مرتکب نہو یعنی
عزم جرم بدون کسی شہادت ظاہری کی مستوجب سزا نہوگا مگر عالم الغیوب پر یہ عزم بھی مخفی نہیں
ہے لہذا ایسے عزم پر جو فنائے نسل کا باعث ہے قانون الٰہی کا نافذ ہونا بھی ضرور ہے وہ
قانون ازدواج ہے اور متعلقات ازدواج وہ قوانین جو تولید اور تناسل کے معین ہیں اور نطفہ
کے قرار دینے پر بظاہر اسباب علوی خدا نے مقرر کئے ہیں پس جو شخص ان قوانین کے خلاف عمل
درآمد کرے جیسے کہ نیچرل صاحب لکھ رہے ہیں ضرور وہ قانون فطرت کا دشمن ہے اور ایسے
فعل بد کا مرتکب ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی مخالفت نہوگی اور اتنا ضرور ماننا پڑیگا کہ ایسا آدمی
جو قطع نسل انسانی کی درپے ہو نظام عالم انسانی کا برہم کرنیوالا ہے اور عقل معمولی بھی اسکو
محض نادان اور بدکردار کہیگی اب بنظر اسکی بدکرداری اور مخالفت قانون فطرت کے ضرور یہ
باپ اور یہ ماں ایسے ہیں کہ ان کو سزا سے سخت ملنی چاہیے پھر اگر انکے افعال مستلزم خرابی
نطفہ اور نتیجۃً قطع نسل پر شریعت ظاہری کے عمال اور حکام کو اطلاع ہوگی ضرور وہی مواخذات
قانون انسے کئے جائیں جو بہ شریعت یا قانون سلطنت اور نوامیس تمدنی میں مقرر ہیں اور
اگر اخفائے جرم ایسی طرح سے کیا کہ ظاہری حکام پر یہ راز نہ کھلا ہم لوگ جو عالم جزا اور سزا کے
(علاوہ اس عالم کے) مقر ہیں ہمارے شریعت میں اس جرم کا مواخذہ دوسرے عالم میں
خدا انسے کریگا۔ پھر جب ہمنے ثابت کر دیا کہ ایسے امور کا ارتکاب جن سے ضیاع نطفہ یا
استقاط حمل ہوجاتا ہے جرم ہے اور نظام تناسل کے مخالف ہے عاقل تو کبھی ان کی گرد نہ
جائیگا اور اگر بے عقلی سر پر سوار ہے اور مرتکب ہوگا تو بخوف قانون شریعت یا سلطنت انکو
پوشیدہ طور سے کریگا اب جس نے اولاد کے قطع ہونیکی تدبیر پوشیدہ کی اور متنفر تھا اور جس نے اولاد
ہونیکی تدبیر دوائی اور غذائی کچھ نہ کی اور متنفر تھا ان دونوں میں بظاہر کچھ فرق باقی نہ رہا تیسری
وہ ماں باپ کہ متنفر اولاد سے نہوں مگر کوئی تدبیر خرابی نطفہ یا استقاط حمل کی بھی نہ کریں خواہ
تربیت اولاد میں خرابی کا برتاؤ بھی نکریں چوتھی قسم وہ ماں باپ جو آرزومند اولاد کے تھے۔

عام اس سے کہ اس آرزو میں کچھ تعب جسمانی اور تاوان مالی اٹھایا یا نہیں اور نیز پرورش
اولاد میں کچھ بار انپر پڑا یا نہیں یا پانچویں قسم وہ ماں باپ جنہوں نے اولاد کو متبنیٰ دوسرے کا
بناکر اپنی پرورش اور پرداخت اولاد کی بدولت کرائے ظاہر ہے کہ یہ لوگ چوتھے قسم میں داخل
ہیں مگر چونکہ اولاد کا احسان ان پر ہوا ہے لہذا ہم ایک قسم جداگانہ ان کی قرار دیتی ہیں اب ہمکو
یہ دکھانا منظور ہے کہ حق والدین کے جو عموماً ہماری شریعت نے ٹھہرایا ہے وہ عام احسان
والدین کا کونسا ہے جو کہ جملہ اقسام پنجگانہ میں ہر فرض پر لازم ہے اگرچہ ماں باپ نے اولاد سے
دشمنی بھی کی ہو اور درپے اسی کے رہے ہوں کہ ہرگز یہ لڑکا پیدا نہو اور نطفہ قرار نپائے یا قرار
نطفہ کے بعد اسقاط کی تدبیر کی ہے اور بعد تولد پرورش میں خرابی کی ہو کوئی صورت فرض کرو
مگر وہ احسان پدری اور مادری کبھی معدوم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور وہ احسان ایسا ہونا چاہتے
جسکو خود فطرت نے اپنے ید قدرت میں رکھا ہو اور ماں باپ کو کچھ اسکی فنا کرنے میں دخل
ندیا ہو یعنی کیسی ہی تدبیر خرابی نطفہ کی وہ کریں مگر جسقدر قدرت نے حفظ نسل اور بقاء نوع
میں حصہ انکو دیا ہے وہ حصہ کبھی ضایع نہو اسیطرح اس نطفہ کا قرار دینا رحم میں مادر کے یہ
بھی قدرت نے اختیار میں انکی ندیا ہو لاکھ تدبیر دوائے غذائی اور ریاضت بدنی یہ لوگ کریں
مگر استقرار حمل ہرگز ان کی اختیار میں نہو اب خیال کیجے حال کے فیسیولوجین آدمی کی منی
میں کیڑے بیکر سکوپ سے دیکھکر برابر حکم کرتے ہیں کہ یہی کیڑے آدمی کا نطفہ بناتے ہیں اگر ہم
اس قول کو صحیح مانیں تو پھر ہم سوال کرینگے کہ ہزاروں مرتبہ کے جماع سے یہ کیڑے کیوں نطفہ
نہیں بنجاتے لازم تو یہ ہے کہ جب مرد کی منی جس میں کوئی خرابی نہو عورت کی منی سے ملجائے ضرور
نطفہ قرار پاجائے اب کوئی فیسیولوجی یہ کہ سکتا ہے کہ آج کی ہم بستری میں جو منی باہم مختلط ہوگی
ضرور نطفہ البتہ ہوجائیگا اسی وجہ سے ہمکو تصدیق ہوتی ہے کہ اگر حیوانات منویہ سے نطفہ قرار پاتا
ہے تو وہ کیڑا جو عالم ذر میں ہمارے جد اعلیٰ حضرت آدم ابو البشر کی پشت سی نکالا گیا تھا اور
پھر داخل کردیا گیا اور ہر ایک بشر کے پشت میں جسقدر اسکی اولاد مقدر ہے موجود ہے اسی سے استقرار
نطفہ ہوتا ہے اگرچہ وہ کیڑا ابھی ہم صورت انہیں حیوانات منویہ کے ہو یا کہ خالق تعالیٰ انہیں حیوانات

منویہ میں سے جسکو جسوقت چاہے قابل نطفہ بنانیکے کردے انسان کی منی میں خواہ کسی
اور حیوان کی منی میں اور ایک معنی ویعلم ما فی الارحام کے یہ بھی ہیں یعنی عورات کے رحم
میں جو چیز قابل نطفہ بننے کے ہے سوائے خدا کے اور کوئی اسکو نہیں جانتا ہے پس اگرچہ
فلاسفہ فیسیولوجین نے تجربات سے دریافت کیا کہ حیوانات منویہ سے نطفہ بنتا ہے مگر یہ
علم ابھی تک ان کو نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ وہ کیڑے کونسے ہیں جنسے ضرور نطفہ بنجاتا ہے گھوڑے کے
نطفہ میں سالوتری گابھ چورا لینے کے طریقہ پر تو قادر ہو گئے مگر انسان کے نطفہ پر ابھی فلاسفہ کو
یہ قدرت نہیں ہوئی ہے بعض علمائے فیسیولوجی بقاعدہ اصول تصفح اپنے انکشافات
تشریحی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مقدار معین حیوانات منویہ کی جب صفات مخصوصہ پر ہوتی ہے
ضرور نطفہ قرار پاتا ہے یہ حکم انکا محض تخمینی اور قیاسی ہے کوئی عقلی دلیل اس پر قائم نہیں کر
سکتے ممکن ہے کہ وہ کیڑا جو ہمارے ادیان برحق فرماتے ہیں اسی مقدار یا اس سے کم مقدار
میں باعث قرار ہی نطفہ کا ہوتا ہو۔ المختصر یہ نطفہ کا قرار پانا اور نیز اسکا خراب کرنا دونوں اختیار
میں ہمارے نہیں رکھے گئے اختیار میں ہمارے اسی قدر ہے کہ ہم بستری کریں اور وہ امانت
جو ہمارے سپرد کی گئی ہیں ازل سے دی گئی ہے اسکو رحم مادر تک پہونچا دیں اگر بلا خیانت پہونچایا
یعنی شروط استقرار نطفہ کی صحت بدنی وغیرہ کا لحاظ کرکے یا بلا لحاظ شروط بلکہ مخالفت شروط
کرکے بھی وہ استقرار جو مطلوب الہی جسوقت ہے ضرور ہو جائیگا اسیطرح استقرار کے بعد حفظ
جنین کی تدبیر کریں یا نکریں بلکہ اسقاط کے درپے ہوں اور نیز بعد ولادت پرورش میں خرابی کریں
بہرحال جسکا زندہ رکھنا قدرت نے چاہا ہے وہ ضرور پیدا بھی ہوگا اور زندہ بھی رہیگا خلاصہ
میرے بیان کا یہ ہوا کہ عام حق والدین کا کسی قسم کے ماں باپ فرض کرو منجملہ اقسام شش گانہ
جو اوپر مذکور ہوئے ہیں یہی ہے کہ قدرت نے انکو ایک چیز سپرد کی ہے اور اس امانت سے
سبکدوشی ہم بستری زن و مرد سے ہو جاتی ہے چاہے خوش اسلوبی سے ہم بستر ہوں یا بد اطوار
سے ہاں اگر ہم بستری نکریں اسوقت نہ اولاد ہوگی نہ یہ ماں باپ ہونگے پھر چونکہ مجرد ہم بستری
ذریعہ توالد اور بقائے نوع کو عادت الہی اسی طریقہ سے چاہتی ہے لہذا ماں باپ کو تھوڑے سے

مشابہت کلی عموماً ثابت ہوا کہ بنظر قواعد ظاہری اور قانون عادی کے بقاء نوع اور توالد کے اسباب میں سے یہ دونوں بھی ہیں اور یہ سبب ہونا امر ضروری ہے ان کی مٹانے سے مٹ نہیں سکتا ہے اور یہ ہم بالشان بھی اسقدر ہے کہ نظام انسانی کی بقا اسی پر قدرت نے رکھی ہے۔ اب حقوق والدین کا وجوب عموماً ثابت کر کے ہم نیچرل صاحب سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں کہ آپ تو قانون فطرت (لاآف نیچر) کا بدلنا محال کہتے ہیں آپ کے مذاق پر جو شخص مرتکب ایسے امور کا ہو کہ ہم بستری نامناسب وقت میں کرے اور نطفہ کے خراب کرنیکا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرے اور خراب رحم میں کسی بیماری سے کیوں نہ ہوا پنا نطفہ بغرض پیدا ہونیکے داخل کرے اور بعد ان سب تدبیرات خراب کے جنکا نتیجہ یہی ہے کہ نطفہ ضرور خراب ہو جائے مگر ہرگز خراب نہ ہو پھر استقاط حمل کی بھی پوری تدبیر کرے مگر استقاط نہ ہو پرورش میں بھی کوتاہی کرے دودھ اور غذا کچھ نہ دے مگر بچہ خوب بالیدہ ہوا کرے ان صورتوں میں پہلے تو آپ اپنے نیچر کی خبر لیجئے کہ وہ بگڑا جاتا ہے مصرعہ شاہم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی۔ یہی ہماری شریعت کا حکم اطاعت والدین کا اسکو تو ہمنے فقط ہم بستری سے عموماً لازم ثابت کر دیا اب رہی کمی بیشی حقوق والدین کے جو امور اختیاری کیطرف منسوب ہے ظاہر ہے کہ ہماری شریعت جسکی بنا محض عدل اور انصاف پر ہے سوائے ان حقوق عامہ کے جو محض بقاء نسل اور حفظ نظام سے متعلق ہیں اور قسم کے حقوق کی کمی بیشی اقسام مشتگانہ میں جیسا برتاؤ والدین کا اولاد سے ہوگا ویسا ہی کم و بیش انکا حق بھی ثابت ہوگا از انجملہ شرک باللہ کی نسبت خدا نے پہلے عام حسن سلوک والدین کا فرض اور واجب کر کے ارشاد فرمایا ہے وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا یعنی عام والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنیکی آدمی کو ہمنے وصیت کی ہے وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔ اگر ماں باپ کوشش کریں کہ تجھے مشرک بنانا چاہیں اور ایسی بری باتیں سکھلاتیں جسکا تجھے علم نہیں ہے یعنی تیری عقل ان امور کی برائی سے اسوقت آگاہ نہو تو بھی تجھے معلوم ہوجانے پس ایسی امور ضلالت میں ان کی اطاعت نکرنا مگر ظاہری برتاؤ دنیوی

پھر بھی اُنسے نیکی کا رکھنا۔ میں کہتا ہوں ایسے دشمنان خدا کی نسبت یہ حکم اچھی مثل اللہ
کا اسی حکمت سے فرمایا ہے کہ جو ماں باپ اولاد سے بدسلوکی اور خراب برتاؤ کریں تا اینکہ انکو
مشرک بیدین بھی بنانا چاہیں جو موت ابدی کا باعث ہے اور اُنسے بھی ہمکو حسن سلوک کا
حکم ہے مصلحت یہی ہے کہ بقاء نوع اور امر تناسل ایسی ضروری بات ہے کہ جسقدر قانون
تمدنی ہیں سب کی غرض یہی ہے کہ انتظام عالم میں خلل نہ پڑے اور بقاء نوع کا شیرازہ نہ بکھرے
اگر ایسے ماں باپ جنہوں نے اپنی بدعقلی سے اولاد سے بدسلوکی اور برائی کی ہو انعقاد نطفہ سے
لیکر تا زمانہ پرورش بلکہ بعد زمانہ بلوغ تا آخر عمر اولاد اُنکی نسبت بھی اگر حکم الٰہی انتقام لینے کا
اولاد سے ہوتا اور اُنکی اطاعت ضروری اور بزرگ داشت عام کو خدا امتنا دیتا ضرور ایسی ہی بے
عقل اور نافہم آدمی اپنی بدکرداری خواہ والدین کی بداطواری پر لحاظ نکرتے اور یہی پکارتے
پھرتے خاک تھیں اولاد کے خواہش کریں جو مثل اغیار کے جیسے برسر پرخاش ہونیکو تیار ہوتے
ہیں اسے درگذر کرنے میں خدا نے اولاد کو مثل اپنی صفات تحمل کے متصف ہونا چاہا کہ دیکھو
میں ماں باپ کا خالق حقیقی ہوں میرے ساتھ کیسا خراب برتاؤ کفر اور شرک اور نافرمانی کا یہ
لوگ کرتے ہیں اور میں ہمیشہ درگذر کرتا ہوں اور تم تو بظاہر اُنکی نطفہ سے پیدا ہوئی ہو گویا
تم انکی مخلوق ہو تمکو بالاولی اُنسے درگذر کرنے لازم ہے پھر جو خدا اپنے اُن مخلوقات سے کہ
دشمنی پر ہمیشہ تلے ہوتے ہوں اور کسی قسم کی محبت اُنکو خدا سے نہو ایسا حسن سلوک کرے
شعر ای کریمی کہ از خزانہ غیب - گبر و ترسا وظیفہ خور داری وہ کریم بے نیاز اُن بدکردار ماں باپ
سے جن میں احسان تولد ظاہری بہ نسبت اولاد کے ہے کیونکر بدسلوکی کو روا رکھ سکتا ہے۔ ے
دوستان را کجا کنی محروم - تو کہ با دشمنان نظر داری - اب رہے وہ ماں باپ جنہوں نے اپنی اولاد
کسی دوسرے کی فرزندی میں دے اور پرورش کا بار اغیار پر ڈالا اور خود بھی اُسی اولاد کی بدولت
چین اور آرام سے بسر کرنے لگے انکا ایک حق عام جو ہم اوپر لکھ چکے وہ تو اولاد پر بہرگونہ ثابت رہا
یعنی حق تولید جو بقاء نوع کا سبب ہے۔ اب دوسرا حق پرورش وہ غیر کا ہوا جسکی متبنی میں یہ پالی گئی
اب دیکھو کہ متبنی اُنہیں جسکے دیا ہے وہی شخص ہوگا جو بے اولاد بے نام اور نشان ہوگا اسکی غرض

متفاوت ہوتی ہے کسی کو تو اسقدر غرض ہوتی ہے کہ لڑکا گود میں لیکر اُسکے والدین سے کچھ
مسلوک ہونا گوارا نہیں کرتا ہے کوئی شخص ایک مقدار معین دیکر والدین کو راضی کرتا ہے کوئی
آدمی ایک زمانہ معین تک والدین کا بار اٹھاتا ہے اُسکا کوئی عام قاعدہ نہیں ہے مگر بہر حال
اس لڑکے سے جو اغراض اُسکی ہیں وہی ہیں کہ جسطرح ماں باپ کا یہ وارث ہوتا اور اُنکی کا رخدمت
خانگی وغیرہ میں بجالاتا اُسیطرح پدر خواندہ سے پیش آئیگا پس جو کچھ پرورش پرداخت میں اس
متبنیٰ کے خواہ متبنیٰ کے والدین کے اُس نے خرچ کیا ہے اپنی غرض سے کیا ہے اور والدین کی
رضامندی سے کیا ہے اب فرق یہ ہوا کہ والد نے اگر خود پرورش نہیں دوسرے سے کرایا مگر سبب
تو وہی والدین ہی ٹھہرے اُنکو اختیار تھا کہ پرورش نکراتے اور نہ خود کرتے اب پرورش کرانیکا احسان
پھر بھی باقی رہا پھر چونکہ والدین سبب مجازی وجود اولاد کے ہیں اب جتنے امور نفع اور راحت کے
قبل زمانہ بلوغ اور رشد اولاد کے فرض کرو سب کا انتساب والدین ہی کیطرف ہوگا چاہیں خود
پرورش کریں یا کسی اور سے کرائیں متبنیٰ بناکر خواہ دایہ مقرر کرکے مگر دایہ کی غرض روزانہ مزدوری
لینے کی ہے اور گود لینے والے کی غرض بعد اسکے بلوغ اور رشد کے حاصل ہوتی ہے اور یہ غرض
بہت بڑی ہے جسکے معاوضہ میں متبنیٰ کے والدین محتاج کی خبرگیری بھی لازم ہے اور یہ سب امور
عقلی تھے اب ذرا ہماری شریعت کا حکم ہی متبنیٰ کے حق میں دیکھو قرآن مجید میں فرماتا ہے وَمَا
جَعَلَ اللّٰهُ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ خدا نے تمہارے پسر خواندہ (متبنیٰ) کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنا
دیا ہے بلکہ بیٹا اُسی کا ہے جس سے پیدا ہوا ہے اور اسی لحاظ سے فرمایا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ
هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ اگر ان متبنیٰ لڑکوں کو اُن کی اصلی باپ کے نام سے پکارو یہی انصاف زیادہ
اُنکے حق میں خدا کے نزدیک ہے یعنی اُن کو خارج النسب کرکے اُنکی ماں کو گالی ندو اور اسی سبب
سے متبنیٰ لڑکا اپنے والدین کے ترکہ سے میراث پاتا ہے محروم الارث نہیں ہوتا ہے اور جسکی فرزندی
میں آیا ہے اُسکا وارث شرعی نہیں ہوتا ہے بلکہ ہبہ وغیرہ سے اُسکے متروکہ کا مالک ہوتا ہے نہ
اس باپ کی دختر سے اسکا نکاح ناجایز ہے اور نہ کوئی حکم جو قرابت کا ہے اسپر جاری ہوتا ہے
بلکہ اگر گود لینے والا اپنی حین وحیات میں اسکو ہبہ وغیرہ نکرجانے اُسکے ورثہ شرعی برابر اپنا

حق وراثت پائینگے۔ پھر جب اصلی قرابت متبنیٰ سے پیدا ہوئے اب اسکو گود لینے والے کا بیٹا
کہنا ضرور اسکی ماں کو گالیاں دینی ہیں اور یہی مراد خدا کی ہے جو آیت میں فرماتا ہے اب چونکہ نیچرل
صاحب ہماری شریعت پر معترض ہیں لہذا ہم کہ سکتے ہیں کہ ماں باپ نے اپنے پسر کو جب کسی کی فرزندی
میں دیا اسپر دوہرا احسان انکا ہوا کہ اپنی متروکہ کی وراثت قایم رکھکر دوسرے کے گھر بار کا مالک بنایا
اب تین احسان انکے اس فرزند پر ہوتے (۱) حیات ظاہری (۲) اپنے وراثت باقی رکھنے کا
(۳) محض غیر کے مال کے مالک بنانیکا اگر ان احسانات سہ گانہ کی وجہ سے جیسا ونکی بھی بسر
مر داولاد کے ذریعہ سے ہوتی تو انکے احسانات کیونکر مٹ جاتینگے بلکہ شاید زیادہ ہی ثابت ہونگے زہے
نصیب اس اولاد کے جو پیدا ہونیکے ساتھ ہی اپنے والدین کے آرام اور راحت کا سامان کرے
اب اسی جگہ مجھے چھٹی قسم کے والدین کی اور یاد آئی وہ یہ ہے کہ بعض عورت اور مرد کو ایک مرض
ایسا لاحق ہوتا ہے کہ بدون ہم بستری کرنیکے انکی جان کا بچنا قواعد ظاہری طب کی روسے محال
معلوم ہوتا ہے ایسے مریضوں کو طبیب حکم قطعی ہم بستری کرنیکا دیتا ہے تاکہ حفظ جان اور صحت
جسمانی حاصل ہو نیچرل صاحب سوال کرتے ہیں کہ جب اپنی حفظ جان کی غرض سے ہم بستری کی
اور اتفاقاً نطفہ ٹھہر گیا اب ماں باپ کو اس بچہ کا ممنون احسان ہونا چاہیئے نہ انکیہ الٹی تعظیم
والدین کی بچہ پر فرض ہو یہ غلط خیال نیچرل صاحب کو اسی وجہ سے ہوا ہے کہ اصول طب پر
اطلاع نہیں ورنہ طبیب امراض جسمانی یا طبیب امراض اخلاق اور سیاست منزلی جس مرد کو یا
جس عورت کو ہم بستری پا مجبور کرتا ہے ایسے بیماروں کی دو قسمیں ہیں اول تو وہ زن اور مرد
جنھوں نے تجرد اختیار کیا ہے اور سن انکا عنفوان شباب کا ہے قوت بدنی زیادہ ہے اور
نطفہ دینے کی قابلیت پوری ہے منی میں انکی کثرت ہے نسل انسانی بڑھانیکا مادہ زیادہ ہے
کہ خدا نے انکو اس لائق کیا ہے مگر کسی بیہودہ خیال سے مجرد بنے ہوتے ہیں اب قانون فطرت
نے انپر لازم کیا ہے کہ وہ قاطع النسل نہ بنیں اور ایسا مرض پیدا کر دیا ہے ضرور ہم بستری پر مجبور
کیے جائیں اور وہ امانت اور ودیعت الٰہی جو بقاء نسل کی انکی سپردگی میں ہے اور جسکو ضائع
کرنے کے درپے ہیں اسکو اپنی خاص جگہ میں پہونچائیں چنانچہ ہم بستری سے وہ اپنی جگہ پہونچ

گئے اور وہ حق عام جو والدین کا فطرت نے رکھا ہے یعنے افزونی نسل اور حفظ نوع کا اُس سے انکو سبکدوشی ہوئی اور اولاد کے واجب التعظیم ہو چکے - دوسری قسم کی دو زن و مرد خانہ بدوش بے یار و غمگسار جنکی خانہ ویرانی زوجہ کے نہونے سے خواہ محض لاوارث عورت قوام یعنی شوہر نہونیسے ایسی ہو خدا کی پناہ اجنکے اوقات شبانہ روزی تباہی اور پریشانی میں بسر ہوتی ہو اور ہزاروں قسم کی ایذا کا انکو دن رات سامنا ہو ایسے زن اور مرد کو بحکم اصول حکمت خانہ داری طبیب روحانی خانہ آبادی اور تزویج پر مجبور کرتا ہے کہ بعد تزویج کے مرد بے زن خواہ عورت بے شوہر اپنی اپنی ایذائے شبانہ روزی سے نجات پائیں اور جو حکمت آفریدگار برحق کے جوڑا پیدا کرنے میں ہے وہ بھی پوری ہو اور ناجایز افعال سے خواہ ناجایز ارادوں سے جو تجرد کے زمانہ میں دونوں کو ہوتے ہیں اُس سے محفوظ رہیں اور توالد و تناسل کا فائدہ جو علاوہ فواید آرام اور راحت مذکورہ کے ہے وہ بھی پیدا ہو پھر اُس میں کونسا گناہ ماں باپ کا ہوا اگر اُنہوں نے اپنی حفظ صحت اور خانہ آبادی کی غرض سے نکاح کیا اور اسی ضمن میں خدا نے اُن کو اولاد بھی عطا کی اور امانت الٰہی سے انکو سبکدوشی بھی ہوئی اور وہ احسان جو فطرت نے انکو اولاد کی آفرینش میں ضروری دیا ہے وہ بھی ثابت رہا پھر چونکہ ہماری شریعت جامع قواعد علاج امراض جسمانی اور امراض روحانی سبکی ہے لہذا دونوں قسم کی زن و مرد کو حکم ازدواج فرمایا ہر اور کوئی فائدہ جسمانی اور روحانی فرض کرو سب کی ہدایت ہمکو ہمارے ہادی برحق جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے اور اسی جامعیت احکام کی نظر سے ہم اپنی شریعت کو شریعت الٰہی جانتے ہیں جس نے ہمکو ہر طرح سے اور طرف رجوع کرنے سے بے پرواہ کر دیا ہے وہی ہمارے نبی ہیں جنہوں نے فرمایا اُوتیتُ جَوامِعَ الکَلِم مجھے تمام کلمات حکمت خدا نے دیئے ہیں اللّٰھم صل وسلم وزد وبارک علی نبینا وآلہ واصحابہ الاخیار ۔

باب ۱۶۱ سولواں شق القمر کا معجزہ نہ کوئی اور معجزہ اسلام کے نبی کا جب قرآن سے کبھی ثابت ہوا پھر اہل اسلام ان کی نبوت کا کیونکر دعوے کرتے ہیں (سوال) جتنی آسمانی کتابیں اہل مذہب نے بنائی ہیں سب میں اس نبی کا جسکے وہ پیرو ہیں ایک نہ ایک معجزہ بھی گڑھ لیا ہے برخلاف اسکے جو قرآن آخری کتاب ہے اس میں آخری پیغمبر کا کوئی معجزہ نہیں درج ہوا پھر انکی نبوت کا ثبوت اور قرآن کا آخری کتاب ہونا کیونکر پایا جاوے۔ شق القمر کا معجزہ جسکو اہل اسلام ہمیشہ سے متواتر کہ رہے ہیں اور قرآن سے اسکا ثبوت [illegible] واقع ہوئے اور ہوتے ہیں پھر اختلاف کرتے چلے آئے ہیں جیسے عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی اور حلیمی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ۔ پھر اور فرقہ کے لوگ جو اہل مذہب آسمانی ہیں خواہ ہم لوگ جو پابند مذہب نہیں انپر اسکا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے جب قرآن ہی سے اس معجزہ کے واقع ہونیکا ثبوت خود مسلمانوں میں اتفاقی نہ ہو اب اسکا متواتر اور درجہ یقین پر پہونچنا اہل اسلام کے [illegible] مسلمین کا اتفاق ہے کہ شق قمر نہیں ہوا اب رہی احادیث [illegible] تاریخ مذہبی [illegible] تاریخ اسی اہل مذہب پر حجت ہو سکتی ہے جس مذہب کی وہ تاریخ ہو [illegible] اسکو نقل کریں۔ معجزہ شق القمر کی تاریخی بیانات کے دیکھنے سے جسکو ذرا بھی عقل ہے [illegible] وہ یہی کہیگا کہ یہ معجزہ بنایا تو مگر بن نہ سکا اسلئے کہ جن لوگوں نے اپنی چشم دید اس واقعہ کے دیکھنے کا غلط محض دعویٰ کیا ہے انکی تو اسوقت پیدائش بھی نہوئی تھی بلکہ حمل بھی انکا قرار نہ پایا تھا کہ شکم مادر سے دیکھتے اسی سبب سے (۱) کوئی آنکھی چشم دید اس معجزہ کے وقوع کو وقت شب بتلاتا ہے (۲) کوئی کہتا ہے کہ نہیں دن کو یہ سانحہ ہوا (۳) کوئی کہتا ہے آسمان پر ہوا کوئی زمین پر کوئی درمیان آسمان و زمین کے ہونا اپنی چشم دید بتلا رہا ہے (۴) کوئی کہتا ہے ایک ٹکڑا چاند کا اپنی جگہ [illegible] (۵) کوئی کہتا ہے حرا پہاڑ کے نیچے ایک ٹکڑا اور اوپر دوسرا نظر آیا (۶) کوئی کہتا ہے ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا دوسرا [illegible] دوسرے

(۷) کوئی کہتا ہے کہ ابوجہل اور ایک یہودی کی درخواست سے یہ معجزہ ہوا (۸) کوئی حبیب ابن مالک کی درخواست سے بتلاتا ہے (۹) کوئی کہتا ہے چودہ اصحاب عقبہ کی درخواست سے (۱۰) کوئی کہتا ہے فقط ایک شخص کو نظر آیا اور کوئی کہتا ہے سب لوگوں نے دیکھا۔ اب اگر سب روایتیں سچی ہیں تو شق القمر کا معجزہ آٹھ نو مرتبہ ہوا۔ مگر اسکو اہل اسلام بھی کبھی نہیں مانتے ہیں لہذا اتنا تفرقہ اقوال سے یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ سب کا بیان غلط ہے اور محض گڑھنت کی بات ہے نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ شق القمر ہوا ہے۔ پھر جب ایسا معجزہ جسکو بچہ اور بوڑھا ہر ایک مسلمان اپنا دین اور ایمان ہمیشہ سے اعتقاد کرتا رہا ہے تاریخ اسلام سے بھی غلط ہو گیا اب اور معجزات جنکو ایک ہی راوی نے گڑھا ہے انکا ثبوت کیا باقی رہا جسپر مسلمانوں کو گھمنڈ ہے۔ تمہید جواب عقلی شبہات جسقدر معجزہ شق القمر پر ہیں انکے جوابات ہمنے باب (۱۴) اور (۱۳) میں اپنی کتاب کے لکھ دیتے ہیں اب سایل نے ہماری منقولات سے بحث شروع کی ہے۔ پھر چونکہ یہ بات مسلم ہے کہ ہر مذہب کے منقولات کی صحت اور غلطی اسی مذہب کے مسلمات اصطلاحی سے ظاہر کرنی چاہیے لہذا سایل کو لازم ہے کہ اہل اسلام کے منقولی امور میں ضرور انکی اصطلاحی طریقہ کی پابندی کرکے تب اپنا شبہہ قایم کرے۔ اسبات کا انکار جو سایل کرتا ہے کہ ہمارے نبی کا کوئی معجزہ قرآن سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے۔ پہلے تو ہم یہی جواب دیتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ قرآن سے اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے اور بعض اہل اسلام کو جو اس میں انکار ہوا انکی غلطی کو ہم عقلی اور نقلی دلایل سے آیندہ لکھینگے۔ اسکے بعد ہم ایک باب جداگانہ میں قرآن مجید سے اور معجزات بھی اپنے نبی صلعم کی انشاء اللہ ثابت کرینگے مثل معجزہ شق القمر کے اور اسکا کون دعوی کرتا ہے کہ آجتک جسقدر اہل اسلام گذرے یا موجود ہیں یا آیندہ ہونگے سبکے سب جملہ امور میں خطا اور سہو سے بری ہیں۔ ہاں جن حضرات کو اہل اسلام خطا سے بری اور معصوم مان چکے ہیں انکا اقرار خواہ انکار البتہ موجب اعتراض اور ایراد ہو سکتا ہے۔ عام طور سے تو مذہب شیعہ پر جو نبی اور امام کو جملہ امور دینی اور دنیوی میں خطا سے معصوم جانتے ہیں اور خاص طور سے اہلسنت کے عقیدہ پر جو دینی امور میں ضرور نبی کو معصوم مانتے ہیں اور یہ قصہ چونکہ محض دینی امر ہے

اسکے بیان میں تو کل فرقہ اہل اسلام کے نبیؐ کو خطا سے بری مانتے ہیں بلکہ بڑے صحابہ اور تابعین اور علمای اسلام انکا کسی امر خاص میں شاذ و نادر خطا کرنا مذہب اسلام پر کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا خصوصاً دو چار عالم جنکو کسی غرض خاص سے دھوکہ ہو جاتے اور اپنی اصول مذہبی کی خلاف براہ شریعت غلطی کریں علی الخصوص وہ غلطی جس میں انکی فقط رای کی غلطی ہو اور قرآن و حدیث سے کوئی سند اسکی نہو اور نہ وہ غلطی عقلی دلیل سے درست ہو سکے پھر چونکہ سایل ہمارے منقولات سے یہ شبہہ وارد کرتا ہے لہذا اسکے پہلے یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ ہم اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید سے جو بات صاف صاف بدون تاویل کی پیدا ہو اسپر کسی روایت کو نہ کسی عالم محمدی کی قول اجتہادی کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ جو بات قرآن کی مخالف ہو اسکو غلط محض سمجھتے ہیں اسلیے کہ قرآن سے زیادہ صحیح اور متواتر ہمارے مذہب میں کوئی چیز نہیں ہے اب ہمکو لازم ہے کہ اس شبہہ کی جواب کے دو حصہ کریں پہلا حصہ قرآن اپنے معجزہ کے ثبوت میں دوسرا حصہ احادیث اور روایات اور اقوال علمای محمدی جو اس معجزہ میں منقول ہیں اور بظاہر ان میں براہ غلط فہمی سایل کچھ اختلاف اور تناقض ہے پہلا حصہ قرآن مجید میں سورہ قمر کی پہلی آیت یہی ہے اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ بہت نزدیک آگئی قیامت اور چاند شق ہو گیا۔ یہی معنی اس آیت کی ظاہر ہیں جو شخص زبان عرب کو سمجھتا ہے کسی مذہب اور ملت کا ہو یہی معنی اس آیت کے سمجھیگا اب ہمکو لازم ہے کہ اگرچہ قمر کا شق ہو جانا صریح الفاظ آیت سے ہر شخص سمجھ لیتا ہے مگر اور قراین لفظی اور معنوی اور سیاق اور سباق سے بھی ایسے امور بیان کریں جنسے متعین ہونا انہیں معنوں کا اور وقوع ہو جانا اس واقعہ کا بخوبی ثابت ہو جاتے اور وہ قراین اور قواعد ایسے ہوں جنکو مذہبی امور سے کچھ علاقہ نہو بلکہ بلا لحاظ مذہب اور ملت کی ہر شخص انکو تسلیم کرے ورنہ مخالف مذہب اسلام انکو ہرگز نہ مانیگا اگر مذہبی اصول سے انکا لگاو ہوگا مثلاً زبان دانی کے علوم جیسے علم نحو اور صرف اور معانی بیان جنکے اصول کسی مذہب کے تسلیم کرنے پر نہیں بنائے گئے ہیں اور نہ کسی مذہب سے خاص ہیں اسیطرح علم تفسیر کے قواعد کہ جو قصہ طلب کلام ہو اسکو تاریخی اتفاق سے

تعلق ہے چاہے وہ قصہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی۔ علم تفسیر میں شان نزول اسی کو کہتے ہیں
کہ یہ آیت کس کی شان میں اتری ہے اور اسکا قصہ مفصل کیا ہے جیسے کہ علم امثال اور محاضرات
میں کوئی مثل جو مشہور اور زبان زد خاص اور عام ہوتی ہے اسکی اصل اور پورا قصہ تاریخ
ہی سے معلوم ہوتا ہے پھر چونکہ قرآن مجید کی ہزاروں خوبیوں میں سے ایک بڑی کرامت یہ بھی
ہے کہ عیب و صواب خواہ اوامر و نواہی سے اگرچہ مراد شخص واحد یا گروہ خاص تھا مگر نام
لیکر اور تعین کرکے اسکو ارشاد نہیں فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی اخلاقی بات ہے لہذا ایسا کلام
تفصیل طلب ضرور ہوتا ہے اور ایسے ہر کلام کی فوائد علم بلاغت سے بخوبی دریافت ہوتے
ہیں پس ہمارے آیات قرآن کا شان نزول جہاں اختصار ہے تو تاریخی واقعات سے معلوم
ہوتا ہے یہ بھی کوئی امر مذہبی نہیں ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ جو دلائل ہم اس مقام پر لکھتے
ہیں انکا تسلیم کرنا کسی مذہبی عقیدہ کے تسلیم پر موقوف نہیں ہے اب ان دلائل کو بیان کرتا
ہوں پہلی دلیل سورہ قمر سے پہلی ملی ہوئی سورہ نجم کی آخری آیت یہ ہے أزفت الآزفة
یعنی قریب آگئی قیامت اور سورہ قمر کی پہلی آیت اسکے بھی یہی معنی ہیں مگر فرق
یہ ہے کہ سورہ قمر کی آیت میں قربت بلفظ ثلاثی مجرد نہیں ارشاد فرمایا بلکہ اقتربت بصیغہ ثلاثی
مزید ارشاد فرمایا اور یہ مسئلہ علم معانی میں مقرر ہو چکا ہے کہ زیادتی لفظ کی زیادتی معنی پر دلالت
کرتی ہے [illegible] افتعال کا تو خاصہ ہی ہے کہ مبالغہ کے معنی اسی مادہ میں پیدا کرتا ہے
[illegible] قیامت کا اول سورہ قمر میں بطور دعوے
کے فرمایا [illegible] اسکی دلیل بھی ذکر کر دی یعنی دلیل زیادہ قرب قیامت کے یہ ہے
کہ چاند شق ہو گیا پس یہ لفظ واو جو وانشق القمر میں ہے گویا واو حالیہ ہے جس سے معنی سببیت
کے بھی نکلتے ہیں جیسے ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔ اب منکرین قیامت
کیونکر انکار کر سکتے ہیں اسلئے کہ نمونہ قیامت انکو دکھلا دیا گیا اور بعض قاریوں نے اس
آیت کو یوں ہی پڑھا ہے وقد انشق القمر یعنی تحقیق کہ چاند شق ہو گیا جیسا کہ علامہ
ابو السعود عمادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور لفظ قد ماضی پر تحقیق وقوع کیواسطے آتا ہے

یہ بھی دلیل لفظی ہے کہ یہ سانحہ واقع ہو چکا اور واو حالیہ ہے کیونکہ ماضی کا جملہ حالیہ قد کو ضرور چاہتا ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ خدا نے پہلے آخر سورۂ نجم میں قرب قیامت کا دعوی فرمایا پھر اول سورۂ قمر میں اس دعوی کو زیادہ قرب پر دلالت کرنیوالی لفظ سے ارشاد کیا پھر اس دعوی کی دلیل وقوع واقعہ شق القمر کا بھی ارشاد کر دیا تاکہ دعوی با دلیل ہو جائے محض دعوی نہ ہے فائدہ قیامت کا قریب تر ہونا یا تو مراد اس سے یہ ہے کہ زمانہ کی راہ سے قریب ہے یا مراد یہ ہے کہ تجویز عقلی میں قریب بعقل ہے مشرکین اور فلسفی جو منکر حشر و نشر میں تجرد آانکار پر انکو قناعت نہ تھی اور شریعت انبیاء میں جو جو پیشین گوئیاں حشر اور نشر کی نسبت ہوئی تھیں انکو بھی بعید از عقل سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں بلکہ اسپر بھی ترقی کر کے کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ یہ امر ہرگز ممکن نہیں ہے محال ہے اسلئے کہ معدوم کو دوبارہ موجود کرنا اور مُردونکو زندہ کرنا ہرگز نہیں ہو سکتا اور آسمانی چیزوں کا پھٹ جانا اور پھر جڑ جانا کسی طرح ممکن نہیں اور عقل سے بعید ہے یہی کیفیت کفار اور مشرکین اور دہریوں کی ہمیشہ سے چلی آئی اور ہر نبی کی ایسی پیشین گوئی پر اسی قسم کے قہقہے اور استبعاد عقلی کرتے رہے پھر چونکہ ہمارے نبی آخر الانبیاء ہیں اور قرآن مجید آخری کتاب آسمانی ہے لہذا آخری پیغمبر کو واجب ہے کہ خدا ایسا معجزہ کرامت فرماے جس سے کل انبیاء سابقین کی پیشین گوئی یہ نسبت وقوع قیامت کی براہ عقل بھی قریب الوقوع ہو جائے اور ساری استبعادات عقلیہ منکرین حشر و نشر اور فساد اجرام سماویہ کے دور ہو جائیں اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ پیغمبر آخر الزمان ہے جسکا زمانہ نبوت تا قیام قیامت رہیگا اسی حکمت بالغہ الٰہیہ کا یہ مقتضی ہوا کہ اب ان منکرین کو ایسی کوئی بات معجزہ کی ہمارا آخری نبی دکھلادے چنانچہ شق القمر کا معجزہ درخواست سے منکرین حشر و نشر کے فواید مندرجہ ذیل کی غرض سے خدا نے دکھلا دیا (۱) آسمانی اجرام کا بروز قیامت پھٹ جانا خواہ اور تغیرات ان میں ہونے جسکی خبر تمام پیغمبر ہمیشہ دیتے رہے ہیں اور یہ آخری پیغمبر بھی دیتا ہے نہ محال ہے اور نہ بعید از عقل ہے بلکہ ممکن اور قریب بعقل ہے۔ (۲) ہمارا نبی آخر الزماں جسکے زمانہ نبوت کو ہمنے تا قیام قیامت باقی رکھا ہے اسکا پیدا ہونا زمانہ قیامت سے قریب براہ عقل ہے اسلئے کہ اب کوئی نبی اسکے بعد

نہ آئیگا۔ اب معلوم ہوگیا کہ سورۂ قمر میں قرب قیامت کا لفظ جو قرب مطلق پر دلالت کرتا ہے اُس سے قرب زمانہ بھی مراد ہے اور اقتراب عقلی بھی جس سے استبعاد عقلی دفع ہوگیا یعنی جسطرح استبعاد عقلی دونوں امر میں تھا اُسکی ضد بالنقیض یعنی اقتراب عقلی بھی دونوں کو شامل ہے ایسا خیال نکرو کہ فقط اقتراب عقلی مراد ہے جیسا کہ علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی پر زور دیا ہے بلکہ اس تعمیم سے ہر قسم کا قرب اس لفظ سے مراد ہے اور سب کی دلیل یہی معجزہ شق القمر ہو گیا دوسری دلیل اس آیت کے بعد فرمایا ہے وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ترجمہ یعنی جب کوئی آیت و معجزہ یہ لوگ دیکھتے ہیں اُس سے اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو اور سحر مستمر ہے یعنی سحر قوی ہے یا کہ ہر ایک جادو سے زیادہ ہے یا مراد یہ ہے کہ بہت جلد جاتا رہیگا یا یہ مراد ہے کہ ایسا جادو ہمیشہ مدعیان نبوت کرتے چلے آئے ہیں اب یہ کہنا کفار کا جو قرآن صادق المقال میں مذکور ہے بدون اسکے کہ شق القمر ہوچکا ہو کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اس سے تو صاف ظاہر ہوگیا کہ شق القمر مثل اور معجزات کے واقع ہوگیا اور جسطرح ہمارے نبی کے اور معجزات کو مشرکین جادو قرار دیتے تھے اسکو بھی قرار دیا تیسری دلیل تیسری آیت میں فرمایا۔ وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَھْوَاءَھُمْ یعنی جھٹلایا اُس معجزہ کو جسکو دیکھ چکے ہیں مثل اور معجزات کے اور اپنی خواہشہائے نفسانی کی پیروی کی یہ بھی پوری دلیل ہے کہ شق القمر واقع ہوچکا اور کفار نے اُسکی تکذیب بھی کی اسکے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ جب شق القمر آیندہ کبھی ہوگا تو کفار اور دہریہ اُسکی تکذیب کرینگے اور اپنی خواہشہائے نفسانی کی پیروی کرینگے چوتھی دلیل یہ ہے اسی جگہ ارشاد فرمایا۔ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْہِ مُزْدَجَرٌ حِکْمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ۔ قرآن میں جو جو خبر دی وہی ہوئی ہے کہ اُس میں خبر وہی شق القمر اور قرب قیامت بھی داخل ہے یہی خبر وہی کفار کو انبیاء کی تکذیب معجزات کی روکنے کو کافی ہے اور حکمت بالغہ خدا کی اس سے ظاہر ہوتی ہے اگر میں حکمت بالغہ الٰہی سے یہ مراد لوں کہ چاند کا دو ٹکڑے کردینا بھی خدا کی پوری حکمت پر دلیل ہے تو یہ میرا کہنا کسی طرح نامناسب نہوگا اسکے بعد فرمایا کہ پھر بعد اظہار ایسی حکمت بالغہ کی اب کون سی چیز باقی رہی جو انبیاء کو ان منکرین

کے انکار میں نفع دیگی اب تو جس جس چیز کا یعنی حشر و نشر اور فساد اجرام علویہ کو بروز قیامت انبیاءؑ بیان فرماتے تھے ہمنے شق القمر کر کے انکا ایک نمونہ بھی دکھلا دیا اسکے بعد ارشاد فرمایا فتول عنھم ای محمدؐ تم ان کی بدکرداری سے روگردانی کرو اور ان کی حماقت اور سفاہت کو اب خیال کر کے زیادہ اصرار نکرو پانچویں دلیل سورۂ قمر میں جسطرح معجزۂ شق القمر کا انکار مشرکین کا مذکور ہے اسیطرح اور انبیاءؑ کے معجزات اور پیشین گوئی کا انکار کرتے چلے آئے ہیں وہ بھی خدا نے بغرض ہدایت اپنے رسول کے بیان فرمایا اور یہ سب امور گذشتہ ہیں جنکا انکار ہو چکا ہے اسیطرح شق القمر بھی امر گذشتہ اور گذرا ہوا چشم دید واقعہ ہے جسکا انکار یہ کرتے ہیں چھٹی دلیل جادو کہنا کفار کا اس معجزہ کو دیکھکر صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ شق القمر کسی نبی کی تصدیق نبوت کیواسطے خدا نے کیا ہے اور جو شق القمر یا کسوف و خسوف وغیرہ قریب روز قیامت ہوگا وہ کسی نبی کا معجزہ نہوگا بلکہ وہ تو اس دنیا کی اولٹ پلٹ کا دن ہے اسکو کوئی کافر یاد ہریہ جادو نکہیگا اسلئے کہ یہ چکنی چپڑی باتیں انکار معجزات کی اور تکذیب انبیاء کی اسی زمانہ تکلیف اور زمانہ مہلت میں یہ لوگ کر سکتے ہیں جس میں بڑی مہلت ان کفار کو دی گئی ہے اور تمام حجت اسی میں ہے اور یہ بھی بڑی بندہ پروری رب العالمین کی ہے اور وہ زمانہ جس میں ہر شخص بالجاو اضطرار خدا کے وعدہ ہاے صحیح کا اقرار کریگا اس میں تو پھر کسی کی مجال نہوگی کہ آیات الٰہی اور علامات وقوع قیامت کو جھٹلا سکے یا کسی معجزہ کو جادو بتلا سکے پس اگر بالفرض شق القمر کوئی اور بھی ہونیوالا اقرب قیامت ہے اسکو کوئی سحر اور جادو سے تعبیر نکریگا یہ تو وہی شق القمر ہے جو ہمارے نبی کے معجزہ سے واقع ہوچکا نہ ایسا کہ اب آیندہ ہوگا ساتویں دلیل نحوی قاعدہ سے لفظ ماضی کے معنی مضارع یا مستقبل کے جن مقامات میں ہوتے ہیں ان میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ لفظ ماضی کا عطف مضارع پر ہو یہاں تو انشق صیغہ ماضی کا عطف (اقتربت) صیغہ ماضی پر ہے یہاں (انشق) کے معنی (سینشق) کے کیونکر صحیح ہونگے یعنی قمر شق ہوگا آیندہ زمانہ میں یہ معنی کبھی نہیں ہو سکتے اگر کوئی یہ کہے کہ (اقتربت) کے معنی بھی یہاں مستقبل کے ہیں یعنی جب قیامت قریب ہوگی تب شق قمر ہوگا اور گویا یہ جملہ شرطیہ ہے۔ کہ

اذا اقتربت الساعتہ وانشق القمر نہیں واو عطف جو انشق پر ہے اس تاویل کو منع کرتا ہے اسلئے کہ یہ بھی قاعدۂ نحوی ہے کہ جواب الشرط لایعطف علیہ - جواب شرط کا عطف اپنی شرط پر نہیں ہوتا ہے اگر کوئی کہے کہ اقتراب ساعت وانشقاق قمر کے دونوں جملہ ملکر شرط ہے اور جواب اسکا محذوف ہے یعنی جب قیامت نزدیک آئیگی اور چاند شق ہوگا تب اور علامات قیامت ظاہر ہونگے اسکا جواب یہ ہے کہ حرف شرط اور جزا دونوں کا حذف بلا قرینہ ہے اسلئے کہ چاند کا شق ہونا قرب زمانہ قیامت کے کسی اور دلیل نقلی کا قرآن اور حدیث سے محتاج ہے جس سے ہم ظاہری معنی آیت کے تاویل کرکے ماضی کو بمعنی مضارع قرار دیں اور حالانکہ اور کوئی آیت اور حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ بات ثابت ہو علاوہ بران قرب قیامت پر جسقدر آیات قرآنی دلالت کرتے ہیں اُن سب کے مخالف یہ تاویل ہے یعنی ابھی قیامت قریب نہیں جب قریب ہوگی اور چاند شق ہوگا تب اور علامات ظاہر ہونگے اُنھوں دلیل وقوع شق قمر کے انکار کرنیکا سبب یا تو عقلی اصول سے ہے یعنی چاند کا پھٹ جانا محال عقلی سمجھکر کیا جاتا ہے اس نظر سے تو زمانۂ گذشتہ اور حال اور آئندہ سب میں انکار برابر ہوگا اور جب اصول فلسفہ جدیدہ سے ہمنے اور متکلمین سابقین نے فلسفۂ قدیمہ سے چاند کا پھٹ جانا ممکن الوقوع ثابت کردیا اب یہ کہنا کہ ابھی یہ واقعہ نہیں ہوا آئندہ ہوگا ہرگز درست نہوگا پس عقلی دلیل کوئی اس پر نہیں ہے کہ ہم آیت قرآنی کو جو وقوع ہوجانے اس معجزہ پر دلالت کرتی ہے اسکی تاویل کرکے یوں کہیں کہ ابھی نہیں ہوا آئندہ ہوگا اسلئے کہ جو چیز ممکن ہے ہمیشہ ممکن ہے اور جو محال ہے ہمیشہ محال ہے اور اگر نقلی دلیل کوئی ایسی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آئندہ ہوگا ابھی نہیں ہوا انکا پتہ نہیں ہے پھر کیوں ایسی تاویل خلاف ظاہر کیجائے اور اگر کسی روایت سے بالفرض ثابت ہو کہ آئندہ پھر بھی شق قمر ہوگا اسکو کچھ منافات وقوع معجزہ ہذا سے نہیں ہے نویں دلیل اجماع مفسرین کا سبب نزول پر اس سورہ کے ہے سبب نزول یہی لکھتے ہیں کہ جب درخواست کفار مکہ کی شق قمر دکھانیکی ہوئی اور آنحضرت صلعم نے دعا کی تب خدا نے کردیا اور شان نزول میں اختلاف ہوا اس سے بڑھکر کوئی دلیل ثبوت وقوع واقعات کی

نہیں ہوتی توضیح اسکی یہ ہے کہ جو قصہ اور واقعہ دنیا میں واقع ہوتا ہے اسکا سبب ضرور کچھ نہ کچھ ہوتا ہے اور سبب وقوع واقعہ کبھی تو محسوس ہوتا ہے کہ محض مشاہدہ سے آدمی اسکو معلوم کرتا ہے خواہ سماعت سے خواہ کسی اور جسکے ذریعہ سے محسوس کرتا ہے اور کبھی یہ سبب تجویز عقلی سے متعلق ہوتا ہے اور اُس میں اختلاف آراء اور تباین عقول کی وجہ سے اختلاف ہوجاتا ہے۔ پھر محسوسات میں اور خاص کر سماعت سے متعلق جو اسباب ہوں اور سماعت بھی مخبر صادق معصوم نبی اللہ اور بری خطا سے جس سبب کی ہو اسکا یقینی ہونا جیسا ہوگا ویسا کسی اور چیز کا نہوگا۔ قرآن مجید کے آیات کا شان نزول جسکی خبر دہی خاص ہمارے عالم علم لدنی سے متعلق ہے مثلاً خود وہ جناب ارشاد فرمائیں کہ یہ آیت فلاں سبب سے نازل ہوئی یا کوئی صحابی حضور کے سامنے بیان کرے کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے اور آپ اُسکو رد نکریں یہ بھی اصطلاح محدثین میں تقریر کہلاتی ہے۔ پھر جب سبب نزول اسکا امر محسوس ہے اور تعلق مشاہدہ بصر اور سماعت سے رکھتا ہے قیاسی اور عقلی نہیں ہے اور باینہمہ اتفاق بھی کل مفسرین کا اُسپر ہے اور یہ اتفاق مبدا یعنی طبقہ اولین کا ہے جو لوگ کہ سابقین اولین سے تھے چنانچہ آیندہ لکھونگا اور علی الخصوص قرآن کے آیات میں بعد واقعہ شق قمر کے انہیں کفار کا اسکو جادو کہنا بھی مذکور ہے خواہ بعض یہود کا ایمان لانا اسی معجزہ کو دیکھکر جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔

اب تو اسکے اجماعی ہونے میں کوئی شک باقی نرہا اور اسیوجہ سے ابن السبکی اور سیوطی نے اتمام الدرایہ میں شق القمر کو متواتر کہدیا پھر بعد مدت دراز دو ایک آدمی کا اختلاف ہرگز قابل لحاظ نرہا جسنے اجماع اہل اسلام طبقہ اول برہم ہوتا۔ عثمان بن عطا نے براہ غلط کاری جو یہ کہدیا معناہ (سینشق) یعنی انشق کے معنی یہ ہیں کہ آیندہ زمانہ میں شق ہوگا اسکو محض عقلی تجویز سے کہا ہے چنانچہ ہم علامہ فخر رازی وغیرہ کی تفسیر سے لکھینگے اور سبب نزول میں انہوں نے بھی کچھ اختلاف نکیا جو منقول ہوتا اور جو معنی انہوں نے بنائے ہیں قطع نظر ان خرابیوں کے جو لفظی غیر مذہبی ہیں نے ادپر لکھے ہیں ان معنوں کی سند بھی

کسی آیہ قرآنی یا حدیث نبوی یا قول صحابی سے نہیں لکھی اسلیئے کہ قرآن کے ظاہری معنی اور کھلی ہوئی مرادیں انکو تو سب اہل زبان جانتے ہیں مگر غیر ظاہر معنی اور مخفی جو تاویل بعید سے پیدا ہوں انکو سواے نبی کے یا جسکو نبی تعلیم کرے اور کون جانتا ہے اور یہی صورت حسن بصری اور حلیمی اور بلخی کی تاویل اور انکار کی ہے کہ سبب نزول خواہ شان نزول میں انکا خلاف بھی منقول نہیں ہے اور انکو سبب انکار وقوع واقعہ شق قمر سمجھی انہوں نے بیان کیا ایسے لوگوں کا کہنا جسکی کوئی سند انسے منقول نہیں ہے کسی طرح قابل التفات نہیں ہو سکتا ہے خصوصا جب شان نزول میں انکا اختلاف منقول نہیں ہے اب تو بقاعدہ اصول فقہ اس اجماع میں یہ بھی داخل رہے دفع توہم کسی کو یہ توہم ہو کہ جب عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی مسبب یعنی وقوع واقعہ کا انکار کرتے ہیں پھر سبب یعنی شان نزول پر انکا اتفاق کیونکر مانا جاوے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی ہی غفلت اور سہو اور نسیان سے آدمی کی ناپختگی اور غیر سنجیدگی دریافت ہوتی ہے اور یہی امور ایسے ہیں کہ آدمی اپنے سخت اور شدید تعصبات سے باز آتا ہے اور سچی بات کو قبول کرتا ہے اور معصوم اور بری از خطا اور عالم کامل جو کسی مسئلہ میں کبھی خطا نکرے اور جملہ اطراف و جوانب پر ہر مسئلہ کے اسکو ہر وقت نظر ہے ایسے عالم میں اور ہم خطاکاروں میں یہی فرق ہے اور اسیوجہ سے عقل اور شرع حکم کرتی ہے کہ ہم معصوم اور بیخطا کی پیروی کریں اور خطاکاروں کو اپنا پیشوا نہ بنائیں۔ المختصر کچھ بعید نہیں ہے کہ غیر معصوم براہ سہو اور غلط کاری سبب کا اقرار کریں اور مسبب سے انکار کریں دسویں دلیل قانون شہادت کے اصول پر دیکھو۔ کسی محسوس واقعہ کا اقرار کرنا اور اسکے واقع ہونے پر گواہی دینی یا اسی واقعہ سے انکار اور اسکے واقع ہونے پر گواہی نفی اس سے زیادہ تر اعتبار کرنا براہ عقل کس فریق پر چاہیئے متعلق اصول گواہی پر حکم کرتے ہیں کہ اگر دونوں قسم کے گواہ یعنی گواہان ثبوت رویت اور گواہان نفی رویت شمار میں اور سچائی اور وجاہت میں برابر ہوں اور موقع واردات پر دونوں فریق حاضر بھی ہوں یا اور ذریعہ مخبر وضع سے انکو تعلق یا بے تعلقی بھی برابر ہو جب بھی گواہان ثبوت کو گواہان نفی پر ترجیح ہے یہی اور اسکے دلائل کتب فقہیہ کی باب الشہادۃ میں اور قانون شہادت

مسٹر مارٹین اور تحریرات اشتار میں دیکھو اور یہی سبب ہے کہ مقدمات فوجداری وغیرہ میں قاضی (جج) رویت کے گواہوں کو صرف نفی کے گواہوں پر ترجیح دیتا ہے اور جرح کرنیوالے گواہ کو بھی تعدیل اور توثیق کرنیوالے گواہ پر ترجیح اسی نظر سے ہوتی ہے کہ جرح کرنیوالا رویت کا گواہ ہے اور ثبوت پر گواہی دیتا ہے اور توثیق (تعدیل) کرنیوالا نفی پر گواہ ہے اور یہ بات اس فرض پر ہے کہ دونوں فریق کے گواہ موقع واقعہ پر حاضر ہوں اور صاحب تمیز بھی ہوں اور جب گواہان نفی رویت موقع واردات پر موجود نہوں بلکہ ابھی دنیا میں بھی نہ آئے ہوں اور صداقت اور وجاہت میں بھی پاسنگ فرقہ گواہاں رویت کے نہوں ایسے گواہان نفی پر کوئی عاقل بھی لحاظ کرسکتا ہے۔ یہی حال حسن بصری اور بلخی وغیرہ کا اس واقعہ میں ہے کہ ان میں سے کوئی شخص بروز واقعہ شق قمر پیدا بھی نہوا تھا یا بحضوری موقع چہ رسد اگر آپکو یہ شبہہ دامنگیر ہو کہ انہوں نے صحابہ حاضرین مکہ سے سنا ہوگا تو اسکا نام بتانا معترض کے ذمہ ہے صحابہ حاضرین سے تو ایک روایت بھی انکار شق قمر کی نہیں پائی گئی ہے جو حسن بصری وغیرہ نے لکھی ہو اور ہم کہتے ہیں کہ فقط عقلی استبعاد سے انہوں نے انکار کیا ہے جیسے نیچریہ اور دہریہ کرتے ہیں جسکی سند علامہ فخر الدین رازی کے کلام میں موجود ہے اور قسطلانی اور طبرسی وغیرہ سے بھی منقول ہے جو آیندہ آئیگی انشاءاللہ۔ شق القمر کے منکرین اس معجزہ کے انکار کرنیوالے چند قسم کے لوگ ہیں دہریہ نیچری فرقہ فلسفہ قدیمہ کے اصول باطلہ کی وجہ سے کہ ان کی رائے میں خرق اور التیام اجرام سماویہ میں محال تھا فلسفہ جدیدہ سے چونکہ چاند کو ایک سیارہ مثل زمین کے سمجھ رہے ہیں ان دونوں کے خیالات کا بطلان تو ہم نے باب تیرھویں اور باب چودھویں میں بخوبی کر دیا ہے اہل مذہب آسمانی جیسے یہود اور نصاری انکو تو ہمارے نبی کی نبوت ہی سے انکار ہے پھر ہمارے نبی کے معجزات کو کیوں تسلیم کرنے لگے خصوصاً ایسا معجزہ جس سے ہمارے نبی کی فضیلت اور انبیاء پر ثابت ہو مگر انکو تعصب کیوجہ سے اسکا خیال نرہا کہ جس معجزہ کے واقع ہونے سے اور انبیاء کی پیشینگوئیاں بہ نسبت حشر اور نشر اور فساد اجرام سماویہ صحیح ہو جائیں اور کفار اور فلاسفہ دہریہ کا انکار جو برابر وقوع

واقعات قیامت پر چلا آتا ہے سب باطل ہو جائے اور پوری تصدیق ان حضرات انبیاؑ
کی نبوت کے ہو جائے اسکو نہ ملنا اور مثل کفار اور دہریوں کے وہی دلائل اس معجزہ کے
رو کیے میں پیش کرنے اسکا نتیجہ جسطرح اسلام کے بانی مذہب کی نبوت میں شک پیدا کرتا
ہے اسیطرح ان حضرات کی پیشین گوئی کو (جو محض دعواے زبانی ہمیشہ رہا اور کبھی کوئی واقعہ
ایسا جیسے کسی آسمانی اجسام کا فساد باعجاز کسی نبی نے دکھلایا ہو واقع نہونے سے کفار
ان پیشین گوئیوں کو محض لغو اور مہمل کہتے رہے) یہی باطل کرکے انکی نبوت میں شک
ڈالتا ہے بہر حال یہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ اس معجزہ کے انکار کرنیکے مصداق اسی کے
ہیں سہ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی ؎ گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد
چوتھا فرقہ تاریخ علمی والونکا انہوں نے ساتویں صدی عیسوی میں اس واقعہ کا وقوع
تو لکھا مگر اسکو ماک مون کہد یا یعنی مادہ کاذب تھا جیسا کہ ہمنے ص ۱۳ میں اسی کتاب کے
اپل وولڈ عالم ہو اسی نقل کیا ہے اور علامہ فخر الدین رازی بھی کہتے ہیں کہ جب یہ واقعہ
پیش آیا ایسے ہو خلیں اور مجھین یوں کہنے لگے کہ یہ بھی ایک قسم کا چاند گہن تھا اور ایک چیز
مشابہ بنصف قمر کے عالم ہوا میں ظاہر ہو گئی تھی جو چاند کی اصلی جگہ سے الگ واقع ہوئی تھی
پانچواں فرقہ دو تین اشخاص مسلمانوں کے جنکے نام سایل نے لئے ہیں جیسے عثمان بن
عطا اور حسن بصری اور بلخی انکو بھی چند قسم کے اشتباہ اس واقعہ کے انکار میں بہ نظر بشریت
پیش آئیں پہلی غلطی بقول علامہ فخر الدین رازی اور قسطلانی انکو یہی ہوئی یہ سمجھے کہ شق القمر
ایک واقعہ ہائلہ اور سانحہ عظیم ہے اگر واقع ہوتا لازم تھا کہ تمام روئے زمین کے لوگ اسکو دیکھتے
اور ہر ملک میں اسکی خبر متواتر ہو جاتی اس تجویز میں انکو عقل اور نقل دونوں کے راہ سے غلطی
پیش آئی عقلی غلطی تو یہ ہے کہ تمام روی زمین سے اگر مراد تمام کرہ زمین ہے یہ تو سراسر غلط
ہے اسلئے کہ مکہ معظمہ سے پچھم چھ ہزار میل پر ابھی دن ہوگا رات ہی نہوگی اسیطرح مکہ معظمہ سے
پورب چھ ہزار میل پر چاند کے غروب کا وقت ہوگا پھر انکو کیونکر نظر آتا اور کسی جگہ پھر رات اور
دو چار گھڑی رات باقی ہوگی اور سب لوگ سو رہے ہونگے اور اگر مراد انکی وہ ممالک ہیں

ہیں جنکے افق مساوی افق مکہ معظمہ سے ہیں اور جنکے طول بلد قریب قریب طول مکہ معظمہ
سے ہیں ایسی جگہ بشرطیکہ ابر وباد اور دیگر موانع رویت موجود نہوں اس فوری واقعہ کا انکو نظر
آنا کیا ضرور ہے کیا تمام دنیا کے لوگ رصد خانہ میں دوربین لگائے ہوئے ہر وقت بیٹھے رہتے
ہیں کہ جو واقعہ آسمانی ہو اور خصوصاً جسکی پیشین گوئی بھی نہوئی ہو اور نکوئی علامت اُسکی
پہلے سے ظاہر ہو چکی ہو اُسکو دیکھا کریں خسوف کو دیکھئے جو پہلے سے اُسکی پیشین گوئی بھی
ہو جاتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی شہر میں ہزاروں کو نظر آتا ہے اور ہزاروں کو خبر بھی نہیں
ہوتی ہے کب ہوا اور کتنا ہوا پس کوئی واقعہ سماوی جو اچانک واقع ہو میں کہتا ہوں کہ خاص
مکہ معظمہ کے بھی سب لوگوں کا اُسکو دیکھنا کب ضروری ہے چہ جائکہ دُور دشت کے لوگ اُسکو
دیکھیں نقلی غلطی اُنکو یہ ہے کہ اخبار صحیحہ میں یہ بھی وارد ہے کہ بعد ملاحظہ شق قمر کے کفار
نے کہا کہ ہمارے قوم اور قبیلہ کے لوگ سفر شام اور یمن کو گئے ہیں وہ آلیں اور ہم اُنسے
پوچھیں اگر وہ بھی تصدیق کریں کہ چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے تو ہم یقین کرینگے ورنہ
تمہارا جادو ہے جو ہمپر چلا ہے چنانچہ جب وہ قافلہ آیا اور تصدیق اسکی انہوں نے کی تب
کفار کو یقین ہوا اس خبر کو بھی صحیح طرایق متعددہ سے نقل کیا ہے۔ کاش اگر بلخی اور حسن
بصری وغیرہ اسی پر خیال کرتے کہ نقلی سند بھی اسکی موجود ہے پھر تو ہرگز انکو ایسا غلط خیال
نہوتا اسلیئے کہ اُن کفار نے بھی قریب قریب مقامات پر نظر آنیکا خیال کیا تھا تمام روی زمین
پر نظر آنیکا انکو بھی خیال نہ تھا دوسری غلطی انکو یہ ہوئی کہ شق قمر شروط قیامت سے
ہے اور دلیل قرب قیامت ہے چونکہ اور شروط اور دلایل وقوع قیامت نہیں پاتے گئے اور
قیامت کے آنے میں دیر ہے لہذا شق قمر بھی اُسی زمانہ میں ہوگا جب اور شروط ظہور ہوگا
یہ غلطی اُنکو قیاس کرنے سے بمقابلہ نص نبوی کے ہوئی اور کونسی دوسری آیت قرآنی یا
توریت یا انجیل اور زبور کی اُنکو ملی ہے جس سے یہ سمجھے کہ شق قمر شروط قریبہ قیامت سے ہے
ایسے قریب زمانہ میں ہوگا کہ اور علامات بھی سب ظاہر ہونگے بلکہ حدیث صحیح جو ہمارے نبی صلعم
سے مروی ہے بعثت انا والساعتہ کھاتین۔ یعنی میرا زمانہ نبوت اور زمانہ قیامت ایسا

قریب قریب ہے جیسے دونوں انگلیاں ملائی جائیں پھر جب ہمارے نبی کی تشریف آوری
بھی علامت قرب قیامت ہے تو اگرچہ معجزہ شق القمر پیچھے علامت قرب قیامت کے ہوگا
تیسری غلطی انکو یہ بھی ہوئی کہ اس معجزہ کے اظہار سے جو اغراض خداوند عالم کے متعلق
ہیں کہ تصدیق جملہ انبیاء کی زمانہ تکلیف اور مہلت میں قبل زمانہ الجائی ہو جاتی اور ابطال شکوک
اور شبہات کفار اور دہریوں کا عدم فساد سماوات میں بھی ہو جاتے اور اقرب عقلی ان پیشین
گوئیوں کا بھی ہو جاتا جنکو وہ لوگ ہمیشہ بعید از قیاس سمجھ رہے ہیں اور ختم نبوت کو جو امر ضروری
ہے یعنی پھر اب کسی معجزہ کے آنیکی بغرض تصدیق اخبار کتب آسمانی حاجت باقی نہ رہے وہ بھی
ثابت ہو جاتے ان سب فوائد پر انکو بلحاظ ظاہر اور عامیانہ طور سے کہدیا کہ شق قمر نہیں ہوا آئندہ
ہوگا جب قیامت قریب ہوگی چوتھی غلطی بڑی بھاری انسے یہ بھی ہوئی کہ اپنے نبی کا معجزہ
باہرہ شق قمر ایسا جو صاف طور بلفظ ماضی قرآن میں مذکور ہے اور اسکی تائید میں اور آیات بھی اسی
جگہ وارد ہیں اسکا انکار کرکے آیت کی تاویل یوں کرلی کہ آئندہ شق قمر ہوگا اس میں صریح غلطی یہ
ہے کہ اگر آئندہ شق قمر ہوگا تو پھر ہمارے نبی کا معجزہ وہ کیونکر قرار پائیگا بلکہ مثل اور آیات اور
علامات قیامت کے ہوگا اور ہمارے نبی کی پیشین گوئی فقط بلا دلیل مثل دیگر انبیاء کے بہ نسبت
علامات قیامت کے ہوگی۔ اور جب ایسا خلاف ہوا اتفاق اور اجماع اہل اسلام کا معجزہ جو قرآن
سے بخوبی ثابت ہے اسکا انکار کرینگے پھر کفار اور دیگر منکرین نبوت ہمارے نبی کے جب یہ سوال
کرینگے جیسا کہ یہ سایل ہمسے کر رہا ہے کہ جب قرآن سے تمہارے نبی کا کوئی معجزہ ثابت نہیں
ہے پھر نبوت تمہارے نبی کی کیونکر ثابت رہے تو اسکا جواب کیا دینگے پانچویں غلطی قرآن
کے متواتر خبر کو اسکے منطوق یعنی ظاہری اور صریحی معنے سے غیر ظاہر کیطرف بدون دلیل عقلی
اور نقلی کے تاویل کرکے پھیرنا پہلے تو اسی میں بحث ہے کہ اگر کوئی خبر متواتر یعنی حدیث متواتر سے
قرآن کی نص کی تاویل غیر ظاہر معنی کیطرف کیجاتے یہ بھی جائز ہے یا نہیں چہ جائکہ خبر واحد اور ضعیف
روایت بھی کوئی ایسی ہو اور پھر قرآن کے ظاہری معنی کو غیر ظاہر بلکہ محض بے اصل کیطرف پھیرنا یہ
کیونکر صحیح ہوگا رہی دلیل عقلی ہم مسلمانوں کا بلکہ جملہ اہل مذاہب آسمانی کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی آیت

کتابہاے مقدسہ کی کسی دلیل تحقیقی یقینی کے مخالف ہو ضرور اسکی تاویل کرنی چاہیے شق القمر کے وقوع کے محال ہونے پر کوئی دلیل عقلی بھی نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر آیندہ زمانہ میں واقع ہونیکو بھی وہی دلیل رد کی گئی - یہ پانچ اغلاط علاوہ اُن اغلاط کے ہیں جنکو ہم اوپر کے اوراق میں لکھ چکے ہیں علامہ فخر الدین رازی نے بھی اگرچہ وہ ہم اہل اسلام کے شریک اس عقیدہ میں ہیں کہ شق قمر کا معجزہ ضرور واقع ہوا مگر اس بیان کو دھوکا ہو گیا کہ یہ معجزہ متواتر منقول نہیں ہوا انہوں نے عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی کے اس خیال کا کہ اگر یہ معجزہ واقع ہوتا تو متواتر علما اسکو نقل کرتے یہ جواب دیا کہ چونکہ فصاحت قرآن معجزہ متواتر ہمارے نبی کا تا قیامت باقی ہے اور برابر ہمارے نبی تحدی کر کے اسکا معجزہ ہونا ثابت کرتے رہے لہذا اس معجزہ دائمی کے بعد پھر دوسرے معجزہ کا نقل کرنا اہل اسلام کو کچھ ضرور نہ رہا اسی وجہ سے معجزہ شق قمر کو متواتر نقل نکیا میں کہتا ہوں اگر اسی تقریر کو علامہ رازی اس عنوان سے لکھتے کہ چونکہ قرآن مجید سے اس معجزہ کا ثبوت ہو چکا ہے اب اس سے بڑھکر اور کون سا طریقہ روایت کا ہے جس سے تواتر اس معجزہ کا ثابت کیا جائے پھر تو اہل اسلام کو علامہ رازی کی نسبت یہ موقع نہ ملتا کہ انکو تواتر معجزہ ہذا سے انکار ہے مگر افسوس ہے کہ انہوں نے جملہ معجزات کے تواتر سے اسی لپیٹ میں انکار کر دیا اور فقط فصاحت معجزہ قرآن کو جو ایک امر وجدانی ہے معجزہ متواتر کہکر اپنا پیچھا چھوڑا یا اور اگر فخر رازی کا مطلب یہی ہے جو ہمنے لکھا ہے پھر تو انپر دیگر معجزات کے تواتر کا انکار کرنا کسطرح منسوب نہیں ہو سکتا ہے۔ **دوسرا حصہ** جب قرآن مجید سے متواتر ہونا اس معجزہ کو ہم ثابت کر چکے تو پادری صاحب کا اعتراض جو سائل کا تھا اسکا جواب ہو چکا اب رہے احادیث خبر و پیر اہل اسلام انکی صورت یہ ہے کہ یہ معجزہ اول بعثت میں واقع ہوا ہے اسوقت صحابہ کی کثرت نہ تھی اور بالیقین اکثر وہی صحابہ سابقین جنگ بدر اور احد وغیرہ میں شہید بھی ہو گئے تھے جنہوں نے یہ معجزہ بچشم خود دیکھا تھا باوصف اسکے ہم کو سات صحابہ کے روایات وقوع شق قمر کی ملی ہیں چار اُن میں سے تو چشم دید اور تین صحابہ نے بطور مراسیل کے اسکو روایت کیا ہے اور مراسیل صحابہ یعنی (روایت میں راوی اول کا نام مذکور نہو اہل اسلام کی اصطلاح میں اکثر امور اور

واقعات میں معتمد اور معتبر ہیں بس اسیقدر روایات کافی ہیں اسلیئے کہ قرآن متواتر سے تو ثبوت پورا پورا ہو چکا ہے اور مراسیل کی اصطلاح ہم آگے لکھیں گے۔ **ناقلین معجزہ شق قمر**

اہلسنت اور شیعہ دونوں کے محدثین اس معجزہ عظیمہ کے ناقل اور راوی بیشمار ہیں اور جسقدر روایات درج کتب ہیں اور ملاحظہ سے بھی تحقیق ہوئی ہیں جسکو ہم لکھتے ہیں پھر چونکہ اہلسنت کی روایات پر بھی ہمکو بحث کرنی منظور ہے اسلیئے کہ جسقدر شبہات سایل نے لکھے ہیں یا جو آیندہ ہم اور لوگوں کے شبہات لکھینگے وہ سب یا اکثر روایات اہلسنت پر ہی وارد ہو سکتے ہیں۔ لہذا پہلے ہم اہلسنت ہی کی روایات کو لکھکر دفع شبہات کردیں اسلیئے کہ معجزہ نبوی میں سنی اور شیعہ دونوں کو اتحاد عقیدہ ہے۔ واضح ہو کہ ہمکو ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور معالم التنزیل بغوی اور شفاء قاضی عیاض اور دیگر کتب سے بھی ثابت ہوا ہے کہ یہ معجزہ سات اصحاب سے منقول ہوا ہے اور علامہ طبرسی نے اسکو تصریح لکھ بھی دیا ہے (۱) پہلے تو عبد اللہ ابن مسعود اور وہ سابقین اولین سے ہیں اور بقول قسطلانی ۳۲ سنہ ہجری میں ساٹھ برس کے ہو کر مرے بیس سال ہجرت میں انکی عمر اٹھائیس برس کی تھی لہذا بروز شق قمر ۲۳ برس خواہ ۲۰ برس کے تھے انکا مکہ میں ہمراہ جناب رسول صلعم رہنا قطعی اور یقینی ہے طفل نابالغ بھی نہیں تھے اور اسیوجہ سے چند روایات معجزہ ہذا کے چشم دید انہیں سے منقول ہیں۔ عبد اللہ ابن مسعود سے پانچ اشخاص تابعین نے اس معجزہ کو نقل کیا ہے (۱) ابو معمر (۲) مجاہد (۳) اسود (۴) مسروق (۵) علقمہ اور پانچوں اشخاص تابعین میں سے ہیں۔ ابن مسعود کی روایت میں پوری کیفیت شق قمر کے وارد ہے اور انکی روایت مراسیل صحابہ سے نہیں ہے یعنی ایسی روایت نہیں ہے کہ انہوں نے کسی اور سے سنکر یہ روایت بیان کی ہو۔ ابن مسعود کی چار روایتیں بخاری میں وارد ہیں پہلی **روایت**

اعن ابن معمر عن عبد اللہ ابن مسعود رض قال انشق القمر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ شقتین یعنی ابن مسعود نے کہا کہ چاند زمانہ نبی صلعم میں دو ٹکڑے ہو گیا جو برابر تھے اور ابو نعیم نے دلایل میں طریق عتبہ بن عبد اللہ سے بقول

قسطلانی نیز زیادہ کیا ہے۔ قال ابن مسعود فلقد رایت احد شقتیہ علی الجبل الذی بمنی ونحن بمکۃ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک ٹکڑا چاند کا میں نے پہاڑ پر دیکھا جو منی میں ہے اور ہملوگ مکہ میں تھے فقال النبی اشھدو ایس نبی صلعم نے فرمایا گواہ رہو اس معجزہ پر قسطلانی کہتے ہیں اس روایت کو بخاری نے تفسیر میں بھی وارد کیا ہے اور مسلم نے توبہ میں اور ترمذی نے تفسیر میں اور اسیطرح نسائی نے بھی وارد کیا ہے میں کہتا ہوں یہ پہاڑ وہی حرا ہی جسکو روایت آئندہ میں صاف کہدیا ہے دوسری روایت بخاری کی طریق اعمش سے بھی ابن مسعود سے ہے مگر اُس میں وارد ہے قال انشق القمر ونحن مع النبی بمنی ابن مسعود کہتے ہیں چاند شق ہوا اور ہملوگ نبی صلعم کے ہمراہ منیٰ میں تھے اور گو پہلی روایت میں اپنا مکہ میں ہونا بیان کیا ہے مگر ان دونوں میں کچھ تعارض اور منافات نہیں ہے۔ قسطلانی کہتے ہیں کہ مراد ابن مسعود کی یہ ہے کہ یہ معجزہ قبل از ہجرت واقع ہوا ہے۔ اور منیٰ بھی ملک مقام لواحق مکہ سے ہے میں کہتا ہوں کہ منی ایک موضع مکہ میں ہے جو تین میل پر واقع ہے جیساکہ اہل لغت کہتے ہیں اور یہ تاویل قسطلانی کی مجھے پسند نہیں ہے اور شاید اور لوگ بھی اسکو پسند نکریں اسلئے کہ تین میل کا فاصلہ منیٰ اور مکہ میں ہے اور جناب رسول صلعم اُسوقت احجر میں تشریف رکھتے تھے جو خاص کعبہ میں اندرون حطیم یعنے دیوار بیرونی کی ہے جیساکہ ہم نے روایت خرائج سے نقل کیا ہے پس تشریف رکھنا حضور کا کعبہ میں بمقام خاص جب ثابت ہے پھر ابن مسعود کا قول کہ ہم حضور کے ہمراہ منیٰ میں تھی ہرگز درست نرہا لہذا اگر (بمنی) کی لفظ متعلق (انشق) کے مانی جائے اور بیچ میں جملہ معترضہ و نحن مع النبی قرار دیں کہ اصل عبارت میں شاید راوی سے تقدیم اور تاخیر ہوگئی ہے دراصل عبارت یوں تھی انشق القمر بمنی و نحن مع النبی یعنی چاند کا شق ہونا منی میں تھا اور ہم ہمراہ نبی کی تھی تو یہ تاویل بھی پہلی روایت ابن مسعود سے مطابق ہو جائے اسلئے کہ پہلی روایت میں ابن مسعود کی وارد ہے کہ میں نے ایک ٹکڑا چاند کا اُس پہاڑ پر دیکھا جو منی میں ہے اب رہا یہ امر کہ خود ابن مسعود اور حضرت کہاں تھے اُسکا بیان پہلی اور تیسری روایت ابن مسعود میں موجود ہے کہ ہمراہ نبی کی مکہ میں تھے

تقدیم وتاخیر یا جملہ معترضہ کا آنا کلام میں کوئی امر نادر الوقوع اور ناجائز خلاف قواعد عربیت
بھی نہیں ہے اور قرینہ تاویل کا پہلی اور تیسری روایت خود موجود ہے خصوصاً جبکہ زیادہ
اہتمام ابن مسعود کا بیان اپنی حضوری کا ہمراہ حضور کے ہے ایسے وقت میں تقدیم امر
مہتم بالشان کے کسی جملہ پر خواہ خبر جملہ پر جو فضلہ کلام ہو جیسے متعلقات فعل وغیرہ ہرگز
خلاف قواعد بلاغت نہیں بلکہ عین بلاغت یہی ہے اور متعلق ظرف یعنی مجرور کا لفظ انشق
ہے جو عامل قوی ہے فصل بالا بھی اسکو عمل سے روک نہیں سکتا اسلئے کہ صیغہ فعل
کا ہے اور تعقید لفظی کا شبہہ بھی نہ رہا اسلئے کہ بعض حدیث بعض کی تفسیر کرتی ہے دو بقا میں
اس تاویل پر دلیل ہیں خود ابن مسعود کی اب غلطی ضبط راوی کا بھی شبہہ جاتا رہا۔ ہاں
تیسری روایت جو طریق مسروق سے ہے اس میں بھی انشق القمر بمکۃ ہے یعنی مکہ
میں شق قمر ہوا اس میں بیان فقط اسی کا ہے کہ یہ معجزہ منجملہ معجزات مکہ سے ہے قبل از ہجرت
اور اس میں اپنے دیکھنے کا ذکر نہیں کیا کہ ہمکو کس جگہ نظر آیا اور چوتھی روایت بخاری کی جو
طریق اعمش سے ہے اس میں فقط اسی قدر ہے انشق القمر چاند شق ہو گیا نہ اپنی موجودگی
ہمراہ نبی اور نہ منظر انشقاق کا ذکر کیا ہے جسکو قسطلانی کہتے ہیں کہ اسیطرح مختصر طور سے
وارد کیا ہے اور حموینی اور کشمیہنی میں یہ روایت ثابت ہے مختصر نہیں ہے اور تفسیر مجمع
البیان میں طبرسی کو یہ روایت ابن مسعود کی یوں پہونچی ہے عن ابن مسعود قال و
الذی نفسی بیدہ لقد رایت الجبل بین فلقتی القمر یعنی ابن مسعود کہتے ہیں
قسم ہے اس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں جان میری ہے بیشک میں نے حرا پہاڑ کو
درمیان دونوں پارہائے قمر کے دیکھا اس فرع لو ہم ابن مسعود کی روایات میں ایک اور
امر اہم قابل سمجھنے کے یہ ہے کہ ابو نعیم کی روایت میں فقط یہی ہے کہ ایک ٹکڑا قمر کا حرا
پہاڑ پر میں نے دیکھا اور دیگر روایات میں ابن مسعود کی ہے کہ حرا پہاڑ کو بیچ میں دونوں پارہ
قمر کے دیکھا اس تفصیل میں بھی کچھ تعارض نہیں ہے چنانچہ طریق اعمش سے جو بخاری
ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ ذہبت فرقۃ نحو الجبل وبقیت الاخری مکانہ

یعنی ایک ٹکڑا طرف حرا پہاڑ کے گیا اور دوسرا اپنی جگہ پر رہا اب حرا کا درمیان دونوں ٹکڑوں کے ہونا بخوبی ظاہر ہو گیا **فائدہ** ابن مسعود کا یہ کہنا کہ منیٰ کے پہاڑ پر شق قمر ہمنے دیکھا اس سے تصدیق اس روایت کی ہوتی ہے جو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ چودہ آدمی اصحاب عقبہ سے یہ معجزہ طلب کرنے آئے تھے اسلیئے کہ میری رائے میں یہ عقبہ وہی ہے جو بقول قسطلانی منیٰ میں واقع ہے لہذا اسی مقام پر شق قمر کا نظر آنا زیادہ ضروری تھا جہاں کے لوگ زیادہ خواہاں اس معجزہ کے تھے جن لوگوں سے بنائے ترقی اسلام قائم ہوئی پھر اسکو یاد رکھو دوسرے راوی اور گواہان چشم دید اس معجزہ کی جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں آپکا سن شریف اگر واقعہ انشقاق سال پنجم بعثت میں ہوا ہے کم سے کم پندرہ برس کا تھا اور اگر سال ہشتم بعثت میں ہوا ہے اٹھارہ برس کی عمر آپکی تھی پھر چونکہ ساتھ رہنا آپکا جناب رسول صلعم کے مکہ معظمہ میں یقینی ہے لہذا آپکا دیکھنا اس معجزہ کو کچھ بعید از عقل نہیں ہے کہ نہیں ہوسکتا اگر صحابی ہی سمجھکر کوئی روایت آپ سے صحاح میں درج ہوتی جیسے حذیفہ اور ابن مسعود کی بلکہ شیر خوار یا غیر مولود مثل انس اور ابن عباس اور عبداللہ بن عمر کے تو وہ بھی تصدیق معجزہ ہذا میں ایک عمدہ سند ہوتی مگر افسوس ہے سوای شفاء قاضی عیاض کے اور کسی کتاب حدیث میں آپ سے اسکی روایت نہیں ملی شفا کی عبارت یہ ہے فقال علی من رواتیہ الی حذیفة الارجبی انشق القمر ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت علی لکھتے ہیں بروایت ابو حذیفہ ارجبی کہ چاند شق ہو گیا اور ہم ہمراہ رسول صلعم کے تھے تیسرے راوی صحابہ میں سے حذیفہ بن یمان ہیں یہ جلیل صحابی اور حضرت کے رازدار بوقت واقعہ انشقاق ضرور یقیناً بالغ اور عاقل بھی تھے اسلیئے کہ سابقین اولین میں انکا شمار ہے حذیفہ سے بقول قاضی عیاض دو شخصوں نے یہ روایت کی ابو عبد الرحمٰن اخو مسلم اور ابی عمران ازدی اور یہ دونوں تابعی ہیں ایک روایت کشاف میں زمخشری نے بھی لکھی ہے اور وہ روایت یہ ہے۔ عن حذیفة انه خطب بالمدائن ثم قال الا ان الساعة قد اقتربت وان القمر قد انشق علی عهد نبیکم حذیفہ سے روایت ہے انہوں نے مدائن میں خطبہ پڑھا اور پھر کہا آگاہ ہو کہ

قیامت اب قریب ہے اور چاند تمہارے نبی صلعم کے زمانہ حیات میں شق ہو چکا ہے میں کہتا ہوں حذیفہ کو جس روز سے حضرت خلیفہ ثانی نے عامل مدائن مقرر کیا تھا بقول عجلی ہمیشہ وہیں رہے اور بعد قتل خلیفہ سوم اور بعد بیعت علیؑ یہ چالیس روز کے مرے دیکھو فتح الباری کو دوسری روایت حذیفہ کے وہ ہے جسکا قاضی عیاض شفا میں ذکر کرتے ہیں بہرحال انکی روایت میں کوئی امر ناقص کا نہیں ہے اور یہ گواہان چشم دید سے ہیں چوتھے راوی صحابہ میں سے جبیر بن مطعم یا مطعم ابن جبیر کے باپ ہیں یہ خاص مکہ کے رہنیوالے ہیں اگرچہ انکا داخل اسلام ہونا ابن حجر نے اصابہ میں درمیان زمانہ حدیبیہ اور فتح کے لکھا ہر اور انکے باپ یعنی مطعم بقول قسطلانی قبل جنگ بدر کے مرے ہیں مگر رویت چشم دید معجزہ ہذا کی مطعم نے اگر بحالت عدم اسلام کے ہو تو کچھ اس میں دشواری نہیں جبیر بن مطعم سے انکے بیٹے محمد بن جبیر اور انکے پوتے جبیر بن محمد نے روایت کی ہے اور یہ دونوں تابعین سے تھے صحیح ترمذی میں ہے۔ عن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال انشق القمر علی عہد رسول اللہ صلعم حتی صار فرقتین علی ھذا الجبل فقالو اسحرنا محمد فقال بعضھم لئن کان سحرنا محمد فما یستطیع ان یسحر الناس کلھم یعنی جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا چاند شق ہوا زمانہ حیات رسولخدا میں تا اینکہ دو ٹکڑے ہو گئے تھے اس پہاڑ پر (شاید حرا پہاڑ مراد ہے) لوگوں نے کہا کہ ہم پر محمد صلعم نے جادو کیا ہے پھر بعض لوگوں نے کہا اگر ہم پر جادو کیا ہے تو کل آدمیوں پر جادو کرنیکی ان کو استطاعت نہیں ہے میں کہتا ہوں یہی روایت تفسیر مجمع البیان طبرسی میں مذکور ہے اور تفسیر صافی میں بھی ہے اور مطعم ضرور چشم دید گواہ اس واقعہ کے ہیں یہ چار صحابی چشم دید گواہان رویت معجزہ ہذا سے ہیں اور باقی جسقدر روایات بطور مراسیل کے مذکور ہیں وہ سب معتمد اور صحیح ہیں اور زیادہ تطویل سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس میں کسی قسم کا خدشہ اور شبہ ہو سکتا ہے بلکہ صاف صاف ہیں باقی رہے تین صحابہ عبد اللہ ابن عباس اور انس ابن مالک اور عبد اللہ بن عمر یہ تینوں صاحب البتہ بروز واقعہ شق القمر موجود نہ تھے

اور نہ اُنسے کسی روایت میں یہ وارد ہے کہ ہمنے اپنی آنکھ سے دیکھا یہ سمعی گواہ شق القمر کے ہیں اور اصطلاح محدثین اہل اسلام کی یہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی روایت کرے کہ خود وہ حاضر واقعہ مرویہ نہو یا ابھی پیدا ہی نہوا ہو اور اسکو مسلسل نکرے یعنی جس سے اسکو وہ خبر پہونچی اسکا نام نہ لے ایسی روایت کو مرسل صحابی کہتے ہیں اور اُسکی حدیث مرسل کو صحیح بھی کہتے ہیں بشروط مندرجہ علم اصول حدیث اور جسقدر شروط صحت حدیث کی جس جامع کتاب کے نزدیک ہیں وہ مصنف اپنی شروط کی پابندی سے اُسے مرسل حدیث کو درج کتاب صحیح کرتا ہے اور بوجہ ارسال یعنی متروک ہونے نام اصل راوی کے جس سے اس صحابی نے روایت پائی ہے اس مرسل کو اقسام صحیح سے خارج نہیں کرتے اور اسی پایہ اعتبار پر اس مرسل کو رکھتے ہیں جیسے کہ اس صحابی کی چشم دید واقعہ ہے اور اس قسم کی مراسیل صحابہ فقط شق القمر کے واقعہ میں اصحاب سے منقول نہیں بلکہ اور بہت سے واقعات میں بھی منقول ہیں اب کہ یہ ایک امر اصطلاح علمائے حدیث مسلمین کا ٹھیرا ہوا ہے اُسپر اعتراض کرنا کسیکو زیبا نہیں ہے ہاں اگر فقط شق القمر کے واقعہ میں ان مراسیل کا اعتماد مخصوص ہوتا اُس وقت ضرور اعتراض کا موقع تھا اور یہی سبب ہے کہ ایسی روایات کو لکھ کر علمائے فن حدیث کہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے تاکہ اشتباہ اور اعتراض کا موقع نہ رہے ایضاً چونکہ واقعہ شق القمر صاف طور سے آیات قرآنیہ سے ثابت ہے اسکی خبر اگر ان صحابہ نے کسی غیر معتبر سے بھی سنی ہوتی چونکہ چار معتمد صحابہ جنکی روایت اوپر ہم لکھ چکے اُن سے اور بہت سے صحابی جو بدر اور حنین وغیرہ میں شہید ہو چکے تھے لکن سے اور بلکہ خود جناب مقدس نبوی سے بھی اس کی تصدیق کرلی اُن کو کیا دشوار تھی اور ثبوت قرآن شریف بھی موجود تھا لہذا ان اصحاب کا روایت کرنا محل الزام نہ رہا بہر حال یہ شبہ اول معترض کا کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے انھوں نے شق القمر کی روایت کی ہے اُسوقت البتہ قابل جواب ہوتا کہ اُن اصحاب نے اپنی چشم دید کا دعوے کیا ہوتا اور کسی محدث نے اپنی کتاب میں اُس کو درج بھی کیا ہوتا اور جب انھوں نے یعنی صحابہ

نے اسکا دعوی کیا اور نہ کسی محدث نے اسکی یعنی اُن کی چشم دید ہونے کی روایت اُن سے کی بلکہ ایسی روایت کو مرسل صحابی لکھ بھی دیا اب یہ شبہہ بالکل ساقط ہوگیا۔ ہاں اب اُن روایات کو میں لکھوں ابن عباس سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے یہ روایت کی چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ عن ابن عباس انشق القمر علی زمان رسول اللہ صلعم بمکۃ قبل الہجرۃ ابن عباس سے روایت ہے کہ چاند شق ہوا بزمانہ رسول اللہ صلعم قبل ہجرت کے قسطلانی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اسلیئے کہ ابن عباس اُس وقت موقع پر موجود نہ تھے کہ دو یا تین برس کی اُن کی عمر بروز واقعہ ہذا تھی اور دوسری جگہ قسطلانی نے تصریح کر دی کہ ابن عباس قبل از ہجرت پانچ سال کے تھے اور بروز شق قمر تو پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور یہ اختلاف قول قسطلانی میں کہ دو تین سال کے تھے یا پیدا نہیں ہوئے تھے بنظر اسی اختلاف کے ہے کہ یہ واقعہ سال ہفتم مبعث کا ہے یا سال ہشتم کا اور اسی جگہ قسطلانی کہتے ہیں بعض روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس روایت کو ابن عباس نے ابن مسعود سے لیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس محقق نے اب یہ بھی دکھلا دیا کہ یہ مرسل حدیث ابن عباس کی اسکا سلسلہ ابن مسعود تک پہونچتا ہے جو ضرور حاضر واقعہ تھے اب جسقدر روایتیں ابن عباس سے بغوی اور ابو نعیم اور قاضی عیاض اور ابن جوزی اور ابو مسعود عمادی اور بیہقی الغرض آٹھ نو محدثین کے ہمنے پائے ہیں کسی میں یہ مضمون نہیں ہے کہ ابن عباس نے خود یہ واقعہ دیکھا ہے فقط بیان واقعہ البتہ مذکور ہے اور سب بطور مراسیل کے ہیں کہ حاضرین واقعہ سے سنکر حمل روایت ابن عباس نے کیا ہے اور یہ طریقہ جائز ہے دفعہ شبہہ انہیں ابن عباس سے ایک روایت ابو نعیم نے دلایل اور فضایل میں وارد کی ہے۔ ان القمر انشق فصار قمرین یعنی چاند شق ہوکر ایک چاند کے دو چاند ہوگئے اگر کسیکو یہ شبہہ ہو کہ چاند کے برابر دو ٹکڑے ہونے تمام روایات میں وارد ہیں پھر جب دو چاند ہوگئے کیا دوسرا چاند پیدا ہوا اور شق قمر نہیں ہوا یہ اختلاف بیانی کیسی اسکا جواب یہ ہے کہ لغت عرب کو دیکھو اہل عرب تیسری شب تک تو چاند کو ہلال کہتے ہیں اور چوتھی شب سے تیرھویں شب تک قمر

یہ جواب ہے

کہتے ہیں اور چودھویں شب کو بدر کہتے ہیں پندرھویں شب سے تا ایام محاق پھر قمر کہتے ہیں پس جب پورے چاند یعنی بدر کے دو ٹکڑے برابر ہوگئے اور ہر ایک ٹکڑا برابر اُس حصہ کے تھا جو ساتویں شب کو آدھا چاند ہوتا ہے اب ہر ایک ٹکڑے کو نہ ہلال کہ سکتے ہیں اور نہ ہر ایک کو بدر کہنا درست ہے بلکہ ہر ایک کو قمر کہنا ہی عرب کی زبان ہے جو ابن عباس نے فرمایا کہ بدر کے دو قمر ہو گئے اور کسیطرح کا اعتراض اُسپر وارد نہ ہوگا۔ وباللہ استمد۔ والتوفیق انہیں ابن عباس سے جو روایت رسالہ واقع الشقاق میں نقل کی ہے اُس میں دس نام حاضرین اور موجودین واقعہ انشقاق کے بھی درج ہیں اور یہ بھی تصریح کردی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ابوسلمہ بن اسد اور ارقم ابن ارقم سے پکار کر فرمایا کہ تم لوگ اس معجزہ پر گواہ رہنا اور در منثور میں جو روایت ابن عباس سے منقول ہے اُس میں یوں روایت ہے کہ جب اہل مکہ درخواست معجزہ مذاکرنے آئے حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ ان کفار سے کہدیجئے آجکی رات کو آئیں اور معجزہ دیکھیں حضرت جبرئیل کے مقابلہ میں حضور نے اُسی چودھویں شب اُنکو بلایا اور وہ سب آئے اور چاند کو شق فرمایا بعد چلے جانے حضرت جبرئیل کے جیسا کہ ظاہر روایت سے ہے) یہ دونوں روایتیں ابن عباس کی مطابق روایات مرویہ طریق اہلبیت علیہم السلام سے ہیں شمار دس آدمیوں کا نام بنام انہوں نے کیا ہے۔ اور جناب امام جعفر صادق نے چودہ شخص اصحاب عقبہ سے ارشاد فرمایا بروایت قمی رح اور نزول جبرئیل کی بھی مطابقت اُسی روایت جناب جعفر صادق سے ہوتی ہے اب اہلسنت اور شیعہ دونو کے طریق سے یہ مضمون متحد ہوگیا جسپر اطلاع بجز مہبط وحی الہی اور اُسکے خاص حاملان علوم کی اور کسیکو نہیں ہوسکتی ہے اور اب مجھے ایسا گمان ہے کہ یہ تفصیل اور تحقیق واقعہ ابن عباس نے اپنے اُستاد علی ابن ابی طالب سے پائی ہوگی اسلئے کہ ابن مسعود کی اور دیگر روایات مندرجہ کتب اہلسنت کسی میں یہ توضیح نہیں ہے پس قسطلانی کو جو روایت ملی ہے کہ ابن عباس نے حمل روایت ابن مسعود سے کیا ہے وہ بھی درست ہے اور ہماری تجویز کہ جناب امیر سے ابن عباس نے حمل روایت کیا ہے۔ وہ بھی درست ہے والحمد للہ علی حسن

الاتفاق دوسرے صحابی انس ابن مالک بھی معجزہ شق قمر کے راوی ہیں ان سے فقط قتادہ
بن دعامہ نے جو تابعین میں سے ہیں روایت کی اور انس نے بھی یہ دعوےٰ نہیں کیا ہے
کہ میں نے شق قمر کو خود دیکھا ہے بخاری میں دو روایتیں انس سے منقول ہیں پہلی روایت
عن سعید ابن عروبہ عن قتادۃ عن انس ابن مالک ان اھل مکۃ سالو
ارسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ ان یریھم ایۃ فاراھم القمر شقتین حتی
راوا الحراء بینھما۔ یعنی سعید بن عروبہ قتادہ سے اور قتادہ انس بن مالک سے روایت
کرتے ہیں انس نے کہا اہل مکہ نے درخواست کی جناب رسول خدا صلعم سے کہ ان کو کوئی
معجزہ دکھلانا چاہیے حضرت نے چاند دو ٹکڑے کر کے انکو دکھلایا اسطرح کہ حرا پہاڑ کو بیچ
میں دونو ٹکڑوں کے انہوں نے دیکھا اور دوسری روایت بخاری میں انس سے بطریق
یونس وارد ہے اور بقول قسطلانی صحیح مسلم اور مصنف عبد الرزاق اور مسند احمد اور مسند
اسحق میں بھی ہے مگر اس میں دو مرتبہ شق قمر دکھلانا درج ہے خیر اب قسطلانی حدیث اول
کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے اسلیئے کہ انس نے یہ معجزہ بچشم
خود ہرگز نہیں دیکھا اور دوسری روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انس حاضر اس واقعہ میں
نہ تھے اسلیئے کہ ان کا سن اسوقت چار یا پانچ سال کا ہوگا اور مدینہ میں تھے اور ملا علی
قاری بھی شرح شفا میں انس کی غیر موجودگی واقعہ شق القمر میں لکھتے ہیں پھر جب محدثین
اہل اسلام خود لکھ رہے ہیں اب کونسی جگہ شبہ کی اور کونسا اعتراض انس کی روایت پر باقی
رہا تیسرے صحابہ عبد اللہ ابن عمر ان سے مجاہد نے روایت کی ہے اور یہ مجاہد
مشہور تابعین سے ہیں اور چونکہ انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عمر دونوں سے
شق القمر کی روایت کی ہے عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہمنے بخاری سے اوپر لکھدی اور
عبد اللہ بن عمر سے مجاہد کی روایت صحیح ترمذی میں یہ ہے وعن بن عمر قال انفلق القمر
علی عھد رسول اللہ صلعم فقال اشھدوا چاند شق ہوگیا بزمانہ رسول خدا
صلعم تب آپنے فرمایا کہ دیکھو گواہ رہو نیا شگوفہ یہ لفظ انفلق کی جو حدیث ترمذی میں ہے

جسکے معنی شق ہو جانے کے اہل لغت لکھ رہے ہیں ایک صاحب کو یہ سوجھی سورۂ قمر کے لفظ انشق القمر کے معنی یوں تراشے کہ شق قمر نہیں ہوا بلکہ صفائی چاندنی کے چاند سے جاتی رہی جیسے صبح کا سپیدہ پھیلتا ہے اس تاویل کو قسطلانی شارح بخاری نقل کر کے اسکو رد کرتے ہیں اسلئے محض لغو اور بے سند یہ تاویل ہے اور غرض اس شخص کی فقط شبہ ڈالنا وقوع معجزہ پر ہے دفع مغالطہ یہ جو سایل نے اعتراض کیا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا نہو ئے تھے وہ شق القمر کے روز اپنی موجودگی غلط بیان کرتے ہیں مجھے بڑا تعجب یہی تھا کہ ہم اہل اسلام تو نقل معجزات میں پوری احتیاط کرتے ہیں آخر اس اعتراض کا ماخذ کیا ہے اب ایک روایت شفاء قاضی عیاض کی ملی۔ وفی روایۃ مجاھد ونحن مع النبی صلعم یعنی مجاہد کی روایت میں ہے کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے مجاہد چونکہ تابعین میں سے ہیں انہوں نے خود رسول صلعم کو نہیں پایا پھر اُن کا ہمراہ نبی صلعم کے ہونا بروز شق قمر کیونکر صحیح ہوگا مگر چونکہ مجاہد نے عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر دونو سے روایت کی ہے لہذا شاید ہمارے معزز سایل کو عبداللہ بن عمر کی روایت پر شبہہ ہوا اسلئے کہ عبداللہ بن عمر دوسرے خواہ تیسرے برس مبعث کے پیدا ہوئے ہیں کیونکہ بروز واقعہ جنگ بدر بقول ابن حجر تقریب میں چودہ برس کے تھے پس اگر واقعہ انشقاق سال پنجم میں ہوا دو برس کے ہونگے اور اگر سال ہشتم مبعث میں ہو پانچ برس کے ہونگے پس یہ شبہہ ہمارے معزز سایل کو عبداللہ کے اشتراک اسم سے ہوا ہے اب معلوم کرنا چاہئے کہ عبداللہ ابن عمر کی روایت میں یہ لفظ کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے نہیں وارد ہے بلکہ عبداللہ بن مسعود کی روایت میں مجاہد کے طریق سے وارد ہے جیساکہ ہمنے نقل کیا ہے اور قاضی عیاض نے خود کہدیا ہے کہ روایت مجاہد میں جو وارد ہے کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے اور بعض طرق اعمش سے وارد ہے کہ منیٰ میں تھے پس یہ دونو روایتیں ابن مسعود کی ہیں اور ملا علی قاری نے بھی شرح شفا میں تصریح کر دی ہے کہ روایت مجاہد کی جو ابن مسعود سے ہے اُسی میں اُنکی موجودگی ہمراہ نبی کے وارد ہے اور یہی مراد مجاہد کی ہے پس یہ شبہہ کہ جو لوگ ابھی پیدا نہوئے تھے خواہ دو برس کے تھے اسکا جواب تفصیلی تو

بحمد اللہ ایسی عمدگی سے ہوگیا جیسا کہ اہل اسلام کا سچا دین ہے اور چونکہ یہ شبہہ روایات
اہلسنت پر تھا لہذا ہمکو زیادہ اہتمام کتب کے دیکھنے میں کرنا پڑا اور الحمد للہ کہ ہمکو پوری
کامیابی ہوئی فقط اور ہم شکریہ ادا کرتے ہیں اُن علماء اسلام کا جنہوں نے نقل روایات
کی کر کے ہماری بلکہ اسلام کی تائید فرمائی جسکی وجہ سے ہم رد شبہات پر قادر ہوئے اور آٹھ بر علمای اہلسنت
ماہ کی محنت ہماری پوری ہوئی شیعوں کے طریق سے روایات معجزہ شق قمر
کے واقع ہونے پر جب اہلسنت کے طریق سے روایات وقوع معجزہ ہذا کو ہم لکھ چکے ہیں
یعنی یہ معجزہ ہو چکا ہے اب مذہب شیعہ کی روایات کو لکھ کر جو ضروری ہیں اُن کو سمجھائیں واضح
ہو کہ شیعہ مذہب کے کسی عالم نے اور نہ کسی محدث نے شق القمر کے معجزہ کا انکار خواہ تفسیر
سورۂ قمر کے آیات میں کوئی تاویل کی ہے اور جسقدر ایسی احادیث حضرات ائمہ طاہرین
سے منقول ہیں کہ توضیح اور تفصیل یہ معجزہ اُن میں وارد ہے اب اُنکو ہم لکھتے ہیں تاکہ
دونو مذہب کی روایات باہم متعاضد اور قوی ہو جائیں یہ بات ضرور سمجھنے کی ہے چونکہ یہ
معجزہ از قسم مشاہدات واقع ہوا ہے اُسکے بیان میں روایات سے اثبات امور مندرجہ ذیل
کی ضرورت ہے (۱) کسوجہ سے واقع ہوا (۲) کس وقت واقع ہوا اور کس تاریخ میں اور کس
سال میں (۳) صورت کیسی نظر آئی (۴) کہاں کہاں سے نظر آئی (۵) کتنی دیر تک باقی رہا
(۶) درخواست کنندہ اس معجزہ کے کون کون لوگ تھے اور کتنے تھے (۷) خود حضرت معجزنما
اُسوقت کس جگہ پر تھے (۸) بعد ظہور اس معجزہ کے اثر اسکا ناظرین پر کیا ہوا (۹) ایک
مرتبہ معجز نمائی کی بعد پھر دوبارہ کسی قسم کی درخواست منکرین نے اسی وقت کی یا نہیں
(۱۰) خدا کا حکم اس معجز نمائی پر ہمارے نبی کو آیا تھا یا نہیں اور کون لایا تھا یہ دس باتیں ضروری
اس معجزہ کی بیان کرتے ہیں اُن میں دو تین باتیں اہلسنت کی روایات سے معلوم ہوئیں
خاص کر ابن عباس کی روایت مندرجہ درمنثور سے اور کل دس کی دس یہ روایات ائمہ
طاہرین سے دریافت ہوئیں اب جو فرو گذاشت اہلسنت کی روایات میں تھے اُنکی تلافی
بھی احادیث اہل بیت سے ہوگئی۔ پہلی روایت بحار میں مناقب سے وارد ہے

اجمع المفسرون والمحدثون سوی عطاء والحسن والبلخی فی قوله تعالی
اقتربت الساعة وانشق القمر انه اجتمع المشرکون بمکة لیلۃ بدر الی
النبی صلعم فقالوا ان کنت صادقا فشق لنا القمر فرقتین قال ان فعلت تؤمنون
قالوا نعم فاشار الیه باصبعه فانشق شقتین رای حراء بین فلقتیه
وفی روایة نصفا علی ابی قبیس ونصفا علی قعیقعان وفی روایة
نصفا علی الصفا ونصفا علی المروۃ فقال صلعم اشهدوا اشهدوا وقال
ناس سحرنا محمد صلعم فقال رجل ان کان سحرکم فلم یسحر الناس کلهم وکان
ذلک قبل الهجرۃ وبقی قدر ما بین العصر الی اللیل وهم ینظرون
الیه ویقولون سحر مستمر فنزل وان یروا آیة یعرضوا الآیات وفی روایة
انه قدم السفار من کل وجه فما قدم من احد الا اخبرهم انهم
راوا انشقاق اه ترجمہ مفسرین اور محدثین کا اجماع ہے سواے عطا اور
حسن بصری اور بلخی کے تفسیر میں ایتہ۔ اقتربت الساعة وانشق القمر کے
یعنی سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں ایک مرتبہ شب چہاردہم
(دبجہا) کو خدمت جناب رسول صلعم کے آئے اور کہنے لگے اگر تم دعوائے نبوت میں
سچے ہو تو چاند کو ہمارے واسطے دو ٹکڑے کر دو حضرت نے فرمایا اگر میں ایسا کروں
ایمان لاوگے مشرکین نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے انگشت مبارک سے اشارہ کیا
اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اسطرح سے کہ حرا پہاڑ دونو ٹکڑوں کے بیچ میں نظر آیا اور
ایک روایت یہ ہے کہ آدھا چاند کوہ ابوقبیس پر اور آدھا قعیقعان پہاڑ پر نظر آیا
رجسکا منہ ابوقبیس کی طرف ہے بقول صاحب قاموس اور تیسری روایت میں ہے
آدھا چاند صفا پر اور آدھا مروہ پر نظر آیا حضرت رسالت ؐ نے فرمایا کہ تم گواہ رہیو گواہ رہیو
لوگ نے انہیں مشرکین میں سے یہ کہا کہ ہمپر محمد صلعم نے جادو کیا ہے ایک آدمی بولنے لگا
اگر ہمپر جادو کیا تمام آدمی حاضر اور غیر حاضر سب پر تو جادو نہ کیا ہوگا اور یہ واقعہ ہجرت

سے پہلے واقع ہوا اور اتنی دیر تک چاند کے دو ٹکڑے باقی رہے جتنا زمانہ ہنگام
عصر سے شب تک ہوتا ہے اور وہ سب چاند کے دونوں ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے اور
کہتے تھے کہ یہ جادو پائدار ہے انکے اسی کہنے پر یہ آیات نازل ہوتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ
یہ لوگ دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ جادو ہے اور ایک روایت میں وارد ہے سفر کے لوگ
ہر طرف سے آئے اور جو آیا اس نے بھی کہا کہ ہمنے اسی طرح چاند کو دو ٹکڑے دیکھا جس
طرح مکہ میں لوگوں نے دیکھا ترجمہ ہو چکا اور یہ بھی یاد رہے کہ اجماع کا دعوی جو فرمایا ہے
باوجودیکہ بعض اشخاص مخالف اجماع بھی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ مذہب شیعہ میں معلوم النسب
خروج قادح اجماع نہیں ہوتا ہے اسلیئے کہ اجماع فی نفسہ حجت نہیں ہے بلکہ مظنہ دخول معصوم
ہے میں کہتا ہوں یہ روایت مجموعہ چند روایات کا ہے اور اکثر حالات اس میں بہ تفصیل
مذکور ہیں پہلے وقت ظہور معجزہ کہ رات تھی دن نہ تھا دوسری تاریخ چودھویں شب
تیسرے اختلاف منظر یعنی مختلف لوگوں کو مختلف جگہ سے نظر آیا اور یہ امر ضروری
ہے اسلیئے کہ جو شخص جس مقام پر ہوتا ہے چاند اسکو اسی موقع پر نظر آتا ہے جو اسکی جگہ
خاص ہوتی ہے چنانچہ اسکو ہم جواب شبہہ (۲۶) میں آئندہ مفصل لکھینگے چوتھی تصریح
اس روایت جبیر بن مطعم کے جو مجمل طور سے وارد ہوئی ہے کہ اس پہاڑ پر نظر آیا
پانچویں زمانہ بقاے معجزہ کا جو کسی روایت میں منجملہ روایات مذکورۂ بالا نظر سے نہیں
گذرا اور یہ زمانہ عصر سے ابتدائی شب تک اگر اس سے آخر وقت عصر سے اول شب تک یہی مراد
ہو یعنی چار رکعت نماز عصر کا زمانہ غروب شمس میں جب باقی رہے تا غروب شرعی جو اول وقت مغرب ہے
اور افطار صوم کا بھی وہی وقت ہے جب بھی مکہ معظمہ کے افق سے ۳۵ منٹ سے کم نہ ہوگا
اور توضیح اسی امتداد زمانہ سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ جن روایات میں دو مرتبہ انشقاق قمر
دیکھنے کا بیان ہوا ہے وہ بھی صحیح ہے چھٹے سبب نزول سورۂ قمر اور خاص کر اس
آیت کا جس میں جادو کہنا کفار کا وارد ہے وہ بھی مفصل ارشاد فرمایا جسکی نسبت زجاج
نے کہا ہے وفی ھذا دلالۃ علی ان ذلک قد کان ووقع۔ یعنی اس آیت کو پوری

دلالت ہے کہ یہ معجزہ ہو چکا ہے جب تو خدا نے فرمایا کہ اگر وہ دیکھتے ہیں کوئی معجزہ
اسکو پائدار جادو بتلاتے ہیں اب یہ تجویز عقلی زجاج کی نقلی دلیل سے مطابق ہوگئی
ساتویں سال وقوع تخمیناً یعنے قبل ہجرت یہ معجزہ واقع ہوا یہ ساتوں امور ضروری
تو اسی روایت سے معلوم ہوئے اس سے زیادہ توضیح دوسری روایت میں دیکھو
دوسری روایت تفسیر علی بن ابراہیم قمی رحمہ میں یونس سے یوں منقول ہے قال
قال ابو عبد اللہ ع اجتمع اربعۃ عشر رجلا من اصحاب العقبۃ لیلۃ اربعۃ
عشر من ذی الحجۃ فقالوا للنبی صلعم ما من نبی الا ولہ ایۃ فما ایتک فی
لیلتک ھذہ فقال النبی صلعم ما الذی تریدون فقالوا ان یکن لک
عند اللہ قدر فامر القمر ان ینقطع قطعتین فھبط جبرئیل ع فقال
یا محمد صلعم ان اللہ یقرئک السلام ویقول لک انی امرت کل شیٔ
بطاعتک فرفع راسہ فامر القمر ان ینقطع قطعتین فانقطع قطعتین
فسجد النبی صلعم شکرا وسجد شیعتنا ثم رفع راسہ ورفعوا روسہم فقالوا
لیعود کما کان فعاد ثم قالوا ینشق راسہ فامرہ فانشق فسجد النبی صلعم شکرا
وسجد شیعتنا فقالوا یا محمد حین تقدم اسفارنا من الشام والیمن
فنسئلھم ما راوا فی ھذہ اللیلۃ فان یکونوا راوا مثل ما راینا علمنا
انہ من ربک وان لم یروا مثل ما راینا علمنا انہ سحر سحرتنا فانزل اللہ
اقتربت الساعۃ الی اخر السورۃ ترجمہ یونس کہتے ہیں مجھ سے جناب صادق
نے فرمایا کہ چودہ اشخاص اصحاب عقبہ میں سے جمع ہو کر ذی الحجہ کی چودھویں شب میں آئے
اور جناب رسالت سے کہنے لگے کوئی نبی ایسا نہیں آیا ہے مگر اسکو خدا نے کوئی
معجزہ دلیل اسکی نبوت پر ضرور دیا ہے آپکے پاس آج کی شب کیا ثبوت ہے اپنی نبوت
کا حضرت نے فرمایا کیا چیز تم چاہتے ہو۔ وہ لوگ بولے اگر آپکی کچھ قدر اور منزلت پیش
خدا ہے چاند کو حکم دیجیے کہ دو ٹکڑے ہو جائے اسی وقت جبرئیل نازل ہوئے اور

کہنے لگے خدا نے پاک آپکو تحفہ سلام بھیجکر یہ فرماتا ہے ہمنے ہر شئے کو تمہاری اطاعت
کا حکم دیا ہے یہ ارشاد الٰہی سنکر حضرت نے سر اوپر اٹھایا اور چاند کو حکم دیا دو ٹکڑے
ہوجاتے ہیں فوراً ہوگیا حضرت نے سجدۂ شکر ادا فرمایا اور ہمارے پیرو با ایمان جتنے
اسوقت حاضر تھے اُن سبھوں نے بھی سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر حضرت نے سر اٹھایا اب
اصحاب عقبہ نے کہا حکم دیجئے کہ چاند پھر جیسا تھا ویسا ہی ہوجاتے جب ہوگیا
اب انہوں نے کہا کہ چاند کا سر اشق ہوجائے حضرت کے حکم سے یہ بھی ہوا پھر دو
بارہ حضرت نے مع گروہ مومنین کے سجدہ کیا اب وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے قوم
اور قبیلہ کے لوگ شام اور یمن کو گئے ہیں وہ آلیں اُنسے ہم پوچھینگے اگر انہوں نے
بھی اسیطرح شق قمر دیکھا ہے ہمکو یقین ہوگا کہ قدرت نمائی تمہارے خدا کی ہے اور
اگر انہوں نے انکار کیا تو یہ آپکا جادو ہے جو ہمپر چلا ہے تب خدا نے سورۂ قمر نازل کیا
اور فرمایا اقتربت الساعۃ الخ میں کہتا ہوں اس حدیث مقدس میں چند فواید
عظیمہ ایسے ارشاد فرماتے جن سے پوری اصلیت اِس قصہ کی معلوم ہوگئی پہلا
فائدہ اصحاب عقبہ کی درخواست اور یہی لوگ وہ ہیں جنکے قبول اسلام سے اسلام کو
قوت شروع ہوئی اور اپنی رغبت سے بدون لڑائی جھگڑے کے مسلمان ہوتے
پہلے سال چھ آدمی اور پھر بارہ اور پھر ستر آدمی مشرف باسلام ہوتے اور عقبہ بقول
قسطلانی منیٰ میں واقع ہے بخاری نے ایک روایت معاذ بن رفاعہ بن رافع سے
جو لکھی ہے اس میں کہتے ہیں کان رفاعۃ من اھل بدر۔ رفاعہ اصحاب
بدر سے تھے وکان رافع من اھل العقبہ اور رافع اصحاب عقبہ سے تھے
جو منیٰ میں ہے اور یہ رافع منجملہ چھ یا بارہ یا ستر آدمیوں کے ہیں جنہوں نے قبل ہجرت
آپکے بیعت کی تھی رافع اپنے فرزند رفاعہ سے براہ فخر کہتے تھے ما یسرنی انی
شہدت بدرا بالعقبہ مجھے اسی کے خوشی ہے کہ میں حضوری عقبہ کی وجہ
سے گویا بدر میں حاضر ہوچکا مراد اسکی تعظیم شان عقبہ ہے کہ وہ بیعت منشاء قوت

اسلام ہوئی اور سبب ہجرت ہوئی اگر بیعت عقبہ نہوتی تو واقعہ بدر بھی نہوتا یہ خلاصہ روایت اور شرح قسطلانی کا ہے بہر حال یہ چودہ اشخاص بظاہر اس معجزہ کی درخواست کرنے میں محض مخالفانہ طور سے نہیں آئے تھے اور جن لوگوں کے نام درمنثور میں بروایت ابن عباس وارد ہیں اگر وہ لوگ بھی اصحاب عقبہ سے تھے فبہا ورنہ وہ محض معاندت سے آئے ہونگے اسلیئے کہ آیندہ جو حدیث مذکور ہوگی اس سے بخوبی ظاہر ہوگا کہ اس شب تمام کفار مکہ کی چڑھائی تھی کہ حضرت سے کوئی بڑا معجزہ طلب کریں یا آپکا معاذاللہ ساحر ہونا ثابت ہوجائے تفسیر صافی میں اس روایت میں اصحاب عقبہ کے لفظ ہونے سے کچھ تردد اسکی صحت میں درج ہوا شاید مصنف رح کو اصحاب عقبہ کا قصہ اسوقت یاد نرہا دوسرا فائدہ تصریح ماہ ذیحجہ کی ہے یعنی یہ معجزہ چودھویں شب ذیحجہ واقع ہوا اور یہ تصریح جہانتک مجھے روایات ملے ہیں کسی میں نہیں تھے بجز اس حدیث کے تیسرا فائدہ نزول جبرئیلؑ اگرچہ درمنثور کی روایت ابن عباس میں ہم اوپر لکھ چکے مگر وہ داب اور آداب جو اس حدیث میں درج ہے وہ اس میں نہیں ہے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزنمائی بدون حکم خدا کے انبیا نہیں کرسکتے تھے چوتھا فائدہ دومرتبہ چاند کا شق ہونا جو مجملا روایات اہلسنت میں بھی وارد ہے چنانچہ ابن عباس اور ابن مسعود کی روایت جو تفسیر تبیان اور درمنثور اور معالم التنزیل لغوی اور شفاء قاضی عیاض اور مواہب اور بقول قسطلانی صحیح مسلم اور مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد اور مسند اسحق ان سب میں لفظ مرتین کی موجود ہے جسکے ظاہری معنی یہی ہیں کہ دومرتبہ یہ معجزہ ہوا اگرچہ ابن حجر نے مرتین کی تاویل نادرست دو ٹکڑوں سے کی ہے بہرحال اس حدیث سے دومرتبہ شق ہونے کی پوری کیفیت معلوم ہوگئی اور جو اجمال ان روایات میں تھا اسکی پوری تفصیل گویا جناب صادق نے فرمادی پانچواں فائدہ سجدۂ شکر بجالانا حضرت کا دونوں مرتبہ جب شق قمر خدا نے کردیا یہ مضمون بھی خاص اسی حدیث سے ہے اور کیسا سچا اور صحیح ہے اسلیئے کہ یہ معجزہ جسکو ام المعجزات

کہنا ضرور ہے تیسری دلیل ہمارے نبیؐ کی فضیلت پر جملہ انبیاء کے بے شک ضرور ہے کہ حضور نے مع حضار مومنین کے سجدۂ شکر ادا فرمایا ہو یہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اس معجزہ کے واقع ہونے سے تصدیق جملہ انبیاء کی دربارہ خبر دہی آثار قیامت ہو گئی اور حشر و نشر اور عذاب و ثواب کا ہونا جو خاص نتیجہ بعثت انبیاء کا ہے اسکی بھی تصدیق ہو گئی لہذا سجدۂ شکر بجالانا حضرت کا اپنے اور جملہ انبیا کی سچائی ثابت ہونے کی وجہ سے ضروری فعل تھا جسکو آپ بجالائے تیسری روایت خرائج میں وارد من معجزات النبی صلعم انہ کان لیلۃ جالساً فی الحجر وکانت قریش فی مجالسہا یتسامرون فقال بعضھم لبعض قد اعیانا امر محمدؐ فما ندری ما نقول فیہ فقال بعضھم قوموا بنا جمیعا الیہ نسالہ ان یرینا اٰیۃ من السماء فان السحر قد یکون فی الارض ولا یکون فی السماء فصاروا الیہ فقالوا یا محمدؐ ان لم یکن ھذا الذی نری منک سحرا فارنا اٰیۃ فی السماء فانا نعلم ان السحر لا یستمر فی السماء کما یستمر فی الارض فقال لھم الستم ترون ھذا القمر فی تمامہ لاربع عشرۃ فقالوا بلی فقال افتحبون ان یکون الاٰیۃ من قبلہ ومن جھتہ قالوا قد احببنا ذلک فاشار الیہ باصبعہ فانشق بنصفین فوقع نصفہ علی ظھر الکعبۃ ونصفہ الاٰخر علی جبل ابو قبیس وھم ینظرون الیہ فقال بعضھم فردہ الی مکانہ فاومی بیدہ الی النصف الذی کان علی جبل ابی قبیس فطارا جمیعا فالتقیا فی الھواء فصارا واحدا واستقر القمر علی مکانہ علی ما کان فقالوا قوموا فقد استمر سحر محمدؐ فی السماء والارض فانزل اللہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ترجمہ بعض معجزات سے نبیؐ صلعم کے یہ بھی معجزہ ہے کہ ایک شب کو حضور حجر یعنی وہ مقام جو خانہ کعبہ کے پیچھے اور اترا اندرون حطیم یعنی دیوار بیرونی کے واقع ہے) میں بیٹھے تھے اور قریش اپنی بیٹھک اور نشستگاہوں میں قصہ

اور کہانی کرنے میں مشغول تھے۔ اتنے میں بعض لوگوں نے بعض سے کہا کہ محمد صلعم کے
دعوی نبوت اور اظہار خوارق عادات نے ہمکو تھکا دیا اب ہمکو کچھ نہیں سوجھتا کہ آخر کیا اُن
سے کہیں (اور کب تک انکار کرتے رہیں) تب بعض لوگوں نے آپس میں یہ کہا کہ چلو آج سبکے
سب اُنسے درخواست کریں کہ ہمکو کوئی معجزہ آسمانی دکھلائیں اسلئے جادو زمین کی چیزوں پر تو
کبھی چل بھی جاتا ہے اور آسمانی چیزوں پر نہیں چلتا ہے یہ کہکر سبکے سب اٹھکر حضرت کے پاس آئے
اور کہنے لگے اے محمد صلعم اگر یہ خوارق عادات جو تمسے صادر ہوتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں از
قسم سحر نہیں ہیں تو ہمکو کوئی معجزہ آسمانی دکھلادو اسلئے کہ جادو آسمان پر نہیں چلتا ہے جیسا کہ
زمین پر چلتا ہے حضرت نے فرمایا کیا تم یہ پورا چاند چودھویں شب کا نہیں دیکھ رہے ہو سبھوں
نے کہا کہ ہاں دیکھ تو رہے ہیں حضرت نے فرمایا تمکو پسند ہے کہ وہ معجزہ اسی چاند پر واقع ہو
وہ کہنے لگے ہمنے اسی کو پسند کیا حضرت نے انگلی سے اشارہ کیا اور چاند آدھا آدھا ہو گیا ایک
نصف تو پشت خانہ کعبہ پر (پورب اور جنوب کیطرف) اور دوسرا نصف کوہ ابو قبیس پر جو پورب
اور دکھن طرف خانہ کعبہ سے واقع ہے) اور وہ سب چاند کو اسی حالت پر دیکھ رہے تھے پھر
بعض لوگوں نے کہا کہ اب چاند کو اپنی جگہ پر پھیر دیجئے حضرت نے اشارہ دست مبارک سے
فرمایا اسی ٹکڑے کی طرف جو ابو قبیس پر نظر آ رہا تھا اب دونو ٹکڑے اوڑے اور ہوا میں ملکر ایک
جسم ہو گئے اور چاند اپنی جگہ اصلی پر جو مناسب اُسوقت اور اُسی مکان کے تھے جہاں سے
یہ لوگ دیکھ رہے تھے) جیسا تھا ویسا ہی ٹھہر گیا اب سب کہنے لگے چلو اٹھو ٹکڑے ہو محمد
صلعم کا جادو آسمان اور زمین دونو پر چل گیا پس نازل کیا خدا نے سورہ قمر کی وہ آیتیں جو
اس قصہ پر مجملاً دلالت کرتی ہیں میں کہتا ہوں اس روایت سے بھی چند فوائد عظیمہ حاصل
ہوتے پہلا فائدہ حضرت کا مقام حجر میں ہونا جو شمال اور مغرب خانہ کعبہ کے ہے اور چاند کا
مطلع جنوبی شرقی اس روز تھا چنانچہ ہم جواب شبہہ (۱۶) اور (۱۷) میں پورا ثبوت اسکا دینگے
اسی تصریح مقام حجر سے جملہ روایات اہلسنت اور شیعہ کی تصدیق ہو گئی جو اختلاف منظر
دیکھنے والوں کے بارہ میں وارد ہیں دوسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے معلوم ہوا کہ اس

شب کو تمام شہر کے کفار جابجا سے معجزہ طلب کرنے آتے تھے اور آگے پیچھے آنا مختلف لوگوں کا
اسیوجہ سے مختلف واقعات بھی درج روایات ہوئے ہیں اسکو بھی جواب شبہہ (۱۰) میں اچھی
طرح سے لکھینگے۔ تیسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے ظاہر ہوا کہ قبل اظہار معجزہ شق قمر
کے اسقدر معجزات حضرت نے ظاہر فرماتے تھے کہ اب کفار کو چارۂ انکار نہ تھا اور ضرور کچھ
لوگ مشرف باسلام ہو چکے ہونگے جنکی نسبت روایت دوم میں جناب صادقؑ نے فرمایا ہے
کہ ہمارے شیعہ یعنی پیرو بھی سجدہ شکر بجالائے پس یہ روایت مصدق حدیث مذکور بھی ہے
چوتھا فائدہ اشارہ انگشت سے چاند کا شق ہوجانا جیسا کہ مشہور ہے اُسکی بھی تصریح
اسی روایت میں ہوگئی جیسے روایت مناقب سے گذر چکی ہے پانچواں فائدہ سحر مستمر
کی لفظ جو قرآن مجید میں ہے گویا نقل قول کفار ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا اب
وہی معنی سحر مستمر کے آیات قرآنی میں لینے مناسب ہیں جن معنوں سے کفار نے کہا تھا کہ سحر
آسمان پر نہیں چلتا ہے پس اختلاف مفسرین اس لفظ کے معنوں میں ضروری نہ رہا اور
وقوع معجزہ پر یہی دلیل بھی ہوگئی یہی تین روایات معدن عصمت وطہارت کے
اس معجزہ کی نسبت کافی ہیں اگرچہ روایات وقوع شق قمر بہت سے ہیں مگر ہمنے اہلسنت
کی وہ روایات جن میں غلط فہمی سے کچھ شبہات عوام کو ہوتے تھے انہیں کو لکھا۔ اور
اہلبیت کی بھی تین روایتیں نقل کیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ حاملان اسرار نبوت اور معادن
علم الٰہی کے بیان میں اور دیگر اشخاص کے بیان میں کیا فرق ہے جواب شبہات۔ اب
تمہید ہی تقریر کے بعد ہر ایک شبہہ کا جواب بطور اختصار کے مکرر لکھتا ہوں اگرچہ ضمن میں تمہید
ہی کے کل شبہات کا مفصل جواب ہوچکا ہے مگر شاید بوجہ طوالت کے ہر ایک ناظر کتاب ہذا
کو اطمینان نہو پہلا شبہہ کہ قرآن مجید سے اس معجزہ کا ثبوت نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے
کہ پورا ثبوت قرآن سے اسکا ہم لکھ چکے اور تین علماے اسلام کا اختلاف کرنا اُسکی غلطی بھی
ثابت کرچکے دوسرا شبہہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہوئے تھے وہ اپنی چشم دید اس معجزہ کو
کہتے ہیں اسکا جواب یہ ہے ہرگز کوئی روایت اہل اسلام کی ایسی نہیں ہے جس میں چشم دید

ن کتاب
طے یہاں
تعبیدہر

اُس راوی کے منقول ہو جو حاضر موقع نہ تھا یا پیدا نہوا تھا چنانچہ اسکی تفصیل تمہید میں
گذر چکی تیسرا شبہہ کوئی راوی چشم دید اس معجزہ کا وقوع شب کو تبلاتا ہے اور کوئی دن کو
کہتا ہے جواب سورۂ قمر میں جس معجزہ کا بیان ہے اسکی نسبت کوئی روایت اہل اسلام
کی ایسی نہیں ہے کہ دن کو واقع ہوا بلکہ بالاتفاق سب کا یہی مفاد ہے کہ شب کو ہوا
اور چودھویں شب ذیحجہ تھی ہاں واشنگٹن صاحب نے سیر محمدی میں جو قصہ نقل کیا ہے
چنانچہ ہمنے باب چودہ میں لکھا ہے وہ واقعہ دن کا ہے مگر ہمکو اسلامی تاریخ سے آج تک اسکا
پتہ نہیں ملا ہے اگر صاحب موصوف نے براہ نیک نیتی لکھا ہے تو ہم مسلمانوں کو ایک دوسرا
معجزہ اپنے نبی کا عیسائی مورخ کے بیان سے دستیاب ہوگا ورنہ اسکی جوابدہی انہیں کے
ذمہ ہے اہل اسلام کے ذمہ نہیں ہے مگر اتنا پھر ضرور ہیں کہونگا کہ قرآن مجید سے جو شق قمر ثابت ہے
وہ تو ضرور شب کو ہوا ہے چوتھا شبہہ کوئی کہتا ہے آسمان پر ہوا کوئی زمین پر کوئی درمیان
زمین اور آسمان کے تبلاتا ہے جواب یہ بھی غلط ہے سب روایتیں اہل اسلام کی متفق
یہی ظاہر کر رہی ہیں کہ چاند اپنی خاص جگہ پر شق ہوا ہاں سیر محمدی واشنگٹن صاحب میں
جو شق قمر مندرج ہے اگر وہ صحیح ہے تو وہ زمین پر ہوا ہے اور وہ دوسرا معجزہ ہے پانچواں
شبہہ کوئی کہتا ہے ایک مرتبہ اور کوئی کہتا ہے شق قمر دو مرتبہ ہوا جواب اگر مراد سایل کی یہ ہے
کہ دو تاریخ میں جداجدا ہمارے نبی صلعم نے یہ معجزہ دکھلایا تو بشرط صحت روایت سیر محمدی
واشنگٹن صاحب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں دو مرتبہ اور ایک مرتبہ اسطرح کے ہونے اور نہونے
پر اہل اسلام میں یہ امر اختلافی ہوگا مگر وہ معجزہ جو قرآن میں مذکور ہے اس سے اس
اختلاف کو کچھ تعلق نہیں اور اگر مراد سایل کی یہ ہے کہ اسی معجزہ شبہہ مندرجہ قرآن
کے دو مرتبہ اور ایک مرتبہ ہونے میں اختلاف ہے غلط ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ روایات جسقدر
وارد ہیں اکثر تو مجمل ہیں نہ ان میں ایک مرتبہ کا ذکر ہے نہ دو مرتبہ کا اور بعض میں مفصلاً دو
مرتبہ دکھلانا وارد ہے اب اس اجمال کی تفصیل ہوگئی اختلاف اسکو نہ کہینگے ۲ ایک روایت
ابن عباس کی جو اکثر کتب احادیث میں مذکور ہے اُس میں وارد ہے کہ کفار نے جنکی درخواست

کی تھی کہ ہمکو دو مرتبہ شق قمر دکھلا دیجئے لہذا آپنے دو مرتبہ انکو دکھلا دیا اس روایت میں اگرچہ
اس تعداد کی توضیح نہیں ہے یعنی کیفیت خاص کہ دو مرتبہ کیونکر دکھلا دیجئے اس میں اجمال ہو
مگر جو روایت ہمنے تفسیر قمی سے لکھی ہو اس میں اسکی تصریح وارد ہی مگر پہلے کفار کی درخواست یہ
دو برابر حصہ قمر دکھلائے پھر انہوں نے درخواست کی کہ ابکی مرتبہ دو ٹکڑے برابر انہوں بلکہ چاند
کا سرا شق ہوجائے یعنے جو حصہ اوپر کیطرف ہو چنانچہ حضور نے اوپر والا حصہ بھی شق کرکے
دکھلا دیا اب اس روایت سے تعدد کی پوری کیفیت بھی معلوم ہوگئی اور جتنی روایتیں اہلسنت
کی طرق سے وارد ہیں کہ فانشق مرتین یعنی دو مرتبہ انکو شق قمر دکھلا دیا ان سبکے
اجمال کی تفصیل بھی ہوگئی۔ اور ابن حجر نے جو لفظ مرتین کے معنی دو حصہ کے خلاف قیاس
بیان کئے ہیں کچھ اسکی ضرورت نہ ہے کیونکہ جب شیعہ اور سنی دونوں کی روایات میں یہ تفصیل
بھی وارد ہو کہ دو مرتبہ دکھلایا اور کسی روایت میں تصریح ایک مرتبہ شق کرنیکے نہیں ہو پھر جو اختلاف
سایل کہتا ہو وہ تو ثابت نہ رہا چھٹا اور ساتواں اور آٹھواں اور نواں شبہہ اختلاف
منظر کا ہی یعنے لوگوں کو مختلف مقام پر نظر آیا کسی کو حرا پہاڑ کے نیچے اوپر اور کسی کو ابو قبیس
اور قیقعان یا صفا اور مروہ وغیرہ پر۔ یہ شبہات بالکل مہمل ہیں اسلئے کہ چاند اور سورج اور دیگر
کواکب کو جس مقام سے آدمی دیکھتا ہو اسی کے حساب سے مختلف جگہ پر نظر آتے ہیں پس یہ اختلاف
منظر پوری دلیل اس واقعہ کی سچائی پر ہے اور متعدد اشخاص کے گواہاں رویت ہونیکا ثبوت
کامل بھی ہو ہاں اگر ایک ہی آدمی خواہ ایک جماعت ہوتی کہ انہوں نے آن واحد میں چند مقامات
پر چاند کے ٹکڑے دیکھے اسوقت ضرور یہ امر ناممکن تھا۔ مجملی جواب شبہہ کا تو ہوچکا مگر ہمکو ضرورت
اسکی ہے کہ جو لوگ ہمارے نبی کے ہمراہ تھے جیسے ابن مسعود اور حذیفہ وغیرہ انکو جن مقامات پر
پر نظر آیا وہ بیان انکا صحیح ہو یا نہیں اس مطلب کے بیان کرتے ہیں ہمکو تاریخ اور جغرافیہ اور
علم ہیئت کیطرف رجوع کرنا پڑیگا دیکھونگا ابن مسعود اور حذیفہ اور ابن عباس وغیرہ کی
روایات میں جو مقامات چاند کے نظر آنیکے وارد ہیں وہ بقاعدہ علم ہیئت کیسے درست ہیں
اب اس مطلب کے ثابت کرنے میں ہمکو سات باتوں کے دریافت کرنیکی حاجت ہو (۱) مکہ معظمہ کا

عرض بلد یعنی خط استوا سے کتنی دور ہے (۲) مکہ معظمہ خط استوا سے شمالی ہے یا جنوبی (۳) تاریخ وقوع معجزہ ہذا بحساب شمسی و قمری (۴) حضرت اور آپکے اصحاب اور درخواست کنندہ کفار اسوقت کہاں تھے (۵) کتنی دیر تک شق قمر باقی رہا (۶) اِن لوگوں کو جو حاضر حضور تھے کس کس مقام پر شق قمر نظر آیا (۷) اور لوگ مکہ معظمہ سے جو دیکھا وہ کہاں تھے پہلا امر اور دوسرا مکہ معظمہ کا عرض بلد ۲۱ درجہ اور چالیس دقیقہ ہے یعنے بحساب میل انگریزی (جو ۱۷۶۰ سو ساٹھ گز کا ہے) مکہ معظمہ خط استوا سے ۱۴۹۴ میل کسری زاید بطرف شمال کے واقع ہے تیسرا امر تاریخ ظہور معجزہ چونکہ شروع سنہ ہجری یعنی یکم محرم سنہ ۱ ہجری مطابق ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء کے تھی بموجب تحقیق مندرجہ لبشارت احمدی مصنفہ مولوی عبدالعزیز صاحب سنی المذہب لکھنوی اور ہجرت سے پہلے پانچ خواہ آٹھ سال یہ معجزہ واقع ہوا ہے اب اگر پانچ سال ہجرت سے پہلے اس واقعہ کو مانیں تو سنہ ۶۱۷ء میں یہ واقعہ ہوا اور اس سال ۱۴ ذیحجہ مطابق ۲۶ مئی کے ہوتی ہے جو مطابق ۵ جوزا کے ہے اور اگر آٹھ سال ہجرت سے پہلے ہوا تھا تو سنہ ۶۱۴ء میں تھا اور اس سال ۱۴ ذیحجہ مطابق ۱۰ اپریل کے ہوتی ہے جو مطابق ۲۱ ثور کے ہے اور دونوں تاریخ یعنی ۲۶ مئی خواہ ۱۰ اپریل میں ماہتاب مکہ معظمہ سے جنوب میں نکلتا ہے اسلیئے کہ ۲۰ جون خواہ ۱۹ کو جو مطابق ۳۰ ماہ جوزا کے ہے آفتاب سمت الراس مکہ معظمہ پر ہوتا ہے اُس روز سایہ شاخص وہاں بھی معدوم ہوتا ہے پس اگر ۲۶ مئی کی روایت صحیح ہے اُس روز ماہتاب ۳۷۳ میل تخمیناً مکہ سے جنوبی تھا اور اور اگر ۱۰ اپریل کو صحیح مانیں اس روز ۱۰۳۸ میل ماہتاب جنوبی تھا خلاصہ یہ کہ بروز شق قمر ماہتاب مکہ سے جنوبی ضرور تھا اور یہ بات اُسوقت ہے کہ قوس مدار یومی قمر مطابق متحد قوس مدار شمسی کے ہو لہذا اپریل اور مئی میں ماہتاب کے قوس لیلیہ قوس نہاری سے شمال خط استوا میں ضرور چھوٹے ہونگی اب جنوبی ہونا قمر کا بخوبی ثابت ہو چکا جیسا کہ ماہران فن پر ظاہر ہے چوتھا امر کہ خود حضرت اور آپکے اصحاب اور درخواست کنندہ معجزہ اُسوقت مقام حجر (بکسر حاے حطی و سکون جیم اور آخر راء مہملہ) میں تھے جو خانہ کعبہ کے حطیم یعنے

چار دیواری کے اندر بطرف شمال اور مغرب واقع ہے جدھر مغربی سر جنۃ المعلیٰ کا اور مزدلفہ
واقع ہے. اب چوتھا امر یعنی جن مقامات پر شق قمر ان لوگوں کو نظر آیا وہ کوہ ابو قبیس اور
قعیقعان اور منیٰ اور کوہ حرا یہ سب مقامات خانہ کعبہ سے بلکہ مقام حجر سے پورب اور دکھن طرف
واقع ہیں کوہ ابو قبیس جسپر مقام شق قمر کی زیارت کو حجاج اب بھی جاتے ہیں اور وہ مقام بنا
ہوا ہے وہ تو ٹھیک گوشہ جنوب اور مشرق پر مقام حجر سے ہے دیکھو نقشہ مکہ معظمہ مطبوعہ مطبع ہاشمی
میرٹھ ۱۳۰۰ھ کو اور قعیقعان بقول صاحب قاموس وہ پہاڑ ہے جسکا منہ کوہ ابو قبیس کیطرف
ہے اور آج اسکا پتہ اگرچہ نہ ملے مگر اسکا مشرقی جنوبی ہونا تو بتصریح اہل لغت ثابت ہے پھر چونکہ بروایت
ابن عباس مندرجہ در منثور کفار کی درخواست بھی ابو قبیس اور قعیقعان پر دو ٹکڑے دکھلانے
کی تھی اور چاند کا جنوبی ہونا اس تاریخ ہم ثابت کر چکے لہذا نصف ماہ قعیقعان پر اور نصف
کوہ ابو قبیس پر نظر آنا روایتاً اور درایتاً دونوں طرح سے درست ہے الحمد للہ اسی طرح نصف پشت
خانہ کعبہ پر اور نصف کوہ ابو قبیس پر نظر آنا بھی صحیح ہے اب رہا حرا پہاڑ جو منیٰ میں ہے اور ابن مسعود
نے زیر و بالا دو ٹکڑے اسی کی طرف دیکھے وہ مقام بھی حجر سے پورب اور کسیقدر جنوب میں ہے
اور چونکہ اصحاب عقبہ کی درخواست بھی حدیث امام جعفر صادق سے ثابت ہو چکی لہذا ابن
مسعود نے منیٰ پہاڑ اور گھاٹی کا ذکر اسی راہ سے کیا ہے جو ضروری ہے اور شاید جبل نور جو
درمیان منیٰ اور کوہ ابو قبیس کے ہے اسی کو حرا خیال کیا ہو پانچویں امر سے لغایتہ ساتویں
کے چونکہ حضار جلسہ کا ٹھیک موقع ہمنے اوپر لکھ دیا اور باقی رہنا اس معجزہ کا کم سے کم ۳۵
منٹ ہم روایت مناقب سے لکھ چکے ہیں اتنی دیر میں چاند کے مقام رویت کا بدل جانا خاص حضار
جلسہ کی نسبت بھی کچھ بعید نہیں ہے اب اگر کسی روایت میں سوا روایات منقولہ خاکسار
حضار جلسہ کے مقام رویت میں اختلاف بھی ہو تو یہ اختلاف اسی بنا پر ہو گا کسی نے ابتدا میں
دیکھا کوئی تھوڑی دیر بعد آیا کوئی آخر وقت آیا اب رہے وہ روایات جس میں صفا اور مروہ پر نظر
آنیکا ذکر ہے وہ اور لوگوں کی چشم دید ہے جو مقام حجر میں نہ تھے اور مکہ معظمہ کے اور مقامات میں تھے
جہاں سے انکو صفا اور مروہ پر نظر آیا تھا اس میں کوئی مضائقہ نہیں نیچرل صاحب ذرا سمجھ بوجھ کر

اعتراض کیا کیجئے اور عامیانہ شبہات سے کوئی فائدہ نہوگا دسواں شبہہ درخواست کنندگان
کے مختلف اشخاص اسکا جواب یہ ہے کہ خرائج کی روایت سے معلوم ہوا کہ اُس شب تمام قریش جا
بجا سے طلب معجزہ آسمانی کے درپے ہوئے تھے اسیوجہ سے جس راوی کو جس شخص کا آمادہ ہوکر
آنا معلوم ہوا یا جسکا زیادہ کا معاند درپے ایذا دینے ہیں اُس جناب کے ہونا دریافت ہوا اُسی کا نام
اُس نے لیا ہے ابوجہل تو ایسا دشمن تھا بعض روایات سے ظاہر ہے اُسنے یہ بھی کہا تھا کہ اگر
تم یہ معجزہ نہ دکھلاؤ گے آج میں تمکو تلوار سے قتل کرونگا۔ دیکھو علامہ زاہدی تفسیر کی روایت کو
تفسیر حسینی میں اصحاب عقبہ کی تخصیص جو روایت امام جعفر صادق میں ہے اُسکے فوائد کو
ہم اوپر لکھ چکے الغرض جب کفار کا ہجوم تھا اور غول کے غول یکے بعد دیگرے چلے آتے تھے
ایسے واقعہ کے بیان میں کسی نہ کسی کا نام لیا کسی نے فقط شمار ایک غول کا بتادیا کسی نے
مجملاً کہا کہ کفار قریش جمع ہوکر آتے تھے یہ کوئی اعتراض کا نہیں ہے گیارھواں شبہہ کوئی
کہتا ہے فقط ایک آدمی کو نظر آیا یہ تو بالکل غلط ہے چار اصحاب کی چشم دید کی روایات تو ہم لکھ
چکے اور مراسیل صحابہ یعنے جن میں راوی اول کا نام نہیں ہے اُنسے اور خود قرآن مجید کی آیت سے
کہ اس معجزہ کو دیکھکر کفار نے جادوگری کی تہمت لگائی الغرض ان سب لوگوں کا بچشم دید
دیکھنا جب ثابت ہے پھر فقط ایک آدمی کا دیکھنا اسکو سوائے اسی شخص کے جو آدمیت
کے جامہ سے باہر ہو اور کون کہیگا بارھواں شبہہ اگرچہ سائل نے اسکا ذکر نہیں کیا ہے
مگر ہم مثل اور چند شبہات کے جو بیان تمہیدی میں لکھکر دفع کرچکے ہیں اسکو بھی واجب
الدفع سمجھکر لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ روایت خرائج میں وارد ہے کہ حضرت نے خود کفار
سے کہا کہ تم شق قمر کا معجزہ دیکھنا پسند کرتے ہو اور روایت مناقب اور قمی میں اور تمام روایات
فریقین میں یہی وارد ہے کہ قریش نے درخواست کی تھی یہ تناقض کیسا اسکا جواب بھی وہی ہے
کہ مختلف گروہ جو اُسوقت آتے تھے اور مقدم موخر آمد و رفت اُنکی تھی اُن میں سے کچھ لوگوں
نے جو درخواست کی تھی اور وہ درخواست اُنکی مجمل تھی حضرت نے اُنسے از خود فرمایا کیا تم شق
قمر دیکھنا چاہتے ہو اور بعض لوگ اپنے جلسہ سے اسیکو قرار دیکر آئے تھے انہوں نے خود درخواست

کی لہٰذا اس میں کوئی تناقض نرہا الحمد للہ علی تمام الباب شکر خدا کہ اس معجزہ کا ثبوت اور رد شبہات
جیسا کہ میں نے کیا ہے شاید آجتک کسی کتاب میں درج نہوا ہو سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا وصلی وسلم
علے محمد وآلہ وخیار اصحابہ بعد اختتام اسباب کے مجھے ایک امر ضروری کا لکھدینا مناسب معلوم ہوا اور وہ امر
یہ ہے کہ انکار کرنا کسی معجزہ کا خواہ کسی امر عجیب کا اسکے اسباب اگرچہ مختلف ہوتے ہیں مگر بعد انکار کرنیکے
پھر ایک منکر ایک ہی وصف پر ہوجاتا ہے شق القمر کے منکرین کے جو ہمنے پانچ فرقہ لکھے اور ان میں ایک
فرقہ اہل اسلام کا بھی ہے جیسے حسن بصری اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اگرچہ انکو ہمارے پیغمبر کے
معجز نما ہونے میں شک نہو مگر چونکہ اس معجزہ خاص کا انکار براہ غلط کاری کر چکے اب اپنی بات کی پچ
کرنے پر تل جاتے ہیں چاہے کچھ ہو پیغمبر کا معجزہ مشکوک ہوجائے دین میں شبہہ پڑیں قرآن مجید کی تاویل
ناجائز کیوں نہو مگر اپنی بات بالا رہے اسی معجزہ شق القمر کو لیجیے جو منصوص قرآنی ہے اور رسالہ دافع
الشقاق وغیرہ کو دیکھے کیسی کیسی تاویلات اور احتمالات کے درپے وہ لوگ ہوے ہیں مجھے اسکے لکھنے کی
ضرورت نہیں ہے اور میں جب اسکا معتقد ہوں کہ سوا معصوم اور محفوظ من اللہ کے خطا سے کوئی ہرگز
بری نہیں ہے پھر ہمکو اپنی خطا کا انکار کرنا اور اسپر اڑے رہنا بجز خرابی زیادہ پیدا کرنیکے اور کوئی نتیجہ نہ دیگا
ہم جس زمانہ شیوع دہریت میں پیدا ہوے اللہم احفظنا ہمکو یعنی جملہ اہل اسلام کو اسوقت ایسی کوشش
مجموعی اور اتفاقی کرنی چاہیے کہ اسلام پر جدید شبہات سے بسبب تعلیم زندقہ اور الحاد کے جو حملات پیا پے
اہل زمانہ کے ہورہے ہیں انکی روکنے کے درپے ہوں اور آپس کی نزاع خانگی مثلاً سنی شیعہ مقلد غیر مقلد اسکو
بالائے طاق رکھدیں اگر ایسا نہ کرینگے تھوڑے دنوں میں اہل اسلام کا نام لینیوالا نظر نہ آئیگا اسی غرض سے
ہمنے اپنے برادران اسلام اہل سنت کے روایات اور اقوال کی درستی پر زیادہ اسباب میں زور دیا ہے
گو ہماری کوشش نقارخانہ میں طوطی کی آواز کے برابر ہے مگر امید ہے کہ اور علمائے اہلسنت وشیعہ جو ہمسے پایہ تحقیق
میں درجہ اعلی پر ہیں وہ ہمسے زیادہ ان شبہات کی رد میں کوشش فرماینگے اور جسقدر کمی تحقیق میں ہمسے
کسی مقام پر ہوئی ہے اسکو پورا کرکے اپنی قرآن اور اپنے نبی ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
معجزات کو شبہات ملاحدہ سے پاک کردینگے اگرچہ ہمنے شق القمر کے معجزہ کا ثبوت عقلی اور
نقلی دلایل سے اپنی لیاقت سے پورا دیا ہے مگر پھر بھی چونکہ ہم کو اپنی لیاقت پر چنداں

وثوق نہیں ہے کہ فضلنا بعضکم علی بعض وارد ہے لہذا دونوں گروہ اہلسنت اور
شیعہ کے علما سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ بعد ملاحظہ ہماری تحریر کے اگر کچھ فروگذاشت
ہوتی ہو اسکو خود پورا کریں یا ہم کو اطلاع دیں کہ تائید اسلام یہی ہے فقط

باب ستھرواں خرابی تعدد ازواج پر ایک نیچرل صاحب کی جدید تحقیقات اور نیا شبہہ اور اسکا جواب اور عقلی دلائل سے اثبات وجوب تعدد ازواج

پادری صاحبان اور دیگر مدعیان خرابی تعدد ازواج کے اوہام اور شبہات کے جواب تو اہل
اسلام اپنی مذہبی کتب میں بخوبی دیچکے اب ایک فرضی نیچرل صاحب کی طرف سے نیا
شگوفہ (دیکھو رسالہ حمیدیہ) کسی نے چھوڑا ہے بقول شاعر خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں گفتہ
آید در حدیث دیگراں - اور چونکہ ہماری کتاب انتصار الاسلام خاص رد شبہات نیچریہ میں لکھی
جاتی ہے لہذا ہمکو اسی مذاق پر شبہہ نیچریہ کا لکھنا اور اسکی درستی اور نادرستی کا ظاہر کرنا ضرور
ہے تاکہ براہ نیچر (قانون قدرت) تعدد ازواج کی خوبی یا خرابی اہل انصاف پر ظاہر ہوجاتے
سوال فرقہ نیچریہ مردم شماری سے تمام دنیا کی جو نہایت اہتمام سے کیجاتی ہے جہاں
اور صدہا فوائد ہمکو اسکے پہونچ رہے ہیں اب تو یہ بھی بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ مردوں کا شمار
دنیا میں عورتوں سے ہمیشہ کسیقدر زیادہ چلا آتا ہے جو سراسر مطابقت حکمت سے رکھتا ہے
حکمت یہ ہے کہ مردوں میں توجہ تعب سفر خشکی اور تری اور جنگ وجدل کے اموات زیادہ
واقع ہوتے ہیں اسی زیادتی کے مقابلہ میں شمار بھی فطرت نے ان کا زیادہ رکھا ہے تاکہ ہمیشہ
اوسط برابر رہے اور مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ رہے کسیوجہ سے کم نہو پھر جب شمار
مردوں کا عورتوں سے زیادہ ٹھہرا اب تو صاف ظاہر ہے کہ ایک مرد ایک ہی عورت سے نکاح
کرسکتا ہے چار چار زوجہ جیسا کہ شریعت محمدی نے تجویز کی ہے سراسر نظام عالم کے مخالف ہے
کیسی شریعت ہے جسکی پابندی سے تین چہارم حصہ مردوں کا بے منکوحہ رہنا لازم آتا ہو اگر ہر
شخص چار زوجہ کرے خواہ آدھا حصہ اگر دو دو زوجہ کرے خواہ دو ثلث حصہ مردوں کا بے منکوحہ
رہجاتے اگر تین زوجہ کرے اور یہ ظلم شریعت محمدی اسوقت ہے کہ تعداد زن اور مرد کی برابر

ہوتی چہ جائیکہ مردوں کی تعداد زیادہ ہے فرض کرو کہ تعداد مردوں کی بارہ ہے اور عورتوں کی بھی بارہ ہے اگر اب بارہ کو چار پر قسمت کرو تو خارج قسمت تین ہے پس تین آدمی منجملہ بارہ کے صاحب زوجہ ہونگے اور نو آدمی عزاب یعنی مرد بے زن ٹھیرے جن کی نسبت اہل اسلام اپنے نبی کا قول بیان کرتے ہیں شرارہا امتی العزاب اسی طرح دو دو زوجہ کرنیسے چھ آدمی بے زوجہ رہتے ہیں اور تین تین زوجہ کرنیسے آٹھ آدمی داخل عزاب میں ہونگے۔ پس ایسی شریعت جسکا ظلم بحق مخلوقات الٰہی ایسا کھلا ہوا ہے کیونکر شریعت عادلہ الٰہیہ ہو سکتی ہے اور ایسا نبی جو مرد بے زن کو بدترین امت بھی قرار دے اور خود ہی تعداد ازواج کو جایز بلکہ مسنون قرار دے کر اُن کو بدترین امت بنائے کیونکر نبی اور فرستادہ خدا ہو سکتا ہے

دفع دخل اگر کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ جب تعداد مردوں کی زیادہ ہے اب تو ایک زوجہ کرنے سے بھی جسقدر زاید مقدار مردوں کی ہے اُنکا جفت باقی نرہا اس سے لازم آیا کہ ایک زوجہ بھی کرنی نچاہئے اسکا جواب یہ ہے کہ بعض موانع قدرتی مردوں میں ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اُن کو نکاح کرنیسے وہی موانع روکتے ہیں اور اُنکا بے منکوحہ رہنا ضروری ہے ایسے لوگ اُسی زیادتی کا جبر و نقصان کردیتے اور کوئی ہرج لازم نہیں آتا جواب اول پہلے تو ہم اسی مردم شماری کی صحت اور غلطی پر بنا کر کے کہتے ہیں کہ یہ مردم شماری جو تمام دنیا میں کیجاتی ہے اسکے صحیح ہونے پر کونسی دلیل نیچرل صاحب قایم کر سکتے ہیں یوروپ کے مہذب تعلیم یافتہ اگر ہم فرض کریں کہ ہر گانوں اور ہر قریہ میں ایسے ہی سچے اور راستباز آدمی مردم شماری کرتے ہیں کہ ہرگز اُن کی رپورٹ میں ایک نمبر کی کمی و بیشی ہو نہیں سکتی پھر ایشیا اور افریقہ اور خاصکر ہمارے ہندوستان کی مردم شماری جسنے دیکھی ہے کہ وہی چوکیدار مست اور متوالے جنکو تین اور پانچ میں بھی تمیز بوجہ مستی شراب کے نہیں ہوتی اور وہی بیگار یعنی بلا اجرت کام کرنیوالے جاٹ اور گوجر اور چمار اور بھنگی جنکو مردم شماری کے فواید تو درکنار ہزاروں طرح کے اشتباہات اپنے ضرر کے لاحق ہوتے ہیں وہ بھلا کب سچ سچ شمار ظاہر کر سکتے ہیں بلکہ میرا تجربہ جہاں تک ہے وہاں تک تو میں سوائے غلط بیانی کے ہرگز راست

بیانی کا اقرار نہ کرونگا۔ الغرض ایسی لغو اور نامعتبر مردم شماری پر بنا کرکے مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ خیال کرنی آپ ہی جیسے فلاسفر کا کام ہے اور پھر اُسپر انتظام عالم کو جاری کر دینا دوسرا جواب مردم شماری اگر سچی اور صحیح طور سے تسلیم بھی کر لیجاتے جو ایک امر محال عادی ہے اُسوقت مردوں کا شمار عورتوں سے زیادہ ہونا جسکو نیچرل صاحب فطرت کے مطابق کہتے ہیں اگرچہ دلیل شمار مردوں کا زیادہ چاہتی ہے تو آیندہ ہم دلایل عقلیہ جو لکھینگے ان سے ثابت یہ ہے کہ عورتوں کا شمار مردوں سے دہ چند بلکہ اور زیادہ ہو تب جا کر قانون توالد اور تناسل پورا جاری رہے اور حالانکہ عورات کا دہ چند ہونا کسی طرح سے مسلم نہیں ہے اور پھر بھی سلسلہ توالد اور تناسل اپنے انتظام سے برابر جاری ہے لہذا مردم شماری پر بنا کرکے نہ ایک زوجہ اور نہ چار اور نہ دس کرینگے ہم درست اور نادرست کہ سکتے ہیں بلکہ ہمکو یوں سمجھنا چاہیے کہ فطرتی اصول نے زن اور مرد کی تعداد میں کمی اور بیشی ہمیشہ اسی مقدار سے رکھی ہے (جسکو ہم تحقیق نہیں کر سکتے) کہ سلسلہ بقاء نوع میں بوجہ توالد اور تناسل کے خرابی نہ پیدا ہو ہم اُسوقت اپنے تئیں ایک پابند مذہب اسلام سمجھ کر تعدد ازواج کے مسئلہ پر بحث کرنی پسند نہیں کرتے بلکہ ایک آزاد خیال اور فلسفی مزاج بنکر اس مسئلہ میں تحقیق کے درپے ہونا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت کا حکم تعدد ازدواج کا براہ عقل سلیم کہاں تک درست یا نادرست ہے۔ ہاں میرے معزز مخاطب نیچرل صاحب اور دیگر منکرین تعدد ازدواج اب ذرا آپ مذہب اسلام سے تعصب کو اٹھا کر ہمارے دلایل کو ملاحظہ کیجئے اور مردم شماری جو ایک مظنون اور فرضی امر ہے اُسکو عوام فریبی کے صیغہ میں رکھکر اصلی مصالح اور حکمت ہای فطرت پر نظر کیجئے۔ دلایل وجوب تعدد ازواج چونکہ بقاء نسل کا سلسلہ نر و مادہ حیوان کے باہم جفت ہونے سے فطرت نے براہ عادت جاری فرمایا ہے لہذا اصول طبعی اور تمدنی اخلاقی کی نظر سے ہمکو لازم ہے پوری تحقیق کریں کہ یہ سلسلہ تعدد ازواج سے قایم رہ سکتا ہے یا ایک ہی زوجہ کے اختیار کرنے سے پہلی دلیل فطرت یعنی قانون الہی (لا آف نیچر) نے سلسلہ توالد اور تناسل حیوانات کا عموماً نر اور مادہ کے

ذریعہ سے پیدا ہونا عادت رکھا ہے اور یہ عادت انسان میں توالد اور تناسل کی حضرت آدمؑ سے تو بذریعہ تاریخ اچھی طرح سے بتواتر معلوم ہو چکی ہے اگرچہ خود اس جناب کی خلقت اور ان کی زوجہ حضرت حوا کی اور نیز جناب روح اللہ حضرت عیسیٰؑ کی خلاف قانون عادی کی ہوئی ہے اور کچھ اس میں شبہ نہ کرو جب علم جے الناسی کے مدعی جیسے حکیم ابیقور وغیرہ انسان کے خودرو ہونے کے قابل ہیں۔ (دیکھو انتصار الاسلام کے صفحہ ۱۸۳ کو) جس سے سارے استعجاب ہمارے سرسید احمد خان صاحب اور مریدان خاص کے دربارہ ولادت حضرت عیسیٰؑ دور ہو گئے اور قدرت قادر چونکا پابند اس نیچر کے نہونا ثابت ہوتا ہے اور ہم بھی لکھینگے بہرحال زن اور مرد کا پیدا کرنا یا خودرو ہونا کسی طریقہ سے فرض کرو غرض اس سے توالد اور بقاء نوع ہے جو اہم امور ہے اور توالد اور تناسل کی زیادہ مقدار کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ فناء نوع کے اسباب مثل وبا و طاعون گزید حشرات قصاص اور خودکشی وغیرہ ایسے حوادث ہیں کہ اگر بکثرت سلسلہ توالد جاری نہ رہے چند سال میں نوع انسان کا پتہ بھی نہ لگے اسی وجہ سے جو فعل منجر بہ قطع نسل ہے براہ فطرت جرم سنگین قرار دیا گیا ہے اور شریعت ہای انبیا علیہم السلام نے بھی پوری سزا ایسے فعل کی تجویز فرمائی ہے مثلاً مرد کو نامرد بنانا خواہ عورت کو بانجھ کر دینا خواہ حمل کا اسقاط کر دینا وغیرہ وغیرہ بلکہ رغزل (یعنی رحم سے باہر مرد کو اپنی منی کا گرانا خواہ جلق اور تفخیذ جو ایک فعل قبیح طریقہ انزال کا ہے یہ بھی بانیان شریعت نے حرام اور گناہ کبیرہ فرما دیا ہے اللھم صل علیھم اجمعین پھر جب زن اور مرد کی ہم بستری بذریعہ توالد اور تناسل ٹھیرے اب ہمکو ضرور ہے کہ زن اور مرد کی قابلیت نطفہ دینے کی انہی کے اعتبار سے ازدواج اور مناکحت کی حد مقرر کریں اور ایک زوجہ خواہ ایک سے زیادہ اسکی تعداد بموجب قانون الٰہی اہم اور ضروری سمجھیں تاکہ غرض توالد پوری ہوتی رہے اب دیکھو مرد کو قابلیت نطفہ دینکی سو برس کی عمر تک ہے جیسا کہ ڈاکٹر ٹیلر کے مڈیکل جوریسپروڈنس جلد دوم صفحہ (۲۹۲) طبع چہارم میں لکھا ہے اور ڈاکٹر کرلنگ نے (۷۸) سال کی عمر تک اور ونکینز نے (۷۰) برس کی عمر سے (۸۰) تک اور رینز نے (۹۲) اور خود ٹیلر کی رائے وہی سو سال

کی عمر تک ہے اور لیمان کی کتاب مڈیکل جورسپروڈنس صفحہ ۱۳۴ پر کیسپیر نے ۹۰ سال کی عمر تک مرد کی منی میں قوت نطفہ دینے کی تجویز کی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ اختلاف مدت فضلائے ڈاکٹران یوروپ کا عجب نہیں کہ اختلاف ملک اور اقالیم کیوجہ سے ہو رہا ہے چنانچہ وسط ایشیا میں آج بھی دو ایک آدمی ۲۵۰ سال کی عمر کے زندہ موجود ہیں جیساکہ بعض سیاحان یورپ کا بیان ہے سو برس کی عمر کی نسبت یورپ کے عقلا کا یہ قول ضرب المثل ہے کہ آدمی سو سال زندہ رہنے کے واسطے پیدا ہوا ہے اور کچھ شک اس میں ان کو نہیں ہے جسطرح قدیم اطبا (۱۲۰) کہتے تھے اب رہی عورت چونکہ اسکو حاملہ ہونا اور دردزہ کی ایذا اٹھانی اور دودھ پلانے کا تعب اور حیض اور استحاضہ کا درد یہ سب اُسکی قوت کو گھٹاتی ہیں لہذا حکمت الٰہی نے براہ ترحم تجویز فرمائی کہ پچاس سال خواہ پچپن برس اور ہمارے نبیؐ کے قول سے قریشی عورات میں ساٹھ سال کی عمر سے زیادہ اس پر بچہ کشی کا بار نہ ڈالا جاتے لہذا اسی عمر میں اسکا خون حیض بند کر دیا جسکی وجہ سے ہم بستری مرد کی بخیال ضائع ہونے نطفہ کو بیکار ہے اور پندرہ سال ابتدائی عمر زن و مرد کے بھی قابل ہم بستری کی بہ نظر مصالح طرفین کے نہیں جسکو علم طب ثابت کرتا ہے اب ثابت ہو گیا کہ عورت منجملہ سو سال ایام عمر کے فقط (۳۵) برس قابل ہم بستری کے ہے اور مرد منجملہ سو برس کے ۸۵ سال قابل نطفہ دینے کے اب اگر قانون فطرت مرد کو پابند ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا کرتا تو کسقدر حصہ مرد کی عمر کا باوجود قابلیت نطفہ دینے کے ضائع اور برباد ہوتا چنانچہ اس فرض میں پورے پچاس سال مرد کی عمر کی رو سے نطفہ دینے کی قوت بیکار ہوتی جاتی ہے مرد اور عورت کی ہم سنی اور اختلاف عمر کی جتنی صورتیں عقلی ہو سکتی ہیں ان میں کم سے کم یہ ہے کہ مرد کی عمر پچاس سال اور عورت کی عمر پندرہ برس کی ہو جب باہم نکاح کریں پھر اگر مرد سو برس زندہ رہے تو پندرہ سال اس فرض میں بھی ایک عورت کی پابندی سے اسکو بیکار رہنا پڑیگا اسلئے کہ یہ عورت ۳۵ سال قابل ہم بستری کے ہے اور مرد پچاس سال کی عمر کا ابھی پچاس سال قابل نطفہ دینے کے ہے پس پچاس منفی پینتیس برابر پندرہ سال یہ بھی بیکار رہیگا اور اگر مرد پندرہ سال کی عمر میں کسی

عورت پینتالیس سال کی عمر والے سے بہ ضرورت خاندانی وغیرہ نکاح کرے اب کہ یہ عورت پچپن سال کی عمر تک قابل ہم بستری کے ہے پس گویا دس سال تک ایسے مرد کو اس سے ہم بستری کرنی مناسب ہوگی اور ۱۵+۱۰=۲۵ برس کی عمر سے لغایۃ آخیر عمر ۷۵ برس اسکے بیکار جانے سے کتنا بڑا ظلم اسکے حق میں قدرت کا لازم آتا اگر ایک ہی عورت سے نکاح کا پابند کیا جاتا اسی حکمت اور عدل و انصاف اور بندہ پروری کی نظر سے شریعت محمدی نے چار نکاح دوامی اور غیر محدود نکاح منقطع (بنابر مذہب شیعہ) اور کنیزان شرعی سے ہم بستری کی آزادی عطا فرماتے اور جسقدر اسکو طاقت ہو جو خدمت نطفہ دینے کی آدمی کو سپرد فرمائی ہے اسیقدر تعدد ازواج سے اسکو بجا لاتے اور بقاء نوع جو غایت اس قوت عطا کرنے سے ہے اسکا پورا سر انجام کرتا رہے واضح ہو کہ یہ پندرہ سال خواہ پچھتر برس بیکاری مرد کے فقط عمر کے لحاظ سے ہم نے لکھے ہیں اب ذرا اور موانع ہم بستری کے جو عورتوں میں علاوہ امراض کے پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی خیال کیجے دوسری دلیل پینتیس برس عورت کے جو قابل ہم بستری کے ٹھیرے ان میں زمانہ حمل اور زمانہ دودھ پلانے بچہ کا بھی لحاظ کیجیے نو ماہ زمانہ حمل اور اکیس مہینے دودھ پلانے کے جملہ تیس مہینے بھی قابل ہم بستری کے نہیں ہوتے وحملہ و فصالہ ثلثون شھرا یعنے کہ زمانہ حمل میں ہم بستری سے نطفہ ضائع ہوگا اور ٹھیر گیا تو بڑی ایذا عورت کو اور خرابی مولود کو ہوگی اور زمانہ ارضاع یعنی دودھ پلانے میں اگر ہم بستری سے نطفہ ٹھیر گیا اس شیر خوار بچہ کو ضرر پہونچیگا جو دودھ پی رہا ہے اور اگر نطفہ نہ ٹھیرا ضائع ہوگا آپکو یہ خیال نہو کہ دوسری عورت سے دودھ پلاتے اسلیے کہ ہر شخص کو مقدرت نہیں ہے کہ دایہ رکھے بہر حال اب فرض کرو کہ کسی عورت کے دس بچے پیدا ہوتے اور زندہ بھی رہے پھر چونکہ ہر مرتبہ کی ولادت اور دودھ پلانے میں تیس ماہ اس سے ہم بستری متروک رہے لہذا ۳۰×۱۰=۳۰۰ مہینے یعنی پچیس سال منجملہ ۳۵ سال کے مرد کی بیکاری اور شر ہے اور اگر فقط زمانہ حمل میں ہم بستری نہ کیجاتے ہیں ۹×۱۰=۹۰ ماہ یعنی ساڑھے سات برس منجملہ ۳۵ سال کے مرد کی بیکاری لازم آتے اب اگر پینتیس

سال میں سے پچیس برس منہا کرو نو دس سال منجملہ سو سال کے مرد سے کام نطفہ دینے کا
لیا گیا اور ۹۰ برس اسکو بیکاری میں گذرتے اگر ایک ہی عورت کا پابند ہوتا اور اگر ساڑھے
سات برس ایام حمل میں ہم بستر ہوا تو ساڑھے ستائیس برس منجملہ سو سال کے اُسنے بجا
آوری خدمت نطفہ دینے کی اور ساڑھے بہتر برس پھر بھی بیکار رہا یہ کیسا ظلم شدید اُسپر
تھا اگر پابند ایک ہی منکوحہ کا کیا جاتا لیجیے نیچرل صاحب بہادر تیسری دلیل پھر ساڑھے ستائیس
برس میں ایام حیض کم سے کم فی ماہ ۳ یوم اور زیادہ سے زیادہ فی ماہ دس یوم اور بھی عورت
قابل ہم بستری کے نہیں اسلیے کہ ایام حیض کا نطفہ اگر ٹھیر جاتے بچہ کو جذام کا مرض ہوتا
ہے اسی حکمت سے شریعت محمدی نے ایام حیض کی ہم بستری حرام فرمائی ہے اور اخلاقی
علما کا تجربہ ولد الحیض کی نسبت اور کچھ ہے (عاقلان خوب میدانند) بہرحال اگر فی ماہ دس
روز ایام حیض کی فرض کرو تو ساڑھے ستائیس سال میں فی سال ایکسو بیس روز کے حساب سے
۲۷½ × ۱۲ = ۳۳۰۰ دن یعنی نو سال اور دو ماہ ایام حیض کے بھی مجرا ہونگے لہذا اٹھارہ سال
اور چار ماہ منجملہ ساڑھے ستائیس سال کے قابل ہم بستری کے ہوگی اور اگر فی ماہ تین یوم حیض
کے رکھو پھر بھی دو سال اور نو ماہ ساڑھے ستائیس سے نکلکر چوبیس سال اور ۹ ماہ قابل ہم
بستری کے ہوگی اب اگر ایام دودھ پلانیکے بھی مجرا کریں تو سو سال کی عمر میں پندرہ سال
ابتدائی عمر کے چھوڑکر بچاسی برس میں کل چھ برس اور آٹھ مہینے عورت قابل ہم بستری کے
ٹھیرتی ہے پس اگر ایک ہی عورت کی پابندی مردوں سے قدرت کراتے تو سو سال کی عمر
میں اٹھتر سال چار ماہ ہمکو اپنی عمر ضائع کرنی پڑتی یہ کتنا بڑا ظلم ہمپر ہوتا اگر شریعت ہمکو پابند
ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا کرتی یہ بھی معلوم رہے کہ یہ صورت اٹھتر سال چار ماہ کی
اگرچہ فرض واحد پر ہے اور دوسرے فرض پر اور اس میں بھی تداخل ایام کی شمار سے کمی بیشی
ضرور ہے مگر محاسب کو بعد پوری منہا اور مجرا کرنے کے ساٹھ پینسٹھ سال کی بیکاری ضرور
تسلیم کرنی پڑیگی وہ کیا کم ہے ہمنے بنظر اختصار کے کل حسابات کو درج نہیں کیا ہے یہ نتیجہ
نیچرل خیالات کا ہے جنکو اپنی عقل پر بڑا ناز ہے اور احکام الٰہی پر معترض ہوتے ہیں یہ خرابی

تو فقط بہ نظر خلقت اور طبیعت زن اور خلقی امور کے ہے چوتھی دلیل وجوب تعدد ازواج کی بہ نظر اختلاف مزاج طبعی زن اور مرد کی (۲) ایضاً نمبر ا اختلاف اقسام پنجگانہ زن کے جیسے ڈنکنی اور چترنی اور ہستنی اور پدمنی اور سکھنی جن سے آج کل بحث متروک ہے بلکہ یورپ کے فلاسفروں نے قطعی ناجائز کردیا ہے اور اسکی تحقیق کو بے شرمی پر محمول کیا ہے گو اس سے وہ چند امور کا برتاوہ ہو رہا ہے اور طبیب اور ڈاکٹر کو اسکا پہچاننا ضروری ہے جسکو ہم جلد دوئم میں انشاءاللہ لکھینگے (۳) مساحت میں آلہ یعنی رحم زن اور آلہ تناسل مرد کے مطابقت اسلیئے کہ توافق انزال مرد و زن جو استقرار نطفہ کی شرط ضروری ہے۔ بدون مساوات اور مطابقت آلہ کی براہ تجربہ اور دلیل عقلی محال ہے اگرچہ یہ شناخت مرد کے آلہ کی بحس بصر اور عورت کی رحم کی بہ نظر حس لمس ہو سکتی ہے مگر علماء علم کو کہ اور قیافہ طبعی نے چند علامتیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً ناک اگر مرد کی بڑی ہے درازی آلہ تناسل پر دلیل ہے اور اگر عورت کی ناک بڑی ہو کوتاہی رحم پر دلیل ہے یا قد چھوٹا مرد کی کوتاہی آلہ پر اور عورت کی درازی رحم پر دلیل ہے اور قد کے ساتھ ناک کی چھٹائی بڑائی پر لحاظ کرنے سے چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں جو ظاہر ہے (۴) توافق شکل مخروطی رحم اور آلہ مرد کا خواہ شکل اسطوانہ جو ارداء اشکال ہے دیکھو علم تشریح قتیسینا لیوجی کہ اسکی وجہ سے التذاذ طرفین پیدا ہو کر استقرار النطفہ کا نہیں ہوتا ہے اور در صورت تخالف ایذائے مدخولہ ایسے ہوتی ہے کہ آخر نوبت جدائی اور افتراق کی ہوتی ہے۔ (۵) رتق کا عرض خلقی جو مانع مجامعت ہوتا ہے اور تناسل کی امید نہیں ہوتی (۶) عقر یعنی بانجھ ہونا عورت کا علاوہ مرض رتق اور اسباب خلقی سے پھر اسکے بعد اور موانع حمل غیر طبعی جنکو ہم امراض کی بحث میں لکھینگے یہ سب امور ایسے ہیں کہ ان کی شناخت قبل از نکاح بروقت خطبہ (منگنی) کے ہو سکتی ہے مگر مہذب اور تعلیم یافتہ قوم میں تو شاید فیصدی چار آدمی ایسے ہونگے جو انتخاب جفت میں ان قواعد کو پورا کرتے ہوں ورنہ عام اخلاق کو تو اسکی خبر بھی نہیں ہے ہماری کتاب کے ناظرین جو اسوقت تک اکثر اہل علم اور

طبیب اشخاص ہیں شاید انکو بھی کسی کے انتخاب جفت میں ان امور کے لحاظ کا آج
تک موقع نہ ملا ہوگا اور مجھے خوف ہے کہ میرے اس بیان کو محض ایک فرضی بیان تجویز
کرینگے مگر حکیم علام تعالیٰ شجدہ جسکو ہر طرح سے اپنے بندوں کی بہبودی اور راحت رسانی
اور آرام دہی پر نظر ہے اُس نے جملہ آفات اور صدمات سے بچنے کی راہ بھی ہمکو بتلادی
اور نجات کے طریقہ بھی ہمکو دکھلا دیے ہیں اور فرمایا وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اب میں خیال
کرتا ہوں اور سبکو یاد دلاتا ہوں کہ قانون الٰہی یعنی حکم شریعت دربارہ ازدواج اور دربارہ
مناکحت ایسا عام اور سراسر مفید ہونا چاہتے کہ بہ لحاظ انہیں امور خلقی کے جو مانع توالد اور
تناسل اور اتحاد زن اور شوہر کے ہیں یا اور امور جنکو ہم بحث امراض میں لکھینگے ہمکو پابند منکوحہ
واحدہ کا نہ کرے اور اگرچہ ہم اپنی جہالت اور نادانی سے انتخاب جفت کے قواعد کو نہ جانیں
یا کہ دیدہ و دانستہ تغافل کو راہ دیں یا کسی بادشاہ کے حکم سے ان اصول کو سیکھنے نہ پاویں
پھر بھی قطع نسل سے ہمکو کسیطرح کا صدمہ نہ پہونچے اور تعدد ازدواج کے ذریعہ سے تلافی ان امور
کی ہمیشہ کرتے ہیں لہذا فرمایا فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ نکاح کرو جسقدر تمکو خوش آیند ہو اور تمہاری
لذت اور آرام اور افزونی نسل کے لائق ہو ایک اور دو دو اور تین تین اور چار چار اور باوجود
تعمیم اجازت کے پھر اگر کوئی عیب منجملہ عیوب مذکورہ بالا پیدا ہو یا کہ پہلے سے تھا اور اب
معلوم ہو وسیع دروازہ طلاق کا ایسا کھول دیا جس سے کسی قسم کی ایذا نہ مرد کو اور بذریعہ خلع
کے نہ عورت کو باقی رہے طلاق کا مسئلہ اس بحث میں بہ نظر ضرورت مذکور ہوا ورنہ اسکا
جداگانہ مقام آتا ہے اور اگر برخلاف اسکے قانون الٰہی ہمکو ایک ہی عورت کا پابند کرتا اور
بوجہ سوء اتفاق یا ضرورت خاندانی مثل حفظ نسب وغیرہ یا ضرورت تمدنی مثل فقر و تونگری
یا ضرورت سلطنت جیسے رنگروٹ فوج کی خانہ ویرانی خواہ فریب دہی اسی عورت کی
بوجہ حسن و جمال ظاہری یا تسخیر قلب جو علم ریمیا یا سیمیا سے متعلق ہے یا علم خواص حروف
متحابہ سے جسکو ابھی نیچرل صاحب نہ مانینگے یا مسمریزم کے ذریعہ سے کہ معمول کی اعضائے
باطنی پر اثر پڑتا ہے اور ایسا اتحاد اور تعلق معمول کا عامل سے ہو جاتا ہے کہ اسکی محبت میں

بیچودگی پیدا ہوتی ہے بلکہ اعضاے ظاہری پر کہ لیلی کے فصد ہو اور مجنوں کے خون جاری
ہو تسلیم کر لیجیے اور انکار نہ کیجیے (انتصار الاسلام اسکو اچھی طرح سے دکھاویگی) یہ تو
ابتدائی درجہ عمل تلقینی کا ہے کہ عامل کوئی مٹھائی کھاتا ہے اور معمول کا منہ میٹھا ہوجاتا
ہے بہرحال اگر ہم پابند ایک ہی نکاح کے ہوتے اور اتفاق سے ہمکو وہی عورت ملتی جسکا
مزاج طبعی ہمارے مزاج سے مخالف ہوتا (۱) یا جسکے رحم کی ساخت آلہ مردوں سے بڑی
ہونے سے توافق انزالین جو شرط انعقاد نطفہ ہے نہ ہوتا اور اگر چھوٹا رحم ہو تو ایذا سے شدید عورت
کو ہمیشہ ہونے سے التذاذ کی جگہ ایذا ہوا کرتی (۳) اختلاف شکل مخروطی اور اسطوانی
سے بھی وہ لذت مطلوبہ پیدا نہوتی (۴) خواہ وہ عورت رتقا ہوتی۔ یہ وہ عورت ہے جسکے
رحم میں ایک گرہ خواہ فروتی مانع مباشرت ہوتی ہے خواہ اور قسم کے اسباب عقر اور بانجھ
ہونے کے عورت میں بعد نکاح ظاہر ہوتے یا کہ جدید عیوب پیدا ہوتے اسیطرح مرد کے عیوب
کا حال ہے اب غور کی کسقدر مصیبت کا سامنا دونوں زن اور شوہر کو ہوتا اور خصیان نطفہ
یا عدم استقرار نطفہ سے کسقدر کمی توالد اور تناسل میں ہوکر فنا قوم کے مستلزم ہوتے اگرچہ
بعض عیوب مذکورہ بالا کی تدبیر دفع مضرت اطبا نے تجربہ سے بتلائی ہے جسکو ہم
لکھ نہیں سکتے مگر پھر بھی بعض عیوب ان میں لاعلاج ضرور ہیں یہ سب خرابیاں خطرہ ور
خلقی کے تھیں جو مذکور ہوئیں پانچویں دلیل بنظر امراض کے کہ وہ بھی لوازم جسمیت
سے ہیں انسانی کوشش نے ابتدائی وجود عالم انسان سے آج تک اگرچہ ہر قسم کا معالجہ
امراض ظاہر کیا ہے اور دنیا میں ہو رہا ہے جسکی تفصیل کی ہمکو حاجت نہیں ڈاکٹری اور یونانی
اور بیدک بھی اسی میں داخل ہے اور باوجود تباین اصول اور اختلاف طریق ہر ایک علاج
سے فایدہ دفع امراض بھی برابر ہوتا ہے مثلاً یہی تپ دق ہے یونانی گرم دوا کو ڈاکٹر
اور بید اسکو شافی کر رہے ہیں جس سے پورا ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ شافی برحق تعالی
کوئی اور ذات پاک ہے اور اگرچہ نیچرل صاحب تعصب سے نہ مانیں مگر ہم اپنے اہل مذہب آسمانی
کی تشفید عقاید کی نظر سے کہتے ہیں کہ ہمارے ہادیان برحق نے وحی آسمانی کے ذریعہ سے

تین قسمیں فرمائی ہیں (۱) امراض مجازات جو کفارہ گناہاں امت ہوتا ہے کہ بعض گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے جائیں (۲) امراض ابتلا ایسے امراض جو بچوں کو ماں باپ کے امتحان صبر اور شکیبائی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اسپر جو شبہ دہریوں کا ہے اسکا جواب صادق آل محمد نے بخوبی دیدیا ہے یہ دونو قسم کے امراض کسی دوا اور علاج سے اچھے نہیں ہوتے بلکہ طب روحانی میں صدقہ اور دعا اور نماز و روزہ وغیرہ انکے رفع کرنے کیواسطے مقرر فرمایا ہے۔ دیکھو احتجاج طبرسی رح میں مناظرہ ایک دہریہ (نیچرل) کا امام جعفر صادق سے اور خوب دیکھو کہ عالم علوم ربانی ایسے ہوتے ہیں (۳) امراض مزاجی جو سوء مزاج ساذج یا سوء مزاج مادی سے پیدا ہوتے ہیں اور جنکا علاج طب جسمانی کے اقسام مندرجہ بالا سے کیا جاتا ہے جنکو میں بھی کسیقدر جانتا اور پچپن برس سے کرتا ہوں اگر کسی دہریہ کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ جب شناخت مرض مزاجی اور مرض مجازات اور مرض ابتلا کی شریعت محمدی نے نہ بتلائی پھر کیوں حکم دیا کہ علاج امراض میں طبیب کیطرف رجوع کرو اسکا دفع یہ ہے کہ طبیب حاذق اپنے اصول کے ذریعہ سے ضرور شناخت کر سکتا ہے اور معہذا لک دعا اور صدقہ کو ہر مرض میں مستحب اور مسنون اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ اگر مرض غیر مزاجی ہے مریض کو اس بلا سے نجات ملیگی اور مرض مزاجی ہے جو کچھ فقراء امت کو دیگا ہمدردی انسانی سے اسکو درجہ اعلی ملیگا جسکا بیان زکواۃ اور خمس اور قرض حسنہ با سود کے باب جلد دوم میں کرینگے انشاء اللہ تعالے آمدم بر سر مطلب جب اسقدر امراض خاصہ مانع توالد اور ہم بستری ہوتے ہیں اور اکثر ان میں سے لا علاج ہیں اگر ایسے ہی عورت منکوحہ ملتی یا بعد ازدواج مرض پیدا ہوتا اور قانون فطرت ہمکو ایک ہی زوجہ کا پابند کرتا خیال کیجئے کیسی ناکامی اور رنج اور کوفت کا سامنا ہوتا اور کسقدر بنی نسل کی دنیا میں چند صدیوں میں تو جانے سے فناء نوع انسانی ہو جاتی اور جب ہمکو آزادی شریعت نے دی اور طلاق کا صیغہ بلکہ بعض صورتوں میں فسخ نکاح جائز فرمادیا اسلئے زحمتوں سے نجات مل گئی تدبیر الٰہی اور انتظام کامل اسیکو کہتے ہیں چھٹی دلیل اخلاقی امور اور عادات سے (جو طبیعت ثانیہ ہے) جسکا بدلنا

امر اختیاری ہے اور عفت اور پاکدامنی حیا اور شرم بھی اسی میں داخل ہے اور بعض امراض
اگرچہ مانع توالد اور تناسل نہوں مگر اخلاق کی خرابی پیدا ہونیکا اثر زیادہ پڑتا ہے پس اگرچہ بروقت
منگنی (خطبہ) یعنی انتخاب جفت کے خراب اخلاق نہوں مگر بعد نکاح کے ان کے حدوث کا
احتمال ضرور ہے پھر اگر بد اخلاقی پیدا ہوگئی اور پابندی زن واحدہ کی ہو اب تو وہی قول سعدی
کا صادق آیا سے زن بد درسرائے مرد نکو ہمدریں عالم است دوزخ او نیچرل صاحب عقلی
(وہمی) دلیل سے روکتے ہیں کہ دوسری زوجہ نکرو پادری صاحب نقلی دلیل گڑہی ہوئی انجیل
مقدس سے پیش کرتے ہیں کہ طلاق بدون زنا کار ہونے کے ندو اور نہ دوسری زوجہ کرو اب
فرمایئے یہ بیچارہ کیا کرے اور اسکی مصیبت کے دن کون بھرے نیچرل صاحب یا کہ پادری صاحب
لہذا شریعت سہلہ سمحہ محمدیہ نے عام آزادی ہمکو عطا فرمائی اور (ناشزہ) نافرمان بدخو عورت
سے بحسب ضرورت جدا ہو جانا جائز کر دیا اور تعدد ازواج کا دروازہ اسی حکمت سے کھول دیا
علی بانیہا التحیۃ والسلام مادام یدوم الدوام اور نشوز یعنی نافرمانی کے اقسام بیان
فرمادئے دیکھو ہماری کتب فقہ کو ساتویں دلیل تمدنی اصول سے بہ نظر اصلاح امور
خانگی کبھی ہمکو دو خواہ زیادہ زوجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور کیسی ہی فرمانبردار بے عیب زوجہ
ہو مگر انتظام خانگی بدون تعدد ازواج کے درست نہیں ہوسکتا اور اسکی نظایر لکھنے سے طول
تحریر کا خوف ہے البتہ ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوتی ہے مگر ضرور ہوتی ہے اور قانون انتظام
ایسا عام درکار ہے کہ دائمی اور اکثری اور اتفاقی سب صورتوں کو شامل ہو لہذا فرمایا کہ ما طاب
لکم یعنی جسقدر تمکو خوش آئیں اور پسندیدہ ہو دو اور تین اور چار نکاح کرو اگر تعدد ازواج ناجایز ہوتا
کیسے برہمی ان لوگوں کی امور خانگی میں پیدا ہوتے جسکو وہی جان سکتا ہے جو اس ضرورت سے
ہمکنار ہو سہ از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است کیا آپکو نہیں معلوم ہے کہ بعد ازدواج کسی
مرد کے کبھی کوئی لڑکی خاندانی ایسی بھی ہوتی ہے کہ اسکا نکاح کسی دوسرے سے کیا جائے تو فتنہ
خاندان اور تزاحم امور ریاست وغیرہ میں ایسے پڑتے کہ ریاست کا سرمایہ اور جائداد خاندانی پرزہ
پرزہ ہو جائے یا کبھی بوجہ نہ ہونے ذکور عرق یعنی صحیح النسب جفت کے کسی لڑکی (دختر) کو سالہا

سال کسی لڑکے سے نامزد کر کے بے نکاح رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اُسوقت وہ لڑکا بنظر
ناجایز ہونے تعدد ازواج کے اگر بیاہا نجاوے دوسرے عورت سے کتنا زمانہ اُسکو بیکاری اور
تعطل میں گذرے اور سوائے ارتکاب فجور کے اور کیا کریگا تعدد ازواج ہی کا جواز ان سب خرابیوں
سے ہمکو بچاتا ہے یہ سات دلیلیں وجوب تعدد ازواج کی ایسے اسباب سے ہمنے لکھی ہیں
جنکو بلا تردد کے ہر شخص تسلیم کرسکتا ہے پھر چونکہ ہمنے محض مجملی طور سے ان اسباب کو لکھا
ہے اگر انکی تفصیل کیجائے تو شاید ڈیڑھ سو سے زیادہ صورتیں انہیں سات دلایل سے پیدا ہو
سکتی ہیں اور پوری ایک کتاب طیار ہو جاوے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ دلایل مذکورہ
بالا فقط علم فیسولوجی (تشریح اعضائے انسانی) اور علم طب جسمانی اور علم اخلاق اور اصول تمدنی
سے متعلق ہیں اور چونکہ ہمارے مخاطب نیچرل صاحب قانون قدرت (نیچر) اُسی قانون کو
مانتے ہیں جو تجربات کثیرہ سے ثابت ہو جاوے اور دلیل عقلی میں فقط اصول تصفیہ پر بنا کرتے
ہیں ربط علت با معلول سے انکو کچھ بحث نہیں ہے جیسا ہمنے صفحہ پچپن میں بیان کر
دیا ہے پس اور علوم کے اصول جو تجربات کثیرہ سے بخوبی ثابت ہو چکے اور لاکھوں آدمی اس
کے معتقد ہیں (گو ہماری شریعت میں ان کا سیکھنا خواہ انکو صحیح اعتقاد کرنا کسی مصلحت سے
جایز نہو سوائے اُن صورتوں کے جنکو ہمارے اولیائے برحق نے جایز رکھا ہے دیکھو صفحہ ۱۰ اسی
کتاب کو) مگر نیچرل صاحب ان کا انکار ہرگز نہیں کرسکتے لہذا الزامی طور سے بقاعدہ علم مناظرہ
ہم مجاز ہیں کہ علم جوتش یعنی خواص نجوم اور علم سرودھا اور علم طیرہ یعنی شگون اور علم فال
اور علم خواص حروف سے مثلاً قاعدہ مجربہ غالب اور مغلوب یا عمل بغض اور حب وغیرہ سے
جو برائیاں ترک تعدد ازواج کے ثابت ہوتے ہیں انکو بھی ذکر کریں اور اسکی ضرورت ہرگز نہیں
ہے کہ ہم بھی اُن کو صحیح اعتقاد کریں اسلئے کہ الالزام دلیل علی الالزام یعنی الزام حسب
دلیل سے دیا جاوے اسکی پابندی الزام دہندہ کو ضرور نہیں ہے آٹھویں دلیل - علم نجوم
میں طالع وقت ولادت زن و مرد اور جنم پترہ سے جو پنڈت جی سدہ اسدہ بیاہ کا رچنا اور گرہ
اور لگن اور بہت سی باتیں بچار کر تاریخ اور دن مقرر کرتے ہیں اُسکے خلاف اگر کوئی بیاہ کرے

ضرور ناسزاوار ہوگا یہی عقیدہ سمجھتے اُن لوگوں کا ہے نیچرل صاحب ضرور سنکر قہقہہ زنی کرینگے
مگر ہماری کتاب کے صفحہ ۲۶۶ سے لغایۃ ۲۹۳ کو پڑھ کر اگر انصاف مزاج ہیں تو ضرور انکو اپنے
اصول نیچری پر نظر کرکے ندامت ہوگی رہے ہم لوگ پابند شریعت انبیا ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ
تاریخ اور دن کی سعادت اور نحوست مثلاً ایام محاق یا قمر در عقرب یا اور ایسے امور متعلق
بعلم نجوم جنکو ہمارے ہادیان برحق صلواۃ اللہ علیہم اجمعین نے ارشاد فرمایا ہے انکی پیروی جب
عقلاً عموماً ہم پر ہر امر میں واجب ہے لہذا ہم سعادت اور نحوست کو اصول علم نجوم کو تسلیم کرکے
نہیں مانتے بلکہ ہم براہ تعبد اعتقاد بر قول غیر اسکو صحیح سمجھ کر ساعات اور ایام سعیدہ یا
نحسہ کا لحاظ کرتے ہیں کیسی بدیہی ہے اور نیچریہ کو ہم پر الزام ستارہ پرستی کا لگانا درست نہیں ہے
اور یہ بحث اس جگہ پر ضروری نہیں ہے بلکہ پوری ہو چکی صفحہ ۲۴ اکو دیکھو مثلاً جب یہ ہوا کہ ایسا
بیاہ اور نکاح وغیرہ جب دونو فریق کے نزدیک نامبارک ہے اور ضرور ہوجاتا ہے براہ جہالت
علم یا براہ ضرورت اتفاقیہ اور اعتقاد کو اثر کرنے میں ایسے امور کے بڑا دخل ہے چنانچہ
ہماری احادیث مقدسہ میں وارد ہے الطِّیَرَۃُ عَلٰی مَا تَجۡعَلُہَا اِنۡ ھَوَّنۡتَہَا تَھَوَّنَتۡ اِلٰ
اخرہٖ یعنی بدشگونی کا یہ حال ہے کہ جیسا تم اسکو خیال کرو ویسی ہی موثر ہوتی ہے اگر اسان
سمجھو آسان ہوجاتی ہے اور اگر شدید سمجھو تو شدید کرتی ہے اور اگر کچھ بھی اسکا خیال نکرو تو کچھ
بھی نہوگا اور یہ مسئلہ دلائل عقلیہ سے ہم باب ثمانی میں بیان کرینگے اسوقت ہماری غرض یہی
ہے کہ تعداد ازدواج سے یہ الجھن اور مصیبت بہت ضرور دفع ہوتی ہے عام اس سے کہ
بنا پر چند انجم کو موثر حقیقی مانیں یا مفوضہ ہو کر مثل نیچریوں کے اسکے قایل ہوں کہ جو اثر
خدا نے خواص ذرات نے جس شے میں رکھا ہے وہ ضرور ہوتا ہے تبدیل نیچر محال ہے اگر
مجھے پابندی شریعت کی مانع ہوتی ضرور میں علاوہ قسم مذکورہ بالا سے ایسے ایسے نظایر
دکھلاتا جس سے بدون تعداد ازدواج کے ضرور ہی ہوتے اور کوئی چارہ ہی نظر نہ آتا مگر بخوف عوام
بالجملہ یعنی جاہلوں کے اضلال کے خوف سے انکو ترک کرتا ہوں سہ بدگہر را علم و فن آموختن
تیغ دادن بدست راہزن۔ نویں دلیل مصنف رسالہ حمیدیہ کی اگرچہ قناعی ہے مگر

نیچرل صاحب کی مردم شماری کی دلیل سے بہتر بھی ہزار درجہ قوی ہے اور ہم کچھ اس دلیل پر اضافہ کرکے تقویت بھی کردینگے ہاں جناب نیچرل صاحب جسطرح مردم شماری سے آپکو مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ثابت ہوئی اسیطرح آپکو یہ بھی ثابت ہوا ہوگا۔ اسی مردم شماری کے نقشہ سے کہ دنیا میں نکاح اور ازدواج کو ترک کرنیوالے کتنے فرقہ ہیں اور ہر فرقہ کی تعداد کسقدر ہے چنانچہ دو فرقہ دخل کے ضمن میں آپ لکھ بھی چکے (۱) پہلا فرقہ رہبان اور تارک الدنیا کا یہ فقراء یہود اور نصارا اور مسلمین اور ہنود میں ہیں دیکھو ناگہ فقیروں کو راجپوتانہ میں جاکر جن سے قلعہ جات راجستان کے آباد ہیں (۲) محتاج اور تنگدست بے معاش جو بخوف عدم خبرگیری نان و نفقہ زوجہ کی تاہل نہیں کرتا ہے اور انکا اوسط براہ مردم شماری شاید نوکروں اور آسودہ حالوں سے زیادہ ہوگا (۳) مخنث خواجہ سرا جو اپنے آلہ تناسل کو کاٹ کر کسی غرض سے کیوں نہو قابل ازدواج کے نہیں رہتے (۴) اغلامے کے خوگر فاعل اور مفعول دونوں کہ فاعل کو رغبت مقاربت زنان نہیں رہتی اور انکے عروق اور اعصاب مخصوصہ بھر تو اعصاب مخصی بیکار ہوجاتے ہیں اور مفعول کی طبیعت زنانہ ہوکر اسکی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ خشکی ہے (۵) اس زمانہ میں یورپ کی جدید روشنی سے ایک فوجی فرقہ زیر بحث ایسا پیدا ہوا ہے کہ بیچارہ ہمیشہ دور دراز ملکوں میں پھرنے سے دیر بازمانہ معین جبتک وہ فوجی تعلیم سے فارغ نہوں اپنی عورتوں کو بے وارث چھوڑنا انکی غیرت اسکو گوارا نہیں کرتی ہے لہذا نکاح سے باز رہتے ہیں اور اسکا ثبوت ذمہ مصنف رسالہ ضمیریہ کے ہے بہرحال یہ پانچوں فرقہ اگرچہ مرتکب امر ناجائز عقلی کے ہیں اور شریعت سے بھی انکو مخالفت ہے مگر ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور چلی جاینگی کوئی قانون سلطنت نہ کوئی شریعت انکو روک سکتی ہے اب انکے مقابلہ میں جسقدر عورتیں شمار میں آئینگی سب بلازواج رہینگی۔ لہذا قانون الٰہی اور شریعت عادلہ نے تعدد ازواج کو جائز کردیا تاکہ وہ عورات جو ایسے مردوں کے ناقابل ازدواج ہونیسے بلا زوج رہنے کی مصیبت میں پڑتی ہیں وہ بھی بیکار نہ رہیں۔ دسویں دلیل خاص برمذاق جدید

تعلیم یافتہ اور نیز بمذاق نیچرل صاحب جسکی غرض سے تعلیم نسوان پر بڑا زور دیا جاتا ہے
اور سیکڑوں آرٹیکل اور خاص خاص رسایل اسی غرض سے جاری ہو رہے ہیں کہ ہماری
عورات خدانخواستہ ویسی ہی مہذب ہو جائیں جیسے یورپین ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے انکو
لیڈیوں کولا کر اپنی اصلی منکوحہ سے اکثر جنٹلمین پوری نفرت کرنے لگے اور جیوں جیوں
ترقی تعلیم ہوگی یہ خرابی یا خوبی بڑہتی جائیگی پھر چونکہ ہم لوگ پرانے فیشن کے عقلاً اور نقلاً
کسی طرح ایسی تعلیم عورات کی پسند نہیں کرتے لہذا ہماری دختری اولاد اپنے اسی طریقہ
پر رہیگی انشاء اللہ جس طریقہ میں تفسیر سورۂ یوسف اور تعلیم خط اور کتابت کو بھی ہمارے
حکیم ربانی رسول مقبول صلعم نے ناپسند فرمایا ہے اور جسکے دلایل جداگانہ لکھونگا پھر چونکہ
یہ خیالات نسبت تعلیم اور عدم تعلیم نسوان کے باہم مخالف ہیں اور رسالہ خادم الاسلام
کلکتہ میں ایک جنٹلمین کا خط کسی اپنے دوست کے نام درج ہو چکا ہے کہ ایسے ازواج
پورانے تعلیم یافتہ سے ان لوگوں کو قطعی نفرت ہے میں کہتا ہوں ان کو تو ایسی زوجہ چاہیئے
کہ جغرافیہ طبعیات لاجک (منطق) بلکہ قانون ملکی پاس کر کے بیرسٹر ات لا ہو اور ججی اور
کلکٹری کے عہدہ ہائے جلیلہ کو مثل مردوں کے انجام دیتی ہیں آدہی محنت بٹائے تاکہ
نصف لی و نصف لک کا مضمون پورا ہو جائے اور صبح و شام کی ہوا خوری میں بھی ہمقدم
پر سر بازار بے حجاب ہمراہ رہے بہر حال ایسے خیالات اچھے ہوں یا برے ضرور ہمارے قدیم
خیالات سے مخالف ہیں اور جب مخالفت ہوئی تو ہم شرفاء اہل اسلام اور خصوصاً گروہ
سادات کثرہم اللہ جنکو قطع نظر پابندی شریعت کے اپنے آبائی اجدادی رسوم کا
باقی رکھنا بھی ضرور ہے خصوصاً وہ رسوم جو عقلاً بھی اچھی ہوں اسی نظر سے براہ پیشبینی
ہمارے مخبر صادق پیغمبر برحق نے جہاں دوامی بہت سے احکام ایسے جاری فرمائے کہ
امت محمدیہ مرحومہ کو کسی نہ کسی زمانہ میں آرام رسان ہوں تعدد ازواج مردوں کیواسطے
اور نکاح ثانی عورات کیواسطے مطلقہ یعنی طلاق شدہ ہو خواہ بیوہ جایز فرمادیا اب نیچرل
صاحب اگر انصاف کریں تو آپکو بھی ہمارے نبی صلعم کا مشکور ہونا چاہیئے اسلیئے کہ اگر

کسی ضرورت خاندانی سے آپکو ویسی ہی زوجہ پوٹر اور اسپرہ کا تو گجراتی ملجاے جیسے ہماری اولاد بقول آپکے ہوتی ہیں اور آپکی صحبت اُس سے برابر ہو اور نہ آپکا کام جو اوپر مذکور ہو چکا انجام دے سکے تو آپ دوسری زوجہ یورپین خواہ یورشین کرلیں مگر اتنی سفارش اُس غریب زوجہ کی میں بھی کرتا ہوں اگر اسکو طلاق نہ دیجئے تو اسکی ضروری نان نفقہ کی تو خبر گیری کیجئے اسلیئے کہ فطرت نے جس غرض سے قانون ازدواج نافذ فرمایا ہے یعنی توالد اور تناسل اُسکی قابلیت اس بیچاری میں ضرور ہے بلکہ شاید اُس یوریشین سے زیادہ ہے جسکی دلیل میں لکھ نہیں سکتا اور عیاں راچہ بیاں آنکھوں سے دیکھ لیجئے نقشہ مردم شماری موجود ہے دفع مغالطہ اگرچہ بلاحظہ دلایل مذکورہ بالا کے کوئی شخص یہ شبہہ بر لحاظ مغالطہ وہی پیدا کرے کہ یہ دسوں دلیلیں تو ضرورت تعدد ازدواج کو خاص خاص اسباب سے ثابت کرتی ہیں اور شریعت محمدی نے عموماً تعدد ازدواج کو جایز کیا ہے پس اِن دلایل سے عام جایز ہونا تعدد ازدواج کا ثابت ہوا یعنی دعویٰ تو عام تھا اور دلیل خاص ہے جو کسیطرح کافی اثبات مدعا میں نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری شریعت نے بلاضرورت تو ایک نکاح بھی جایز نہیں فرمایا ہے چہ جائیکہ تعدد ازدواج اور اسی ضرورت کے لحاظ سے ایک اور دو اور تین اور چار تک کی تحدید فرمائی ہے اب ضرورت نکاح کی ایک تو عام ہے یعنی بقاء نسل انسانی اس سے تو کوئی فرد بشر فقیر اور غنی خالی نہیں ہے بشرطیکہ اُس میں کوئی قابلیت اور رجولیت بھی ہو ورنہ ایک نکاح بھی اُسکو شرعاً کرنا حرام ہے دوسرے ضرورت علاوہ بقاء نسل کے اور جسقدر آدمی کو لاحق ہوتی ہیں اس کے مدارج مختلف ہیں اور ایسے مختلف ہیں کہ ان کی وجہ سے چار سے زیادہ دس اور پچاس عورات کی بھی کسیکو ضرورت ہوتی ہے مگر چونکہ اکثر افراد کو چار زوجہ کافی ہیں جنکو نکاح دوامی سے جایز فرمایا اور باقی زاید چار پر اُنکو دوسرے طریقوں سے مباح کردیا ہے اور یہی سراسر عدل و انصاف ہے واضح ہو کہ یہ دلایل وجوب تعدد ازدواج کے محض عقلی ہیں اُن سے مخاطب فقط وہی لوگ ہیں جو تصدیق نقل یا عقل کے خواستگار ہیں

جیسے ہمارے زمانہ میں اکثر تعلیم یافتہ اہل اسلام کو بھی نیچری خیالات سے یہی سوجھی ہے
اور جنرل نیچرل انڈیا نے اُن کے دماغوں میں یہی بھر دیا ہے کہ جو مسئلہ شرعی عقل کے مخالف
ہو خواہ آیات قرآنیہ واحادیث وہ سب معاذ اللہ غلط ہے اور جو لوگ پابند مذہب آسمانی ہیں
اُن کے شبہات کے دور کرنے کیواسطے ہمارے نقلی دلایل جداگانہ ہیں اب مناسب ہے کہ
اس باب کے ختم کے بعد تطبیق نقل با عقل کا شبہہ جو آجکل زیادہ گمراہ کر رہا ہے اور میرے نام
پر خطوط اکثر لوگوں کے چھپے آتے ہیں اُنکو بھی لکھکر جواب شافی اُن کا لکھوں انشاء اللہ تعالےٰ

باب اُنہتّرواں جواب اس شبہہ کا اگر شریعت انبیاء اور خاصکر شریعت محمدی

کے سب احکام مطابق عقل کے ہوتے تو پھر تطبیق نقل کو عقل سے حرام
نکرتے اور نہ فلسفہ کا پڑھنا پڑھانا حرام کرتے جیسا فتوے جاری ہے

سوال نیچریہ

کیوں حضرات علماء محمدی آپ لوگوں کو بڑا دعویٰ ہے کہ ہماری شریعت کے سب احکام
مطابق عقل کے ہیں اور خلاف عقل کوئی مسئلہ ہمارے مذہب کا نہیں ہے اگر یہ بات سچی
ہے تو ہم آپ سے بمنت و سماجت سوال کرتے ہیں ہماری تشفی کر دیجیے اور کافر اور
زندیق کہکر ٹال نہ دیجئیگا جیسا طریقہ آپ حضرات کا ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ احکام ہمارے
واسطے جاری ہوئے ہیں پس لازم ہے کہ ہماری ہی عقل سے مطابق ہوں فرشتے اور جن یا
اور مخلوقات اگر بشرطیکہ موجود بھی ہوں اُن کی عقل سے مطابق ہو تو ان احکام کا اس سے
ہمکو کیا تعلق ہے پھر جب ہماری عقل سے مطابق ہیں یا اسکی کیا وجہ ہے کہ سیکڑوں حدیثیں
آپنے بنائی ہیں کہ شرعی احکام میں عقل کو دخل دینا حرام ہے جو حکم ہے اسکو بسر و چشم قبول
کرو ورنہ کافر اور ملحد زندیق ہو جاؤ گے اور فلسفہ نہ پڑھو ورنہ کافر ہو جاؤ گے انصاف کیجے
اور غیظ اور غضب کو راہ نہ دیجے جس مسئلہ کی بجا آوری ہم پر واجب یا حرام ہو اور ہماری عقل
میں اسکی خوبی اور خرابی نہ آوے زبردستی ہماری ناک رگڑی جاتی ہے کہ مانو تو مانو ورنہ گردن
زدنی ہو گی یہی ایک حکم آپکی شریعت کا کسقدر خلاف عقل ہے اور خلاف انصاف کے ہے

ہمارے اس سوال کو آپ جاہلانہ سوال نہ خیال کریں اور ہمارا یہ دعوی کہ احکام شرع ہرگز مطابق عقل کے نہیں بلا دلیل نہیں ہے اور نہ ہمارا یہ دعوی کہ ہرگز شریعت کے احکام عقل سے مطابق نہیں ہیں اسلئے کہ آجتک کسی عالم محمدی بلکہ خود بانی دین سے نہو سکا کہ تمام احکام کو عقل سے مطابق اُنکی علت اور اسباب بیان کرسکے علل الشرائع میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کو بھی ہم لوگ پڑھ سکتے ہیں جنکے پڑھنے سے رہا سہا اور بھی ہمارا عقیدہ فنا ہو گیا اور خود علماء محمدی کا بھی اقرار ہے کہ یہ علتیں محض وہمی اور فرضی ہیں جنکو سنکر بچے بھی قہقہہ زنی کرتے ہیں اسی وجہ سے ہم اپنے سر سید احمد خانصاحب بہادر کو فخر اسلام سمجھ رہے ہیں جنہوں نے تطبیق نقل بعقل کر کے کتنا بڑا شبہہ اور اعتراض جو دین اسلام پر ہمیشہ سے چلا آتا تھا اُسکا پورا جواب دیدیا اور قرآن مجید اور احادیث نبوی سے بخوبی ثابت کر دیا کہ دین محمدی کے وہی احکام جو ہماری عقل سے مطابق ہیں وہی سچے ہیں اور سب غلط اور بناوٹ ہے ایسے فخر مسلمین اور ایسے محسن کو آپ لوگ کافر اور زندیق سمجھتے ہیں ہیہات ہوائے بریں دانش اور ہزار افسوس اور اگر کسی عالم محمدی کو دعوی ہو تو جو وہ احکام شرع جو بظاہر خلاف عقل ہیں جستہ جستہ لکھتے ہیں اُن کو ہماری عقل سے مطابق کر دے ورنہ کوئی ضد کرنا دلیل پسند خرد نہیں ہے اپنے مقام پر یہ اگر نا پسند نہیں اسی مضمون کے خطوط میرے نام پہ چلے آرہے ہیں اور یہی چرچا آجکل تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے جواب مجملی طور سے تو ہمنے شریعت آئے انبیا کو مطابق عقل کے ہونا باب (۵) صفحہ ۲۰۳ سے لغایتہ صفحہ ۲۴۳ لکھ دیا ہے مگر اب تفصیلی جواب عام فہم یہاں پر لکھتے ہیں انشاءاللہ پہلے اسبات کو سمجھ لینا ضرور ہے کہ ہر سوال کرنیوالے کو اپنا منصب اور اپنا درجہ فہم بھی ضرور سمجھ کر سوال کرنا لازم ہے اور علماء محمدی کے اخلاق سے نہایت بعید ہے کہ بجائے دلجوئی اور تشفی دینے کے سایل کو زندیق اور کافر کہدیں یہ فعل جہال اور کٹھ ملون کا ہے جو در حقیقت دین اسلام کی خوبی سے خود آگاہ نہیں ہیں ہاں اگر سایل اپنے منصب اور لیاقت سے بڑھکر سوال کریگا کوئی عالم کسی فن کا فرض کرو ایسے سایل کو بجز ملامت اور نکوہش کے اور کیا جواب دے

سکتا ہے آپ تو کالج اور اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں اگر ایف اے جماعت کا طالبعلم ایم اے درجہ کے سوالات کسی ماسٹر سے کرے تو اُسکو سوائے زجر اور ملامت کے اور کوئی جواب دیا جاسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں اسیطرح کا یہ سوال یہ آپ کا ہے کہ جملہ مسایل اور جملہ احکام شریعت کو مطابق عقل کے ثابت کر دیجیے اسکا جواب پہلے تو ہم یہی دینگے کہ شریعت انبیاء کے مسایل ضرور سب مطابق عقل کے ہیں اسلیئے کہ حکیم مطلق وحدہ لاشریک لہ کے احکام ہیں اور اسکے بیان کرنیوالے بھی حکیم کامل یعنی انبیا ہیں اور قول اور فعل حکیم کا ہرگز حکمت سے خالی نہیں ہوتا پس ضرور ہے کہ مطابق عقل کے ہوں اب اگر آپ خدا کو حکیم نہیں مانتے اور انبیا کو عقل خداداد سے متصف ہونا تسلیم نہیں کرتے پھر تو ہم کو پہلے اسی کا ثابت کرنا پڑیگا دیکھو باب (۱۲) صفحہ ۳۴۱ کو اور جب یہ دونوامر مسلم ہو چکے پھر مجملی طور سے کل احکام شریعت کو مطابق عقل کے ہونا ضرور ماننا پڑیگا اب رہی تفصیل کہ ہر ایک حکم شریعت اصول دین کا ہو خواہ فروع دین کا اُسکا مطابق عقل کے ہونا ہر درجہ کے آدمی پر ثابت کرنا یہ کیونکر براہ عقل ضروری ہے اسلیئے کہ جملہ مسایل شریعت کا ثبوت عقلی جن دلایل پر موقوف ہے بیشمار علوم ایسے ہیں جو ابھی فہم انسانی سے باہر ہیں اور روزانہ تحقیقات علمی سے اُن کا ثبوت ہوتا جاتا ہے آج یا آج سے چار سو برس پہلے خواہ پانسو برس بعد کوئی اسکا مدعی نہیں ہوسکتا ہے کہ احکام شریعت جن دلایل سے اُن کا ثبوت ہوسکتا ہے اُن سبکو ہمنے جان لیا ہے اب سایل کو یہ سمجھنا لازم ہے کہ علمای محمدی خواہ اور مذاہب آسمانی کے پابند جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام سب مطابق عقل کے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ احکام خالق اور آفرینندہ عقل کے جاری فرمائے ہوئے ہیں لہذا ہمکو اسیقدر جاننا کافی ہے کہ موجد عقل جو حکم دیگا کبھی خلاف عقل نہوگا یہ دعویٰ کسی پابند شریعت کا نہیں ہے کہ ہر جزئی مسئلہ کو ہم عقل سے مطابق کر سکتے ہیں اسلیئے کہ ہماری عقل اور ہمارا علم ناقص ہے فرض کرو کہ ہم مریض ہوتے اور کسی کامل طبیب یا ڈاکٹر جسکے علم اور

عقل پر ہمکو پورا بھروسہ پہلے سے ہے اُسنے ہمکو ایک نسخہ تجویز کر دیا اب ہماری عقل سلیم ضرور حکم کرتی ہے کہ جو جو اجزا اُس میں ہمارے مرض کے مناسب ہیں وہی لکھے ہونگے پھر اگر کسی مریض کو تھوڑا سا علم طب اور علم خواص ادویہ بھی ہو اور اپنی رائے سے بعض ادویہ کو خلاف اپنے فرض کے براہ عقل سمجھے اور اسیوجہ سے وہ نسخہ استعمال نکرے کوئی عاقل اُسکی اس رائے کو صحیح تجویز کریگا اسلیے کہ یا تو اسکی پہلی رائے غلط تھی کہ ناقص طبیب کو اُسنے کامل سمجھکر رجوع کیا در اصل وہ طبیب جاہل تھا یا اب دوسری رائے اسکی غلط کہ رائے علیل کی علیل ہوتی ہے اب جسطرح اس نسخہ کا استعمال کرنا اور تجویز طبیب حاذق پر کاربند ہونا دو طرح سے مطابق عقل کے کے ہو سکتا ہے ایک تو مجملی عقیدہ کہ یہ طبیب کامل ہے ہرگز خلاف مصلحت یعنی خلاف عقل ادویہ نہ تجویز کی ہونگی اور دوسرا تفصیلی عقیدہ کہ ہم یعنی مریض اپنی عقل سے بھی ہر ایک دوا کو مناسب اپنے مرض کے سمجھ لے تب اسکو استعمال کرے اب فرمایئے کہ ہم اس نسخہ کو کس عقیدہ سے اپنے مرض کے مناسب اور اپنی عقل کے مطابق سمجھنے کے مجاز ہیں ظاہر ہے کہ تفصیلی طور سے اگر ہم سمجھ سکتے پھر ہم خود ہی طبیب کیوں نہوتے بلکہ بحالت مرض ہمارا یہ خیال کرنا ہی سراسر خلاف عقل ہے یہی حال مخلوقات الٰہی کا ہے بلکہ طبیب کامل تو براہ شریعت کبھی خطا بھی کر سکتا ہے اور حکیم مطلق تعالےٰ شانہ اور اسکے خاص نائب معصوم کبھی خطا نکرینگے لہذا جو کچھ احکام الٰہی ہیں ہمکو اسی مجملی اعتقاد سے اُن کا مطابق عقل کے تسلیم کرنا ضروری ہے اور یہی مراد علماے محمدی کی ہے کہ احکام شریعت کل جسقدر ہیں سب مطابق عقل کے ہیں اسکا دعوے سوائے آپکے سر سید صاحب کے کسی نے نہیں کیا ہے کہ ہم کل احکام شریعت کو مطابق عقل کے تفصیلاً ثابت کر سکتے ہیں اور جو حکم نہ ثابت ہو وہ حکم خدا اور رسول نہیں ہے معاذ اللہ پہلے تو میں سید صاحب کی عقل اور دانش جلیلی کہ مشہور ہے اُسپر نظر کرکے اسکو نہ مانونگا کہ انہوں نے خلاف عقل ایسا دعویٰ کیا ہے اور اگر سچ مچ کیا ہے تو اُن کی نظیر اُسی مریض کی ہے جو اوپر گذر چکی اور پوری نظیر ہے آیئے ہم اور آپ پھر ذرا غور کریں دنیا میں جس قدر امور ہم سب کرتے ہیں دوا علاج اور داد و ستد مقدمہ بازی کھیتی اور پیشہ وری دستکاری وغیرہ

سب کا عام قاعدہ یہی ہے کہ یا تو ہم اُس کام کے اصول اور قواعد عملی کو اپنی عقل سے مفید
سمجھ کر تب اسکو کرتے ہیں اگر ہمکو بقدر علم اور تجربہ ہے ورنہ کسی دوسرے معتمد پر بھروسہ کرکے
اُس کام کو کرتے ہیں اور جب دوسرے پر بھروسہ کیا پھر ہمکو ہر بات میں چہ میگوئی اور تقریر اور استدلال
لال کرنے کا ہرگز موقع نہیں دیا جاتا ہے اور یہ جتنے کام کرنیوالے ہمارے اُستاد ہیں جنکی تقلید سے
ہم کام کرتے ہیں فقط اُن کا تجربہ ہمکو یقین دلاتا ہے کہ اس کام کو اسیطرح کرنا مناسب ہے کوئی
شخص ان میں اصلی اور واقعی سبب اُنکے حکم اِن کاموں کے ہرگز نہیں جان سکتا ہے پھر جب فقط
تجربہ ظنی پر ایسے جاہلوں کے ہمکو بھروسہ ہوتا ہے اور گو کہ بظاہر وہ امور کیسے ہی خلاف عقل
ہوں مگر ہمکو چار و ناچار کرنا ضرور ہوتا ہے اب اگر وہی کام خواہ اور کوئی کام ہمکو اپنے خدائے
پاک کا بتلایا ہوا معلوم ہو جائے ذرا انصاف کیجے کہ اُسکے بھروسہ پر تو ہم چہ میگوئی کریں اور کہیں
کہ ہماری عقل میں ایسا کرنا درست نہیں اور جاہل خطا کاروں کے تجربہ میں دم نہ ماریں فرمائیے یہ
بھی کوئی عقل ہے ہاں اتنی بات ضرور سمجھ لینی چاہیے کہ یہ قول اور فرمودہ ہمارے خدا کا اور یہ
پیام رسالہ اسکا فرستادہ ہے یا نہیں اور جب یہ ثابت ہو جاوے پھر اُس میں عقل آرائی کسیطرح
مناسب ہوگی یہی حال ہماری شریعت کا ہے کہ ہمکو خدا نے حکم دیا ہے کہ اگر حکم ہمارا تمہاری
سمجھ میں آجاوے بہتر ہے اور جو سمجھ میں نہ آوے اسکو اپنے سے بڑھ کر صاحبان علم سے پوچھو
کہ وہ بتلاوینگے اور جو اُن کی سمجھ سے بھی باہر ہو تو اُسکو اور اُنکو سبکو یہی لازم ہے کہ علم اسکی مصلحت
کا ہمارے سپرد کرو اور تم براہ بندگی بیچارگی اسکو تسلیم ہی کرلو ورنہ وہ عسیٰ ان تکرھوا شیئا
وھو خیر لکم شاید ایسی کوئی چیز یا حکم ہمارا جسکو تم اپنی نادانی سے ناپسند کرو اور اس سے
نفرت کرو اور دراصل علم ربانی میں اُسی سے تمہاری بھلائی ہوتی ہو وعسیٰ ان تحبوا شیئا و
ھو شر لکم اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی رائے ناقص سے کوئی بات اچھی تجویز کرو
کہ مفید ہے اور اسی میں تمہاری برائی ہو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ
پانی بھی ہماری مراد پر اور وقت مناسب میں برسایا جاوے خدا نے منظور فرمایا تاکہ بندوں کی خرابی عقل
ظاہر ہو چنانچہ انکا پانی برسایا اور زراعت بھی خوب اچھی غلہ بھی خوب پیدا ہوا مگر بالکل زہر ہو

گیا اور سیکڑوں کھا کھا کے مر گئے اب فریاد کرنے آئے کہ یا موسٰی یہ تو زہر یلیہ غلہ ہو گیا حکم ہوا کہ تمکو کیا معلوم ہے کہ پانی کسوقت آب حیات کا حکم رکھتا ہے اور کسوقت وہی باران زہر کا اثر پیدا کرتا ہے سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا اب تو پانی برسانے کا آلہ طیار ہو چکا ہے اب جو کچھ کہ پانی برسا کر کیسے آبادی دنیا کی آپ لوگ کرینگے ہاں میرے معزز سوال کرنیوالے آپ پہلے آپ اپنے سوال کا مطلب سمجھیں آپکی غرض تطبیق مسایل شریعت کے عقلی امور سے کیا ہے اور کون سی عقل کے مطابق آپ احکام شریعت کو کرنا چاہتے ہیں عقل معمولی جو خواندہ اور ناخواندہ سب میں فطرتی طور سے ہوتی ہے یا عقل فلسفی عقل معمولی اور عقل فلسفی میں تو اسقدر مخالفت ہے جسکی تفصیل اگر آپکو جانچنی منظور ہو تو دیکھیے کتاب مرآۃ الحکما جلد اول مصنفہ جناب مولوی سید محمد امام صاحب رئیس پٹنہ جنکی لیاقت علمی کالج پٹنہ کے معزز طلبہ اور باشندوں سے دریافت کریجیے اسی کتاب کو پڑھکر آپکو معلوم ہوگا کہ عقل معمولی سے عقل فلسفی میں پورا اختلاف ہے پھر چونکہ آپ بھی تعلیم یافتہ اور پورے فلسفی بلکہ نیچرل ہیں عقل معمولی سے تطبیق اگر مسایل شریعت کے ہم ثابت بھی کر دینگے جبتک آپ کا ہے کو منظور کیجیے گا اگرچہ عقل معمولی والے ضرور اسکو منظور کرینگے لہٰذا یہی مطلب آپکا ہے کہ شریعت کے احکام عقل فلسفی سے مطابق ہوں جیسے آپکے پیر و مرشد کامل سر سید احمد خان نے آپکو دعوی محال اور خلاف عقل کر کے دکھلایا ہے کہ ہمنے شریعت کو عقل فلسفی سے مطابق کر دیا اچھا اب ہم آپ ہی کی عقل فلسفی (جو سراسر مخالف عقلی سے پیدا ہوتی ہے) کو آپکے سوال میں فرض کر کے آپ ہی سے پوچھتے ہیں کہ عقل فلسفی سے کون سے فلسفہ کی عقل آپکو مطلوب ہے فلسفہ قدیم یا فلسفہ جدیدہ کہدیجیے کہ فلسفہ جدیدہ اسلیے فلسفہ قدیمہ سے جو عقل اسکی تعلیم یافتہ لوگوں کو حاصل ہوتی ہے وہ تو آپ کے نزدیک محض تاریکی جہالت سے ناموزوں ہے اب اگر ہم فلسفہ جدیدہ سے مسایل شریعت کے تطبیق کریں تو عقل معمولی والے اور فلسفہ قدیمہ کے تعلیم یافتہ اپنی جگہ پر ناراض ہونگے اور دین اسلام سے دست کش ہونگے حالانکہ ان دو گروہ کی تعداد آپکے گروہ سے جو ابھی تازہ پیدا ہوا ہے ہزار چند ہے اور عقل صحیح کا حکم یہی ہے

عَلَیکُم بالسّوادِ الاعظم بڑی جماعت کا ساتھ دینا لازم ہے رجہ خوش اگر ہم آپکی خاطر سے گو بڑے دو گروہ سے ہکو بھی خوف اور اندیشہ ناراضی کا ہے جیسا کہ آپ سے مگر اس سکو گوارا کرکے ہم فلسفہ جدیدہ سے احکام شریعت کی تطبیق پر کمربستہ ہوتے ہیں اب فرمایئے اور ذرا فلسفہ جدیدہ کی اصلیت اور ماہیت کو ہماری اسی کتاب کے صفحہ ۱ سے لغایۃ صفحہ ۱۱ ملاحظہ کر لیجے بلکہ ہماری ساری کتاب اسی بحث میں ہے کہ فلسفہ جدیدہ محض لغو اور بے بنیاد فلسفہ ہے جسکی بنا محض تجربہ پر ہے اور تجربہ بھی بالکل ناقص مگر آپکی خاطر سے بفرض محال اسکو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فلسفہ جدیدہ بالکل سچا ہے اور محض بے عیب ہے اور جو کچھ جدید تحقیقات سے اب ثابت ہوا ہے وہی درست ہے اب لیجے کتب فلسفہ جدیدہ مثلاً ازہار بدلعیہ فی العلوم الطبعیہ جو مصر میں چھپی ہے اور دس روپیہ کو بمبئی سے آپکو ملیگی اور فقیر نے اسکو حرفاً حرفاً پڑھ لیا ہے اور فرنچ زبان سے ترجمہ ہوا ہے اسکو جانے دیجے عروس بدلعیہ فی علم الطبیعہ تالیف اسعد شدودی جو ابھی ۱۸۸۶ء میں چھپی ہے بیروت میں اور میرے پاس موجود ہے اُسکے گیارہ باب اور ۹۰۵ اصول اور نوامیس جن میں علم نور علم مناظر اور علم حرکت اور میکانیکی اور موسیقی وغیرہ تمام اصول کلیہ کا بیان ہے آپ تو تو اسعد التعلیم درجہ اعلیٰ کی دلائی سرسید احمد خان صاحب بہادر بنظر ایک پالیسی کے پسند ہے نہیں کرتے کسی بڑے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ جرمن اور امریکہ والے سے کہئے کہ ہماری شریعت کا کوئی مسئلہ اپنے اصول جدیدہ سے مخالف ثابت کرے (کلا واللہ) کیا مجال ہے کسی بشر کی جو احکام شریعت کو سچے اصول فلسفہ سے مخالف بتلا سکے اور جہالت اور ہٹ دھرمی کی اور بات ہے میں ایک محض کم علم آدمی ہوں مگر اپنے دین اسلام کی سچائی کے بھروسہ پر کل پورے اور سچے علماے محمدی کیطرف سے دعوے مذکورہ بالا کو پیش کرتا ہوں چہ جائیکہ جو لوگ مجھ سے افضل اور اعلے درجہ پر ہیں ان کے یقین کو کیا پوچھنا اور جن بزرگان دین کی تعلیم الٰہی ہے جیسے انبیا اور اوصیائے بزرگان دین کا تو حال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا لو کُشِفَ الغِطاءُ لَمَا ازْدَدتُّ یقیناً علیہ الصلوٰۃ والسلام امثلہ مندرجہ ذیل سے تطبیق عقل اور نقل کے خیال کیجئے فلسفہ جدیدہ کے اصول

پر اور حمایت دین پر بھی منصفانہ نظر کیجئے قرآن مجید میں عیسےٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی سوانح عمری میں صاف صاف وارد ہے کہ حضرت عیسےٰ مٹی کے کھلونے بناکر اُس میں
پھونک مار دیتے تھے وہ مٹی کی چڑیا بحکم خدا زندہ طائر ہو جاتی تھی اسیطرح حضرت ابراہیمؑ
کے قصہ میں ہے رب ارنی کیف تحی الموتےٰ خدایا مجھے دکھلادے کہ تو مُردوں کو کیونکر زندہ
زندہ کر دیتا ہے حکم ہوا خدا کا کہ چار عدد چڑیاں لیکر اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور ہر ایک پہاڑ پر
ایک ایک ٹکڑا پھینک دو پھر اُن کو بلاؤ دیکھو دوڑتی ہوئی تمہارے پاس چلی آتی ہیں چنانچہ
ایسا ہی ہوا اب آپ کے پیرو سر سید احمد خان نے ان دونو قصوں کو جو صاف طور سے قرآن
میں مذکور ہیں اُن میں جو جو زبانی تحریری تاویلیں فرمائی ہیں تفسیر احمدی موجود ہے دیکھ لیجئے
نعوذ باللہ اور زبانی تقریر کے سننے والے زندہ موجود ہیں اُن سے پوچھ لیجئے نسبت قصہ
حضرات ابراہیمؑ کے اور خلاصہ یہ ہے چونکہ یہ قصہ نیچر کے خلاف ہے لہذا غلط ہے اب
اسکی تاویل کرنی لازم ہے وہ ہے حامی اسلام اور ہم کہتے ہیں کہ علاوہ اس کرامت کے کہ حضرت
عیسےٰ روح اللہ تھے اور علاوہ اسکے کہ حکم خدا سے مٹی کی چڑیا میں روح پھونکنے سے جان
آجاتی تھی جسطرح حضرت آدمؑ کا مٹی کا پتلا اُس میں خدا نے نفخ روح کر کے جاندار کر دیا ہے اور
اور علاوہ اسکے کہ حضرت ابراہیمؑ نے امت کے منکرین حشر و نشر و احیاء اموات کی ہدایت
اور اطمینان قلب کی غرض سے نہ اپنے اطمینان قلب کی غرض سے یہ معجزہ دکھلانا خدا
سے طلب کیا تھا آج بھی اسکی نظیر ہیدرا چھوٹا سا جانور موجود ہے جسکے تین ٹکڑے کر ڈالو سر
الگ بیچ کا دھڑ الگ اور دم الگ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہر ایک ٹکڑے سے تین جانور
ہیدرا پیدا ہونگے جسکا جی چاہے امتحان کرکے دیکھ لے حضرت ابراہیمؑ نے چار طائروں کے
ٹکڑے کر دئے تھے اور چار ہی طائر پیدا اور زندہ ہوئے ہم تو ایک ہیدرا کے تین ٹکڑے کرتے
ہیں اور تین ہیدرا بنجاتے ہیں اور مینڈک کی خاک بوتل میں رکھ چھوڑے ادھر اساڑھ کا دونگرا
پڑا اور ایک مینڈک سے سیکڑوں بنجاتینگے اب زیادہ تر خلاف نیچر یہ مثال ہے یا کہ حضرت ابراہیمؑ
اور حضرت عیسےٰ کے کاش آپ کے پیرو اسی ہیدرا جانور اور مینڈک ہی نظر کرکے اس قصہ

کو براہ نیچر جایز الوقوع ثابت کرتے حالانکہ سید صاحب کو اس جانور اور مینڈک کا حال معلوم تھا مگر انہیں تو قرآن کو خلاف عقل ثابت کرنا مد نظر تھا لہذا چشم پوشی فرمائی اور اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا اے سبحان اللہ ان دونو قصوں کو جب میں باب خاص میں لکھونگا انشاء اللہ تب آپکو اپنے ہیرو کی تائید اسلام کی پوری کیفیت معلوم ہوگی پھر اگر تطبیق شرع عقل سے آپکی یہی مراد ہے تو صاف صاف کیوں نہ فرمائی کہ جتنے احکام شریعت کے ہیں سکو بدل کر معاذ اللہ ہم ایک نئی شریعت جاری کریں اگرچہ یہ فعل کسی پابند مذہب آسمانی سے ہو نہیں سکتا اور نہ کوئی صاحب عقل سلیم عام اس سے کہ وہ پابند مذہب ہو یا نہو بلکہ محض عقل کا پابند ہو اسکو گوارا کریگا اسلیئے کہ مخالفت شرع کی عین مخالفت عقل کی ہے مگر چونکہ آپ علمای محمدی پر کج خلقی کا الزام لگاتے ہیں ہم اسکو بھی آپکی خاطر سے منظور کرتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ پہلے آپ ان مسایل کو بموجب وعدہ مندرجہ سوال جستہ جستہ لکھیئے جو آپکی عقل فلسفی کی مخالف ہیں پھر ہم اُن کی مطابقت آپ ہی کے فلسفہ سے پوری ثابت کر دینگے یا آپ کے اُس مسئلہ کی غلطی ظاہر کر دینگے مگر یہ آپ سے کب ہوسکتا ہے آپکو تو فقط زبانی قلقلہ لگانا اور شریعت حقہ پر بیجا قہقہہ زنی کرنے سے کام ہے جیسے آپ کے ہیرو کو ہے **دوسری مثال** عام طوفان نوح سے انکار آپ کے ہیرو سر سید احمد خانصاحب نے علاوہ اور شبہات کے اس بنا پر بھی کیا ہے کہ سطح جہان کی ہوا اگر سب پانی ہو جاے تو ایک مقدار معین سے زیادہ اونچا وہ پانی زمین سے نہوگا (چنانچہ باب طوفان میں ہم اسکو لکھیں گے) پھر اتنا پانی طوفان نوح میں سیکڑوں میل اونچا کہاں سے آیا جسکو مفسرین اہل اسلام لکھتے ہیں اور بے پر کی اُڑاتے ہیں اس خیال میں آپ کے ہیرو سر سید صاحب کو اور نیز جنکی تقلید سے یہ دلیل حضور نے لکھی ہے چند اغلاط پیش آئی ہیں پہلی غلطی تو یہی ہے کہ ہوا کی بلندی زمین سے کے میل ہے اسکی تحقیق بموجب تصریح جدید علماے علم ہوا کے محال ہے اور چھ دلیلیں اسکے محال ہونیکی فلاسفہ یورپین لکھ رہے ہیں دیکھو فقرہ (۲۲۹) عروس بدلعیہ کے صفحہ (۲۲۰) کو اور جب ارتفاع واقعی ہوا کا معلوم نہوا پھر پیمایش کرہ ہوا کی بھی مجہول رہی۔ اب کسی کو یہ منصب

نہیں ہے کہ سطح جہان کی ہوا کا پانی بنکر جو عمود یعنی بلندی جسقدر پیدا ہوگی اُسکا صحیح
دعوی کرسے پہلے عمود سطح جہاں کی ہوا کی پوری پیمایش تو آپ ثابت کریں (۲) دوسری
غلطی یہ ہوئی کہ سوائے اس ہوا کے جسکے پانی بن جانے کا خیال کیا ہے اور ہوائیں بھی
موجود ہیں تا اینکہ آفتاب کے گرد بھی ہوا ہے جسکا ہر عقل صاحب زیادہ سے زیادہ ۲۷۶۵
میل عمق تبلاتے ہیں دیکھو صفحہ ۵۶ تاریخ الحکما کو پھر چونکہ وہ ہوا گرد آفتاب کے ہے اور
آفتاب زمین سے ۱۳ لاکھ مرتبہ بڑا ہے اب اگر اُسی ہوا میں سے بحکم خدا کسیقدر حصہ پانی ہو کر
آیا ہو کسقدر بلند اور کے ہزار میل اونچا زمین سے چڑھ سکتا ہے تیسری غلطی کہ یہ ایتھر مادہ اثیریہ
جو تمام فضائے آسمانی میں بھرا ہوا ہے اور کرہ ہوا سے دور بھی نہیں ہے بلکہ شاید ملا ہوا ہو اور اسی
سے فلاسفہ سب چیزوں کو پیدا ہونا خیال کرتے ہیں اُسکا ہیدروجن اور آکسیجن اور نیٹروجن بنکر
پانی بن جانا خواہ سدیم جو اصلی مادہ کل اشیاء عالم کا ہے اُسکا پانی بن جانا نیچرل صاحب کیونکر
محال ثابت کرسکتے ہیں (۴) غلطی بنابر عقیدہ اہل مذہب آسمانی کی یہ ہے کہ خدا لاشئے سے
ہر شئے کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور آپ کے وہمی نیچر کا پابند نہیں ہے ہمارے مفسرین نے
جزاہم اللہ خیراً اُسی قدرت کاملہ پر بنا کرکے اسقدر بلند چڑھنا پانی کا لکھا ہے اور اسکو ہم
خاص باب طوفان میں لکھینگے انشاء اللہ المستعان میرے سامنے اسوقت رسالہ معارف
مطبوعہ یکم مارچ ۹۹ء نمبر ۹ جلد (۱) کا صفحہ ۷۶ کالم ۲ سطر (۴) کھلا ہوا ہے جس میں سرسید
صاحب کے الفاظ میں یہ فقرہ درج ہے کہ سرسید نے تعصب اور جہالت کا مقابلہ چالیس سال
کیا ہے تقلید کی جڑ کاٹی ہے بڑے بڑے علما اور مفسرین کو للکارا ہے ذرا اس للکارنے
کے لفظ کو دیکھیے اور سرسید صاحب کی علمی لیاقت جو اسی کتاب انتصار الاسلام میں
ہر جگہ آپکو دکھائی جاتی ہے وہ بھی براہ انصاف ملاحظہ کیجیے کاش اگر سرسید صاحب اُسی
فلسفہ واہیہ کو جانتے جسکی تقلید میں قرآن مجید کی آیات کو غلط کہ رہے ہیں تب بھی ہم کو
اتنا صبر تو ضرور ہوتا کہ ہاں تقلید میں تو پورے ہیں حضرت کو اس فلسفہ کے اصول سے بھی
خبر نہیں اور پھر یہ منہ زوریاں اللہ اللہ جہالت سے مقابلہ کرنا یہ عالم کا کام ہے اور جسکو خود

علم نہو وہ جہالت سے مقابلہ کیونکر کرسکتا ہے اب پھر از سر نو ہم اس تقریر کو شروع کرتے ہیں شریعت محمدی بلکہ جملہ شریعتہاے انبیاء عموماً دو قسم پر منقسم ہے قسم اول اصول اعتقادات اس میں توحید اور نبوت اور معاد اسکے کل مسایل عقلی ولایل سے مطابق ہیں اور فلسفہ عقلیہ الٰہیہ جس میں کسیطرح کی غلطی کا احتمال نہیں ہے انھیں پر اصول مذکورہ کی بنا ہے ہاں انہیں تینوں مسایل کے فروع صدہا مسایل ہیں وہ بھی ضرور عقل سلیم ہی کے مطابق ہیں اور جسقدر علوم قدیمہ اور جدیدہ فرض کیجے کسی علم سے کوئی مسئلہ ہمارے اصول دین کا اگر مطابق نہو اسکا بار ثبوت ہمارے ذمہ ہے اور ہمارے علم کلام کی کتابیں اسی کی بحث میں طیار ہیں اب رہا بعض مسایل میں اختلاف اہل اسلام کا اگرچہ یہ اختلاف ہے مگر کوئی فرقہ اہل اسلام کا اسکا مدعی نہیں ہے کہ یہ مسئلہ خلاف عقل ہے یا اسکا ہونا محال ہے بلکہ جن امور کا محال ہونا دہریہ ہمیشہ بنظر استبعاد عقلی کہ رہے ہیں ان کا جواز اور امکان ثابت کردیا گیا ہے ہاں علم معاد میں دوسرے عالم کی جو اخبار انبیاؑ نے دی ہیں جب وہ عالم دوسرا ہے اور انبیاؑ کو ہم راست گو اور معصوم اور حکیم تسلیم کرچکے پھر ہکو ان خبروں کی تصدیق میں اپنی کج فہمی سے شبہہ کرنا ہی خلاف عقل ہے اسلئے کہ تمثیل سے اس عالم کی دوسرے عالم کے امور شدنی اور ناشدنی قیاس کرنا ہی نادانی ہے جب اسی عالم میں جسقدر خواص طبیعی اور نوامیس موجودہ اشیا کو اپنی عقل سے مدلل نہیں کرسکتے اور سوا اسکے کہ ہکو یہی کہنا زیبا ہے کہ یہ اثر اور یہ ربط اس شے کا دوسری شے سے فطرت نے دیا اسکی دلیل کو ہم نہیں جانتے اور نہ ہماری سمجھ میں آسکتی ہے (دیکھو باب نیچر کے صفحات کو اسی کتاب کے) اور انہیں مسایل کی نسبت ہمارے ہادی برحق نے فرمایا ہے کہ تم احکام الٰہی اور اخبار عالم جزا اور سزا میں اپنی عقل کو دخل نہ دو اسلئے کہ ہماری عقل تو اسی عالم فانی کی موجودات کی مشاہدہ سے مستفاد ہوتی ہے اسپر اگر ہم قیاس کرکے اور تمثیل دیکر دوسرے عالم کے امور میں چہ میگوئی کرینگے ضرور غلطی واقع ہوگی ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک دوسری قسم شریعت کے فروع دین کی ہے فروع دین سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی نے اپنے خالق کو پہچانا اور اسکے

جاہ و جلال اور صفات کمال سے واقف ہوا اور یہ بھی اسکو عقیدہ ہوگیا کہ خدا نے ایک دار آخرت جزا اور سزا کیواسطے بنایا ہے یعنی اس دنیا میں جیسا کرینگے اسکی جزا اور سزا ہمکو دوسرے عالم میں ضرور ملیگی اب اس شخص کو ضرور سوچنا چاہیئے کہ اپنے خالق اور رازق سے مجھے کیسا برتاؤ اسکی عبادت میں کرنا چاہیئے اور اسکے بھیجے ہوئے پیغمبر جو مجھے راہ راست دکھاتے ہیں ان سے کیسا برتاؤ کروں (۲) اور اسکے بندہ مخلوق جو مجھ ایسے اسی دنیا میں ہیں اور انسے دن رات کا سابقہ میراہے انسے کیا برتاؤ کروں پہلی قسم کو عبادات کہتے ہیں اس میں تو یہی مناسب ہے کہ جو کچھ خدا تعالے جس زمانہ میں اپنی عبادت کے طریقہ مقرر فرمائے ہمکو بے چون و چرا انکی بجا آوری لازم ہے مثلاً سخت گرمیوں کے روزے جب ہمارے خدا نے ہمسے اپنی طاعت کی بجا آوری بقدر ہماری برداشت کے براہ ترحم تجویز فرمائی ہے اب ہمکو ہیں خود خدا اگر تحمل گرمیوں کے روزہ کا ہے تو رکھیں ورنہ حکم ہے اسکی قضا جاڑوں میں کرلو اسیطرح نماز کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر جس میں جسقدر طاقت ہو اسیقدر اسکی بجا آوری کھڑے کھڑے خواہ بیٹھکر بھی کردیوے اب عبادت کی اقسام میں عقل آرائی ہمکو نکرنی چاہیئے اسی واسطے عبادت کو احکام توقیفی کہتے ہیں یعنی خدا نے زبانی انبیاء کے جو عبادت جس زمانہ میں مقرر فرمائی ہے اس میں ہمکو اپنی عقل آرائی کسی طرح کرنی نہ چاہیئے اسلئے کہ عبادت بندگی کو کہتے ہیں اور بندگی کو بیچارگی لازم ہے آپ کو یہ خیال ہو کہ عبادت میں اندھا دھند کارخانہ ہے نہیں بلکہ چونکہ خدا کو ہم عادل بلکہ رحیم بھی تسلیم کرتے ہیں لہذا عقل سلیم کبھی گوارا نہ کریگی کہ عادل اور رحیم اور حکیم اپنے بندوں سے ایسی محنت اپنی عبادت میں لے جو عقل کے خلاف ہو انھیں مسایل عبادات کی نسبت انبیا نے فرمایا ہے کہ تم اپنی عقل کو ان میں دخل ندو اسلئے کہ خدا کو جب عادل اور رحیم تسلیم کرچکے پھر تکلیف مالا یطاق وہ تم سے کبھی جایز نہ رکھیگا اور قرآن شریف میں اسی کا جا بجا ذکر ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اب رہی برداشت اور تحمل اسکا قاعدہ ہمارے ہادیان برحق نے بھی بموجب ارشاد باری عز اسمہ یہی مقرر فرمایا الانسان علی نفسہ بصیرۃ و

توالفی معاذ وغیرہ ہر ایک آدمی اپنے نفس پر اچھی طرح سے بصیر ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ میں کسقدر تحمل کر سکتا ہوں گو بظاہر عذر ہائے فاسدہ پیش کرتا رہے پھر چونکہ عبادات محض حق الٰہی ہیں ان میں ہمکو اپنی عقل سے تفصیلی طریقہ سے کام نہ لینا چاہئے بلکہ جب پورے طور سے ہم پر ثابت ہو جائے کہ یہ حکم خدا ضرور ہے پس خدا کو حکیم اور عادل اور رحیم مان کر تسلیم ہی کرنا ضرور ہے دوسری قسم احکام دین کی جو دنیاوی معاشرت سے متعلق ہے کہ ہم اپنے ابنائے نوع اور دیگر جاندار چیزوں سے کیونکر پیش آمد کریں اور اپنا لباس اور طعام اور گھر بار وغیرہ کیسا تجویز کریں اسی میں امور اخلاقی اور تمدنی اور خانگی اور حفظ صحت سب داخل ہیں اور قانون معاشرت اسی حصہ شریعت کا نام ہے اگرچہ بعد تسلیم کرنے اس امر کے کہ خدائے عزوجل حکیم اور مدبر برحق ہے اور ہمارے ضرر رساں اور نفع دہندہ امور کو ہم سے ہزار درجہ بہتر جانتا ہے اور کبھی ایسی تجویز نفرمائی گا جس میں ہمارا ضرر ہو پھر تو بندہ مطیع کو قانون معاشرت کے احکام الٰہی اور نوامیس قدرت کو تسلیم ہی کرنا لازم ہے مگر نہیں نیچرل صاحب بہادر کو اسقدر فلسفہ جدیدہ کی چڑھی ہے انکو دن رات اسکی فکر رہتی ہے کہ شراب حرام کیوں ہوئی ذبیحہ اور مردار جانور میں کیا فرق ہے سود کیوں ناجائز ہوا جسکی بدولت غیر اقوام تو مالدار ہیں اور مسلمان بھیک مانگتے ہیں۔ نجاست اور طہارت کا کیا لغو مسئلہ ہے کتا ایسا رفیق جانور اسکے پالنے کی کیوں ممانعت ہے۔ عورتوں کو گھر میں بٹھا کر قید سخت کیوں دیجاتی ہے۔ عورتوں کی تعلیم مردوں سے کیوں کم تجویز ہوئی الغرض ایسے ہی مسائل جزئیہ پر نظر کرکے حضرت نیچرل صاحب اور آپ کے جنرل نیچرل نے ہمارے علما اور مفسرین (بخاک بدہن گوینده) لتاڑا ہے اور ایسے ہی مسائل میں مخالفت شریعت کے عقل سے ظاہر کرکے ایک نیا دین بنایا ہے جسکا نام سچا دین اسلام رکھا ہے اور مقصد الاسلام کو خدا بحرمتہ النبی صلعم انجام کو پہنچا دے اس میں ایسے ہی مسائل کو عقلی طور سے درست کر دینے کا التزام مالا یلزم کیا جاتا ہے اور گذشتہ ابواب میں خدا کے فضل سے مشتے از نمونہ خروارے چند مسائل پر بحث ہو بھی چکی مگر اسکا خیال رہے کہ یہ خیال خام حضرت

سوال کنندگان کا ہے سر سید صاحب نے دین اسلام میں جو جو امور شریعت سے منقول تھے اُن کو خوب جانچ کر سچی باتیں تو الگ کر دیں اور غلط سلط کو چھانٹ کر الگ کر دیا یہ خیال بالکل غلط ہے اسلیئے کہ سر سید صاحب میں اتنا مادہ علمی نہ تھا کہ امور شریعت کے رموز کو سمجھتے او فلسفہ کے نازک مسایل کو جانتے اسیوجہ سے جس مسئلہ کو انہوں نے خلاف عقل بتایا ہے یا تو اُسکی مخالفت عقل سے براہ کم علمی اُنکی رائے میں آتی یا وہ مسئلہ علی خود غلط اور لغو تھا جیسا کہ ابھی طوفان نوحؑ کی نظر میں گذر چکا ہے چند نظایر اسکے تو اوپر کے ابواب میں گذر چکے مثلاً قرآن مجید کی فصاحت کا معجزہ نہو دیکھو صفحہ ۴۷ کو انتصار الاسلام کے دوسری جگہ اقرار اُسکے معجزہ ہونیکا دیکھو صفحہ ۷۰ کو دوسرے معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں صفحہ ۱۸۵ اسی کتاب کو دیکھو تیسرے معجزہ اور بازی گری سب ایک ہی چیز ہے کچھ فرق نہیں ہے چوتھے ہمارے نبی صلعم نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا پانچویں مسمریزم کے عامل اور معجزنما میں کوئی فرق نہیں ہے چھٹے معجزہ وہی ہے جو خلاف قدرت خدا کے واقع ہو اب انصاف کیجے کہ ان باتوں سے اسلام کی بیخ کنی ہوتی ہے یا کہ تائید اسلام اتنی باتیں تو سر سید صاحب کی ہم اوپر کے ابواب میں لکھ چکے ہیں اور سیکڑوں اغلاط اسی قسم کی انشاء اللہ آپکو دکھائینگے **فلسفہ کا پڑھنا شریعت نے حرام کیوں فرمایا** بیشک وہ فلسفہ جسکو آدمی نے اپنی ناقص عقل سے بنایا ہے اور وحی آسمانی کے مخالف ہے اسکا پڑھنا پڑھانا حرام اور بدترین امور ہے کہ آدمی انسانیت سے اسکو پڑھکر گذر جاتا ہے اور جس غرض سے خدا نے آدمی کو پیدا کیا ہے اُسے دت ان اُعرف یعنی خدا کا ارادہ ہوا کہ مجھے میری مخلوق پہچانے اور پہچانے تو حق معرفت بھی ادا کرے فلسفہ باطلہ کے اصول پہلے تو آدمی کو دہریہ منکر خدا بناتے ہیں اگر یہ نہو تو خدا کو محض بیکار یا بند نیچر خیال کر کے موثرات عالم کو موثر حقیقی اعتقاد کراتا ہے حرام اور حلال کو محض امر لغو خیال کراتا ہے جب تک اُسکی عقل ناقص بیہودہ سے مطابق نہو اور جب آدمی کی عقل ناقص ہے پھر حکیم کامل العقل کا حکم یا فعل اُس عقل ناقص سے مطابق کیونکر ہوگا لہذا انکار شرایع پر فلسفہ معین ہوتا

ہے جناب نیچرل صاحب ذرا انصاف کیجیگا کیا آپ اس گروہ میں داخل نہیں ہیں ضرور داخل ہیں حالانکہ ابھی فلسفی ہونا آپکو برسوں نصیب نہوگا اور نہ آپ کے ہیرو سر سید احمد خانصاحب کو اور اسی نظرت کہا گیا ہے دیکھا صوفی پکا ملحد سا ت تری وہ مثل ہوئی اسے رہی نہ الی الذی نہ اولی الذی۔ آپکا یہ خیال کہ شریعت کو اصول فلسفہ سے مطابق کردیا جائے اسی سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ اور شریعت کوئی دو چیزیں ہیں یہ بھی خیال فلسفہ کے حرام اور ناجایز ہونے پر کافی دلیل ہے اور اسی فلسفہ کے پڑھنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے جو دراصل محض لغو اور بے بنیاد فلسفہ ہے اب ہمکو لازم ہے کہ فلسفہ کے اقسام جایز اور ناجایز کی تفصیل بھی آپکو بتلائیں اور یہ شبہ جاہلانہ جو آپ لوگوں کو پڑا ہے کہ شریعت کے امور عقل سے مخالف ہیں اسکی پوری کیفیت بیان کریں فلسفہ کی دو قسمیں علمی نظری اسکو فلسفہ عقلی بھی کہتے ہیں اس فلسفہ میں محض اعتقاد اور علم غیر مادی اشیا کی ماہیت اور خواص کا بیان ہوتا ہے دوسرا فلسفہ عملی جسکے پڑھنے سے ہم کاروبار دنیوی میں اعمال اور دستکاری تجارت اور طبابت وکالت وغیرہ پیشہ پر کامیابی کیساتھ بسر روزندگی پوری کر سکتے ہیں پہلی قسم فلسفہ عقلی کی اسی کے اصول اور قواعد اچھے اور برے دونو طرح کے ہوتے ہیں انسانی طاقت جہاں تک ہے اور جسقدر رسائی ہماری عقل کو ہے اسی میں سیکڑوں طرح کے اختلاف اصول فلسفہ عقلیہ میں کرنیسے سیکڑوں شبہات اور الجھاو پڑتے پڑتے آدمی کی عقل تباہی میں آجاتی ہے اور سوائے گمراہی اور تباہی کے کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا ہے بلکہ اسی فلسفہ کے اصول میں ایسے خراب خیال پیدا ہونیسے فلسفہ عملی تک بھی اسی خرابی کا اثر پہنچتا ہے اور دنیاوی کاروبار میں بھی سیکڑوں طرح کا ہرج پیدا ہوتا ہے اب رہا دین اور شریعت کا معاملہ ظاہر ہے کہ دین کھلی ہوئی راہ اور روشن طریقہ کا نام ہے جس پر اندھا اور بینا دونو برابر چل سکیں اور ایسا فلسفہ جو بینا کو نابینا بنا دیتا ہے اس پر کسی دین کا مدار ہرگز ہو نہیں سکتا۔ دین کا تو ایسا آسان اور سیدھا بے وسواس اور بے خرخشہ طریقہ چاہیئے جس سے عقل فطرتی فوراً اسکو قبول کرلے اور لاکھ طرح

سے کوئی بھکائے مگر آدمی بہک نہ سکے بوڑھی عورت چرخہ کاتنے والی سے پوچھا گیا تو نے اپنے خالق کو کیونکر پہچانا جواب دیا کہ یہ چھوٹا سا چرخہ جو میرے پاس ہے بدون میرے چلائے ہوئے ہرگز چل نہیں سکتا یہ آسمان اور چاند سورج اور ستارے کیونکر آپ ہی آپ چل پھر سکتے ہیں اسیوجہ سے ہمارے ہادی برحق نے فرمایا علیکم بدین العجائز پس فلسفہ عقلیہ جسکو ہماری شریعت حرام فرماتی ہے وہی فلسفہ ہے جو آدمیوں کی عقل آرائی سے بنا ہے اور جسکا کوئی مسئلہ آج تک ٹھیک نہوا اور وہ فلسفہ عقلیہ جسکو وحی آسمانی سے پیمبران برحق تعلیم فرماتے ہیں اسکو کسی شریعت نے حرام نہیں فرمایا بلکہ واجب فرمایا ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ خدا کی شناخت کی راہ پر ہمارے بندوں کو حکمت کے ذریعہ سے بلاؤ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ جسکو خدا نے حکمت عطا فرمائی ہے خیر کثیر اسکو نصیب ہوئی ہے آپ ہوں یا کوئی اور صاحب عقل اسکو مان سکتا ہے کہ جب شریعت انبیا کے احکام عقلی ہی قوانین ہیں پھر کوئی شریعت فلسفہ صحیحہ اور یقینیہ کے سیکھنے سکھانے کو حرام فرمائیگی محض افترا ہے اور بالکل غلط الزام براہ فریب دہی لگایا جاتا ہے کہ شریعت نے فلسفہ کا سیکھنا سکھانا حرام فرمایا ہے بلکہ جس فلسفہ کو عقل اور شرع دونو حرام کرتے ہیں وہ البتہ حرام اور ناجائز ہے۔ ؎ علم دنیا سر بسر قیل است وقال۔ نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال ⁂ گر باستدلال کار دین بودے۔ فخر رازی رازدار دین بودے۔ یہ تو شاعرانہ مضمون ہے آپکو ہرگز پسند نہوگا یہ لیجے تاریخ الحکماء گلدستہ فرنگ) اور دیکھئے فلسفہ عقلیہ آپ کے حکماے یورپ جنکی تحقیقات جدیدہ کو آپ کے پیرو خدا اور رسول کے کلام پر مقدم جانتے ہیں اور سب کے باہم اختلاف اور تناقض اور تہافت اور مہملات اور خرافات کو جسکے پڑھنے سے کیا کہوں کیسی حیرت ہوتی ہے برکلی اور طامس اور لوئیس اور ڈاکٹر ریڈ اور ہیوم اور فلان فلان اور چونکہ یہ سب اپنا اپنا رنگ علاوہ رنگ فلسفہ دینی کے باندھ رہے ہیں اور ڈاکٹر بروں اور ڈاکٹر کرزن سر اسحق نیوٹن وغیرہ فلاسفہ موحدین کی طرح اسکے قایل نہیں ہیں کہ علم علت

اور معلول قیاس اور تجربہ سے کبھی درست بھی ہوسکتا ہے اسیوجہ سے یہ سب لوگ مثل ہمارے معزز سائلین کے ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے کھاتے مر گئے اور کوئی مسئلہ منجملہ مسایل فلسفہ عقلیہ کے درست نہوا تہافت الفلاسفہ قدیم فلسفہ کی اظہار خرابی میں یہ کتاب لکھی گئی تھی مگراب جدید تحقیقات سے قدیم فلسفہ کی مٹی پوری خراب ہورہی ہے اور شاید اگر ہماری زندگی نے وفا کی تو اسیطرح ہم جدید فلسفہ عقلیہ کی دھجیاں اڑانے پر طیار ہورہی ہیں سے شیشہ مے کی طرحسے ساقی چھیڑ ومت کہ بھرے بیٹھے ہیں المختصر یہ بحث بہت ہی طولانی ہے سیکڑوں اجزائے کتاب لکھے جائیں تب بھی ختم نہوگی اب مجھے مناسب ہے کہ جس شبہ کی وجہ سے ہمارے معزز سائلین کو خواہش تطبیق شرع بالعقل کی ہے اسکو لکھکر اور اُسی کا دفع کردوں تو شاید کسی قدر یہ شوق ہمارے نوخیزوں کا مبدل بہ نفرت ہوجائے اسکو کسی باب آیندہ میں لکھونگا دوسری قسم فلسفہ عملی کے جس سے اکتساب معیشت اور بسر بردحیات کا سامان آدمی درست کرتا ہے اور اسکی ترقی کی چیکا چوند نے ہمارے معزز تعلیم یافتہ کو یہاں تک گستاخ کردیا ہے کہ اصول عقاید کے مسایل جنکا علم علت وہبی ہے اُسکو بھی اب چاہتے ہیں کہ اسیطرح عملی اور بدیہی کردیا جائے اس دوسری قسم کے فلسفہ کو ہماری شریعت نے بقدر ضرورت واجب اور مستحب فرمایا ہے اور صاف کہدیا الکاسب حبیب اللہ دیکھو ہم اہل اسلام حبیب خدا اپنے پیغمبر برحق کو کہتے ہیں اور ہمارے حبیب خدا صلعم نے کاسب معیشت کو اپنا لقب عطا فرماکر ارشاد کردیا کہ جو کسب معیشت کرتا ہے وہ بھی حبیب خدا ہے اب انہیں علوم عملی میں سے بعض علوم سے وہ پیشہ پیدا ہوتے ہیں جنکو ہماری عقل ناقص ناجایز اور خراب تجویز کرتے ہیں جیسے قلب سازی دوتی جعلی دستاویز بنانی جعلی مہر کھودنی چوری کا پیشہ جھوٹی گواہی دینے کا پیشہ اسی طرحسے سیکڑوں پیشہ کہ یا تو عموماً ہم انکو ناجایز کہتے ہیں یا کہ تخصیص ملکی یا نوعی (قومی) یا شخصی کیوجہ سے کبھی جایز کبھی ناجایز خلاصہ یہ ہے کہ ہماری شریعت نے کسب معیشت کے جسقدر طریقہ حلال اور حرام تجویز فرمائے ہیں ضرور وہ سب عقل فطرتی کی نظر سے درست اور بجا تجویز

ہے اور ہم اسی کتاب میں اُن سب کو عقلی دلایل سے ثابت کر دینگے انشاء اللہ مگر اس جگہ ہم کو نیچرل صاحب سے ضروری بات یہی پوچھنی ہے کہ جن اصول پر بنا کر کے یہ صنائع جاری ہوتے جاتے ہیں اور ان اصول کو آپ لوگ نیچرل قانون قدرت کہ رہے ہیں کیا اُن سب کو اپنی عقل سے آپنے مطابق کر لیا ہے یعنی دلیل عقلی سے آپ ثابت کر سکتے ہیں مثلاً جو شے متصل زمین کے چار سیر وزنی ہو چار ہزار میل زمین سے اوپر سیر بھر کا وزن اسکا کیوں رہ جاتا ہے یا نصف میل کی بلندی پر اسقدر وزن جسم کا کیوں گھٹ جاتا ہے آپ یہی جواب دیں کہ فطرت نے جاذبیت زمین کا یہی نیچرل قانون قدرت رکھا ہے یا قواعد حرارت منتشعہ (یعنی جس حرارت میں شعاع اور چمک ہوتی ہے) کے مثل قواعد نور کے ہیں انعکاس میں اور چلنے میں اور کمی میں اور نفوذ کرنے میں وغیرہ کیا آپکی عقل کسی دلیل سے اسکو ثابت کر سکتی ہے بجز اسکے کہ خالق نور اور حرارت نے یہی اثر اس میں دیا ہے اسی طرح ہزاروں نوامیس طبعیہ اور خواص کیمیاوی اور کہربائی برق جو روزانہ ثابت ہو رہی ہیں کوئی فلسفی اسکا مدعی ہو سکتا ہے کہ دلیل عقلی سے انکا ہونا ثابت کر دے سوائے عجز اور اعتراف کی کہ قدرت نے یہی اثر اُس میں دیا ہے اور کیوں دیا ہے اس میں کیا مجال ہے کوئی فلسفی تبلا سکے بہت زیادہ ٹکینگے تو مثل مرآۃ الحکما یہی کہیں گے کہ خدا کی یا فطرت کی یہی مرضی ہے کہ یہ اثر اس شے میں پایا جائے پھر کیا اپنے ہماری شریعت میں کوئی آیت یا حدیث ایسی پائی ہے جس سے یہ نکلتا ہو کہ چار ہزار میل کی بلندی پر کسی شے وزنی چار سیر کا وزن سیر بھر سے زیادہ یا کم رہیگا یا نصف میل کی بلندی پر اسقدر کم ہوگا یا نور اور حرارت کے قواعد میں ہماری شریعت نے آپ کے اصول تجربیہ سے کچھ اختلاف کیا ہے کہدیجیے کہ ہاں تو اسکی سند پیش کیجیے اور اگر نہیں کیا ہے پھر آپ کیوں شریعت سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں یہ بھی یاد رہے کہ بعض اصول فیسولوجی یا اصول خلقت نطفہ انسانی میں ہمارے ہادیان برحق کے ارشاد ضرور مخالف آپ کے فیسولوجیوں سے ہیں اُن کا جواب مجملی تو ہم یہی دیتے ہیں کہ جب دلیل عقلی سے آپ کے اصول اور نوامیس کا ثبوت نہیں ہے فقط وہمی تجربہ پر بنا ہے پھر اگر تجربہ دو گروہ کا مختلف ہو اور اپنے اپنے تجربات پر بنا کر کے ہر گروہ ایک حکم جداگانہ کرے کسی کو ان دونوں گروہ میں سے

دوسرے گروہ پر طعن اور تشنیع کا موقع نہوگا۔ سنکھیا کا استعمال کچا ہو خواہ کشتہ کر کے اسیطرح پارہ کا استعمال زندہ اور کشتہ یونانی طبیب قطعاً ناجایز کہتے ہیں اور ڈاکٹری دواؤں میں دیکھئے کسقدر ان دونوں کا استعمال مفید ثابت ہورہا ہے اسیطرح ہمیاپتھی کا فن اور اسی طرح قدیم ڈاکٹری کا فن دیکھو کیمیاے باسلیقا نام کتاب جو بزمانہ سلطنت نصیر الدین حیدر بادشاہ فارسی میں ترجمہ ہوئی ہے کہ محض سمیات سے کل امراض کا علاج کرنا ضروری ثابت کررہا ہے بہرحال جب تجربہ پر بنا ہے اور دلیل عقلی آپ بھی اپنے اصول جدیدہ کی صحت پر قایم نہیں کرسکتے پھر اب کیا جھگڑا رہا اور کیوں دفع توہم شاید آپ یوں کہنے لگیں کہ ہم لوگ تطبیق نقل کی عقل سے اُن امور میں چاہتے ہیں جن میں ہماری عقل کارگر ہوسکتی ہے اور اُنکو صریح مخالف عقل کے پاتے ہیں اور نوامیس طبعیہ میں اگرچہ سبب عقلی اور ربط حقیقی دریافت نہو مگر اُن کا مخالف عقل ہونا بھی تو نہیں ثابت ہے خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ جس چیز میں عقل انسانی کی رسائی نہو اسکو مطابق عقل یا مخالف نہیں کہ سکتے لہذا یہ نظایر آپ کے ہماری درخواست کے مطابق نہ رہے **جواب** اب ذرا انصاف کے ڈھرے پر آپ آتے چلے ہیں اب امید ہے کہ یہ گفتگو اور یہ بحث دوہی چار باتوں میں طے ہوجائے اب یہ جواب ہے کہ جس طرح آپ نوامیس طبعیہ کو اصول فطرتی اور قانون الٰہی تسلیم کرتے ہیں اُسی طرح ہم لوگ نوامیس شریعت کو قانون الٰہی تسلیم کرچکے ہیں اور جسطرح ہمکو یقین کامل ہے کہ نوامیس طبعیہ جس حکیم مدبر نے اجسام میں تجویز فرمائی ہیں وہ ضرور مطابق عقل کے ہونگی گو آج ہماری عقل اُن کے بخوبی سمجھنے میں کوتاہی کرے اسیطرح قوانین شریعت اسی حکیم اور مدبر کامل بادشاہ رحیم اور عادل نے اپنی حکیمانہ تجویز سے نافذ فرمائے ہیں اور دونو قانون کا نافذ کرنے والا وہی خداے حکیم وحدہ لاشریک ہے کبھی خلاف عقل اور انصاف کوئی قانون اُسکا ہو نہیں سکتا بلکہ دوسرا قانون یعنی شریعت چونکہ زیادہ تر ذوی العقول سے کیواسطے جاری فرمایا ہے اسکا مطابق عقل ہونا بہ نسبت نوامیس طبعیہ کے اور زیادہ تر ضروری ہے پس اگرچہ آج ہماری عقل اُن کے مصالح کے سمجھنے سے مثل نوامیس طبعیہ کے قاصر ہو مگر یہ احکام کبھی مخالف عقل صحیح نہیں ہوسکتے اب ہمکو اور آپکو اسی قدر سمجھ لینا ضرور ہے کہ جسطرح نوامیس طبعیہ کو ہم قانون الٰہی اسیوقت جانتے ہیں جب کسی معتمد

حکیم کے قول سے ہمکو اس ناموس کا ہونا کسی جسم طبعی میں ثابت ہو جائے اسیطرح نوامیس شرعیہ
کو ہم جب قانون الٰہی تسلیم کریں گے کہ معتمد نبی اللہ ہسکا لانے والا خدا کی طرف سے ہو اور جو
طریقہ ہمکو اُس کے یقین کرنیکے عقلی ہیں کہ ضرور یہ کلام خدا ہے یا کلام رسول خدا ہے اُنکو پورا
کرلیں پھر جب بخوبی ہمکو ثابت ہو جائے کہ ہاں یہ حکم اور یہ قول ہمارے خدا کا ہے اور وحی متلو یعنی
قرآن شریف اور وحی غیر متلو یعنی حدیث نبوی ہے اب ہمکو ضرور اسکا قانون الٰہی تسلیم کرلینا
لازم ہوگا اور عقل آرائی کی گنجایش نہ رہیگی شاید یہ تقریر ہماری کسی تعصب پر آپ محمول نہ کریں
اب دو چار شبہات مع رد شبہہ نیچریوں کے بھی لکھوں +

باب ۱۹ انیسواں چند شبہات نیچریہ جو ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں اور اُن کے جوابات نقلی اور عقلی۔

اس باب میں چند شبہات ایسے بھی درج ہونگے کہ اگرچہ ابھی میرے پاس کسی تحریر میں وہ سوالات
نہیں آئے مگر چونکہ دلوں میں حضرات نیچریہ کے وہ ضرور سمائے ہوتے ہیں اور کمی علم فلسفہ کی
وجہ سے اُنکو بیان نہیں کر سکتے اور پچھلے دہریہ اُن کو اچھی طرحسے کہ گذرتے تھے اور ہادیان حق
اُن کے فہم کے موافق جواب بھی دیتے تھے لہذا اسی باب تطبیق نقل بالعقل سے متصل اسکا
لکھنا ضرور ہے اور چند سوالات بذریعہ تحریر آ بھی چکے ہیں پہلا سوال کیوں جناب اگر آپکا خدا
موجود ہے اور سب امور پر قادر بھی ہے اور اپنے بندوں کی ہدایت بھی اُسکو بہر گونہ منظور ہے
پھر کیا خدا سے یہ ہو نہیں سکتا کہ ظاہر بظاہر ہو کر اپنے بندوں کے ساتھ چلا آئے تاکہ ہم سب اُسکو
پہچان کر اُسی پر ایمان لائیں اور یہ سارے اختلافات جو منکرین خدا اور اُسکے وجود پر اقرار کرنے
والوں میں ہیں بالکل دور ہو جائیں اسلئے کہ مشاہدہ سے بڑھ کر پھر اور کونسی بات ہو سکتی ہے اب
اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدا موجود ہے تو اصلی منشا اسکا یہی ہے کہ میرے بندے آپس
میں ہمیشہ انکار اور اقرار خدا میں جھگڑا کیا کریں اور کبھی اسکا فیصلہ نہو ایسا خدا رحیم اور طالب نجات
بندگان کیونکر ہو سکتا ہے جواب نقلی جواب تو اسکا یہی ہے کہ یہ سوال طلب محال پر شامل
ہے اسکا جواب کیا دیا جائے جیسا کہ صادق آل محمدؐ نے ایک زندیق کو دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم

نے عبد اللہ بن ابی اسیہ مخزومی کو دیا ہے دیکھو صفحہ ۱۰۰ انتصار الاسلام کو اور یہ جواب عقلی دلایل سے بھی بالکل درست اور ٹھیک ہے **دوسرا جواب** سایل نے پوری شناخت اور سچی معرفت کو فقط آنکھ سے دیکھنے میں براہ غلط کاری منحصر کیا ہے پہلی تو غلطی یہی ہے اور دوسری غلطی یہ ہے کہ خدا کو ایسے کثیف مادہ سے تجویز کیا ہے جسکو آنکھ دیکھ سکے یعنی مادے چیزوں میں سے بھی وہ کثیف چیز جو آنکھ سے دکھلائی دے تیسری غلطی یہ کہ جسقدر چیزیں آنکھ سے دکھلائی دیتی ہیں ٹھیک ٹھیک اُسی طور سے نظر آتی ہیں جیسی دراصل وہ ہوتی ہیں لہذا اُن کے موجود ہونے میں کسیکو اختلاف نہیں ہوتا ہے۔ پہلی غلطی کو یوں ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہزاروں چیزیں اسی دنیا میں موجود ہیں اور آنکھ سے نہیں دکھائی دیتی ہیں مگر اُن کا موجود ہونا ضرور یقینی ہے۔ دور کیوں جاؤ ہمارے بدن میں جسقدر قوتیں جسمانی خدا نے پیدا کی ہیں مثلاً ہاضمہ اور دافعہ وغیرہ انکو ہم آنکھ نہ کسی اور حس سے محسوس کر سکتے ہیں مگر انکو موجود ضرور مانتے ہیں اور موجودات بدیہیہ سے انکو تسلیم کرتے ہیں اسیطرح صدہا نظایر ایسی ہی موجودات کی ہیں جنکو نہ آنکھ نہ کوئی اور ہماری حس محسوس کر سکتی ہے۔ مگر انکی موجودگی ضرور ماننی پڑتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو موثر غیر محسوس ہے اسکی موجودگی کا یقین ہمکو اُسکے اثر کے محسوس کرنے سے ہوتا ہے اب یہ سوال کہ خدا مجسم ہوکر ہمارے سامنے آجائے منکر وجود خدا اگر کرے جیساکہ اس زندیق نے امام جعفر صادق سے کیا ہے اُسکا جواب تو وہی ہے کہ لیس للمحال جوابٌ محال کا جواب کچھ بھی نہیں ہے جیسے کوئی شخص سوال کرے کہ اگر تمہارا خدا ہر شئے کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو اپنا شریک بھی پیدا کردے یا کوئی ایسا آدمی پیدا کردے جو اپنے باپ کا باپ ہو یا ایک شکل مثلث قایم الزاویہ ایسی بنادے جسکے وتر کا مربع دونوں ضلعوں کے مربع سے چھوٹا خواہ بڑا ہو اسی طرح ہزاروں محالات ہیں جب اُن سے سوال کیا جائیگا یہی جواب دیا جائیگا کہ محال کا کچھ جواب نہیں ہے اور اگر یہی سوال منکر خدا نہ کرے۔ بلکہ جیسے ہمارے معزز سایل نیچرل صاحب

نے کیا ہے جو شاید خدا کو موجود مانتے ہیں مگر چونکہ اُن کی عقل میں محسوسات سے خوگر ہو کر اور فلسفہ طبعیہ خواہ ہندسہ اور ہیئت کو پڑھ کر یہی بات جم گئی ہے کہ آنکھ سے دیکھ لینے سے بڑھ کر کوئی درجہ یقین کا نہیں ہے اور دلایل عقلیہ جن سے خدا کا غیر مادی اور ہمیشہ غیر قابل رویت بصر بلکہ عموماً غیر محسوس ہونا ثابت کیا جاتا ہے اُن کے بیان کرنیسے ہمارے سایل کو اطمینان نہوگا یا ہٹ دھرمی سے باوجود اطمینان کے نہ مانینگے لہذا ہمکو لازم ہے کہ آنکھ سے جو چیزیں نظر آتی ہیں اُنکی نسبت آپ کے فلاسفروں کی رائے کو ظاہر کریں فلاسفہ کی رائے یہ ہے کہ آنکھ کے حس محض غلط اور غیر واقع چیزوں کو دکھلاتی ہے نہ رنگ صحیح آنکھ سے نظر آتا ہے نہ مقدار صحیح نہ شکل صحیح چنانچہ سپید رنگ کو ہم ایک ہی رنگ خطائے بصری سے خیال کرتے تھے اب کہ آلہ مراۃ العکس طیار ہوا موم کی بتی کا سپید شعلہ اس میں مختلف رنگ کی پٹریاں نظر آتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری نگاہ سراسر غلطی کرتی ہے کہ سپید رنگ میں کوئی رنگ نہیں ہے۔ یہ تو حل و تفریق عکسی کے ذریعہ سے خطائے نظری کا ثبوت ہے اب ہم علم مناظر سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنکھ کی فطرت زنجیر اگویا غلطی ہی پر ہوئی ہے۔ آنکھ دو متوازی خطوں کو دو ضلع مثلث کے دیکھتی ہے یعنی دور کی طرف وہ دونوں خط ملتے ہوئے نظر آتے ہیں دیکھو کسی سڑک کی دونو پٹریوں کو آنکھ لاکھوں میں کے مکعب مساحت والے اجسام کو برابر ایک چھوٹے سے گردہ نان کے دیکھتی ہے جیسے جرم آفتاب۔ اور بڑے بڑے ستاروں کو روپیہ کی برابر دیکھتی ہے۔ کروی اشکال جرم نیرین کو مسطح دیکھتی ہے مربع کو دایرہ دیکھتی ہے۔ متحرک کو ساکن دیکھتی ہے اور ساکن کو متحرک دیکھو۔ اسٹیشن ریلوے پر جب گاڑیاں کھڑی ہوں اور تم جس پر سوار ہو وہ کھڑی رہے اور دوسری چلے تمکو کیسی غلطی ہوگی۔ سوائے ایک خاص جگہ کے اور سب جگہ سے اجسام کو چھوٹا یا بڑا دکھیتی ہے۔ صفحہ ۲۹۵ انتصار الاسلام کو دیکھو اس قبیل بیشمار اغلاط بصری ہیں دیکھو کتاب مناظر اقلیدس کو اور اسیوجہ سے فلاسفہ میں حس بصر اور حس سماعت کے باہم فضیلت میں اختلاف ہے اکثر اسی کے بدلایل قوی قائل ہیں

گئے ہیں کہ سماعت کو بصر پر بدرجہا فضیلت ہے اور یہ محض شاعرانہ خیال ہے کہ ؎ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اب خلاصہ ہماری تقریر کا یہ ہوا کہ جب آنکھ کی غلط کاری مقدار اور شکل اور لون کے دیکھنے میں ایسے بدیہی اور براہین ہندسہ اور حل و تفریق عکسی سے بخوبی ثابت ہے پھر اگر ہمارا خدا (العیاذ باللہ) مجسم ہوکر آپ کے سامنے بھی آجاتا اور آپ اور ہم اسکو اسی غلط کار آنکھ سے دیکھتے سچ فرمائی اسکے وجود کا اقرار کرنا مقر اور منکر کو کیونکر متفق الاذعان کر دیتا لہذا واجب ہے کہ ہم اور آپ خدا کو اسی باطنی آنکھ سے دیکھیں جسکے مشاہدہ میں نہ فرق العکس سے غلطی ثابت ہوا اور نہ علم مناظر سے اور یہ وہی آنکھ ہے جسکو ہم عقل سے نامزد کرتے ہیں **تنبیہ ضروری** چونکہ یہ بحث مسئلہ رویت خدا کی طرف منجر ہوتی ہے اور اس میں اہل اسلام آپس میں دو گروہ بہ نسبت رویت دار آخرت کے ہو گئے ہیں لہذا ہمکو زیادہ بحث کرنی اس مسئلہ میں ہرگز نہ چاہیئے ورنہ ہمارا دوسرا گروہ ہم سے ناراض ہوگا **تیسرا جواب** اب ہم آپ کی خاطر سے اس محال کو بھی جایز فرض کرکے پوچھتے ہیں کہ اگر خدا مجسم ہوکر ہمارے سامنے آجائے تو ہمکو اسکے خدا ہونے پر کیونکر یقین ہوگا آپ کہینگے۔ کہ خوارق عادات کو خدا ظاہر کرکے ہم پر ثابت کردیگا کہ دیکھو کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ نیچر قانون قدرت کو بدل دے اور میں جس چیز کو کہو اسکو بدل کر تمکو دکھلا سکتا ہوں اب معلوم ہوا کہ بجز اس قدرت نمائی کے اور کوئی ثبوت اسکے خدا اور قادر توانا حکیم بے ہمتا ہونے پر نہ ہوگا اور یہ قدرت نمائی خدا کی مجسم بنجانے پر موقوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ نیچر کے خلاف آثار قدرت کا ظاہر کرنا یہ کوئی فعل جسمانی نہیں ہے۔ کہ بدون جسم بنے ہوئے آثار عجیبہ خدا نہ کر سکے اور نہ کوئی لزوم عقلی اس میں ہے کہ نیچر شکنی پر وہی قادر ہوگا جو کہ جسمانی شکل میں ہو پھر جب محض اظہار قدرت پر شناخت خدا کا انحصار ہو گیا اب اسکا مجسم ہوکر آنا ہمارے عقیدہ کو پختہ کرنے میں کافی نہوا بلکہ اسکو کچھ دخل بھی دفع اختلاف ہذا یعنی اقرار و انکار وجود خدا میں نہ رہا بلکہ مجرد قدرت نمائی سے شناخت یقینی قادر مطلق کی ہمکو ہوگی اور یہ طریقہ خدا نے قدیم سے جاری رکھا ہے ہزاروں آثار خلاف نیچر کے اپنی قدرت نمائی کی غرض سے

خدا ظاہر کر رہا ہے چنانچہ باب نیچر صفحہ ۸ سے لغایت صفحہ ۹۵ میں اسی کتاب کے ہم
لکھ چکے اور نیز صفحہ ۲۱۳ سے لغایت صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔ اور آپ ہیں کہ نہیں مانتے
اور یہی کہتے ہیں کہ نیچر کے بدلنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں ہے پھر آپ کیونکر
خدا کو نیچر شکن امور ظاہر کرنے سے جب مجسم ہوکر آئے خدا تسلیم کرینگے یہ بھی آپ
کی دھوکہ دہی کی تقریر ہے **چوتھا جواب** اگر یہ بات سچی ہے کہ خوارق عادات
خدا کے سوا اور کوئی ظاہر نہیں کر سکتا ہے چونکہ خدا ہمارا اور آپ کا کوئی مجسم
شے نہیں ہے۔ لہذا اُسنے چند مجسم اشخاص کو اپنا نائب اور پیغمبر مقرر کر کے
ہمارے پاس بھیجدیا اور صاف صاف کہدیا کہ دیکھو اگر میں بھی تمہارے پاس آتا
اُسوقت بھی میری شناخت جن امور سے تم کرتے بھی معجز نمائی کے سوا اور کوئی بات
نہ تھی اب تم میرے ان فرستادہ اور مقربان بارگاہ سے میری قدرت نمائی کا پورا امتحان
کر کے مجھ پر ایمان لاؤ اور جو چیز بڑی دلیل قدرت نمائی پر تمہارے نزدیک ہو مثلاً مردوں
کو زندہ کر دینا ماہتاب کے دو ٹکڑے کر دینا آفتاب کو بعد غروب کے پھر مغرب سے طالع
کر دینا یہ سب امور میرے ہی فرستادہ پیغمبران برحق تمکو دکھلا دینگے چنانچہ ایک رسول
نہیں بلکہ لاکھ سے زیادہ تشریف لائے اور جو جو امور قدرت نمائی کے خدا سے خاص
ہیں سب یا اکثر اُن بزرگوں نے حسب درخواست امت دکھلائے جنکو توفیق الٰہی
شامل تھی وہ تو ضرور ایمان لائے ورنہ نظر بندی اور جادوگری کا الزام آپ ہی لوگ
اُنکو دیتے رہے پھر اگر خدا بھی بفرض محال مجسم بن کر آتا وہی آپ ہیں اور وہی خدا
اُسکو بھی ایک جادوگر اور بھانمتی ڈھیت بتا آپ کہدیتے اب مطلب آپکا یہ ہے
کہ معاذ اللہ خدا کو بھی ہم بھانمتی اور بازی گر کر لیں تب جا کر دل کے پھپولے پھوڑیں
جیسے آپ کے پیر و مرشد سید احمد خاں صاحب بہادر نے پیمبروں کو بازیگر اور بھانمتی کہکر اسلام
کی جڑ کاٹی ہے **دوسرا سوال** عالم برزخ یعنی جب آدمی مر جاتا ہے تا روز کہ پھر روز
قیامت زندہ کر کے اُٹھایا جائیگا اس مسئلہ میں کیسے کیسے اختلاف اقوال آدمیوں

پڑے ہیں۔ ایک فرقہ تو اسیکا قایل ہے کہ مرنے کے بعد پھر کچھ بھی نہیں اور مردہ کبھی زندہ ہو ہی نہیں سکتا دوسرا گروہ تناسخ کا قایل ہے کہ ارواح پلٹ پلٹ کر اچھے یا برے اجسام میں داخل ہوا کرتی ہیں۔ اور اسیطرح دنیا چلی آتی ہے اور چلی جائیگی تیسرا گروہ اہل مذہب آسمانی کا ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم برزخ عالم جزا اور سزا سے بھی زیادہ خوفناک ہے کہ اس میں بجز اپنے عمل کے کسی کی شفاعت بھی کارگر نہیں ہے لا تخاف علیکم الا البرزخ ۔ اور روز حشر و نشر اگرچہ کل مردہ زندہ کرکے ان سے حساب وکتاب لیا جائیگا مگر شفاعت کارگر ہوگی۔ اسی اختلاف عقاید کی وجہ سے کیا جھگڑا اور فساد باہمی انسانوں میں ہو رہا ہے قیامت تو جب آئیگی یا نہ آئیگی دیکھا جائیگا ہم تو اسی زمانہ برزخ میں جس روز سے آدمی مرجاتا ہے۔ اسی کی تحقیق کے خواہاں اور طلبگار ہیں کوئی آسان طریقہ ایسا خدا تجویز کردیتا کہ یہ اختلاف باہمی دفع ہوجاتا کیا آسان طریقہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر صدی میں ایک آدمی جو مرگیا ہے اسکو خدا زندہ کردیا کرتا اسکی زبانی ہم چشم دید اسکے دیگر اموات کی کیفیت پوچھکر یقین کرتے کہ جو لوگ مرگئے ہیں انپر بعد مرنیکے کیا گذری اور خود اس شخص پر جس عمل اور کردار کا یہ تھا کیا گذری یہ تجربہ ہر صدی میں آدمیوں کے ان شکوک اور اوہام کو بھی دور کردیتا اور خبر دہی پیغمبروں کی جو عالم برزخ کی نسبت وادے السلام اور وادے برہوت کی کرکے ہمکو ڈراتے ہیں اسکی بھی پوری تصدیق ہوکر طریقہ واحدہ پر تمام خلایق ایمان دار اور یقین کامل پر ہو جاتی اور انبیا پر جو مظنہ اسکا ہے کہ اپنی کہانی پکانی اور رنگ جمانیکی غرض سے ایسی ایسی دھمکی ہمکو دیا کرتی ہیں اس بدگمانی سے بھی نجات مل جاتی اور روز جزا کی جو جو چیزیں وحی آسمانی سے مشہور ہیں ان کی بھی پوری تصدیق ہو جاتی اور یہ بھی یقیناً معلوم ہو جاتا کہ بعد مرنے کے ہم کیا ہو جاتے ہیں اور عمل خیر اور شر کا اثر جب عالم برزخ سے شروع ہونیکا مشاہدہ ہو جاتا پھر دار جزا کی سزا اور جزا کے انکار کا موقع کسیکو نہ ملتا اور قدرت خداے قادر کی احیاء اجد اموات پر اسکا ثبوت بھی ہر صدی میں ہوتا رہتا

یہ سوال کچھ تو قدیم زندیقوں کا ہے۔ اور کچھ بلکہ بہت کچھ حیدر آباد کے بعض معزز نیچرل صاحبوں کے خیالات پر شامل ہے۔ جنہوں نے بذریعہ تحریر خطوط مجھ سے جواب شافی طلب کیا ہے **جواب نقلی** فرمودہ عالم اہلبیت امام جعفر صادق یہ ہے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مقولہ اُن لوگوں کا ہے جو منکر انبیا ہیں اور انبیا کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کچھ خدا کی وحی انبیا پر نازل ہوئی ہے۔ اور اس کی خبر وہی انبیا نے فرمائی ہے۔ اس کی تصدیق ان لوگوں کو نہیں ہے۔ اور خدا کی طرف سے جسطرح انبیا نے کیفیت عالم برزخ کی خبر دہی کی ہے۔ پھر اُسی طرح جن لوگوں کو خدا نے بعد مرنے کے زندہ کردیا ہے۔ اُن کی بھی خبر دہی ہے۔ کتب آسمانی میں انبیا نے کی ہے پس یہ منکرین اس خبر دہی پر بھی یقین نہیں کرتے مراد حضرت کی یہ ہے کہ جو خبریں عالم برزخ کی خدا نے دیں اور اُن امور کو اموات زندہ کر کے دکھا بھی دیا یہ فرقہ دونوں کا انکار کرتا ہے۔ پہلے تو یہ خیال کرو کہ خدا سے زیادہ سچا اور خدا کے رسولوں سے کوئی ہوسکتا ہے اور پھر یہ دیکھو کہ بہت سے آدمی مرنے کے بعد زندہ ہو چکے ہیں ان میں سے اصحاب کہف بھی ہیں جن کو تین سو نو برس خدا نے مردہ رکھا اور پھر جس زمانہ میں انکار حشر اور نشر آدمیوں میں زیادہ ہونے لگا۔ اور فلسفی دلایل سے مردہ کا زندہ کردینا محال ہے لوگ اسکے زیادہ معتقد ہوئے۔ اصحاب کہف کو خدا نے زندہ کردیا کہ منکرین بعث کی دلیل باطل ہوجائے اور قدرت خدائے برتر کی احیاء اموات پر بخوبی ثابت ہوجائے اور ان کو یقین ہوجائے کہ قبروں سے اٹھنا مردوں کا صحیح اور درست ہے۔ **میں کہتا ہوں** یہ قدرت نمائی خاص اسی غرض سے تھی کہ شکوک اور اوہام خلایق کے مسئلہ حشر اور نشر میں باطل ہوجائیں اور جو تاریخی شبہات جنرل نیچرل انڈیا اس واقعہ پر کرتے ہیں یا اصحاب کہف کو خواب مقناطیسی میں پڑا ہوا خیال کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر گری کیری صاحب وغیرہ اُن شبہات کا جواب ہم باب خاص میں لکھینگے (۲) حضرت ارمیا نبی اللہ علیہ السلام کو خدا نے بعد

زندہ کردیا یہ وہ بزرگ ہیں۔ جب بخت نصر نے جوالی اور خود بیت المقدس کو خراب کیا ہے لڑائی سخت ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے حضرت آرمیا کو خیال ہوا اب کون انکو زندہ کریگا خدا نے سو برس انکو مردہ رکھا اور پھر زندہ کیا اور حضرت نے اپنے اعضا کو دیکھا کہ ان پر گوشت از سر نو کیونکر اوگتا ہے اور ان کے جوڑ بند اور رگیں کیونکر باہم وصل پاتی ہیں جب سارا جسم پورا بن گیا۔ حضرت اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے (۳) ایک اور بڑا گروہ جسکا شمار نہیں ہوسکتا طاعون کے خوف سے اپنا شہر چھوڑ کر بھاگے تھے ان کو خدا نے موت دی اور بہت دراز تک مردہ پڑے رہے تا اینکہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی تھیں اور جوڑ بند ان کے سب جدا جدا ہوگئے تھے اور سب مٹی کی شکل پر ہوگئے تھے حضرت حزقیل کو خدا نے برسالت مبعوث کیا جسوقت خدا کو یہ پسند ہوا تھا کہ اپنی مخلوقات کو اپنی قدرت کا تماشا دکھاوے حضرت حزقیل جب اس مقام پر گذرے اور بندگان خدا کی شکل انکو نظر آئی ترحم ان کے حال پر آپ کو ہوا اور خدا سے دعا کی پس ان کے بدن کے اعضا فراہم ہوگئے اور روحیں ان کی از سر نو ان کے بدن میں آگئیں اور سب کے سب جس حالت سے مرے تھے اسی شکل سے اٹھ کھڑے ہوئے ایک آدمی بھی کم از روے شمار کے نہ تھا اور بحکم خدا زمانہ دراز تک زندہ رہے۔ (۴) حضرت موسےٰ کے ہمراہ کچھ لوگ گئے تھے۔ اور انہوں نے بھی یہ سوال کیا تھا کہ ہمکو خدا مجسم کر کے دکھلا دیجئے (جیسا کہ سوال اول میں گذر چکا ہے) ان کو بھی خدا نے ہلاک کردیا اور پھر حضرت موسےٰ کی درخواست سے وہ سب زندہ ہوگئے۔ میں کہتا ہوں یہ چار نظایر احیاء اموات کے مذہبی تاریخ سے لکھے جنکو کتب آسمانی بیان کر رہی ہیں اور نیچرل صاحب اپنی تفسیر میں ان کو کیسے کیسے دلایل سے غلط ثابت کر رہے ہیں جنکو ہم جلد دوم کتاب ہذا میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھینگے۔ پانچویں نظیر تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ قسطنطنیہ مطبع الجوائب کے صفحہ ۴۹ میں لکھی حکیم ایمینڈس ۷۵ سال کم سے کم ایک غار میں سویا کیا اور بعض کا قول ہے

اسی غار میں دو سو اٹھانوے سال رہا اسکا قصہ (جو میرے خیال میں بمقابلہ اصحاب کہف دہریوں نے گھڑا ہے) یہ ہے کہ ایمینیڈس کے باپ نے ایک روز اسکو ایک بھیڑ چرانے کو بھیجا جب وہ پلٹا تو ٹھیک دوپہر کا وقت ہوگیا گرمی زیادہ تھی لہذا ایک غار میں جو محفوظ تھا بنظر راحت و آرام گھس گیا اور وہاں جاکر سوگیا اور ۵۷ سال سویا کیا سب جھونپڑے گر گئے انکو بخار بھی نہ آیا جب اسکی آنکھ کھلی اور گمان اسکا یہی تھا کہ بموجب عادت گھنٹہ دو گھنٹہ سویا ہوگا۔ اب اس نے اپنی بھیڑ کو تلاش کیا اسکا پتا کہاں تھا وہ تو جبرل صاحب کے پیٹ میں ہضم شدہ اب اس غار سے نکلا سطح زمین کو دیکھا تو بالکل اس کی شکل ہی بدل گئی ہے اور بھی تعجب ہوا اب یہ دوڑا اور اسی جگہ کو گیا جہاں سے اسکے باپ نے بھیڑ چرانے کو اسے بھیجا کیا دیکھتا ہے کہ مساکن یعنی گھر وغیرہ سب بدل کر نئی صورت کے ہوگئے ہیں اور جن لوگوں سے یہ کلام کرتا تھا کوئی اسکی بات نہ سمجھتا تھا اب یہ شہر آنحوش اپنے وطن کو حیران و پریشان روانہ ہوا وہاں بھی ایسے لوگ اسکو ملے جنکو کبھی دیکھا نہ تھا اب اسکا تعجب اور بھی زیادہ ہوا۔ اب اپنے باپ کے گھر گیا گھر والوں نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے۔ اور کیا چاہتا ہے۔ یہ اپنی گذشتہ روداد سب بیان کرنے لگا کسی نے اسکی بات سمجھی ایک چھوٹا بھائی اسکا جو اسی روز پیدا ہوا تھا جس روز یہ بھیڑ چرانے گیا ہے اور آج وہ پیر فرتوت ہوچکا ہے۔ اسنے اسکی بات بھی سمجھی مگر بڑی دقت اور تعجب شدید کے بعد ایمینیڈس کے کے اس واقعہ کو لوگ معجزہ اور کرامات سمجھے یعنی سبکو اس واقعہ کا یقین ہوا۔ اور بہت سے لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ یہ دور دراز ملکوں میں سفر کرتا رہا ہے اور جھوٹا قصہ بنایا ہے میری غرض اس واقعہ تحیر شکن کے لکھنے سے یہ ہے کہ غیر مذہبی تاریخ سے بھی نظیر قصہ اصحاب کہف کی ثابت کروں اور اگر زیادہ تفحص تاریخی کیا جائے تو شاید اور نظیریں بھی پیدا ہوں اور تقسیم فرنگ میں ڈاکٹر گریگرے کی تشنیعات اصحاب کہف کے قصہ پر ان سب کا جواب پورا ہو جائے انشاء اللہ پھر چونکہ میں اس کتاب میں جابجا ثابت کر رہا ہوں کہ تحیر شکن حوادث کو خدا اپنی قدرت کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے جسکا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انبیا علیہم

کی تصدیق اُن سے ہو جاتی ہے پس کیا عجب ہے کہ حکیم اسمینڈیس کا ۶۰ سال غار میں سونا فقط اصحاب کہف کے خواب کے محال نہونے کا ثبوت خدانے اس سے چاہا ہو۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ خمیرہ مایہ دو کان شیشہ گر سنگ است اب ہم حضرت سائلین سے پوچھتے ہیں۔ کہ اتنے نظایر تاریخی تو مُردوں کے زندہ کرنیکے موجود ہیں اور انکار منکرین بہ نسبت خبر دہی عالم برزخ کے برابر چلا آتا ہے۔ کسی تاریخ سے آپ تبلادیں کہ ان واقعات کے بعد فیصدی شکوک اور شبہات منکرین اخبار برزخ میں کچھ بھی کمی ہوئی ہے یا نہیں لہذا حکیم دانا اور قادر توانا کو ثابت ہوگیا کہ احیاء اموات سے بھی کبھی ان منکرین کو تشفی نہوگی۔ پھر یہ فعل ہر صدی میں کیوں کیا جائے عقلی جواب اگرچہ جواب مذکورہ بالا کافی ہے مگر ہم نیچرل صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ ہر صدی میں اگر ایک یا دو یا سو یا ہزار آدمی آپ کے اطمینان قلب کے واسطے زندہ کیئے جائیں اب وہ لوگ کس مشرب کے ہوں اگر پابند مذہب آسمانی ہوں جب اُن کے پیشوایان برحق انبیا کی خبر دہی کو آپنے نہ مانا حالانکہ اُن کی راست گفتاری پر اُن کی معجزنمائی دلیل تھی پھر بیچارہ امتی لوگ جنکی صداقت پر کوئی دلیل نہیں ہے اُن کے بیان پر آپکو کیونکر اطمینان ہوگا اور اگر وہ زندہ شدہ لا مذہب اور نیچرل خیالات کے لوگ ہوں چونکہ اُن کی آزادئے خیال اور لامذہبی بخوبی معلوم ہے اور جذب مماثل کی قوت اُن میں موجود ہے وہ تو یہی چاہینگے کہ تمام دنیا ہم جیسی ہو جائے اور جس عذاب میں ہم عالم برزخ میں گرفتار ہیں سب اسیطرح گرفتار ہوں لہذا اظہار حالات اصلیہ کا وہ کیوں کرنے لگے وہ تو حرف انہوہ جشنے دارد کی طلبگاری میں تم سبکو غلط بیانی کرکے اور باغ سبز دکھلاکر یہی کہینگے کہ خوب شرابیں اڑاؤ اور خوب بدکاری کرو یہی لطف زندگی ہے۔ اور بلاؤں کے ڈھکوسلے ہیں نہ پھنسو ہم لوں چین اور آرام سے بسر کرتے ہیں آسان طریقہ اس سے بھی زیادہ ہم آپکو بتلاتے ہیں اور آجکل بڑا چرچا اسکا ہو رہا ہے تسخیر ارواح جو بذریعہ پلانچٹ اور تختی طلسماتی آپ لوگ کر رہے ہیں اور جسکی روح کو چاہا فوراً حاضر ہوگئی اب مُردوں کو زندہ کرنیکی کوئی حاجت نہیں روح کو چاہیئے پکڑ بلوائی اور اُس سے عالم برزخ میں جو جو گذر رہا ہے پوچھ

لیجئے مگر مشکل تو یہ ہے بقول ڈاکٹر گریگری صاحب کہ معمول مسمیریزم مردہ کو مردہ نہیں بتلاتا ہے بلکہ جب پوچھو تو یہی کہیگا کہ سو رہے ہیں مطلب اس نیچرل کا یہ ہے کہ موت کوئی چیز نہیں ہے فقط خواب مقناطیسی میں آدمی سو جاتا ہے اور مرنا کیسا ۔ مایا مرے نہ جگ مرے ۔ مرمر جات سیر پر ۔ لینا دینا نا مرے ۔ سانچے کہت کبیر ۔ آپ تو نیچرل صاحب منکر حشر و نشر ہیں ہمارے مسلمان بھائی بھی بہت سے ایسے ہیں جنکو مُرجیہ فرقہ میں شمار کرنا لائق ہے اللّٰہم احفظنا اُن کی حکایت سن لیجئے ۔ کیسا ہی ۔ بدکار شرابی زانی فاسق تارک الصلوٰۃ اور مرتکب المحرمات شرعیہ ہو اور مر گیا اب جب خواب میں اسکو دیکھینگے تاج بہشت سر پر رکھا ہوا اور لباس پہنے ہوئے کسی باغ بہشت میں تخت مرصع پر براج رہے ہیں جو پوچھو ارے بھائی تم بدکار خلاف شرع نیچرل آلودہ معاصی تھے یا تم تو بہشت کے منکر مثل سر سید احمد خانصاحب تھے یہ رتبہ تمکو کیونکر ملا جواب دیں کہ بھائی صاحب خدا ہمارا نکتہ نواز ہے ۔ سگ ہے بسلامے برنجند گاہے بدشنامے خلعت بدہند ۔ کا مضمون بھی تم نے سنا ہے نہ کسیکی سیکڑوں برس کی عبادت اور نہ ہماری ایک روز کی شراب خواری زناکاری اغلام اور انکار بہشت و دوزخ کن بلاؤں باتوں میں پڑے ہو (حق سرّہ) خدا کے بھید خدا ہی جانے جاؤ اپنا کام کرو نہیں معلوم خدا کس بات سے راضی ہوتا ہے تیسرا سوال حیدرآباد سے خاص آیا نام نہ لونگا ۔ اسکی کیا مصلحت ہے کہ سوائے اہل اسلام کے اور کسی مذہب کے صلحا اور متقی اور پابند ارکان مذہبی کیسے ہی عابد و زاہد ہوں انکا نہ کوئی عمل صحیح اور نہ اُنکی کوئی عبادت مقبول بلکہ سب دوزخی اور فقط مسلمان ہی جنتی ہونگے ۔ فرض کرو کہ صبح تک ایک نبی کی شریعت جاری تھی اور دوپہر کو دوسرے پیمبر صاحب آئے اب جتنے لوگ مطیع پیمبر سابق کے تھے دوپہر کے وقت سے کافر ہوگئے اگر اپنی شریعت پر عمل کریں یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی ہے اس سے تو صاف اور کھلی ہوئی نفسانیت معلوم ہوتی ہے اور اپنی گرم بازاری اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی اگر خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے جو بندہ عمل نیک کریگا اور اسکی بندگی وہ ضرور بخشا جائیگا کسی مذہب کا کیوں نہو اس سے زیادہ تر عجیب بات ہے کہ اہل اسلام کے نبی نے اپنی امت

ہیں سے فقط ایک ہی فرقہ کو ناجی رکھا ہے اور بہتر غریق دریا ے عذاب ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ بہشت میں جگہ کم ہے اور دوزخ میں نہایت وسعت ہے جب تو سیکڑوں فرقہ ہا ے غیر اسلامی
اور بہتر فرقہ اسلامی سب دوزخ میں اور ایک فرقہ اور وہ بھی مجہول جسکی شناخت میں آجتک اہل
اسلام جھگڑتے جھگڑتے مر گئے اور ثابت نہوا کہ وہ کون فرقہ ہے۔ جس میں سرخاب کے پر لگے
ہوئے ہیں وہی جنتی ہیں۔ ایسی ایسی باتیں خلاف عقل اور خلاف انصاف سنکر کوئی آدمی
صاحب عقل دین اسلام کو قبول کر سکتا ہے اسلیئے کہ اگر مسلمان بھی ہوا تو پھر بہتر کے جھگڑے
سے کب نجات ملیگی اور عجیب کشاکشی میں پڑیگا جواب اس شبہہ کا جواب کسی قدر تو ہم
نے صفحہ ۳۲۶ میں اسی کتاب کے لکھدیا ہے لغایت صفحہ ۳۲۷ اب ایک مثال ہم بہت ہی
واضح ایسی لکھتے ہیں جس سے آپکی سمجھ میں آجائیگا کہ مذہب ایسی چیز نہیں ہے کہ ایک وقت
میں دو اور چار اور دس ہوں مذہب صراط مستقیم کو کہتے ہیں اور صراط مستقیم سیدھے خط پر
ہوتی ہے۔ بانی مذہب پیغمبر اور جس راہ کو پیغمبر بتلاتا ہے۔ وہی راہ بطرف خدا کے پہونچانے
والی ہے بلا تشبیہ دو نقطہ فرض کرو اور اسی فرض سے بخوبی تمہاری سمجھ میں آجائیگا
کہ خط مستقیم جو دو نقطوں سے ملتا ہے۔ سواے ایک خط کے دوسرا ہرگز ہو نہیں سکتا مثلاً
نقطہ ا ب پس سواے ایک خط درمیانی کے جو سب سے چھوٹا ہے اور کوئی خط مستقیم نہوگا
اور وہی خط سیدھا ہے۔ اگر اسی پر چلیں تو صراط مستقیم وہی ہوگا اور سب راہیں کج اور ٹیڑھی
ہونگی۔ اب دیکھو کہ صراط مستقیم یعنی مذہب کا منتہی یعنی جہاں مذہب پر چلنے سے ہمکو پہونچنا مطلوب
ہے۔ وہ تقرب بارگاہ اقدس الہی ہے وہ تو ہمیشہ ایک ہے اور مبدا یعنی پیغمبر بدل بدل کر
آتے رہے اور اسکی حکمت کا بیان دوسری بحث میں پڑھو۔ اب نقطہ مبدا کے بدل جانے
سے وہ خط مستقیم جو پہلے تھا ضرور بدل جائیگا اسلیئے کہ ایک خط مستقیم کے دوسرے اور
دو مبدا نہیں ہو سکتے اب مطلب یہ ہوا کہ ہر نبی کے زمانہ میں صراط مستقیم باعتبار مبدا کے
جدا گانہ ہوگی لہذا ہمکو اگر صراط مستقیم پر چلنا ہے تو اسی نبی سے اس راہ کی ابتدا اور سرا ضرور ہے
آپ لوگ ... نجات کو یہاں اصول موضوعہ میں رکھو کہ تبدیل انبیا ضروری امر ہے۔ اور یہ

بھی تسلیم کرلو کہ تبدیل انبیا سے غرض تبدیل احکام شریعت بنظر اصلاح نظام عالم ہوتی ہے۔ پھر جب خط مستقیم اور صراط مستقیم یہی ٹھیری کہ ہر نبی کے زمانہ نبوت میں جو راہ کہ بندہ کو خدا تک پہونچاتی ہے اسکا مبدا اور شروع اسی نبی سے ہوتا ہے۔ اب بدون پیروی اسی نبی کے اگر ہم راہ خدا کے طلبگار ہوں گے تو راہ راست ہمکو ہرگز نہ ملیگی اور جب راہ راست نہ ملے تو کجرفتاری ضرور ہوگی اور کجرفتاری سے وصول منزل مقصود کا ہرگز یقین نہوگا اور بجز ٹھوکریں کھانے کے اور کیا امید ہوگی۔ ع خلاف پیمبر کسے رہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید پھر جو لوگ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت پر چلتے تھے اور اور اپنے ہادی زمانہ حضرت عیسیٰ کی پیروی نہ کرتے تھے ضرور وہ راہ راست سے الگ تھے ع راستی موجب رضاے خداست۔ کجرفتاری خدا کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی سمجھو کہ تبدیل شریعت انبیا سے خدا کی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ تمام خلائق اس جدید شریعت اور نبی موجود کی پیروی کرے یہ غرض نہیں ہے۔ کہ جو لوگ کسی شریعت پر چل رہے ہیں۔ وہ تو اپنے دین پر چلے جائیں۔ فقط بے دین اور کفار اسی نبی پر ایمان لائیں اور یہ کسی مقنن قانون کی بھی غرض نہیں ہوتی کہ پچھلا قانون بھی باقی رہے اور نیا قانون بھی جاری ہو بلکہ پچھلے قانون کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے اُن کو بھی اسی جدید قانون سے لینا ضرور ہے اور کیوں ضرور ہے اسکو اصول علم قانون کے پڑھے ہوئے کسی بیرسٹر اٹ لا سے پوچھو یہ بھی ضرور سمجھنا چاہیئے کہ شریعت کے احکام اور عقاید میں سب سے زیادہ تقلید احکام عبادت میں ضروری ہے جسکو ہم نے احکام توقیفی لکہا ہے صفحہ ۱۵ (۶) مطلب یہ ہے کہ عبادت جو مطلوب الٰہی ہے اسکا وقت تعین اور چرا ہر زمانہ کے صاحب شریعت ہی کے حکم سے ادا کرنا لازم ہے اور عبادات کے ... پھر یہ ہم نے اوپر کے ابواب میں ثابت کردیا ہے کہ ان میں عقلی ...

دخل نہیں ہے۔ اب کیسا ہی عابد اور زاہد غیر مذہب کا فرض کرو اگر عبادات
کی بجاآوری میں پیروی بانی شرع موجودہ کی نہیں کرتا ہے ہرگز وہ عبادت مطلوب
بارگاہ عزت نہیں ہے۔ عبادت خاص حق معبود ہے۔ اور خاص موصل قربت
الٰہی اور نجات و مفسدہ عقاب اور اول درجہ کی غرض بعثت انبیا سے یہی ہے
اگرچہ ہم مصالح اور حکمتہائے الٰہیہ کو جو ارکان اور افعال عبادات میں ہیں
بقدر اپنے فہم کے بیان کریں گے۔ مگر اس میں زیادہ چون وچرا کرنا ہی ہماری
نادانی ہے۔ پھر چونکہ احکام عبادات میں بندوں کا نفع عاجل نہیں ہے یعنی
مثلاً ہم نماز جو پڑھتے ہیں سوائے نجات اُخروی کے بظاہر اسوقت ہمکو کسی
طرح کا نفع دنیوی نماز سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں کسل اور تھاون اور اسکی
بیکار محنت عبث ہونے پر اکثر ہمکو ہمارا مغوی اغوا کرتا ہے پس ضرور ہے کہ ہم ہادی
برحق جسکی شریعت آج بھی جاری ہے۔ اُسی کے فرمودہ احکام اور قواعد پر کاربند
ہوں۔ تحریف اور تغیر اور تبدیل کا احتمال بھی عبادات ہی کے احکام میں زیادہ ہے
اب مجھے یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے۔ اور تاریخ انبیا اسکی شاہد ہے۔ کہ انبیا دو قسم
کے آئے۔ ایک تو صاحب شریعت جدیدہ اور دوسرے موکد شریعت کسی نبی کی اُنکی
جدیدہ شریعت نہ تھی۔ صاحبان شریعت جہاں تک ہمکو علم ہے۔ چار نبی گذرے
گو حضرت آدم کی بھی شریعت کا ہم اعتقاد کرتے ہیں مگر چونکہ قلت افراد انسانی کا زمانہ
تھا لہٰذا ایسے قانون انتظامی کا نفوذ اُسوقت ضروری نہ تھا جیسا کہ بعد آنحضرت کے ہوا
اب زیادہ تر انبیا وہی حضرات ہیں جو کسی نبی کی شریعت کے اجرائے احکام کی غرض سے
آئے اُنکے زمانہ نبوت میں تبدیل احکام شریعت موجودہ کی ضرورت نہ تھی اُنکے زمانہ میں بھی
اُنہیں عبادات اور احکام کی پابندی جمیع خلایق کو واجب تھی جسکی شریعت کی تائید اور تشدید
کی غرض سے تشریف لائے تھے اور جو کوئی اُس شریعت کے خلاف کہتی اور عدم شریعت پر چلنا چاہتا
آپ لوگ اُسی شریعت موجودہ پر چلنے کو واجب فرماتے تھے بلکہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ اگرچہ

صاحب شریعت بھی تھے انجیل حضرت پر نازل ہوئی مگر یہی فرماتے تھے کہ میں توریت کی
تائید کرنے آیا ہوں پھر کیا یہود جنہوں نے حضرت عیسیٰ کے احکام کو نہ مانا اور برابر مخالفت
کرتے رہے اور دوامی بقاے دین موسوی پر اڑے رہے نصاریٰ انکو جنتی کہہ سکتے ہیں ہم
اہل اسلام نصاریٰ اور یہود کو آپکی خاطر سے جنتی کہدیں اگر آپ یہ کہیے کہ ہم کل اہل
مذہب پر یہ اعتراض عموماً کرتے ہیں اور ہم کب اس عقیدہ نصاریٰ کو پسند کرتے ہیں اسکا جواب
تفصیلی یہ ہے۔ تفصیلی جواب آپکے شبہہ کی بنا اسی پر ہے کہ جو کوئی نیک عمل کرے
اُس سے خدا راضی ہوگا (اگر خدا بھی کوئی مانا جائے) اور یہ بات ضرور سچی ہے مگر نیک عمل
کی دو قسمیں ہیں قسم اول تو ایسے اعمال صالحہ جو کبھی بدل نہیں سکتے جیسے سچ بولنا ترک زنا
اور مال حلال کو صرف میں لانا طہارت سے رہنا اور بعض عمل خیر ایسے ہیں کہ بمقتضاے وقت
انکی تبدیل بھی ضرور ہوتی ہے۔ عبادت وہ عمل ہے۔ کہ اسکے طریقہ ہر زمانہ میں جو طریقہ مطلوب
الٰہی ہوتا ہے۔ وہی عمل خیر ہے اور اُسکے سوا اُس زمانہ میں عمل خیر نہیں ہوتا ہے یہ عمل خیر ایسا
نہیں ہے کہ اس میں تبدیل نہو اب فرض کرو کہ ایک نبی نے کسی قسم کی عبادت کا حکم اپنی امت
کو دیا اور دوسرے نبی نے اُسکے عوض دوسری عبادت جاری فرمائی اور اُسکو منع کردیا اب
اگر اسکو ہم نبی اللہ اور اُسکے حکم کو حکم خدا تسلیم کرتے ہیں پھر تو عبادت ممنوعہ کو ہم کیسے
ہی پورے طور سے کریں تقرب اور رضائے الٰہی کبھی اُس عبادت سے نہوگی اسلئے کہ جو امر
ممنوع اور نامشروع ہوچکا خلاف مرضی الٰہی ضرور ہوگا اب اگر دین محمدی خواہ دین عیسوی یا
دین موسوی سچے دین مانے جائیں ہر ایک نبی کے زمانہ نبوت میں وہی عبادت صحیح ہوگی جسکا حکم
وہ نبی خدا کیطرف سے لایا ہے لہذا عابد غیر مطیع شریعت موجودہ اپنے پچھلے طریقہ کی عبادت
میں ہرگز مستحق ثواب نہوگا اور نہ وہ عابد کہلائیگا۔ بلکہ اسکی عبادت ہی باطل ہوگی اب یہی
بات باقی رہی کہ سابق کے طریقہ کی عبادت میں کیا برائی تھی جو منسوخ ہوئی یہ غلط مبحث دیگر
اور دوسرا شبہہ ہے خاص اس شبہہ کا جواب تو ہوچکا کہ سوائے اہل اسلام کے اور سب مذاہب کے عابد
زاہد متقی اور پرہیزگار دوزخی کیجیے ہیں رہا نسخ شرائع کا شبہہ اسکا جواب صفحہ پھر یہ

اسی کتاب کے پڑھو۔ تہتر فرقہ اہل اسلام کے اُن میں ایک ناجی ہے اور سب ناری اگر انصاف کیجئے تو یہی ارشاد ہمارے نبی کا پوری دلیل ہے۔ کہ خود پرستی اور خود نمائی اور اپنی گرم بازاری حضرت کو منظور نہ تھی۔ بلکہ محض سچے اور خدا کے فرستادہ تھے اس لئے کہ اگر اپنی امت کے سب فرقوں کو حضرت ناجی فرماتے یعنی میری امت کیسی ہی بدراہ اور بدکار اور فاسد المذہب ہو مگر چونکہ میری امت ہے ضرور ناجی ہوگی یہ حکم البتہ پوری نفسانیت پر دلیل ہوتا اور جب یہ فرمایا کہ وہی فرقہ جو راہ راست اور صراط مستقیم پر میری امت میں ہوگا وہی جنتی اور ناجی ہے اس سے زیادہ حق کوشی اور حق پرستی اور انصاف کیا ہوسکتا ہے۔ اور اس سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ مذہب حق ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے اور پھر جب اپنی امت میں سوائے ایک مذہب کے دوسرا ناجی ہونا ارشاد نہ فرمایا تو غیر اسلام کے مذاہب کی پابندے کیونکر ناجی رہی۔ اسلئے کہ بہتر فرقہ ناری نبوت آخر الزمان کے ضرور قایل ہیں جو دوسرا جزء ایمان کا مذاہب آسمانی میں ہے اور دوسرے مذہب والے تو آخری پیغمبر کی نبوت ہی کے قایل نہیں ہیں جسکے انکار سے ہزاروں مسایل شریعت کا انکار لازم آتا ہے پھر وہ کیونکر ناجی ہوسکتے ہیں۔ اب رہا تہتر فرقہ مسلمین کا جھگڑا اور مجہول ہونا فرقہ ناجیہ کا ان میں سے اس اعتراض کا منصب فرقہ تحریریہ کو نہیں ہے۔ پہلے دین اسلام اور نبوت ہمارے نبی کو مُسلّم مان لیجے اسکے بعد فرقہ ناجی اس امت کا ہے اسکی شناخت بہت آسانی سے آپکو موجب ارشاد اور ہدایت قرآن مجید اور اپنے نبی کے اہل اسلام کرادیں گے۔ مذہبی جھگڑا ہر نبی کی امت میں برابر چلا آتا ہے اور جو فرقہ سچے دین پر اسی نبی کے تھا وہی ہمیشہ سچا موسائی اور سچا عیسائی اور سچا محمدی کہلایا ہے۔ اور اختلاف اور نزاع باہمی سے امتہائے محمدی اور امتہائے گذشتہ میں کسی نبی کا دین باطل نہ ہوا اور نہ ہوسکتا ہے دوزخ میں جگہ زیادہ ہے۔ اور بہشت میں کم ہے۔ یہ تمسخر یہ اور استہزا کا مقولہ ہے۔ اسکا جواب آپ لوگ اِیب آسمانی پر ضرور نہیں ہے۔ جب آپ مذہب کو صحیح مان لینگے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ ایک ایک آدمی کو بہشت میں کس قدر جگہ ملیگی

اور اہل دوزخ کو یہ وسیع جگہ نصیب نہ ہوگی۔ اس مقایسہ سے وسعت دوزخ اور بہشت کا مسئلہ قابل بحث کے نہیں ہے۔ خداوند عالم ہدایت کرے۔

باب ۳۵۔ پینتسواں نیچرل اور نیچری لوگوں کے خیالات قدیمہ اور جدیدہ بہ نسبت خوارق عادات اور انبیاؑ کے کیسے تھے۔ اور اب کیسے ہیں۔ اور کیسے ہونے چاہئیں۔

اب میں پھر از سر نو اس مطلب کو شروع کرتا ہوں اور نہایت راستبازی سے دکھلاتا ہوں کہ جو لوگ نیچر کی پابندی کو ضروری خیال کرتے تھے یا اب بھی کرتے ہیں انکو محض دھوکھا ہی دھوکھا ہو رہا ہے اور اگر دھوکھا نہیں ہے پھر دانستہ ضد کر رہے ہیں۔ جو لوگ منکر خدا ہیں انکو تو انکار وجود خالق کا مسئلہ ایسے خیالات پر مجبور رہا ہے اور جو لوگ خدا کو مان کر اور اسکو قادر و توانا اعتقاد کرکے پھر نیچر کی پابندی کا خیال کر رہے ہیں انسے البتہ ہمکو تعجب ہوتا ہے وہ کیونکر اس دھوکھے میں آتے ہیں کہ نیچر کی پابندی قادر مطلق کو ہے واسطے آسانی تفہیم کے ہم کہتے ہیں کہ قانون قدرت (لا آف نیچر) کی پابندی قادر مطلق کو جو سمجھی جاتی ہے اسکے کیا معنی آپ سمجھ رہے ہیں اسلئے کہ یہ لفظ دھوکھے کی ہے۔ اگر یہ مطلب ہے جو ہماری عقل ناقص میں جسطرح قدرت قادر مطلق کا تعلق ہر ایک شئے اور مقدور سے مناسب ہے اسی قانون کا قادر مطلق پابند ہے۔ زبان دہن کے لئے اور دہن زبان کیلئے + وہی دنیا کو مناسب تھا وہ جہاں کیلئے + تو یہ شاعرانہ خیال آپ کا ہے ہم کیا اور ہمارے عقل کیا جو قدرت کے کارخانہ میں دخل دے اور مناسب اور غیر مناسب تجویز کرے۔ اور اگر قادر مطلق کے پابندی قانون قدرت سے یہ مراد ہے کہ اس حکیم مطلق کی حکمت جیسی مقتضی ہے جس چیز کے بنانے اور بگاڑنے میں خواہ جو اثر کسی میں دیتی گی اوسی قانون کا وہ پابند ہے پھر اسکے سمجھنے کا ہمکو کیونکر دعوے ہو سکتا ہے ہماری عقل تو اسقدر کا دعوی ہے کہ جو کچھ قادر مطلق نے [illegible] ہے چیز کو دوسرے چیز سے تعلق کر دیا ہے خبری دانائی خرچ کریں تو اسی کو [illegible] ہے پھر یہ

تو سمجھا مگر ہمارے عقل کا کام نہیں ہے۔ دہریہ اور نیچرل خیال کے لوگ ہمیشہ سے انکی
یہی کیفیت چلی آئی ہے کہ اپنے نا علمی اور نادانی سے جب کوئی بات عجیب انہوں نے سُنی
یا کوئی عجیب چیز دیکھی اور فوراً منکر ہو گئے کہ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا جو دیکھو کہیں نہیں
ہو سکتا کہینگے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے جو پوچھو کہ پہلے کسی چیز کا ہونا اسکے آیندہ ہونے
کو کس وجہ سے روک سکتا ہے اب جب وہ مجبور ہو جاتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہی نادان
جب انکے سامنے کوئی عجیب چیز کا ذکر کیا جائے اور انکے تعجب اور استعجاب کا سبب پوچھو
تو وہ مثل عوام کے کہنے لگتے ہیں کہ اسکی نظیر کوئی اور بھی دنیا میں ہے مثلاً ہم لوگ پابند
مذہب اسلام جب کہتے ہیں کہ بہشت کے لوگوں کی غذا ایسی لطیف ہوگی جس میں فضلہ
پیشاب پیخانہ نہ ہوگا فوراً یہ لوگ ہنسنے لگتے ہیں کہ واہ صاحب ایسی بھی کوئی غذا ہو
سکتی ہے جس میں فضلہ نہ ہو تب ہم انکو دودھ کی نظیر دیتے ہیں کہ دیکھو جب سے بچہ میں
جان پڑتی ہے اسی وقت سے اسکو غذا شکم مادر میں یا اسی قدر دودھ سے ملتی ہے مگر وہ ایسا
لطیف ہوتا ہے کہ بچہ کے جزو بدن ہو کر ذرا سا بھی فضلہ نہیں چھوڑتا ہے کہ بچہ پیشاب پیخانہ کرے
اور پھر دودھ ہے کہ بعد پیدا ہونے بچہ کے جب اسکو پلایا ہے پیشاب بھی اور پیخانہ بھی
اُسی سے کرتا ہے یہ قدرت تھی اور یہی ثابت ہے کہ ایک ہی چیز کو لطیف بھی کر دیتا ہے اور اُسکو
کثیف بھی بنا دیتا ہے اور اس سے زیادہ کونسا امر نادانی کا ہوگا کہ جو چیز ہمارے سمجھ میں
نہ آئے جیسے کہ ہم اسکو غیر ممکن اور محال کہیں اور ہم سے آگے ایسے بیہودہ غیر ممکن مثالیں جو گذر
چکیں اب انکے خلاف ہے جیسی نظیر کہتا ہوں اجسام غیر حیوانی کے حرکت کرنے کا پھر
اور حضرت موسیٰ کے عصا کا سانپ ہو جانے کا ثبوت سبکو معلوم ہے کہ جب چیزیں
جان نہیں رکھتی جیسے درخت اور گھانس پتھر اور دھات وغیرہ ایسی چیزیں خود بخود
بدون کسی حرکت دہندہ کے حرکت نہیں کر سکتی ہیں بلکہ حیوان اور انسان بھی بعد مرجانے
کے یا بے حیات بدون کسی ہلانے والے اور اٹھانے والے کے اپنی جگہ سے ہل نہیں
سکتے عجیب ہے کہ ہمارے نبی حضرت موسیٰ کا معجزہ عصا کو سانپ بنانیکا جو

قرآن میں مذکور ہے فَاِذَا ہِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی یعنی وہ عصا سانپ ہو کر دوڑنے لگا اسکو نیچرل اور دہریہ اور نیز سر سید احمد خان صاحب خلاف قانون قدرت الا اف نیچر سمجھ کر ناممکن سمجھتے ہیں ہمارے خدا نے اپنی قدرت تعالیٰ کی نظر سے بعض قسم کی گھاس ایسی پیدا کر دی ہے جو خود بخود حرکت بھی کرتی ہے اور اس میں شعور بھی موجود ہے کیا آپ نے چھوئی موئی ایک گھاس نہیں دیکھی ہے کہ ادھر آدمی نے اسکو ہاتھ سے چھوا اور فوراً پژمردہ ہو کر کمھلا گئی۔ بلکہ اس سے زیادہ شرم کرنے والی بجوتی ایک اور گھاس ہے کہ آدمی کا سایہ پڑا اور مرجھا گئی جیسے کوئی تازہ عروس اپنے شوہر سے بعد بوس کنار خواہ ہم بستری کے بعد پژمردہ ہو جاتی ہے ایک اور گھاس علمائے علم نباتات نے اب جدید تحقیقات سے ہندوستان میں دریائے گنگ کے کنارے دیکھی ہے جسکی پتی میں خدا نے یہ صفت دی ہے کہ جسطرح آدمی کی نبض خون کے دوران سے خواہ قلب (ہارٹ) کی حرکت سے فی منٹ ۷۵ مرتبہ خواہ کم و بیش چلتی ہے وہ بھی فی دقیقہ (منٹ) پورے ۶۰ مرتبہ حرکت کرتی ہے یعنی فی گھنٹہ (۳۶۰۰) مرتبہ اور یہ ایسی سچی گھڑی خدا نے بنائی ہے کہ سیکڑوں برس کی چال میں ایک ثانیہ (سکنڈ) کی غلطی مثل آفتاب کے نہیں کرتی بعض عجائب پرست اہل ہنود اسکا پوجا بھی کرتے ہیں۔ کیا خدا نے اس نباتات میں بھی یعنی متحرک رگیں مثل ہمارے رگوں کے پیدا کی ہیں جو خون کے دورہ سے حرکت کر رہی ہیں اگر نہیں پیدا کی ہیں تو یہ نیچر فرضی ہمارا کہ بدون دوران خون کے رگوں میں حرکت پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ اور نہ دل ہمارا دل دھڑک سکتا ہے بالکل بگڑ گیا اور ضرور اقرار کرنا پڑیگا کہ قادر مطلق پابند کسی نیچر کا نہیں ہے جسطرح چاہے جس چیز میں حرکت پیدا کر دے۔ تیسری گھاس ذی شعور اور منتقم اور قصاص لینے والی حیوان سے مجھے بخوبی معلوم ہے کہ حیوانات کی غذا خدا نے اکثر گھاس اور پتی اور پھل اور پھول سے رکھی ہے اور یہی اسکا نیچر ہے اب دیکھو خدا نے اپنی قدرت تعالیٰ کی راہ سے ایک ایسی گھاس پیدا کر دی جسکی پتی پر لعاب لسدار مثل گوند کے ہے اور ادھر [illegible] ہے۔ پھر یہ

مکھی کیسی ہی پر پیچ ہے اور بقول فلاسفہ جدید ایک ہزار آنکھ بھی رکھتی ہے مگر یہ گھاس ایسی ہوشیار اور ذی شعور ہے کہ فوراً اپنی پتی کو سمیٹ کر اس زور سے مکھی کو دباتی ہے کہ ساری رطوبت مکھی کی چوس کر اسکو پھوک بنا دیتی ہے تب پیچھا چھوڑتی ہے یہ گھاس خدا نے اس قدرت نمائی کی نظر سے پیدا کیا ہے کہ مجھے قدرت ہے چاہوں بے جان گیاہ سے جاندار حیوانات کو ہلاک کرا دوں یہ گھاس اس نیچر کو توڑتی ہے کہ نباتات کو طاقت نہیں ہے کہ حیوانات سے اپنی غذا حاصل کریں۔ اب نیچرل صاحب کہئے یہ نیچر کہاں درست رہا کہ سوائے ذی روح کے گھاس وغیرہ از خود حرکت نہیں کر سکتی جو حضرت موسیٰ کا عصا سانپ بنکر دوڑا ہو یا ساحروں کے مصنوعی سانپ کو نگل گیا ہو اور انکو اپنی غذا بنا دی ہو۔ معزز ناظرین اس وقت بے اختیار جی چاہتا ہے کہ میں اس معجزہ کا بھی ذکر کروں جسکو ہمارے ساتویں امام حضرت موسی کاظمؑ نے جو ہمنام حضرت موسیٰؑ کے تھے ہارون رشید کے سامنے ظاہر فرمایا ہے کہ تصویر شیر کی جو پردہ پر بنی ہوئی تھی اسکو حکم دیا کہ اس شعبدہ باز کو نگل جا اور وہ تصویر شیر بنکر اسکو نگل گئی اور جب ہارون نے عرض کی حکم دیجئے کہ اب اسکو اوگل دے حضرت نے فرمایا کہ اگر جادوگران فرعون کی رسیوں کو اور لاٹھیوں کو عصائے موسیٰؑ نے اوگل دیا ہو تو یہ شیر بھی اسکو اوگل دیگا۔ لیکن ابھی میں اس معجزہ کے بیان کرنے سے تامل کرتا ہوں۔ اسلئے کہ سید صاحب اور نیچری لوگ جب قرآن مجید کے صریح آیت سے انکار کرتے ہیں تو یہ معجزہ ایک غیر متواتر روایات سے ہے پانی کا بستہ ہونا اور وزن سیالات کا یہ پانی جو ہم پیتے ہیں اور آب دریائے شور اور تمام دنیا کے پانی سب کا سیلان یعنی روانی اور بستہ ہونا اس میں جو قوانین قدرت کے اور عجائب صنعت الٰہی ہیں انکا بیان قدیم اور جدید فلسفہ میں بہت کچھ ہے ہمکو تین چار خواص پانی کے دکھلانے منظور ہیں پہلے تو یہ کہ پانی اگر دس قسم کے ہوں اور یکجا کر دو سب ... تو نہیں بلکہ تحلول کرنے سے ادویہ مختلفہ کی غرض یہی ہے کہ سب یکذات

اور متحد ہو جائیں چنانچہ علم اکسیر اور قدیم کیمسٹری کا جب ہم ذکر کرینگے اسکو لکھینگے اس نیچر کے خلاف دیکھو قدرت نمائی خدا کی جہاں گنگا جمنا کا الہ آباد میں سنگم ہوا ہے دونو دھاریں الگ بہ رہی ہیں جنکے لحاظ سے گنگا جمنی کی اصطلاح رنگ آمیزی میں مشہور ہوئی ہے اور یہی عجائب پرستی ہنود کو پراگ اشنان کی باعث ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ دو سیال چیزوں میں جو ہلکا ہو یعنی جسکی گریوٹی کم ہو وہ اوپر رہیگا چنانچہ طبعیات میں ثابت ہوا ہے انحفیف لطفو نیک چیز اوپر ترقی ہے مگر جب دونوں کی گریوٹی (وزن صنفی) برابر ہو پھر اختلاط اور آمیزش سیالات میں ضروری قاعدہ ہے ہماری غرض اس بیان سے یہ ہے کہ قادر مطلق پابند اس نیچر کا نہیں ہے چنانچہ ہمنے گنگا جمنا کے دھاروں کی نظیر پیش کردی اسیطرح بعض مقامات میں کنوئیں ایسے دیکھے ہیں کہ ایک طرف کا پانی میٹھا جس سے دال بخوبی گلتی ہے اور دوسری طرف کا پانی کھاری ایک طرف کا ہلکا دوسری طرف کا بھاری یہ اس سے بھی زیادہ عجیب قدرت نمائی خدا کی ہے کہ آب راکد یعنی بستہ اور ٹھہرا ہوا پانی اور پھر باہم ملتے نہیں پاتا ہے سمندر کے پانی کا رنگ دریائی مسافروں سے پوچھو اور اس قاعدہ اختلاط کا ضروری نہونا اور خدا کا پابند اس نیچر کا نہ ہونا معلوم کرو پانی کا دوسرا نیچر پانی کا یہ بھی خاصہ ہے کہ اپنے ہموزن شے کو ڈوبنے سے روکتا ہے اسی قاعدہ پر بنا کرکے کشتی اور جہاز وغیرہ دریا میں چلاتے ہیں مثلاً اگر ہزار من کا بوجھ ناؤ یا جہاز پر ہو اسکے نیچے کم ہزار من وزن پانی کا اگر ہوگا تا ؤ نہ ڈوبیگی اور بنظر احتیاط ہزار من سے زیادہ وزن پانی کا ہونا چاہئے۔ یہ نیچر پانی کا غیر ذی روح اشیا میں جاری ہے آدمی جب تک زندہ ہے اور تیرنا نہیں جانتا ہے کسیقدر گھرا پانی ہو ڈوب جاتا ہے اور ادھر مر فوراً اسکی لاش اوترا ئیگی اگر پانی اس جگہ اسکے جسم کے وزن سے برابر یا زیادہ ہو۔ اس نیچر کے ٹوٹنے کی واہی تباہی دلیلیں فلاسفہ بیان کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے کہ قادر مطلق نے اپنی غیر پابندی کے ثبوت کا یہ نیچر شکن قاعدہ رکھا ہے۔ پھر یہ

بھی خیال کرو کہ پانی خود جذب مرکزی زمین سے نیچے گرتا ہے اور دیگر اشیا کو جن پر علاوہ ارضی غالب ہے اسکو مخالف جذب مرکزی زمین کے اوپر کو اٹھاتا ہے یہ کیسی الٹی بات ہے کہ اپنے جسم کو زمین کے جذب سے روکنے پر قادر نہیں اور دیگر اشیا کو برخلاف جذب مرکزی زمین کے اوپر چڑھاتا ہے۔ پانی کی نرمی اور پتھر وغیرہ کے سختی دونوں جذب مرکزی زمین کے مقابلہ کرنے میں قادر مطلق نے برابر کردی ہیں پانی کا تیسرا نتیجہ پانی کا سیال ہونا بظاہر اسی وجہ سے ہے کہ مسامات میں پانی کے ہوا بھری ہوئی ہے ہم نے صفحہ ۲۲ میں اس عمل کا ذکر کیا ہے کہ بذریعہ ایرپمپ کے جب ہوا پانی کی نکالی جاتی ہے پانی جم کر برف ہوجاتا ہے مگر ایک عجیب خاصہ یہ بھی اُسوقت پانی کا ظاہر ہوتا ہے کہ جمنے سے پہلے ایک جوش اور اوبال پانی میں آتا ہے جیسے سوڈا واٹر کی بوتل میں کاگ اوبھارنے سے ادھر ہوائے بیرونی اُس میں پہونچی اور اُبال آیا خالص پانی کے ہوا نکالنے سے اُبال اُس میں آتا ہے فلاسفہ طبعئیین اسکی دلیل بھی اناپ شناپ لکھتے ہیں مگر ہمکو اُنکے تسلیم کرنے خواہ رد کرنیکی اسوقت ضرورت نہیں ہے ہمکو اسیقدر دکھانا منظور ہے کہ پانی میں جب ہوا یا حرارت داخل کرو مثلاً آگ پر چڑھاؤ اُسوقت بھی اُبال آتا ہے اور جب ہوا کے گرم پانی سے ایرپمپ کے ذریعہ سے نکالو تب بھی اُبال آتا ہے۔ کیا عجیب قدرت نمائی خدا کی ہے کہ جب پانی کی حرارت تھرمامیٹر کے نقطہ جوش پر پہونچے تب بھی اُبال آتا ہے اور جب پانی کی برودت نقطہ انجماد پر تھرمامیٹر فارنہیٹ کے پہونچے تب بھی جوش آتا ہے اب فرمائے جناب نیچرل صاحب خداوند نعمت غلیان اور جوش کا سبب حرارت ہے۔ یا برودت یا محض قدرت قادر مطلق کی ہے جب چاہے غلیان کو پیدا کردے نہ حرارت اسکا سبب اصلی ہے اور نہ برودت بلکہ یفعل اللہ ما یشاء قادر مطلق کو اختیار ہے کہ جو چاہے سو کرے بقراط کی سوانح عمری میں لکھا ہے ایک مرتبہ بقراط نے ایک جانور کی قربانی کی تھی جب قربانی کا گوشت دیگ میں رکھا جس میں ٹھنڈا پانی بھرا ہوا تھا فوراً پانی گرم ہوگیا اور ایسا اُبال دیگ میں آیا کہ منہ تک اُسکے پہنچ گیا۔ اور بدون آگ پر چڑھانے

وہ گوشت نجپنہ ہوکر طیار ہوگیا۔ شیلون حکیم کو یہ بدشگونی از روئے علم کہانت کے ہوئی اُس نے بقراط کو نکاح کرنے سے منع کیا۔ بقراط اُسکی بات سُنکر ہنسنے لگا کہ یہ بیہودہ بکتا ہے تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۲ یاد رہے کہ ہم حضرت موسیٰؑ کا معجزہ عبور دریا کا جب لکھینگے اُسوقت ان اصول کو پھر یاد دلائینگے ذرا ٹھہر جائیے۔ پانی ہیں جو عجائب خواص قدرت نے رکھے ہیں اُنکے بیان کو سیکڑوں اجزا کتاب ہذا سیاہ کردوں جب بھی قطرہ از دریا بیان نہو سکے۔ اسی جزر اور مد کو لیجئے سمندر تو اعظم دریا ہے ذرا کلکتہ میں بھاگیرتھی کے بان کا تماشا دیکھئے کہ کسقدر اونچا پانی اُٹھکر آتا ہے۔ ارسطو کی تاریخ پڑھئے اتنا بڑا فیلسوف جسکو معلم اول کا خطاب ہے اسی جذر اور مد کے سبب نہ جاننے سے آخر بیچارہ نے دریائے داوریب میں آپ کو ڈبو دیا اور یہی کہتے کہتے مرگیا کہ دریائے داوریب مجھے نگلجا ہے کہ باایں ہمہ فلسفہ دانی مجھے اسکے جذر اور مد کے سبب پر اطلاع نہوئی اور کیسی نادانی کی بات ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو ارسطو کی عقل پر اور اسکے جملہ عقاید پر بہت کچھ ہنسنا چاہیئے۔ پانی کا چوتھا نیچر پانی کا عام قانون یہ ہے کہ حرارت سے پھیلتا ہے اور برودت سے سمٹتا ہے اور یہی اُسکا نیچر ہے اب یہ قانون قدرت دیکھو اسکے خلاف جب پانی ۳۲ سے (۳۹ ۵) درجہ کے حرارت کی زیادتی سے پانی میں سمٹنا پیدا ہوتا ہے اور کمی حرارت سے پانی میں انبساط یعنی پھیلاؤ پیدا ہوتا ہے لیکن ۳۹۵ درجہ سے اوپر پھر عام قدرتی قانون کے موافق حرارت کی زیادتی سے پانی پھیلتا ہے اور حرارت کی کمی سے سمٹتا ہے اور یہ سمٹنے کی کیفیت پانی میں رہتی ہے تا اینکہ چار درجہ سے لیکر ایک درجہ حرارت تک پانی پہونچے اور ایک درجہ کے نیچے پانی جم کر برف ہوجاتا ہے یہ نیچر شکن قانون پانی کا کیسی حکمت ہے اور بندگان خدا ساکنان یورپ وغیرہ کیواسطے خدا نے رکھا ہے جسکو دیکھو کتاب اکسیر اعظم جلد اول کیمیائے جمادات ہیں۔ اور کیسی قدرت اور اختیار تمام قادر مطلق کا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہی پانی گرمی پہونچنے سے پھیلے اور وہی پانی گرمی ہی سے سمٹے۔ کوئی کیمسٹ اور فلاسفر اس میں چون وچرا کرسکتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آفریدگار پانی کا

ف برودت قدیم ہے

اُسی کو اُسپر اختیار ہے کوئی قانون اُسکو پابند نہیں کرسکتا ہے جس فلسفہ کی بنا محض تجربہ پر ہو اُسکو نیچر سے کیا علاقہ فلسفہ قدیم کی بنا چونکہ علت اور معلول سے بحث کرنے پر تھی اور جہاں تک ان فلاسفہ کی عقل رسائی کرتے تھے علت اور سبب کی تلاش میں سرگرم رہتے تھے اور اپنے مقدور میں کمی نہیں کرتے تھے اگرچہ سوائے ان مسائل کے جو الہامی کتابوں سے خواہ انبیاے کرام سے اُڑتی پڑتی اُنکو ملجاتے تھے اور مسائل میں اُنکی غلط کاری ایسی ہی تھی جیسی جدید فلاسفر کی ہے تاہم اُنکو خلاف قانون قدرت (نیچر) کے واقع ہونے سے انکار کرنا ایسا نازیبا نہ تھا جیسا کہ فلاسفہ جدید کو نازیبا ہے۔ جو پیرو لارڈ بیکن کے ہیں اور محض تجربات پر بنا کرکے جدید مسائل کے معتقد ہو رہے ہیں یہ فلسفہ جدید ہمیشہ ناقص رہیگا اور کبھی قابل اطمینان نہوگا اور ہمیشہ اسکے اصول درہم و برہم ہوا کرینگے اسلیئے کہ ربط حقیقی اور سبب اصلی کے دریافت کرنے کا طریقہ اس فلسفہ میں گویا متروک ہوگیا ہے۔ ہمکو خوب یاد ہے پچاس برس آج سے پہلے جب کسی جدید تعلیم یافتہ کے سامنے کوئی مسئلہ علوم اسرار خمسہ مثلاً کیمیائے قدیم خاصکر علم اکسیر کا ذکر آتا تھا کیسے قہقہہ زنی یہ لوگ کرتے تھے۔ یا آج کا دن ہے۔ ایک ڈاکٹر نے اصلی چاندی ہی بنا کر اقرار کردیا کہ خالص چاندی بن سکتی ہے اور اب اسی ششماہی میں ایک امریکن کیمسٹ نے اعلان کردیا ہے کہ اصلی سونا بھی بنا لیا پاپونیر اخبار میں اسکا اشتہار بھی دیا ہے۔ حالانکہ یہ علم قدیم فلاسفہ نے فروع طبعیات میں اسکو داخل کرکے جسطرح طب اجسام کے مسائل کو اصول طبعیات سے مبرہن کیا تھا اسکو بھی اُسیطرح دلائل طبعیات سے مُدلل کیا ہے۔ اسوقت میں اس علم سے بحث نہ کرونگا آیندہ کے ابواب میں اسکو لکھونگا۔ آج تو میں جدید علوم کے تعلیم یافتہ لوگوں سے یہی پوچھتا ہوں کہ جب محض تجربہ پر بنا آپکے علوم کی ٹھہری اور علت اور معلول سے کچھ سروکار نہ رہا پھر آپ لوگوں کو قدیم علم قیافہ غیر طبعی جس میں ہاتھوں کے لکیروں کے خواص اور خال اور مسّہ و نولول اور ہاتھ پاؤں کے چکر اور بھونری خواہ عورت کے پیٹھ کی سانپین یا عورت

کے پاؤں کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی کے خواص یا آنکھوں کے رنگ اور جسامت
خواہ بالونکا کھورا ہونا یا سیاہ ہونا یا رنگ بدن کا زرد ہونا بقول سعدی موے میگون چشم ازرق
رنگ زرد + ہیچکس با ہیچ کس نیکی نکرد۔ ان خواص کو سنکر آپکو کیوں تعجب ہوتا ہے اور کیوں
آپ انکو ناممکن سمجھ رہے ہیں اب تو فرینالوجی کے جدید تحقیقات اور تجربات کثیرہ سے
ڈاکٹروں نے آدمی کے دانت کے شکل اور وضع سے اسکے اخلاقی امور پر حکم لگانا شروع
کر دیا ہے اور ہونا ہی چاہیے اسلیے کہ جب بموجب تصریح مسٹر رِیڈ صاحب وغیرہ یہی بات
قرار پا چکی کہ جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ سے دریافت کرتے ہیں وہی قانون قدرت ہے پھر
اگر ہمکو تجربات کثیرہ سے معلوم ہو جاوے کہ جس عورت کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی
پاؤں کی اُسکے انگوٹھے سے بڑی ہو ضرور وہ عورت بیوہ ہو بیگی خواہ جس عورت کے پیٹھ میں
سانپن ہو اور منہ اُس سانپن کا سوتے وقت شوہر کیطرف ہو اُسکا شوہر ضرور مر جائیگا اور
زندہ نرہیگا۔ ازین قبیل ہزاروں احکام علم سرود بان اور علم کوکھ اور قیافہ اور شگون حیوانات
اور چرند پرند اور نیز علم جوتش اور نجوم کے احکام جو لاکھوں مرتبہ تجربہ سے صحیح برآمد ہو چکے۔
اِسیطرح علم خواص حروف اور منتر جنتر دعا تعویز گنڈا اور سیکڑوں قسم کے ٹوٹکے اور صدقہ
دیا رو بلا الغرض جتنی باتیں پچھلے زمانہ کے تجربہ کاروں نے دریافت کیے ہیں سب صحیح
اور درست ہونگی۔ اسلیے کہ جب قانون قدرت رلا آف نیچر) یہی ٹھہرا کہ ایک چیز کا ہونا
دوسری چیز کے بعد مکرر تجربہ میں اور مشاہدہ میں آجاوے اور ربط حقیقی یکے بعد دیگرے
کا معلوم کرنا کچھ ضروری نہیں اور نہ ہماری عقل اسکو معلوم کر سکتی ہے پھر جسطرح ہم ہمیشہ
دیکھتے ہیں کہ بارود کو آگ جلایا کرتی ہے یا پانی سے آگ بجھ جاتی ہے خواہ مقناطیس لوہے
کو جذب کرتا ہے خواہ کہربائی اور برقی طاقت اپنے افعال اور آثار ہمیشہ پیدا کرتی ہے اسی
طرح خواص کیمیاوی اجسام میں اپنے افعال کرتے ہیں اور لاکھوں اصول اور قوانین قدرت
ہم اسی اصول تصفیہ پر بنا رہے ہیں پھر وہ اصول جنکو لاکھوں مرتبہ تجربہ کر کے ہزاروں برس
کی محنت اور کوشش سے اہل تجربہ نے خواص تعبیر جسمانی کو ضبط کیا ہے انکو غلط کہنا اور

اُنکے ماننے والوں کو گرفتار اوہام سمجھنا انکی کیا وجہ آپ بیان کر سکتے ہیں انصاف تو یہی
چاہتا ہے کہ پابند اصول تصفیح اور مقلدین ڈی کارٹس اور لارڈ بیکن وغیرہ جو فلسفہ جدیدہ
کے معتقد ہیں انکو لازم ہے کہ ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی سے یا ہمارے مخالفین پابند فلسفہ
قدیمہ سے اُن خواص غیر طبیعی پر زیادہ ایمان لائیں۔ اسلیے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی منجم حکم
کرے کہ آپکے گرد آج کے دو گھڑیا ساعتیں نحس میں خراب ہو رہی ہے اور کوئی ستارہ آپکا آج بلی
یعنی نحوست پر ہے جو گنی یا رجال الغیب بھی اور دساسول پورب جاتے وقت سامنے
پڑیگی اسلیے کہ آج سیسبار یا سنیچر کا دن ہے سوم سنیچر پورب نہ چالو۔ اسی طرح اور نظرات
کواکب بسبب ہمارے نحوست ایام کو ثابت کرے تو ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی اگر منجم کے
قول کا بطلان اُسکے قاعدہ سے بوجہ اپنی لاعلمی کے نہ کر سکیں اور جسطرح ہمارے امام علی
ابن ابیطالب نے پوری تغلیط اُس منجم کے قواعد نجوم سے کردی تھی جو حضرت کو جنگ
نہروان میں ایک روز خاص معرکہ آرائی سے روکتا تھا۔ تاہم اتنا تو ہم ضرور کہ سکتے ہیں
کہ ہمارے اصول مذہبی کے رُو سے جملہ خواص نجوم پر عقیدہ کرنا دُرست نہیں ہے اور ہمارے
نبی صلعم نے فرمایا ہے بارک اللہ یوم السبت والخمیس پنجشنبہ اور ہفتہ کا روز خدا نے
سفر کرنے اور دیگر امور کیواسطے مبارک مقرر فرمایا ہے اور جوگنی اور دساسول وغیرہ کا کہیں
پتہ ہمارے ہادیان برحق نے نہیں دیا ہے لہذا ہمکو منجم کے وسوسہ سے یہی پابندی مذہب
کے نجات دینے کو کافی ہے۔ اور فلسفہ قدیمہ جسکی بنا ربط حقیقی اور سبب عقلی دریافت
ہونے پر ہے اور فقط اصول تصفیح اور تجربات موہومہ پر نہیں ہے اُسکے پابند نجومی کے قول
کو یوں باطل کرینگے کہ جوگنی اور دساسول کیا چیز ہے اور کواکب سیارہ کے آثار غیر طبعی پر کوئی
برہان قائم نہیں ہے تجربہ امر ظنی قابل اطمینان نہیں ہے ربط حقیقی سعادت اور نحوست
سیارات کا کسی دلیل عقلی سے ہرگز ثابت نہیں لہذا ہم کیوں نجومی کے لغو احکام کو مانیں
آپ فرمایئے جناب نیچرل صاحب آپکا مدار تو فقط اسی پر ہے کہ اگر تجربات کثیرہ سے ایک امر
کا ظہور بعد کسی امر کے ثابت ہو جائے بس وہی اُسکا نتیجہ ہے وہی اُسکا سبب حقیقی ہے۔

وہ کبھی بدل نہیں سکتا اسی پر کارخانہ عالم چل رہا ہے بلکہ اسی کا پابند قادر مطلق بھی ہے
نعوذ باللہ پھر آپکو ان خواص سے انکار کرنا اور انکے ماننے والوں پر قہقہہ زنی کرنے کا کیا
منصب ہے بلکہ اگر براہ نہ مانئے گستاخی معاف آپکو تو سب سے پہلے ان اوہام کا عقیدہ کرنا لازم
ہے سو آنکہ کمال عیب خود نشستند خندند بر عیب دیگران چہ رسند۔ آپکی یہ بھی روشنی جو تعلیم علوم
جدیدہ سے حاصل ہوئی ہے اس تاریکی جہالت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے جو ہم پابندان
مذہب آسمانی کو آپ گرفتار اوہام مذہبی سمجھکر قہقہہ زنی کرتے ہیں اسلئے کہ ہم لوگ اور آپ
لوگ دونوں اسی امر میں مجبور ہیں کہ سبب وقوع حوادث ارضی اور سماوی کی پوری تحقیق
کریں ہم بھی جب دیکھتے ہیں کسی چیز کو کسی میں اثر کرتے ہوئے مثلاً اسٹیم کی طاقت سے
ریل گاڑی کی رفتار اسوقت ہم کہتے ہیں کہ خدا نے یہ اثر اسٹیم میں رکھا ہے اور کیوں دیا
ہے اسکو ہم بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اور آپ بھی ہزار طرح کے توجیہات کیجئے مگر آخر درجہ پر آپکو
بھی یہی کہنا پڑتا ہے کہ قدرت نے خواہ فطرت نے یہی اثر اس میں دیا ہے اور ربط حقیقی
کے دریافت کرنے سے جیسے ہم عاجز اور درماندہ ہیں اس سے زیادہ آپ بھی عاجز ہیں اب
اسی جگہ پر ہم آپسے انصاف طلب ہیں کہ آخر یہ کونسی عقل ہے کہ جس چیز کے سبب کو کوئی
نہ جانے اور اسکے ہونے اور نہونے کی دلیل کو نہ سمجھ سکے اور بے سمجھے بوجھے کہدے کہ ایسا
کبھی ہو نہیں سکتا اور جو کوئی اسکے ہونے یا نہونے کا کسی معتمد اور سچے حکیم عالم علوم
لدنی (انبیا) کا معتقد ہوکر اقرار کرے اسپر قہقہہ زنی کرے اور اسکو [illegible]
سمجھے تو آپ لوگوں سے زیادہ ہمکو آپ کی نادانی اور جہالت پر قہقہہ زنی کرنی سزاوار ہے مگر ہم
لوگ اپنی تہذیب مذہبی بلکہ عین تہذیب عقلی کی وجہ سے بجائے ہنسنے اور قہقہہ زنی
کرنیکے آپکی جہالت اور نادانی پر ہمدردی انسانی سے افسوس کرتے ہیں علاوہ اسکے غرض
یہی ہے کہ جو چیز ہماری سمجھ میں آجاوے اسکو شد و مد اور بے تردد تسلیم کریں اور جو چیز سمجھ
میں نہ آوے اسکے ہونے یا نہونے کے سمجھنے کے درپے ہوں تاکہ ہماری معلومات میں ترقی
ہو اور یہ تو خاص جاہلوں کا طریقہ ہے کہ جو چیز انکی سمجھ میں نہ آوے [illegible] انکار کر بیٹھنا

اگر جدید تعلیم کا یہی اثر ہے پھر ایسے علم میں اور جہل میں فرق کیا رہا بلکہ جاہل مطلق کو تو
ہم معذور بھی کہہ سکتے ہیں اور پڑھے لکھے جاہل کو کیونکر معذور کہہ سکینگے ۔ دیکھتے ہر زمانہ
میں اور ہر ملک میں بکثرت بہت کے وجود کی خبر مشہور تھی اور عوام کو عقیدہ تھا اور
اب بھی ہے کہ شیشتان جنگلوں میں رات کو روشنی کرتے پھرتے ہیں اور قبروں سے روشنی
نکلتی ہے اور فلاسفر اسکو چنڈول آپ کے قہقہہ زنی کرتے تھے ۔ آخر ۱۶۶۹ء میں کیمیسٹ
برانڈ صاحب اسکو تسلیم کر کے جب درپے تحقیقات ہوئے ایک ایسی مفید چیز کا وجود
حیوانات کی ہڈیوں میں ثابت ہوا جسکو فاسفورس کہتے ہیں اور جو رات کو اندھیری میں
خود بخود روشن ہو جاتا ہے اور جسکے ذریعہ سے آج سیکڑوں فوائد ہمکو حاصل ہو رہے ہیں
ڈاکٹری اصول سے قوت باہ کی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے چہ خوش ہینڈی کی چلی مدد کو
ایک دیا سلائی ایسی مفید چیز اسی سے بنتی ہے جسکے فوائد آج ہمکو کسقدر پہنچ رہے ہیں
حضرت موسیٰ کا ید بیضا کیوں جناب نیچرل صاحب جب ہڈی میں فاسفورس کا
ہونا ضروری اور یقینی ہو چکا اور حضرت موسیٰ کے بدن میں اور خاصکر ہاتھ میں بھی ہڈی
تھی اس میں بھی فاسفورس ضرور ہوگا اور وہ فاسفورس چمکدار اور روشن بھی ہوگا ۔
اب مادہ روشنی کا تو انکے ہاتھ میں حضرت موسیٰ کے ہونا خلاف قانون قدرت نہ ہوا بلکہ
مطابق نیچر کے ہوا اب یہی بات باقی رہی کہ فاسفورس اندھیرے میں یعنی جب آفتاب
کی روشنی نہو تب روشن ہوتا ہے اور حضرت موسیٰ کا ید بیضا دن کو بھی چمکتا تھا جیسے
ستاروں کی روشنی دن کو چھپ جاتی ہے اور رات کو ظاہر ہوتی ہے پھر کیا بعض ستارے
دن کو بھی نظر آتے ہیں آپ انکے وجود سے منکر ہیں اسیطرح اگر قادر مطلق اور حکیم برحق
تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں اسقدر مادہ فاسفورس کا دیا ہو کہ دن کو
بھی روشن ہو جانے کو کیسی دلیل عقلی اسکو محال کر سکتی ہے اب یہ بھی ثابت ہے کہ فاسفورس
ہڈی کا جلد کو توڑ کر باہر نکل کر روشنی دیتا تھا یہ محض نادانی ہے قبروں کی مٹی جب برانڈ
صاحب کو ثابت [illegible] ہم نہ مانیں تو نادانی [illegible] حضرت موسیٰ کی اسکے

ظہور سے کیونکر منع کر سکتی تھی اب اگر کوئی دہریہ منکر نبوت یوں کہے کہ جب فاسفورس ہی سے ید بیضا کی روشنی تھی پھر یہ معجزہ کیوں ہوا یہ تو سب کی ہڈیوں میں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ معجزہ اس میں تین اسباب سے تھا (۱) تو فقط ہاتھ کی ہڈی میں اسقدر فاسفورس کا ہونا (۲) دن اور رات برابر اُسکا روشن ہو جانا (۳) جسوقت حضرت موسیٰ چاہتے تھے اُسوقت روشن ہوتا تھا جسکو پوری دلالت اسپر ہے کہ معجزہ باختیار قادر مطلق ہے۔ کوئی امر طبعی اور ضروری مثل روشنی فاسفورس کے نہ تھا۔ اور یہی مابہ الفرق معجزہ انبیا اور دیگر خوارق عادات میں ہے جسکا سید صاحب انکار کر رہے ہیں معذرت بخدمت پیروان مذہب سیجانی یہ ہے اگرچہ ید بیضا کو بفرض فاسفورس کے بھی میں نے معجزہ ثابت کر دیا مگر میں ید بیضا کو سچ مچ فاسفورس کے ذریعہ سے اعتقاد نہیں کرتا ہوں بلکہ نیچرل فلاسفر کے اصول پر اُسکا ممکن ہونا بتلا رہا ہوں ورنہ میرا خدا ہڈی اور چمڑے اور رگ و پٹھے ہر چیز کو اُسیطرح چمکدار بنا سکتا ہے جسطرح آفتاب اور ستاروں کو نورانی کر رہا ہے کیا جگنو کی روشنی یا خراطین یعنی کیچوے کے مٹی میں فاسفورس ہی کا مادہ ہے یا نینیال کے پہاڑ پر وہ لکڑی جو رات کو مثل شمع کافوری کے خود بخود روشنی دیتی ہے اور ہمنے خود دیکھی ہے اُس میں فاسفورس بھرا ہے کلا واللہ بلیٰ واللہ ہاں جناب یہ تو جملہ معترضہ تھا اور ابھی سید احمد خان صاحب کی تقریر پر جو دربارہ ید بیضا کے انکو انکار ہے ہمکو بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ امور قدرتی کا جو انکار ہمیشہ آپ کیا کرتے ہیں اور خواص غیر جسمانی مثل سعادت اور نحوست کواکب یا غیر کواکب مثلاً حیوان اور انسان کے خواص غیر طبعی جیسے کسی آدمی کا سبز قدم ہونا یا گھوڑے اور بلی اور بوم یعنی اُلو وغیرہ کی نحوست خواہ اور قسم کے شگون اور بد شگونی یا دن اور تاریخ کی سعادت اور نحوست مثلاً قمر در عقرب کی نحوست یا نحس اکبر کو اوہام مذہبی قرار دینا خواہ ستاروں کی نحوست یا علم سرودھا ہیں جو آدمی کی شمسی اور قمری سانس کے خواص میں خواہ اوڈائل یعنی وہ روشنی اور نور انفساقی جو ہمارے نفس ناطقہ اور روح میں خدا نے پیدا کیا ہے جسکے تصرف سے ہم اُن چیزوں

معجزہ کا عادت

پر غالب آجاتے ہیں اور جسکو مسمریزم سے پورا تعلق ہے اور ہم معجزات کا فرق اسکے ذریعہ بھی ثابت کرینگے۔ الغرض جسقدر خواص غیر طبعی آج دنیا میں ہمارے چشم دید ہو رہے ہیں اور لاکھوں تجربات اسکے بڑے بڑے حکما اور فلاسفر کر چکے ہیں ان سب باتوں کا انکار آپ کس دلیل سے کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارا روے سخن اسوقت خاص جدید تعلیم یافتہ کیطرف ہے اور ان لوگوں کا مدار فقط اصول تصفیہ پر ہے اور محض تجربہ سے جو حکم عام ثابت ہوجائے اسی کو قانون قدرت اور لاآف نیچر کہتے ہیں یہ لوگ ان خواص مجربہ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یوں کہیں کہ خواص طبعی اجسام کی قوت جسمانی سے تعلق رکھتے ہیں اور قیاس ہمارا اسی کو قبول کرتا ہے کہ جسم کا جو اثر جسمانی ہو وہ اسکے مناسب ہے اور غیر جسمانی اثر اسی چیز میں ہونا چاہیے جو کہ خود غیر جسمانی ہو اور سعادت اور نحوست کوئی اثر جسمانی نہیں لہذا جسمانی چیزوں میں مثل ستاروں کے خواہ حیوانات چرند اور پرند وغیرہ کے انکا پایا جانا خلاف عقل ہے یہ بات اگرچہ بالکل غلط ہے اسلیے کہ روح اور نفس کا ہونا جب ان اجسام میں مان لیا گیا اور غیر جسمانی شے مثلاً نفس جب جسم میں ہوا پھر آثار غیر جسمانی کا ظہور جسم میں کیوں ناجائز ہوگا تاہم فلسفہ قدیمہ کے اصول پر البتہ یہ شبہہ پیدا ہو سکتا ہے جسکی بنا برہان پر ہے اور جدید فلسفی جو محض تجربہ کے پابند ہیں وہ اس شبہہ کو نہیں کر سکتے انکو برہان اور دلیل عقلی سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔

باب بیسواں ان خواص غیر جسمانی کا بیان اور اثبات وجود عالم غیر مادی کی تمہید

کوئی آدمی کیوں نہ ہو کسی چیز کا اقرار یا کسی چیز سے انکار بدوں کسی غرض کے نہیں کرتا بشرطیکہ مجنون اور مست بیہوش نہ ہو پھر جب غرض کیوجہ سے اقرار اور انکار ہر چیز کا ہے اب عالم غیر مادی کا اقرار ہم لوگ پابندان مذہب کو اور اسکا انکار دہری اور نیچرل لوگوں کو کسی نہ کسی غرض سے ہوگا۔ وہ اغراض جو منکرین عالم غیر مادی کو ہیں انہیں کا بیان کرنا ہمکو ضرور ہے۔ عالم غیر مادی سے کیا مراد ہے کہ جس میں خواص مادہ کے نہوں۔ مادہ کے خواص کیا ہیں۔ مثلاً زمانی ہونا گرم اور سرد ہونا رنگین ہونا بدمزہ خوش مزہ ہونا جگہ اور مکان میں سمانا

حرکت کرنا پیمایش میں آجانا الغرض ہمارے حواس خمسۂ ظاہری میں سے کسی حس سے
اسکی موجودگی ثابت ہو خواہ دو حواس خواہ تین چار پانچ سے وہ شئے اگر محسوس ہو وہی
مادی کہلائیگی۔ فرض کرو کہ ایک نارنگی ہمارے سامنے رکھی ہے اس میں رنگ بھی ہے اور مزہ
بھی ہے اور خوشبو بھی ہے اور گولائی بھی ہے کہ ہم اسکی پیمایش بکعب گز بھی کر سکتے ہیں
اب ہمارے چار حواس اسکی موجودگی پر متفق ہیں آنکھ سے ہم اسکو دیکھتے ہیں ہاتھ سے اسکو
چھو سکتے ہیں زبان سے اسکا مزہ چکھ سکتے ہیں ناک سے اسکی بو سونگھ سکتے ہیں اور اگر
سخت ہو گئی ہو اور اٹھا کر اسکو پھینکیں اسکے گرنے سے جو آواز پیدا ہوگی وہ بھی سن
لینگے۔ اب پانچوں حواس سے ہم اسکی موجودگی کا یقین کرینگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مادہ سے
جو اشیا بنے ہیں انکو ہمارے حواس خمسۂ ظاہری دریافت کرتے ہیں اور جن چیزوں کو ہمارے
حواس دریافت نہ کر سکیں انکی تین قسمیں ہیں پہلی قسم تو وہ ہے کہ انکے آثار اور افعال کو
ہمارے حواس محسوس کرتے ہیں جیسے قوت جاذبہ ہضم طبیعی کہربائی یا قوت دافعہ جو ہمارے
بدن میں پیشاب پاخانہ پسینا وغیرہ فضلات کو نکالتی ہے ... یا قوت ہے کہ ایک
خاص پتھر کو سرکہ میں ڈالو یا باہر پھینک دو ... اس پتھر کو ... یا ایک
قسم کا بیج کسنی گھاس کا ہوتا ہے کہ ادھر اسکو پانی میں ڈالا اور کھینچ کر باہر آجاتا ہے اور چور کا
نام نکالنے والے یہی شعبدہ کرتے ہیں کہ جسپر ظن غالب ہوا وہ ٹوٹا سیا لے اسی کا نام کاغذ
پر لکھکر اسی تخم کو کاغذ سے لپیٹکر دس پانچ گولیوں کے ساتھ پانی میں ڈالتے ہیں وہ گولی پانی
سے باہر پر کھینچ کر آجاتی ہے اور مکینا وہ چور بنایا جاتا ہے اسیطرح ہزاروں چیزیں ایسی کہ انکو تو
ہمارے حواس دریافت نہیں کر سکتے مگر انکے خواص اور آثار کے محسوس ہونے سے ہم انکی
موجودگی کا یقین کرتے ہیں دوسری قسم غیر محسوس کی مثلاً ہم خواب میں گہری نیند کیوقت
بہت سی آوازیں سنتے ہیں بہت سی چیزیں کھاتے پیتے ہوئے انکو دیکھتے ہیں بہت سی
چیزیں ہمکو اپنی شکلیں بے حجابی سے دکھاتی ہیں حالانکہ ہماری آنکھ بند ہے ہمارے کانوں
کی قوت اسوقت ایسی زائل ہے کہ اگر توپ بھی چھوٹ جائے ہمکو خبر نہ ہوگی پھر بھی خواب

کے امور کبھی تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہمارے خیال میں پہلے سے اُنکی صورت جمی ہوئی ہوتی ہے
اور بہت سے امور ایسے ہیں کہ ہرگز کبھی وہم اور گمان بھی اُنکا نہیں ہوتا بہت سے ایسے امور
ہیں کہ بطور پیشین بینی کے ہمکو خواب میں نظر آتے ہیں اور بعد بیداری کے ہم قطعی حکم کر دیتے
ہیں کہ فلاں امر پرسوں خواہ دس روز کے بعد یوں واقع ہوگا اور وہی ہوتا ہے یہ کیفیت
تو خواب طبعی کی ہے یعنی جو ہماری طبیعت کیوجہ سے روزانہ خود بخود پیدا ہوتا ہے اب
رہا خواب مصنوعی جو مسمریزم کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے اسکے آثار عجیبہ بھی ایسے نہیں ہیں
کہ انکا کوئی انکار کر سکے اسوقت ہم زیادہ طولانی بیان اُنکا نکرینگے کہ اصلی غرض فوت ہوگی
تیسری قسم وہ ہے کہ نہ اُسکے آثار اور نہ وہ خود ہمارے حواس سے محسوس ہو سکے بلکہ ہماری
عقل جو ایک غیر مادی چیز ہے وہی اُس موثر اور اُسکے اثر کو دریافت کرتی ہے اس تیسری
قسم کا ثبوت اور نفی ابھی ہم نہ لکھینگے ورنہ مصادرہ لازم آئیگا ہاں جناب پہلی قسم مثلاً
قوت جاذبہ مقناطیسی جس سے لوہے کو مقناطیس جذب کرتا ہے یا قطب نمائی سوئی
کو شمال کیطرف ٹھہراتا ہے یا مقناطیس حیلیمی بقول ڈاکٹر گرے صاحب جو لوہے
کی سوئی کو بچھم کیطرف ٹھہراتا ہے اور اب جدید معلومات میں سے بھی یہ قوت موجود تو
ضرور ہے مگر ہمارے حواس خمسہ اسکو محسوس نہیں کر سکتے ہاں اسکے اثر کو محسوس کرتے
ہیں اب اس قوت کو غیر مادی آپ کس دلیل سے کہتے ہیں اگر آپ ابیقور حکیم سوفسطائی
کیطرح کہدے کہ جسم سے غیر جسمانی چیز متعلق نہیں ہو سکتی ہے یا جلیبیا اور بعض فلاسفہ کا
قول ہے کہ عقل بھی ایک جسمانی چیز ہے ان باتوں کو صحیح اور غلط کرنے سے ہمکو طول تقریر
پسند نہیں ہے اتنا ہمکو دکھانا تھا کہ بعض چیزیں اجسام میں بھی ایسی ہیں کہ ہمارے حواس
خمسہ سے اسوقت تک محسوس نہیں ہوتی ہیں مگر اُنکے آثار کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ اب ہمکو
اسی جگہ دو عالم کا اقرار کرنا ضرور ہوا ایک تو اجسام جو ہمارے حواس خمسہ میں سے کسی ایک
حس سے خواہ دو خواہ پانچوں سے محسوس ہوتے ہیں اور دوسرا عالم ان چیزوں کے وجود
کا ہے جو اجسام میں ہیں مگر خواص عادۃ یعنی رنگ اور بو مزہ گرمی سردی حرکت وغیرہ سے

بری ہیں پھر جن چیزوں میں خواص مادہ کے ہوں انکو بھی ہم اگر اشیاء مادی کہیں سوائے
ہٹ دھرمی اور زبردستی کے اور اسکو کیا کہنا چاہیئے اگر آپکو اسکا اقرار ہے کہ ہاں انہیں
اجسام میں بعض چیزیں یا قوتیں ایسی ہیں جنکے اثر کو ہم دیکھ سکتے ہیں پھر تو ہمارا زور تقریر
اسی حد پر کارگر ہوگیا اور جن اور فرشتہ بلکہ خدا کا وجود بھی کچھ محال نہ رہا اور اگر آپ سوفسطائی
اور منکر اشیاء موجودہ ہیں تو ہم آپکے ہاتھ میں مقناطیس کو دینگے اور لوہے کی سوئی سامنے
کردینگے کہ اس میں چمٹ جائیگی اسوقت آپکو یا تو یہ کہنا ہوگا کہ ہاں سوئی چمٹ گئی یا یہ کہینگا
کہ نہ ہمارے ہاتھ میں لوہا تھا اور نہ سوئی چمٹی ہے سب اوہام اور تخیل ہے اسوقت آپکے
امراض دماغی کے علاج کی فکر کرنی ہوگی اب عالم خواب کا تھوڑا سا ذکر بھی کردوں۔ خواب کا
عالم ہی اور ہے اور پھر یقینی ہے کہ شاید کوئی آدمی اس سے انکار کر سکے۔ یوں تو سوفسطائی
بیداری کے محسوسات سے بھی انکار کرتے ہیں مگر ہمارے صاحب نیچرل ایسے نادان نہیں
ہیں کہ آگ پانی میں فرق نکریں لہذا ہم خاص اسلئے کہتے ہیں کہ خواب کے عجائب پر ذرا
غور کیجئے اور کہدیجئے کہ ہاں خواب بھی عجیب قدرت نمائی خدا کی ہے اسی خواب کی
تعبیر میں شاعر کہتا ہے ع دنیا خوابے است کش عدم تعبیر است۔ اسی خواب ہی
کے عجائب پر اگر آدمی خیال کرے کسی موجود غیر مادی کا انکار کرنا اسکو مناسب نہوگا
خواب طبعی اور خواب مصنوعی اور غائب بینی اور معجزہ کا فرق بھی ضرور سمجھنا
چاہیئے اعمال مسمریزم اور اسپریچولزم سے جو کچھ ہمنے اپنے نبی اور کل انبیاء کے معجزات
اوپر کے ابواب میں ایسے بیان کئے ہیں جن میں شبہہ نظربندی اور ہتھ پھیر وغیرہ کا کسیطرح
چل نہیں سکتا اور وہ سب معجزات عمل کامل اور عقل الہی سے متعلق ہیں اور منکرین نبوت
کا ہمیشہ سے یہی طریقہ چلا آیا ہے کہ جب خوارق عادات اور معجزات انبیاء کو جو علوم
طبیعیہ سے متعلق ہیں ان میں قیل و قال کی گنجائش نہیں پاتے تب نفسانی قوت اور
روحانی قدرت جو ہر ایک بشر میں فطرت نے دی ہے اسپر بنا کر کے کہتے ہیں سید احمد خان
صاحب کا قول صہ ۲۴۹ میں حضرت عیسیٰ کے بارہ معجزات سے انکار کرنے کے بعد یہ ہے

قولہ ہاں اسبات سے انکار نہیں ہوسکتا ہے کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے اور اس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے ہیں اور جن میں بعض کی علت ہم جانتے ہیں اور بہت سوں کی علت ہم نہیں جانتے بلکہ اسکے عامل بھی اسکی علت نہیں جانتے ہیں اسی قوت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوئی ہے جو مسمرزم اور اسپریچوالزم کے نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اسکے عامل تھے مگر اس علم سے ناواقف تھے یا اسکو مخفی رکھتے تھے۔ مگر جب کہ وہ ایک قوت ہے قوائے انسانی میں سے اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت تو اسکا کسی انسان سے ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو فطرت انسانی میں انسان کی ایک فطرت ہے فافہم وتدبر۔ میں نہایت ممنون ہوں کہ آپنے اس بات کو اقرار کرکے + کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے۔

مجھے تو یہ خبر غلط پہنچی تھی کہ سید صاحب کے تجربہ عمل کرنے اس امر کی مدعیہ مسمریزم سے انجھی ہوئی تو سید صاحب نے اس قوت کا بھی انکار کیا تھا مگر الحمدللہ کہ وہ خبر غلط مشہور ہوئی تھی۔ اور سید صاحب قوت نفسانی مسمریزم کے معتقد ہیں اسلئے کہ یورپ کے اخبارات اور مصنفات جدیدہ میں بھی اس قوت کا ثبوت اور اس عمل کا اقرار پڑھتے پڑھتے حضور کو چارہ انکار باقی نہ رہا۔ مگر افسوس ہے کہ حضرت کو سوائے تاریخ فلسفہ اور اور تاریخ منکرین نبوت کے اور کسی علم کی طرف توجہ نہ ہوئی اور مسمریزم سے تو ہمیشہ حضور کو نفرت ہی رہی لہذا بعض معجزات انبیاء جو قوت نفسانی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں انکی نسبت اگرچہ اقرار فرمایا مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہدیا کہ جب یہ قوت ہر ایک انسان میں فطرتی طور سے ہے جیسے قوت کتابت پھر اسکے افعال کو معجزہ کیوں کہہ سکتے ہیں اور فافہم اور تدبر کا جملہ اسواسطے ارشاد ہوا ہے کہ سید صاحب قوت کو بھی امر فطرتی اگرچہ پہلے میں اور صفحہ ۲۹ میں جنون اور قوت نبوت کے فرق میں یوں لکھا ہے ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون اور پچھلا پیغمبر۔ گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتلاتے تھے۔ نعوذ باللہ کہاں

ہیں وہ مسلمان جو سید صاحب کی خیر مقدم پر پھول نثار کرتے تھے اب اگر مزار شریف پر بھی
تو نثار کریں اچھا اب ہم بھی اسی قوت کے آثار اور افعال جو مقبول سید صاحب ہیں لکھیں
اور اس سے پہلے ہمکو اسکا بیان کرنا منظور ہے اور بارہا بیان کر بھی چکے کہ معجزہ کوئی
ایسی چیز نہیں ہے جو انسان کی قوت ہائے متصرفہ سے جداگانہ ہو خرق اسی قدر ہے کہ جو
قوت کتابت حضرت ہم سب میں خدا نے رکھی ہے اسکی نسبت عادت الہی یوں ہی جاری ہے
کہ ہم پہلے مفردات کی تختیاں لکھیں یا پڑھیں اسکے بعد مرکبات کو پھر اگر کوئی ناخواندہ
آدمی مدعی نبوت بالفطرت کے یاقوت رقم خان سے بڑھکر وصلی لکھدے اسی کو ہم خرق عادت
اور معجزہ سمجھتے ہیں اسیطرح یہ قوت نفسانی اور طاقت روحانی جو ہماری فطرت میں خدا
نے رکھی ہے اسکے آثار اور افعال بھی ہم سے ریاضت اور مشق کرنے کے بعد سستی اور عمدگی
سے صادر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص بدون مشق اور ریاضت کے مسمریزم کے وہ آثار
دکھانے لگے ضرور ہم اسکو معجزہ نما کہینگے بشرطیکہ دعوے نبوت کرتا ہو اس روحانی علم میں
ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جسکو یہ علم خدا نصیب کرتا ہے اور عمل نفسانی پر اسکو بھی قدرت
بذریعہ ریاضت کے ہوتی ہے اسکو بخوبی تصدیق معجزات جملہ انبیا کی ہو جاتی ہے سچ ہے قدر گوہر شاہ
داند یا بداند جوہری یہی وہ علم ہے کہ علما نفیس اور شرح قانون شیخ اور دیگر علمائے محققین
خوارق عادات اور معجزات انبیاء کا امکان اس سے ثابت کرتے ہیں اسلئے کہ نفس کی
تاثیر جسطرح ایک بدن میں ہوتی ہے تمام عالم میں اثر کر سکتا ہے حتی کہ آب دریا کو خون بنا دیتا
ہے اور ہوائے محیط زمین کو پانی بنا سکتا ہے جیسا طوفان نوح میں ہو چکا ہے بہرحال
علمائے روحانی کا اتفاق اسپر ہے کہ نفس انسانی کی تاثیر اعلے درجہ کی ہے ایسی تاثیر خدا
نے کسی شے میں نہیں دی ہے یہی مراد اس آیت سے ہے خدا فرماتا ہے میں نے اپنی
روح آدم میں بھردی ہے یہی علم ایسا خدا نے بنایا ہے کہ ہرگز کوئی دھوکھا اور شبہہ سچی
باتوں کے جاننے میں اس علم کے علما کو نہیں پڑتا ہے یہی علم اور یہی قوت خدا نے ہم میں
ایسی دی ہے جسکی تکمیل کے بعد پھر ہم فرشتوں پر بھی انکو فوقیت دینے لگتے ہیں یہی

علم ایسا زبردست ہے جسکے ذریعے سے شاگرد مشرق میں اور استاد مغرب میں اور درس استاد کا دونو جگہ آن واحد میں ہوتا ہے فلاسفہ ظاہرین تو ایک جسم کو دو جگہ آن واحد میں موجود ہونا محال کہدیتے ہیں اور فلاسفہ اشراقی انکے اس مہمل قول پر قہقہہ زنی کرتے ہیں ملول نہ ہو اے کلک نہیں سمجھ کہ یہ نازک مقام ہے آگے نہ بڑھ کہ رازوں کا افشا حرام ہے۔

اب ہم کو لازم ہے کہ سید صاحب کے قول کے ہر ہر فقرہ پر غور کریں اور انکی نادرستی کو بتلا دیں قولہ ہاں اسکا انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے میں کہتا ہوں دوسرے انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اسکا مطلب صاف نہ ظاہر ہوا مگر قاعدہ بلاغت سے یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک لفظ عام کے بعد لفظ خاص بولیں تو مراد اصلی اسی امر خاص سے ہوتی ہے لہذا مطلب سید صاحب کا یہی ہے کہ یہ قوت محض خیال ہی انسان کے اثر کرتی ہے اور یہ اثر محض خیالی اور وہمی ہوتا ہے کچھ اسکی اصلیت نہیں ہے اگر یہ مطلب ہے پھر تو اس قوت کا اقرار اور انکار دونو برابر ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ قوت جملہ قوتہائے جسمانی اور روحانی میں دوسرے انسان بلکہ غیر انسان از قسم موجودات عالم مادی اور غیر مادی سب میں اپنا واقعی اثر کرتی ہے ہاں مشاقی اور ریاضت سے ہم لوگ اور بدون مشاقی اور ریاضت کے مجہکا اس قوت سے بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔ امراض جسمانی جیسے پھوڑی اور ابتدائے نزول الماء اور تشنج عصبی اور کزاز اور لقوہ فالج درد سر مرگی اور لرزہ بلکہ چوتھیا لرزہ ان سب کو میں نے خود اچھا کیا ہے جب کبھی یادش بخیر مشاقی تھی اور یہ امراض وہمی اور خیالی نہیں ہیں بلکہ اصلی اور واقعی ہیں اس قوت کے اصلی ہونے میں تو سید صاحب کی تقریر اینچ پینچ کی ہرگز کوئی نہ سنیگا قولہ اور اس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے ہیں میں کہتا ہوں آپ کو ان عجیب امور کا ظہور خلاف نیچر معلوم ہوتا ہے کہ مطابق نیچر کے مگر جب یہ امر فطرتی انسان کا ہے پھر عجیب آثار کیوں ہونگے قولہ جس میں بعض کی علت ہم جانتے ہیں اور

بہت سون کی علت ہم نہیں جانتے میں کہتا ہوں کوئی شخص اسکا دعوی نہیں
کرسکتا ہے کہ جو اثر قوت نفسانی سے پیدا ہوتا ہے اسکی علت کیا ہے بجز اسکے کہ فطرت
نے یا خدا نے یہ اثر اس میں دیا ہے یہ قوت تو عالم غیر مادی سے ہے مادی چیزونکے آثار
مثلاً جذب مرکزی اور جذب مقناطیسی وغیرہ اسکی علت کون جانتا ہے قولہ بلکہ اسکے
عامل بھی اسکی علت نہیں جانتے ہیں میں کہتا ہوں آپ نے جن عاملان مسیمریزم
سے ملاقات کی ہے ضرور انکا یہی مقولہ ہوگا کہ سبب اصلی اثر نفسانی کا ہمکو معلوم نہیں
ہے مگر اس لاعلمی سے تو انکو اور آپکو یہی مناسب ہے کہ انبیاء کے معجزات کو اسی قوت
سے صادر ہونے کا شبہہ نہ کیجیے اسلیئے کہ جب ادراک سبب نہیں ہے پھر یہ خیال کرنا کہ معجزہ
بھی وہی اثر مسیمریزم کا ہے کیونکہ درست ہوگا مجہول السبب موثر کو ہر اثر میں موثر ماننا کسی
طرح جایز نہیں ہے قولہ اسی قوت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوئی ہے جو
مزمرزم اور اسپریچوایلزم کے نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اسکے عامل تھے مگر اس
علم سے ناواقف تھے یا انکو چھپاتے تھے میں کہتا ہوں آپکے اس دعوے زبانی کو فقط
وہی لوگ تسلیم کرینگے جو آپکا جامہ عقیدت پہنے ہوئے ہیں یہ علم قدیم ہے سنسکرت
عربی فارسی میں اسکی کتابیں سیکڑوں موجود ہیں جوگیان ہند اور فقراے اسلام اور
اہل تصوف اور فلاسفہ مشائیین سب اس قوت کو جانتے تھے اور اس عمل کو کرتے [illegible]
تھے اور کامل طریقہ اسکا درج کتب ہے بلکہ بعض امراض کے علاج میں طب یونانی جسکا
مدار جسمانی علاج پر ہے اس میں بھی قواعد علاج نفسانی کے طب روحانی سے مندرج
ہیں دیکھو ہمارے ترجمہ اردو قانون شیخ کو ہاں یہ خرابی اور خلط ملط ہے جیسے کہ یوروپ
کے مسیمریزم کرتے ہیں کہ یہ علم بھی علوم طبعیات میں داخل ہو جائے اور اسی وجہ سے ہر جگہ
غلطی کرتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں دیکھو طلسم فرنگ جو ڈاکٹر گریگرے صاحب
کی کتاب کا ترجمہ ہے ہر جگہ یہی کہ رہے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ اثر کیوں پیدا ہوا اور کیوں
غیر مترتب ضرر یا فائدہ اس سے ہوا پس آپکا یہ کہنا کہ اس علم کی اب بنا پڑی ہے محض آپکی

زور از وری ہے یوں فرمایئے کہ سیکڑوں برس چونکہ فلاسفہ یوروپ اپنی نادانی سے اسکا
انکار کرتے تھے اب ذرا راہ پر آتے چلے ہیں اور اسکا اقرار کرنے لگے ہیں اسیطرح کیمیا مختفی
اور خواص علم حروف جس میں جفر اور علم تکسیر وغیرہ بہت سے علوم داخل ہیں انکا بھی اقرار
اب فلاسفہ کرینگے علم قیافہ فرنیالوجی کو بھی اب اقرار شروع کیا ہے یاد رہے جی چھپائینگے
پھر چنے کی روٹی کھائینگے جسنے طلسم فرنگ کو دیکھا ہے اسکو خوب معلوم ہے کہ ڈاکٹر کرکے
صاحب نے جو جو شبہات لغو اس علم اور عمل کی نسبت لوگ اپنی نادانی سے کرتے تھے
اُنکے جوابات کیسے کیسے لکھے ہیں ویسے ہی شبہات معجزات انبیاء پر بھی وہی لوگ ہمیشہ
کرتے چلے آئے ہیں بہر حال قدمائے فلاسفہ ہر ملک کے اس علم کو جانتے تھے اور خوب جانتے
تھے اور چھپانے کیوجہ یہ ہے کہ ظاہری انتظام دنیا کا جن اصول پر چل رہا ہے اس میں بڑی
بدنظمی پیدا ہو اگر علوم اسرار کے اصول عام کر دئے جائیں اور ہم ان علوم کے چھپانے کے
وجوہ ایک جداگانہ باب میں لکھینگے قولہ مگر جبکہ وہ ایک قوت ہے قوائے انسانی میں سے
اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت کی تو اسکا کسی انسان سے
ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ فطرت انسانی میں انسان کی ایک فطرت
ہے فافہم وتدبر میں کہتا ہوں معجزہ کے معنی عام طور سے جیسے کہ عوام اور خیال سمجھ
رہے ہیں ہم نے صفحہ ۱۳۶ سے لغایتہ صفحہ ۱۵۱ معجزہ کے معنی بخوبی لکھدئے ہیں اور اب چونکہ
قوت روحانی اور افعال نفسانی کا مقام آگیا ہے پھر ہم آسانی فہم کے راہ سے بیان کرتے
ہیں سید صاحب کا یہ قول کہ جب یہ قوت ہر انسان میں بالقوہ موجود ہے اسی قول سے انکے
شبہہ کا جواب پیدا ہو گیا فرض کرو کہ انسان میں کتابت کی صفت بالقوہ موجود ہے یعنی
بالفعل وہ لکھنے پر قادر نہیں ہے اگر سیکھے اور مشق کرے اور قلم دوات کاغذ وغیرہ سب
سامان کتابت اسکو ملجائے اسوقت بالفعل کاتب ہوگا اور کاتب بالقوہ آدمی ہر وقت
ہے اسیطرح عالم دین ہونا کیمسٹ ہونا بیرسٹر ہونا ہر چیز کی لیاقت آدمی میں ہے
مگر بالفعل کیمسٹ وہی ہوگا جو کیمسٹری کو پڑھے اور اعمال کیمیائی کرتا ہے بیرسٹرت

عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

وہ ہی ہوگا جو اس قانون کا پاس کرے۔ اسی طرح مسمریزر وہی ہوگا جو علم اور عمل
مسمریزم کا ماہر اور مشتاق ہو۔ پھر جب ہر ایک قوت کے افعال کا ظہور مشاقی اور علم پر
موقوف ہے اور علم اور مشق کے درجات مختلف ہیں جیسے جسکی ذہانت اور عقل ہوتی
ہے ویسے ہی جلدی اور دیر میں آدمی کو علم اور عمل کی تکمیل ہوتی ہے اب اگر کوئی لڑکا
ایسا پیدا ہو کہ بعد ولادت فوراً بولنے لگے اور باتیں کرنے لگے اور جواب بھی ہر ایک بات کا
دینے لگے جیسے ہمارے نبی حضرت عیسیٰؑ کا حال قرآن مجید میں بصراحت مذکور ہے۔ یا کوئی آدمی
ان پڑھ جسنے کبھی ایک حرف نہ پڑھا ہو اور نہ لکھا ہو اور فوراً بڑی بڑی کتابوں کو پڑھنے
لگے یا جسنے کبھی سوئی میں تاگا نہ ڈالا ہو اور یکایک عمدہ بخیہ اور رفو کرنے لگے اس خرق
عادت کو ہم کیا کہینگے سوائے معجزہ کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے اگر دعوائے نبوت کرے
ہو۔ اسیطرح مسمریزم کا علم اور عمل جسکی قوت ہر بشر میں ہے مگر محتاج مشق اور ریاضت
کے ہے مثلاً ضبط خیال کا عمل اور تلقینی اثر جو ابتدائی درجہ ہے اسکی بھی کسی نے مشق
نہ کی ہو اور اعلیٰ درجہ کا اثر شفا طبیبی دوسرے پر یا خود اپنے اوپر کوئی شخص مدعی
نبوت پیدا کرے۔ یا مثلاً جذب امراض تو درکنار سلب امراض جو اعلیٰ درجہ قوت
خدا کا ہے اسکو شخص ناواقف آدمی نا مشق ہمراہ دعوے نبوت کرنے لگے ہم ضرور
اسکو معجزہ کہینگے۔ پس سید صاحب کا یہ قول کہ جب یہ قوت فطرت انسانی میں موجود ہے
پھر اسکے آثار اور افعال اگر کسی بشر سے صادر ہوں انکو معجزہ کیوں مانا جائے بالکل
نادرست ہے اسلیے کہ ظہور آثار قوت ہائے مذکورہ برخلاف قانون فطرت یعنی برخلاف قانون
عادی کے یہی معجزہ کہلاتا ہے افسوس یہ ہے کہ سید صاحب فقط سنی سنائی باتیں خواہ
اخبارات کی لغو کیسی انھیں پر بڑے بڑے مطالب اور اہم مسائل کو ناممکن اور ممکن
قرار دیتے ہیں۔ ذرا کسی مسمریزر سے تو پوچھے جسنے برسوں ضبط خیال یا عمل تلقینی کی
مشق کی ہو اور باوجود کمال مشاقی کے کبھی اسکا عمل خطا پڑا اور کبھی صواب پڑتا ہو
پھر جب وہ مسمریزر کسی ایسے شخص کو دیکھیگا جو بالکل غیر مشاق ہے اور کبھی اس کے

عمل اور نتیجہ عمل میں خطا ہوتی ہو نہایت اضطرار اور حق کوشے سے اسکو ماننا پڑیگا
کہ یہ قوت بدون امداد الہی اور تائید غیبی کے کبھی ہو نہیں سکتی ہم نے تاریخ علوم پر نظر
وسیع کی ہے اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہر ایک علم اور فن کا عالم اور عامل جبتک
دوسرے کو اپنے سے بڑھا چڑھا نہیں سمجھ لیتا ہے کبھی اسکو عالم اور عامل نہیں جانتا
ہے فرض کرو ہمارے نبی صلعم اور انکے برگزیدہ خلفا اور جانشین جو صاحب معجزات اور کرامات
مشہور ہیں اور یہ ہزاروں علمائے علم نفس جو آجتک گذر چکے یا آج بھی موجود ہیں اور
ہمارے نبی کو مؤید من اللہ تسلیم کرتے ہیں کیا یہ سب کے سب محض نادان اور بے عقل
ہیں اور کونسی غرض انکی اعتقاد نبوت میں پوری ہوتی ہے جو ان حضرت صلعم کو نبی اللہ
اعتقاد کرتے ہیں اور ایک عامل مسمیریزم کا نہیں کہتے۔ علاوہ براں بقول فلاسفہ یہ علم اور
عمل ایسا ہے کہ ہزاروں برس کی گذری ہوئی بات گذرے ہوئے آدمی کی کیفیت سچی
اور واقعی اسکے ذریعہ سے دریافت ہو سکتی ہے میں اہل اسلام کے علاوہ غیر مسلمین میں
بھی جو لوگ اس علم کے عامل ہیں انسے نہایت دعوے سے کہتا ہوں جب چاہیں اپنے
اوپر خواہ کسی معمول پر حالت استغراق یا غائب بینی پیدا کرکے ذرا ہمارے نبی صلعم کے
حالات کو دریافت تو کریں یہ بات کہدینے کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں سب اسی مسمیریزم
کے عمل سے خوارق عادات دکھلایا کرتے تھے یہ ایک جاہلانہ خیال ہے اسلئے کہ بڑے بڑے
مسمیریزر اور عامل اعمال نفسانی سابق میں بھی گذر چکے اور آج بھی دنیا خالی نہیں ہے سوائے
اسی شخص کے جسکو سچ مچ خدا نے رسول کرکے بھیجا تھا کسی کا دعوائے نبوت جھوٹا
کبھی چل سکا۔ اور شاید اگر دو چار ماہ چلا بھی پھر آخر وہی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کیا
سید صاحب خود تو اس علم کو جانتے نہ تھے کوئی بڑا جاننے والا ہمارے سامنے آئے اور ذرا
ثابت تو کردے کہ جھوٹی نبوت کا کام مسمیریزم سے چل سکتا ہے اور (۱۳۱۷) برس کے عوض
۱۳ برس ہی چلا تو دے جھوٹا منہ اور بڑی بات اگر کوئی مسمیریزر اور وہ بھی پورا ماہر اور
زبردست عامل ایسے لغویات کہتا تو ہم علمی اور عملی اصول مزمرزم اور اسپریچوالیزم ہی سے

اُسکی غلطی کو سمجھاتے اور سید صاحب تو بقول سعدی سہ اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ * اس کوچے سے واقف ہی نہیں انکے جواب میں ہم زیادہ کیوں دماغ سوزی کریں اب ایک عامیانہ خیال اور بھی باقی رہا اور اکثر جہال آزاد خیال کہدیتے ہیں کہ شاید فطرت نے انبیاءؑ میں یہ قوت ایسی پوری دی ہو کہ بدون تعلیم اور تعلم اور بدون مشق کے اعلیٰ درجہ کے آثار نفسانی اور روحانی ظاہر کرنے پر انکو قدرت تھی مگر کرتے بھی تھے کوئی معجزہ نہ تھا اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں ممکن ہے اور خدا کو ضرور قدرت ہے چاہے کسی بندہ میں ایسی قوت عطا فرمائے مگر جب خدا کسی بندہ میں جمیع قوتہائے نفسانی اور جسمانی اور جمیع صفات علم وکمال ظاہری اور باطنی کو جنسے اُسکی عام خلائق کی ہدایت کا کام چل سکتا ہے عطا فرمائے اور ہمکو اُسکے ہادی کامل ہونے کا یقین بھی ہو جائے وہی ہمارا ہادی اور ہمارا پیشوا وہی ہمارا مصلح اور وہی فرستادہ خدا اور نبی اللہ ہوگا اور ایسے ہی شخص کی تلاش ہمپر اپنے کاربراری دنیا اور آخرت کیواسطے واجب ہے اور یہی غرض معجز نمائی سے ہے اب رہی یہ بات سید صاحب کی خواہ کسی اور نیچرل دہریہ کی کہ جب یہ اثر فطرت انسانی سے ہے پھر اسکو معجزہ کیوں مانا جائے یہی مطلب ہمارے نبی کا بھی تھا جو بار بار بحکم خدا فرماتے تھے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰیٓ اِلَیَّ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم آدمی ہو فرق یہی ہے کہ مجھپر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے۔ اور تمپر نازل نہیں ہوتی ہے یعنی جو امور فطری انسان کے ہیں سب مجھ میں بھی ہیں مگر وحی الٰہی کا مجھپر نازل ہونا یہی مابہ الفرق مجھ میں اور عام خلائق میں ایسا ہے کہ میرا ہر ایک فعل قابل پیروی کے ہے اور حجت خدا ہے اور غیر نبی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

باب بائیسواں مذہب کی پابندی سر اسر خلاف عقل کے ہے اور انسان کی آزادی کو بھی منافی ہے اور سیکڑوں مذہب سے مذہب حق کا پہچان لینا یہ بھی تکلیف محال ہے۔ اس باب میں سات سوال اور اُنکے جواب درج ہونگے

سوال اوّل مذہب اور ملت کے سب اصول اگر عقل کے مطابق ہیں پھر تو فلسفہ اور حکمت

شبہ بر سوال پر اعتراض

اور مذہب ایک ہی چیز ہے نبی اور رسول خدا کی طرف سے تشریف لاکر فلاسفہ سے بڑھکر کیا کام کرینگے۔ ہمکو فلسفہ پڑھ لینا ہمارے آرام اور راحت اور نجات آخرت (بشرطیکہ عالم آخرت کوئی عالم مانا بھی جائے) کیواسطے کافی ہے۔ اور اگر مذہب کے سب اصول عقل سے مخالف ہیں پھر اُسکی پابندی کون عاقل تجویز کریگا اور اگر بعض اصول مذہبی مطابق عقل کے ہیں اور بعض مخالف اب وہی اصول جو موافق عقل کے ہیں ہمکو فلسفہ تبلا رہا ہے اور عقل کے مخالف اصول سب مردود ہیں پھر نبی کے آنیسے کیا فایدہ اور مذہبی پابندی سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا سوال دوم اگر کسی دلیل سے مذہبی پابندی ضروری بھی ثابت ہو اب فرمایئے کہ ہزاروں فرقہ مذہبی دُنیا میں موجود ہیں۔ مثلاً فقط اہل اسلام میں تہتر فرقہ ہیں اور ہر فرقہ اپنی مذہب کو سچا اور سبکو غلط کہ رہا ہے اگر بالفرض ہمکو عمر نوح بھی ملجاے اور سوائے تحقیقات مذہبی کے اور سب کام چھوڑدیں اور تکمیل اپنے نفس اور بدن کی جن علوم کے پڑھنے پڑھانے سے ہوتی ہے سب چھوڑ چھاڑ کرستو باندھ کر اسی کے پیچھے پڑیں جب بھی تو ہم کسی مذہب کو ہزاروں مذاہب میں سے سچا منتخب نہیں کرسکتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ اگر خدا کا وجود ہے اور وہ عادل اور منصف بھی ہی ایسے بار عظیم کی برداشت ہم سے ہرگز طلب نکریگا لہذا ہمارے پاس ایک چراغ ہدایت یعنی ہماری عقل جو اُسنے دی ہے اُسکی روشنی میں ہمکو چلنا اور اُسکی پیروی کرنی ہمکو لازم ہے اور تحصیل محال کے درپے کیوں ہوں جسکا انجام کبھی نہوگا سوال سوم مذہب کے پابند اپنے ہادی اور پیغامبروںکو کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ نہوتے دنیا کی آبادی اور خلق خدا کی معاش کا سرانجام جن صنائع سے چل رہا ہے۔ اور جن علوم کے اصول نظام انسانی کے بقا کے باعث ہیں انسان اُنکو ہرگز نسجھتا اور جو چیز ہمارے بقا کی رکھنیوالی ہے۔ وہ ہمپر کبھی ظاہر نہوتی ہم تو ان باتوں کو محض ان لوگوں کے دعوی زبانی سمجھ رہے ہیں۔ تاریخ عالم کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایجاد اشیاے ضروری فلاسفہ نے کی ہے اور اب بھی کررہے ہیں کونسے نبی نے کوئی شے ایجاد کی جو ہمارے بکار آمد ہو جر ثقیل اور زراعت اور طب اور کیمیا وغیرہ جسقدر علوم ہیں سب کے موجد بھی فلاسفہ ہمیشہ رہے۔ آج بھی ہزاروں کلیں اور آلات جسقدر

تیار ہیں کونسے نبی نے انکو بنایا ہے اور بالفرض اگر ہزار میں سے دو چار کسی نبی کے ایجاد کئے
بھی ہوں پھر اُن کو ان موجدین پر تفوق کیا ہوا۔ اسیطرح اخلاقی مسایل اور تمدنی اصول ہمارے
عقلا اور اہل تجارب کی اتفاق راے سے ہمیشہ جاری ہوتے ہیں۔ ہاں ملک عالم غیر مادی کی
دھمکی دیکر ہمکو خوف دلا دلاکر ہمارے روپیہ پیسہ کے لوٹنے کا ڈھنگ البتہ ان لوگوں کو خوب یاد ہے
اور اُنکے بھارجی مولوی اور پادری پنڈت جی مہاراج اور گروجی ہمیشہ دنیا کو لوٹ لوٹ کر کھایا کرتے
ہیں **سوال چہارم** اعتماد بر قول غیر کا مسئلہ ضرور فطرت کے موافق ہے اور اگر یہ مسلم ہنو تو بڑی
خرابی انتظام دنیا میں پڑے پھر جب ہمنے کسی کے علم اور تجربہ پر پورا یقین کرلیا اور سیکڑوں ہزاروں
آدمیوں کو اُسکے علم اور حکمت کا قایل دیکھا یا سنا اور اصلاح قوم پر اُسکو پورا عامل پایا اب ہمکو جو چیز
معلوم ہنو اسکا اسی سے پوچھنا اور مشورہ کرنا اور ایسے حکیم اور فلاسفہ پر اعتماد کرنا بس یہی ہمارے
واسطے کافی ہے نبی اور اوتار ہونے میں اور کونسی بات زیادہ ہوتی ہے بس یہی زیادہ ہوتی ہے
کہ دوزخ میں جلوگے اگر ہمکو نہ دوگے اور بہشت میں رہوگے اگر ہمکو دوگے **سوال پنجم**
قانون فطرت اگر پورا اور جامع جمیع امور نظام عالم کا ہے اور اُس میں تغیر نہیں ہوسکتا پھر
تو لازم آتا ہے۔ کہ ایک نبی اور ریفارمر جو قانون خدا کیطرف سے لایا ہمیشہ وہی جاری رہے اور
تبدیل شرایع انبیا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسطرح فلاسفہ کی راے جدید تحقیقات سے مسایل
اور نوامیس میں بدلتی ہے یہ لوگ بھی صاحب عقل اور فلاسفہ تھے ہر زمانہ کے نبی نے اپنے زمانہ
کے موافق ایک قانون بناکر اُسکو کتاب آسمانی مشتہر کردیا۔ علوم فلسفہ کا بھی ایسا ہی حال ہے
جیوں جیوں انسانی معلومات میں ترقی ہوتی جاتی ہے اصول جدید مناسب ہر زمانہ کے
نیچر ہمکو خود بتلا رہا ہے اور کسی نبی اور رسول کی تعلیم کے ہم ان اصول اور نوامیس میں
محتاج نہیں ہیں **سوال ششم** خاص کر شریعت اسلام پر یہ بھاری شبہہ وارد ہوتا ہے کہ اگر سب
نبی سچے تھے کسی نے یہ دعوی نکیا کہ ہماری شریعت ابد الآباد باقی رہیگی اور اہل اسلام کی
بانی شریعت اسکی مدعی ہوئی اگرچہ یہ دعوی بشرط صحت اور ثبوت اس امر کے کہ آسمانی مذہب
اب بھی مذہب اسلام ہے۔ اُس قاعدہ کے بالکل مطابق ہے۔ کہ نیچر میں تغیر اور تبدل محال ہے

مگر پھر انبیا اور نبی کا ہونا اور اُن کا مذہب آسمانی ہونا غلط ہو جائیگا۔ اب دیکھو سب
نبی تو اِس کے مدعی رہے ہے۔ کہ ہماری شریعت تھوڑے دنوں بعد بدل جائیگی اور
اور اسلامی شریعت کے موجد اِسکے مدعی ہوئے کہ ہماری شرع قیامت تک رہیگی | دیکھو سوال آٹھواں
اور سوائے مسلمان کے اور سب اہل مذہب کیسے ہی نیکوکار ہوں سب دوزخی ہیں اب یکڑوں نبی سچے تھے یا کہ
اسلامی نبی سچے تھے دونو کیونکر سچے ہو سکتے ہیں بلکہ جب دونو قول میں تعارض ہے دونوں ساقط ہو کر غلط ہو گئے
اور پیغمبر اہل اسلام کا کہ یہ تھے کہ ناکردہ قرآن درست بکتخانہ چند ملت بشست۔ اگرچہ انکی نبی کی بزرگی پر دلیل ہے مگر یہی
دلیل ہے کہ خود انکی نبی کی نبوت کو باطل کرتا ہے مسلمانوں کا اس لن ترانی میں یہی حال ہوا کہ ہر کہ بیہودہ گوید افراز خویشتن انگر بدن
انداز۔ یہی ایک مسئلہ ایسا ہے کہ ہمکو پابندی مذہب سے پوری طور پر روکتا ہے۔ جسکو ذرا سی عقل
ہو گی وہ فوراً کہدیگا کہ دونوں باتیں کیونکر سچی ہو سکتی ہیں **سوال ساتواں** مذہبی پابندی
میں ایک اور بڑا ضرر ہے کہ خرابی امن وامان انسانی اور غدر اور فساد جو ہوتا ہے۔ اسی
مذہب کی پابندی میں ہوتا ہے۔ اور جب کسی حصہ دنیا اور سلطنت منتظمہ میں خرابی آئی ہے
مذہبی فسادات ہی سے آئی ہے۔ کبھی نہ سنا ہوگا کہ فلسفی جماعت نے بلوہ کیا یا فلاسفہ امن
اور امان خلایق میں خلل انداز ہوئے فلاسفہ کا یہی کام ہے کہ اپنے بنی نوع یعنی انسان کے
آرام اور آسایش کے اشیا ایجاد کریں بلکہ مطلق ذی روح کی راحت رسانی کی تدبیریں خود بھی
کریں اور لوگوں کو بھی بتلاتے رہیں ریل گاڑی کو دیکھے جسکے جاری ہونے سے کروروں حیوانات
گھوڑے اور بیل اونٹ وغیرہ کی جان بچ گئی مسلمانوں کے قرآن میں بڑا احسان خدا نے | احسان خدا ... سے بڑھکے ہے
یہ بھی دکھلایا ہے۔ کہ تمہاری سواری اور بار برداری کیواسطے ہم نے چوپایہ جانور پیدا کیے
اگر وہ جانور نہوتے تمہارے وہ کام بدون تعب شدید کے انجام نپاتے۔ فلاسفہ نے اس احسان
کو بھی ہمارے سر سے اٹھا کر دکھلا دیا کہ ہم سواری اور بار برداری میں چوپایوں کے محتاج نرہے
بلکہ مسلمان بھی اگر انصاف کریں اُنکو بھی اس احسان کے ادای شکر سے نجات نہ ملیگی
جواب یہ سوالات ہفت گانہ فقط انکار نبوت اور شریعت ہاے انبیا کی نسبت ہیں خدا کا
انکار وجود انسے لازم نہیں آتا فلاسفہ میں بھی ہمیشہ دو فرقہ رہے ہیں۔ ایک دہریہ جو خدا کا منکر

دوسرا خالق عالم کا اقرار کرنیوالا مگر نبوت کا منکر تھا۔ سر اسحق نیوٹن ڈاکٹر طامس ریڈ ڈی کارٹس ڈاکٹر کرزن ڈاکٹر بروان وغیرہ یہ جدید فلاسفہ ہیں جو علم وہبی اور فلسفہ آسمانی کو پورا اور سچا جانتے ہیں۔ اور فلسفہ انسان کو ناقص۔ عبادت خدا اور پابندی مذہب کو پسند کرتے ہیں اور ہیوم جان لاک پروفیسر ہیں اور برکلی اور جو دہریہ تھے۔ اُنکی رد کرتے ہیں۔ خیر یہ تو ایک تاریخی بات ہے اب جو شخص دہریہ نہو اور وجود خدا کو مانتا ہو جیسا کہ ہمارا اسایل ہے۔ اُسپر ہمکو فقط انبیا کی ضرورت اور شریعت کی خوبی ثابت کرنی لازم ہے۔ اسکے بعد سب شبہات دفع ہو جاینگے۔ پہلا سوال کہ شریعت بالکل مطابق عقل کے ہے یا بالکل مخالف یا کچھ مطابق اور کچھ مخالف ہمیشہ سے برہم کرتے چلے آتے ہیں اور جواب بھی مذہبی پابند فلاسفہ نے دیا ہے مگر آج کل کے آزاد منش نہ اُن جوابوں کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ انکی تسکین ہو گی لہذا ہمکو جدید طریقہ سے بھی جواب دینا چاہئے

تمہیدی بیان کسی چیز کا عقل کے مطابق ہونا یا مخالف ہونا اسی پر موقوف ہے کہ پہلے ہم عقل صحیح کو سمجھیں اور یہ ترازو جو ہمکو خدا نے سنجیدگی حق اور باطل کیواسطے دی ہے اُسکو پہچانیں۔ ظاہر ہے کہ آدمی کی عقل ناقص بھی ہو سکتی ہے اور کامل بھی اب اسکا پہچاننا کہ ہماری عقل ناقص ہے یا کامل ہے۔ اور ہم اپنی تجویزات عقلی میں خطا پر ہیں یا صواب پر اسکا طریقہ کونسا ہے۔ اگر وہی عقل ہے جو ہم میں ہے۔ یہ تو کھلا ہوا دور ہے اور محال ہے یعنے ہم اپنی عقل کی خوبی یا خرابی اپنی عقل سے نہیں پہچان سکتے۔ اب ضرور ہمکو کسی اور کی عقل پر بھروسا کرنا پڑیگا جب کسی اور پر ہمکو اعتماد کرنا پڑا اب ہمکو اُسکی عقل کا ناقص یا کامل ہونا پہلے دریافت کرنا ضرور ہے۔ ایسے عاقل کی شناخت میں ہمکو وہی چار باتیں فطرت سے ایسی بدیہی اور آسان ملی ہیں کہ فوراً ہم ایسے کامل العقل کو پہچان سکتے ہیں عقلی باتوں کے استاد اور متعلم کو ہم اسوقت ایک پیشہ ور دوکاندار سے مشابہ فرض کریں دیکھو جس عطار کے پاس ہر قسم کی دوا ہمکو ملتی ہے اُسکو ہم نامی عطار کہتے ہیں جس درزی کو ہر قسم کے درخت پر مشاقی ہو وہی پورا درزی ہے۔ جو لوہار ہر قسم کی چیز بنانے میں لوہے کی پورا ہو وہی پورا لوہار کاریگر ہے۔ جو طبیب یا ڈاکٹر تمام امراض کے علاج میں عاجز نہو یا دو چار مرض کے علاج

میں وہی پورا طبیب اور ڈاکٹر ہے۔ جو معلّم اور ماسٹر کسی علم کے یا چند علوم کے پڑھانے میں عاجز نہو وہی پورا عالم ہے جو قاضی یا مفتی یا جج کسی مسئلہ کے جواب دینے میں یا کسی پیچیدہ مقدمہ کے فیصل کرنے میں عاجز نہو وہی پورا جج اور قاضی ہے پھر اگر کوئی ایسا آدمی ہمکو خود ملجائے یا ہمکو تاریخ صحیح سے ایسے آدمی کا پتہ لگ جائے کہ کسی زمانہ میں ایسا ایک آدمی تھا کہ جس علم کی بات اس سے پوچھی گئی یا جو کام عقلی خواہ بدنی اخلاقی یا روحانی اس سے سیکھا گیا خواہ اس سے پوچھا گیا درزی اور لوہار اور نجار اور تمام دنیا کے پیشہ اور علوم کا سب میں یا تو وہ خود عامل تھا یا کہ تعلیم اصول علوم اور فنون میں وہ کامل ایسا تھا کہ اسکی برابری کوئی نکرسکتا تھا۔ اب کہو اسکی عقل اور علم کے پورے ہونے میں کسی طرح کا شک ہوسکتا ہے ہرگز نہیں اگر خوبی قسمت سے ہمارے زمانہ میں کوئی ایسا کامل ہمکو مل گیا پھر تو کیا کہنا ہے ای آمدنت باعث آبادی ما ذکر تو بود زمزمہ شادی ما اللّٰھم عجّل فرجہ ورنہ ہمکو تاریخ ضرور تبلائیگی کہ ایسے بھی لوگ دنیا میں گذرے ہیں چنانچہ تاریخ عالم سے ہمکو پتہ ایسے لوگوں کا ملتا ہے۔ جو پورے ہادی اور ریفارمر تھے۔ اب رہا یہ شبہہ کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے پیغمبر ہادی اور ریفارمر کو ایسا ہی تبلاتے ہیں اس سے کوئی خرابی پیدا نہوگی بلکہ ایسے کاملین کا وجود بکثرت ثابت ہوگا جس سے ہمارا اعتقاد مسئلہ نبوت میں پختہ ہوجائیگا۔ ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت کا اقرار نہ سہی مگر انکے حکیم اور مدبر اور عالم کامل ہونیکا اقرار یہود اور نصاری بھی کر رہے ہیں پس اسی قدر ہمکو اسوقت کافی ہے کہ وہ پوری عقل کے آدمی تھے نبی اور رسول ہونا انکا آیندہ دیکھا جائیگا۔ اب موٹی سی موٹی عقل کا آدمی اسکو سمجھ سکتا ہے کہ ایسا کامل اور عقیل آدمی جو بات کہیگا یا کریگا ہرگز خلاف عقل نہوگی اور ایسے کامل کی پیروی اگر ہم کریں یا جسکی پیروی کو وہ حکیم کامل ہم سے کہے اور یہ بھی کہدے کہ اسکی پیروی بعینہ میری پیروی ہے۔ اب ہمکو اسکی پیروی میں کچھ تردد اور پس وپیش نہوگا۔ پھر جب ایسا کامل ہمکو مل جاتے اب اسکی پیروی میں ہمکو اتنی بات اور بھی جانچنی لازم ہوگی کہ اسکا فعل مطابق اسکے قول کے ہے یا نہیں۔ مثلاً ہمکو جھوٹ بولنے سے منع کرتا ہے اور خود تو جھوٹھا نہیں ہے۔ ہمکو عیاشی سے روکتا ہے۔ یا محسن کشی بدمستی شرابخواری

آرام طلبی جہل اور غریب سے روکتا ہے۔ اور ان برائیوں سے خود بھی بچتا ہے یا نہیں تاریخ ہمکو
بتلا رہی ہے کہ ارسطوطالیس ایسا حکیم اپنے استاد اور محسن سے بدسلوک تھا اور بوعلی سینا ایسا
حکیم عیش اور طرب پر ہمیشہ مایل تھا۔ جالینوس شرابخوار لارڈ بیکن بھی ناسپاس اور رشوت خوار
اسپلرڈ عشق باز ابیقور حکیم مسخرہ اور بے حیا۔ الغرض فلسفی ہونے سے بدکرداری سے اگر امان
ہو جاتی تو ایسے ایسے حکمائے نامی گرامی ایسے بداطوار کیوں ہوتے اور وہ فلاسفہ الٰہی جنکو ہم
نبی اور رسول کہتے ہیں کوئی تاریخ ایسی نہیں ہے جو اُنکی ایک بدکرداری بھی بیان کرے اسی
بات کے سوچنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجرد ہمہ دانی اور وفور علم کسی کا ہمکو اسکی پیروی کرنے
میں کافی نہو گا جب تک اُسکی بدکرداری سے بچنیکا ہمکو پورا یقین نہو جاے اور اُسی حکیم کو ہم
معصوم بھی کہینگے۔ اور وہ حکیم جو کچھ کہیگا بے تردد اور بے اندیشہ ہم اُسکو قبول کرینگے اب بتلاؤ
فطرت نے انتظام عالم ایسے حکیم اور مُبرا اور خطا سے بری کی پیروی کرنے پر منحصر کیا ہے یا ایسے
خطا کار بدمعاش جھوٹھے فریبی وکالت پیشہ کی پیروی پر جو بقول شاعرے عالم کہ کامرانی و تن پروری
کند۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ جب قانون فطرت ایسے ہی حکیم بری از خطا کی پیروی پر
انتظام عالم چاہتا ہے پھر ضرور ہے کہ ایک قاعدہ فطرتی بھی ہمکو ایسا بتلادے جس سے ہم سیکڑوں
فلاسفہ میں سے ایک یا چند فلسفی ایسے پہچان لیں جو خطاے کردار سے محفوظ ہوں اور یہ قاعدہ
وہی معجز نمائی ہے۔ یعنی اُس زمانہ کے تمام آدمی جاہل اور عالم ویسا کام نکرسکیں اور وہ حکیم کرکے
دکھلادے خواہ جس مسئلہ کو کوئی حکیم حل نہ کرسکے اسکو دعوی نبوت کرکے وہ معصوم حل کردے
اور کسی سوال کے جواب میں لاادری نہ کہے یعنی یہ نہ کہے کہ مجھے اسکا جواب معلوم نہیں ہے
اب خلاصہ ہماری تمہید کا یہ ہوا کہ ہمکو اعتماد بر قول غیر کے بدون چارہ نہیں ہے۔ دیکھو آئین شہادت
مؤلفہ مسٹر مارٹین اور تحریرات اشتار مندرجہ کتاب مذکور کو اور غیر کے قول پر اعتماد کرنا اسی
وقت مناسب ہے۔ جبکہ اُس غیر کے علم اور عمل کا ہمکو پورا یقین ہو اور عیوب سے پاک ہونا جو عین
دانشمندی ہے۔ وہ بھی اُس غیر میں ضرور ہو جواب شبہہ اول مذہب کی پابندی وہی اعتماد
بر قول غیر ہے۔ اور ہرگز مخالف عقل کے نہیں بلکہ عین عقل ہے اسلیے کہ عقلی باتیں یا تو ایسی ہیں

کہ ہر ایک آدمی انکو بدون تعلیم کے مانتا ہے جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں یا کل اپنے جزو سے بڑا ہے۔ اسیطرح اور بدیہی باتیں جنکی نسبت کوئی آدمی سوائے سوفسطائی کے شک نہیں کرسکتا ہے ایسی باتوں میں تو ہمکو فطرتی طور پر یقین ہے۔ کسی کی پیروی کی حاجت نہیں ہے۔ دوسری قسم کے وہ امور ہیں جن میں کچھ لوگ انکا اقرار کرتے ہیں اور کچھ انکا انکار کرتے ہیں کسی کی عقل انکو بدیہی سمجھتی ہے۔ اور کسی کی عقل انکا انکار کرتی ہے۔ یا کہ انکو بدیہی نہیں سمجھتی ہے۔ ایسی ہی باتوں میں فلاسفہ کی رائے طرح طرح کی ہوا کرتی ہے۔ مثلاً عالم کا قدیم ہونا یا حادث ہونا اب کچھ فلاسفہ تو اسکو قدیم کہتے ہیں اور کچھ لوگ اسکو حادث کہتے ہیں اور دونو فرقہ حکیم اور فلسفی ہیں۔ اب ہمکو مناسب بلکہ واجب بھی ہے۔ کہ ایسے حکیم کے قول پر اعتماد کریں جو تمام علوم میں کامل ہو اور خطاکاری سے بری ہو۔ پھر ایسے حکیم کامل کے مجرد کہدینے پر جب ہمکو اعتماد کرنا واجب ہے۔ اگر وہ حکیم کسی دلیل سے بھی ہمکو حدوث عالم کا سمجھا دے اسکی دلیل کو بھی ہم اور فلاسفہ کی دلیل پر ترجیح دینگے۔ اسی دوسرے قسم کے امور میں جو اختلافی باتیں ہیں اور فلاسفہ ہمیشہ جھگڑتے رہے ہیں کچھ ایسے امور ہیں کہ انکی تحقیق سے نہ ہمکو کچھ فائدہ اور نہ کچھ ضرر مثلاً زمین کی حرکت یا زمین کا سکون یا آسمان کا وجود یا آفتاب اور زحل اور قمر پر آبادی خواہ انکی پیدایش جسمی اور انکی دوری مسافت ہم سے اگر ہمکو تحقیق ہو جائے کیا نفع ہوگا اور اگر ہمکو تحقیق نہو تو نقصان کیا ہے ہمارے حکیم ربانی صلعم سے لوگوں نے چاند سے ہلال بننے کی کیفیت پوچھی حکم خدا ہو قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ۔ یعنی یہ قدرت نمائی ہمکو وقت تبلاتی ہے اسکے سبب کے جاننے سے کیا ہمکو فائدہ گیلیلیو منجم نے دوربین بنائی یہ البتہ کام کی چیز ہے۔ کہ ہم دور کی چیز جو زمین پر ہو دیکھ کر ہزاروں فائدہ اٹھاتے ہیں اور آسمان کا نظارہ فقط ایک تماشای قدرت ہمکو دکھاتا ہے۔ اگر قدرت کاملہ پر ایمان لائیں یہ بھی بڑا فائدہ ہے۔ ورنہ کیا فائدہ ہمکو مشتری کے گرد چار چاند دیکھنے سے ہوا اب خلاصہ یہ ہوا کہ جن امور میں آدمی کی عقل اختلاف کرتی ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ اب ہمکو فطرت قانون سے یا تو ایسا کوئی قاعدہ ملجائے کہ یہ اختلاف جاتا رہے اور یکسوئی ہو جائے اور جب کوئی قانون ایسا ہمکو نہ ملے اعتماد بر قول غیر کا نیچر

یہی ہمکو اِس جھگڑے سے نجات دیگا اور وہ غیر وہی نبی ہے جسکے علم اور حکمت اور راست گفتاری پر ہمکو پورا بھروسہ ہو اور کبھی غلط گوئی یا غلط فہمی کا اُسپر شبہہ نہو اُسی حکیم یا نبی کا علم وہبی ہے جسکو ڈاکٹر براون مسئلہ علّت اور معلول میں لکھتے ہیں کہ بدون وہبیات کے یہ علم آدمی کو دشوار ہے۔ ورنہ فلاسفہ کے علوم بقول ڈاکٹر کرزن بجائے خود نا تمام ہیں اب ہمنے اتنا تو ضرور ثابت کردیا کہ ایک یا دو یا ہزار حکیم سچے اور نیک عمل کے بدون ہمکو اختلافی امور عقلیہ (جنپر ہمارے انتظامی امور کا دار مدار ہے) کے تحقیق کرنے میں بھی چارہ نہیں ہے اور اُسی حکیم کو ہم نبی اور رسول خدا اور امین وحی خدا کہتے ہیں۔ اگر آپ یہ کہیئے کہ ایسا آدمی جو کُل علوم کا ماہر ہو اور کُل عیوب سے پاک ہو اُسکا وجود محال ہے۔ اور عقل اِسکو باور نہیں کرتی ہے۔ اسکا جواب عقلی تو یہ ہے۔ کہ محال کیوں ہے اور محال ہونے پر کونسی دلیل آپنے قایم کی ہے۔ بلکہ محال تو یہ ہے کہ قانون فطرت ایسا ہادی ہمکو نہ بتاے جسکے قول پر اعتماد کرنے سے ہمارے شکوک دور ہوں اور ہم ہمیشہ جھگڑے میں پڑے نرہیں اور فلاسفہ کے اختلاف تجویز سے ہم حیران اور سرگردان نہ پھرا کریں رہی یہ بات کہ ہماری عقل اسکو قبول نہیں کرتی ہے۔ آپ کیا اور آپکی عقل کیا اور کیسی بے عقلی کی بات ہے کہ جو بات ہماری سمجھ میں نہ آئے اُسکو ہم محال کہیں۔ ہمنے سیکڑوں باتیں اِسی کتاب میں لکھی ہیں کہ اُنکی سمجھ میں نہیں آتی ہیں اور اُنکو ضرور ماننا پڑتا ہے۔ دیکھو واکر نے ۱۸۲۲ء میں دیا سلائی بنائی اور فاسفورس اسکا مادہ ہے۔ ہمیشہ سے یہ بات مشہور تھی۔ کہ بھوت پریت رات کو آگ جلاتے ہیں جب اِس قول کو تسلیم کرکے قبروں کی ہڈیاں رات کو خود بخود روشن دیکھی گئیں تب برانڈ کو ۱۶۶۹ء میں معلوم ہوا کہ ہڈی کا فاسفورس خود بخود روشن ہوتا ہے۔ اور نقلی جواب یہ ہے کہ علم تاریخ کو سچا باور کرکے انبیاے گذشتہ کی تاریخ پڑھو دیکھو کوئی نبی ایسا گذرا ہے جو کسی بات کے جواب دینے میں عاجز تھا اور کوئی فلسفی اُسکا ہمعصر ایسا تھا جسنے اُس نبی پر سبقت حاصل کی ہو اور بجز تسلیم اور سر جھکانے کے کسی دہریہ اور فلسفی کی مجال تھی جو نبی اللہ پر غالب آتا۔ یا کسی فعل بد کا وہ نبی مرتکب ہوا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ شریعت انبیاؑ کے مسایل سب

عقل سے مطابق ہیں اور کوئی حکم اُنکا خلاف عقل نہیں ہے۔ مگر اُنکا بیان کرنیوالا وہی نبی درکار ہے جو ہمہ دان اور عیوب سے پاک ہو پس بدون وجود نبی کے اختلافی مسایل عقلیہ کا جھگڑا کون طے کرتا اور بدون اُنکے طے ہونے کے ہمارے نظام کی درستی دشوار تھی لہذا موجد قانون فطرت نے ایسے سچے اور معصوم اور ہمہ دان حکیموں کو ہماری طرف بھیجا صلوٰۃ اللہ علیہم اگر آپ کہیئے کہ آج تو ہمکو کوئی دلیل نبی کی ایسی کامل اور نیک عمل کرنیکی نہیں ملی گی سوائے تاریخ کے اور تاریخ سے ہمکو بعض فلاسفہ کے بھی ایسے گذرنے کی خبر ملتی ہے جو حاوی علوم اور نیک عمل تھے پھر ہم نبی کو کیونکر اُنپر ترجیح دیں اسکا جواب اگر انصاف کرو تو بہت آسان ہے حاوی علوم ہونے پر تو آپ کو میں ایسا سچا مدعی نہیں پاتا ہوں کہ آپ کسی حکیم کو تمام امور نظام عالم کا عالم ثابت کرسکیں اور ہم ثابت کردینگے۔ رہا جملہ عیوب سے پاک ہونا اگر کسی حکیم کا آپ ثابت کربھی دیں تو ایک وصف ہمہ دانی کا نہونا یہی اُسکے معصوم نہونے پر دلیل ہے یعنی جب اکثر امور سے جاہل تھا پھر اُس سے بچنے کی کونسی دلیل اُس حکیم کی نسبت آپ قایم کیجئینگا ھَل یَستَوِی الَّذِینَ یَعلَمُونَ وَالَّذِینَ لَا یَعلَمُونَ۔ عالم ہمہ دان سے برابر وہ شخص کیونکر ہوسکتا ہے جو بہت سے امور کو نجانتا ہو اور جب جانتا تھا اُسکے کرنے سے یا نہ کرنے سے کیونکر محفوظ ہوگا ۔ ز جاہل گریزندہ چوں تیر باش۔ بڑے افسوس کی بات ہے ہم تو اُس حکیم ہمہ دان کو پیش کررہے ہیں جو پکار پکار کر کہتا تھا سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی۔ یعنی مجھسے پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہو قبل اسکے کہ میں دنیا سے گذر جاؤں۔ اور کبھی کہ رہا ہے سَلُونِی عَمَّا دُونَ العَرشِ کبھی کہتا ہے جس مذہب آسمانی اور کتاب آسمانی کے احکام مجھسے چاہو پوچھو کہ میں اُسی نبی اُمی کا تعلیم یافتہ ہوں جسکا سوائے خدا کے کوئی معلم نہ تھا اور آپ ان فلاسفہ کا ذکر کرتے ہیں جو طفل مکتب بھی اُن علمای الٰہی کے نہیں ہوسکتے اور اسکا ثبوت آتا ہے۔ جواب دوسرے شبہہ کا ہزاروں فرقہ اگر دنیا میں ہوں ہمکو اُنکے جزئیات مختلفہ کے جاننے سے کیا کام ہے اسلئے کہ مذہب کے مسایل کی تقسیم بطور عام دو طرح سے ہے اصول دین اور فروع دین ہر مذہب کے عموماً تین ہیں۔

خدا کا واحد و لاشریک جاننا (۲) ہر نبی کی نبوت کا عموماً اقرار کرنا (۳) قیامت کو جس میں حشر نشر اور سزا ہوگی برحق ماننا۔ یہ تین اصول ایسے ہیں کہ آسمانی مذہب انہیں کے ملنے سے پورا ہوتا ہے اور ان تینوں اصول کو عقلی دلایل اور فلسفی اصول سے جب آدمی درست اور صحیح سمجھ لیتا ہے۔ اسکو ہم اہل دین اور پابند مذہب آسمانی کہتے ہیں اور ہزاروں مذہب بھی اگر مذہب آسمانی دنیا میں ہوں سب کا مدار انہیں تین اصول پر ہے۔ جو مذہب ان میں سے ایک کو اپنے دین کے اصول میں شمار نکرے وہ مذہب آسمانی نہیں ہے۔ پھر چونکہ خدا کے وجود اور اسکے واحد ہونے پر آپ یقین کر چکے ایک زینہ دین کا آپ چڑھ چکے اب دوسرا زینہ نبوت کا آپکو چڑھنا رہ گیا اگرچہ اب شبہہ اولی سے آپکو نبوت کے ضروری ہونیکا پورا عقیدہ ہوا ہو تو میں ایک اور بدیہی اور آسان دلیل یہاں بھی ذکر کروں دلیل نبوت عالم مادی کثیف ضرور ہے اسلیئے کہ جسقدر کثافت سمجھ میں آتی ہے۔ اسی مادہ کی ہے اور جسقدر لطافت ہم سمجھ سکتے ہیں اسی چیز میں ہے جو مادہ سے الگ ہو۔ اعمال کیمسٹری جدید اور قدیم دونو سے آپکو مشاہدہ ہو رہا ہے کہ جسقدر جوہر اشیا کے روحانیت بڑھتی ہے۔ اسی قدر تصرف یعنی فعل اور اثر اس شئے کا زیادہ ہوتا ہے۔ دواؤں کی روح جو ہمیاپیتھی میں مستعمل ہے۔ کہ رتی کا کروروان حصہ ہزار من پانی میں ڈالنے سے ہماری غرض پورا کرتا ہے۔ الکوہل کو دیکھئے کہ اسپرٹ سے کسقدر کمی مقدار میں کام دیتی ہے۔ مجنٹا کو دیکھئے سیر بھر مجنٹہ او نتا رنگ ندی گے جسقدر ایک رتی اسکا جوہر رنگتا ہے۔ کہ نہیں سکتا آپ منکر کیمیائے قدیم میں ہزار من تلبے کے روح تولہ بھر سیسہ وغیرہ میں بھر دینے سے پچھلے کیمیاگر کلنک یعنی اکسیر غیر متناہی بناتے تھے۔ (اور جسکا آسان طریقہ کسیقدر ہم بھی بتلا سکتے ہیں) جو لاکھوں من سونا بناتے تھے اور خود کبھی کم نہوتا تھا خیر اسکو غلط ہی فرض کیجئے گو امریکہ کے ایک کیمسٹ نے اصلی سونا بنانے کا اب زور سے دعوی کیا ہے۔ اور شاید پایونیر انگریزی اخبار میں اشتہار بھی دیا ہے۔ کہ جسکا جی چاہے مجھ سے اسکی دلیل کو سمجھے اور تجربہ کرے۔ تاہم اسوقت جسقدر جوہر ادویہ آپ کے جدید کیمسٹ بناتے ہیں۔ وہی کیا کم ہمارے دعوے کے اثبات میں بکار آمد ہیں سہ مَاتَ الغِنَا وَ مَات

ف کیمسٹ

ف ہمیاپیتھی

ف علم اک

المجد والکرم - پہلے کیمیا گر مر گئے اور ناقدری اور جہالت سے اُنکے کمالات بھی سب محالات میں داخل سہی - اب خدا کو آپنے کُل خواص مادی سے منزہ اور پاک بھی اگر مانا ہے تو واہ واہ ورنہ ہماری اسی کتاب کے باب خاص کو پڑھ لیجیے - پورا یقین ہو جائیگا کہ خدا وہی ہے - جو آلائش مادہ سے پاک ہو - نور اگرچہ نہایت لطیف شئے ہے اور ابھی تک کوئی ترازو ایسی ہمکو نہیں ملی ہے - کہ مثل ہوا کے نور کو بھی وزن کریں تاہم ضرور ہم جانتے ہیں کہ اگر نور کوئی مادی شئے ہے مثل ایتھر اور سدیم کے ضرور اس میں بھی وزن ہوگا اسلئے کہ بعض خواص جسمانی اسی نور میں پائے جاتے ہیں مثلاً سرعت حرکت اور تیز رفتاری فی سکنڈ (ثانیہ) (۱۹۲۰۰۰) ایک لاکھ ۹۲ ہزار میل کے نور میں ہے یا حرکت مستقیمہ کہ نور کی شعاعیں اگر روکی نجائیں سیدھے خط مستقیم میں چلتے ہیں یہی ثبوت نور کی جسمیت کا ہے بہر حال جب نور کو بھی ہم خدا نہیں کہتے پھر آگ کہ جس میں چند خواص جسمانی ہیں کیونکر خدا کہینگے - پھر جب خدا کو آپنے اپنا آفریدگار اور اپنا رازق اور اپنا ہر طرحکا مربی اور مالک مانا - اب ضرور ہے کہ ہماری بہبودی اور آرام اور راحت اور اسباب زندگی اور حسن معاشرت دُنیوی کے اصول کی تعلیم بھی خدا ہی پر لازم ہے - اور یہ تعلیم بذات خود تو خدا کر نہیں سکتا ہے یعنی ہمارے پاس اگر خواہ ہم میں حلول کر کے ہمکو ضروری امور کی تعلیم فرمائی لہذا ایک نائب اور سفیر یا نبی یا مُعلّم اور ماسٹر ایسا چاہیئے جو خدا کے احکام اور اُسکے پسندیدہ امور جنسے ہماری صلاح اور فلاح دُنیوی کو پورا تعلق ہو ہمکو تعلیم کرے یہ مُعلّم اگر محض نورانی اور روحانی ہو جیسے ملایکہ اور فرشتے تسلیم کر لیجیے اگر فرشتہ موجود ہیں اور ثبوت اسکا کسی باب آیندہ میں ملاحظہ کیجیے ہرگز یہ تعلیم اُنسے بہ نسبت ہر فرد بشر کے پوری نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن میں فرمادیا ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا اگر ہم نبی کو فرشتہ کے اقسام سے مقرر کرتے جب بھی ہم اسکو مرد کی شکل بناتے اسلئے کہ مناسبت اور ہمجنسی جو ذریعہ اتحاد ہے اگر تمکو ہوگی اپنے ہی ہمجنسوں سے ہوگی - اسلئے کہ انبیا علیہم السّلام باوجودیکہ پکار پکار کر کہتے تھے کہ میں تمہارا بھائی ہوں میں بھی ایک بشر ہوں میں بھی مثل تمہارے کھاتا ہوں پیتا ہوں اُس پر بھی تو اُمت اُنسے میل جول میں گھبراتی تھی - اور جب وہ نورانی عالم

کی خبر دیتے تھے انکو مجنون اور ساحر کذاب بناتے تھے پھر اگر فرشتہ خواہ جن یا اور کوئی روحانی اور نورانی سفیر آنا فرمائے کیونکر اس سے ہماری صحبت برابر ہوتی ایسی آسانی ہدایت کی نظر سے خدا نے ہم میں سے ایک آدمی خواہ چند آدمی ایسے پیدا فرمائے جو کثافت اور لطافت میں متوسط ہوں۔ نور کی جگہ نور کا کام کریں اور مادہ جسمانیہ کی جگہ مادہ کا کام انجام دیں تاکہ ہماری وحشت اور نفرت بوجہ غیر جنس ہونیکے جاتی رہے اور یہ عذر ہمارا باقی نہ رہے کہ خدایا ہم نور محض اور روحانی محض سے کیونکر صحبت اور معاشرت کرتے اور تیرے احکام کو انسے کیونکر سیکھتے آگ پانی کا ساتھ کیونکر ہو سکتا ہے یہی حکمت اور عدل اور انصاف اور بندہ پروری اور سراسر الطاف خدا کا ہے۔ کہ ہمارے ہم جنس کو ہمارا معلم اور استاد مقرر فرمایا اور جامہ بشری میں نور محض اور روح پاک کو ہمارے پاس بھیجا اور وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُونَ یعنی اگر فرشتہ کو بھی ہم رسول کر کے بھیجتے اسکی صورت بھی آدمی زاد کی کر دیتے جیسے حضرت جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے اسلئے کہ قوت بشری کو تاب نہیں ہے جو فرشتہ کو دیکھ سکے اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ نبی سے مراد ہماری کیا ہے۔ اور ضرورت نبی کی ہمکو کسقدر ہے اگر آپکو یہ شبہہ پیدا ہو کہ عقل نورانی جو خدا نے ہمکو دی ہے وہی ہمکو اسکے احکام سمجھنے میں کافی ہے ضرور یہ شبہہ قابل دفع کرنے کے ہے غور کیجے جب معمولی علوم اور فنون جن میں ہزار باتیں اگر غلط ہیں تو دو چار سچے بھی ہیں انکو بدون معلم اور میانجی کے محض اپنی عقل کے ذریعہ سے نہیں سمجھ سکتے ہیں پھر یہ دقیق باریک مسایل جنکے سمجھنے میں بڑی فلاسفہ کی عقل غوطہ کھا رہی ہے ؎ دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار ۔ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار ۔ ان مسایل کو بدون معلم ربانی اور استاد روحانی کے ہماری تمہاری بلکہ بڑے بڑے فلاسفہ کی عقل کیا سمجھ سکتی ہے پھر جب سمجھانے والے کی ضرورت ظاہر ہے۔ تو مذہبی تعلیم میں بدون بانی مذہب کے اور بدون اسکے روحانی اور نورانی صاحب عقل کامل اور معصوم از خطا ہونیکے کیونکر تعلیم ہو سکتی ہے اور اسی کو ہم نبی کہتے ہیں۔ حاصل عقل ہماری چراغ ہدایت ضرور ہے مگر چراغ کے روشن ہونیکو تیل بتی کے علاوہ کوئی روشنی دینے والا بھی درکار ہے آپ ہی آپ روشن نہیں ہو سکتا پس وہ روشنی دہندہ وہی معلم

روحانی ہے جسکو ہم نبی کہتے ہیں مذہبون کا اختلاف باہمی فروعات مسایل میں ترک مذہب آسمانی کا ذریعہ نہیں ہے اسلئے کہ جب اصول توحید اور نبوت اور معاد کو آدمی مان چکا اب کسی نبی کی نبوت کا اسکو اقرار ضرور کرنا پڑیگا نبی کوئی ایسا نہیں ہے جو دوسری نبی کی نبوت کا اقرار نکر گیا ہو۔ یا تو اپنے بعد جو نبی آنیوالا ہے۔ فقط اسی کی خبر دے گیا ہے یا کہ دو چار انبیا کی اور سلسلہ انتظامی خدا کا اسی حکمت سے جاری رہا ہے جس حکمت سے متعدد انبیا کا مقرر فرمانا ضروری تھا۔ ہم سے پہلے دو ہزار برس جو لوگ تھے اُنکو حضرت موسیٰ کی توریت کتاب آسمانی اور حضرت موسیٰ کا معلم روحانی ماننا درکار تھا۔ پھر جب حضرت عیسیٰ تشریف لائے اور توریت مقدس سے اُنکی نبوت اُن لوگوں نے مان لی اب توریت کی جگہ انجیل اور حضرت موسیٰ کی جگہ حضرت عیسیٰ کو نورانی معلم اُنکو ماننا پڑا پھر جب حضرت عیسیٰ اور توریت اور انجیل بلکہ حضرت داؤد کی زبور میں ہم نے دین اسلام کے بانی رسول ربانی محمد مصطفے صلعم کی پیشین گوئی پڑھی اب ہمکو آپکے دین کو خدا کا دین ماننا ضرور ہوا۔ ہم نے توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ کتب آسمانی سے جو بہتر بشارات اپنے نبی کے برحق ہونیکا ایک باب جداگانہ لکھا ہے یعنی نقلی دلایل سے بھی دین اسلام کا مذہب آسمانی ہونا ثابت کردیا ہے۔ اور عقلی دلیل شناخت پیغمبر کی عموماً جواب شبہہ اولی میں گذر چکی ہزاروں مذہب کی تحقیقات کا بار ہم پر خدا نے ہرگز نہیں ڈالا ہے فقط بار ہم پر اسی قدر ہے کہ پہلے خدا کو مانو پھر مطلق نبوت کا اور معاد کا عقلی دلایل سے اقرار کرو بس اسی قدر اقرار کرنے سے ہم اہل مذہب ہوجاتے ہیں اب خاص کسی نبی کی پیروی مثلاً جب ہم نے حضرت موسیٰ کی پیروی کی اُسی وقت ہمکو ضرور ثابت ہوگا کہ نبوت کا سلسلہ حضرت موسیٰ نے اپنے اوپر منقطع نہیں فرمایا ہے۔ ضرور ابھی کوئی اور نبی آئیگا اب اسی عقیدہ کو دیکھ کر ہم نے اوصاف نبی آیندہ کو ڈھونڈھا حضرت عیسیٰ کو پایا اُن کو بھی ہم نے نبی اللہ مانا بعد اُسکی پیشین گوئیاں ہمارے نبی کے بارہ میں اور نیز زبور اور توراۃ کی پیشین گوئیاں ملاکر ہم اپنے نبی کے روحانی معلم ہونے پر ایمان لائے اور یہ ایمان لانا ہمارا بعد اُس پوری تحقیق کے ہوگا جب علامات نبوت جو عقلی اور نقلی دلایل سے ہمکو معلوم ہیں اُن سب کو ہم

کسی نبی میں پا لینگے - آپ اتنی سی بات کو تنگ کیوں بناتے ہیں ہر نبی کے زمانہ میں خدا کی
خلقت اپنی ہدایت پانے میں آسان طریقہ پر محکوم تھے اور اب بھی وہی طریقہ ہے خدا کے دین
کے اصول کبھی مختلف نہوے اور نہونگے - یہ عوام کو دھوکا دینا کہ لاکھوں مذہب ہیں سچا
مذہب کیونکر معلوم ہوا اور عمر نوح بھی تحقیق مذہب کو کافی نہیں ہے - تین باتیں آپ عقلی
دلیل سے مان لیجے پھر آپکو کثرت مذہب سے کچھ ضرر نہوگا تیسرے سوال کا جواب
حکما اور فلاسفہ موجد ہیں انبیا کسی چیز کے موجد نہیں یہی شبہہ نوخیز طلبہ کو
اور اب تو اعلی درجہ کے پاس شدہ کو انبیا کی تحقیر پر آمادہ کرتا ہے - اس شبہہ کے پیدا ہونیکی
وجہ یہی ہے کہ نقل یعنی تاریخ اور عقل یعنے قانون فطرت دونوں کے برخلاف انکی تعلیم ہوتی
ہے اور علم معاد کا انکار زیادہ تر اسکی تائید کرتا ہے اسلئے کہ جب آدمی نے یہ سمجھ لیا کہ ہمکو
بھی زندگی دنیوی کرنی ہے اسی حیات کی لذت دہندہ اشیا میں جو ہمارا معین ہو
اور جسکی ایجاد اور صنعت سے ہمکو آرام اور راحت پہونچے وہی حکیم ہے اور وہی ہمارا
پیشوا وہی ہمارا خدا وہی سب کچھ ہے اسی واسطے حکمائے الٰہی اور فلاسفہ روحانی بعد
اثبات وجود الٰہی کے اثبات معاد کے درپے ہوتے ہیں اسلئے کہ مبدا اور معاد حادث
اور فانی کو لازم ہے جب ہم کسی وقت نابود سے موجود ہوئے اب ضرور کسی وقت پھر نابود
ہونگے - فرض کرو کہ ہم ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے اور زیادہ سے زیادہ اگر سو برس زندہ رہے
تو پھر ۱۹۹۹ء تک زندہ رہینگے اب ۱۸۹۹ء برس تو حضرت مسیح کی روز ولادت تک ہمارے
نابود ہونے کے زمانہ میں گذرے اور اس جناب سے پہلے بھی ہزاروں برس دنیا کی آبادی
تھی اس زمانہ میں بھی باین صورت کذائی ہم موجود نہ تھے اور ۱۹۹۹ء کے بعد بھی خدا جانے
کب تک یہ دنیا رہیگی اور ہم نہونگے اب لذت پرست اور عیش پسند آدمی اسی سو
برس کو جو اپنی زندگی کا زمانہ ہے اسی کے بسر بردگی فکر انکو ہے بس اور کچھ نہیں ایسے
خیالات کے روکنے کے واسطے عاقل کامل اور ہادی برحق نے ہمپر علم مبدا کی تعلیم
کی بعد علم معاد کے تعلیم واجب فرمائی ہے اسلئے کہ جب ہمکو معلوم ہوگا کہ ہزاروں برس جو

ہمارے مرنیکے بعد آنیوالے ہیں بلکہ غیر متناہی زمانہ ہمارے مرنیکے بعد جو یقیناً آئیگا اُس میں
ہم کیونکر اور کس حالت پر ہونگے۔ پھر تھوڑا سا تصوّر ہم کو ہدایت کرتا ہے کہ ضرور ہم کچھ نہ کچھ مرنے
کے بعد ہونگے اسلیئے کے محض لاشے بعد مرنیکے ہوجاتیں تو پیدا ہونیسے پہلے بھی ہم کچھ نہ تھے
اور سب کچھ ہوگئے پھر چونکہ اول با آخر نسبتے وارد جسطرح خالق عالم کو ہمارا پہلے ہونا ہمارے پیدا
کرنیکو روک نہ سکا اور جو ہمارا آفریدگار ہے خدا یا مادہ اور حرکت مادہ بقول فلاسفہ ملحدین اسطرح
اُسکو ہمارے مرجانیکے بعد پھر کسی وقت ہمارے پیدا کرنے کو کیونکر روکیگا۔ یہ اندیشہ ہمکو اگر تھوڑے
سی فکر کریں ضرور پیدا ہوسکتا ہے۔ یہی دو مسئلہ مبدا اور معاد کے ایسے ہیں کہ انکی پوری تحقیق ہمکو
کسی اصول فلسفہ سے نہیں ہوسکتی ہے اور اسی تحقیق میں عقل انسانی طرح طرح کی گمراہی اور
خرابی میں پڑی ہے۔ آسمان کے موجودات کی تحقیق فیثاغورس اور گیلی لیوا اور انکساغورس
اور ہرشل وغیرہ نے کیئے اور زمین کی گردش بھی ثابت اور یقینی ہوگئی آفتاب بھی سیکڑوں ملیں
اور اقمار اور سیارے بھی نظارہ عظمیٰ یعنی بڑی دوربین سے جو کہ اب فرانس میں تیار ہورہی ہے جسکا
قطر دائرہ سنا ہے کئی سو فیٹ کا ہوگا یہ سب کچھ کرو مگر تمکو اپنے مبدا اور معاد کی خبر نہ کوئی حکیم
فلاسفہ دیسکتا ہے اور نہ کوئی دوربین اور میکرسکوپ بارومیٹر تھرمامیٹر دیسکتا ہے۔ تار برقی کے
تم سات منٹ میں ۴۲ ہزار میل کی خبر لاسکتے ہو مگر اپنا بدن جو ۲/۱ ۵ فیٹ سے زیادہ نہیں ہے اسکی
خبر تار برقی بھی نہیں دیسکتا ہے۔ بہر حال چونکہ تعلیم کالج اور اسکول کی علم مبدا اور معاد سے
ہمکو بے پروا کر کے فقط اسی قدر ہوتی ہے کہ جب تک تمکو دُنیا میں رہنا ہے۔ اپنے آرام اور راحت
کی فکر کرو پیدا ہونیسے پہلے اور مرنیکے بعد اسکو نہ کسی نے جانا اور نہ کوئی جان سکتا ہے واضح
ہو کہ جسقدر شبہات اور توہمات آدمی کو پیدا ہوتے ہیں سب اسی وجہ سے کہ علم مبدا اور علم معاد
کا انکار کرتا ہے۔ کبھی تو کھلا ہوا انکار جیسے دہریہ اور کبھی انکار پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسے لذت پرستی
اسلیئے کہ لذت پرستی خداپرستی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی ہے خداپرستی تو خیر عقل پرستی کے ساتھ
بھی لذت پرستی ممکن الاجتماع نہیں اسی مسئلہ کو لیجیئے کہ انبیا نے کوئی شئے ایجاد نہیں کی اور
ہمارے آرام اور راحت عیش اور لذت کی چیزیں سب حکما کی ایجاد سے ہیں اسیم انبیاء کو

مانیں یا فلاسفہ موجدین کو اسکا کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ دنیا کی بسر بردو اور عیش و آرام ہماری زندگی چند روزہ کے لوازم اور اسباب تو فلاسفہ مہیا کر رہے ہیں اور جو کچھ ہے یہی زندگی ہے اور سب ہیچ - اب کہئے ایسے خیالات کے مٹانے کیواسطے اگر ہم ہزار نبی اور لاکھوں آیتیں کتب آسمانی کی پیش کریں کیا اثر پیدا ہوگا جب تک اس حیات فانی کے بعد ایک حیات جاودانی اور ثابت نکریں - پھر اسکا ثابت کرنا ایسا تو آسان نہیں جیسے بارومیٹر سے طوفان کی پیشین گوئی کرکے ہم طوفان کو دکھلا دیتے ہیں یا مخبر زلزلہ جو لوہے کی سوئی اور مقناطیس سے بنتا ہے ازین قبیل ہزاروں آلات جو ہمارے مشاہدہ میں آسکتے ہیں ایسا کوئی آلہ ہم سے نہیں بن سکتا ہے کہ ہم مرنیکے بعد جو حالت ہوتی ہے اسکو آنکھ سے دکھلا دیں اسی وجہ سے ہم چپ ہو جاتے ہیں اور معاد یعنے دوسرے عالم کا ثبوت شروع کرتے ہیں محض عقلی دلایل سے اب جدید فلسفی تعلیم کا آدمی ہمکو عاجز سمجھ کر بد عقیدہ ہوتا ہے **ایجاد کی قوت اور موجدین کا حال** - ایجاد کی قوت ہماری فطرتی ہے اور فلسفہ کے پڑھنے اور فلسفی ہونے پر موقوف نہیں ہے بلکہ کل ذی روح اپنے آرام اور راحت اور بقائے حیات کے امور کو ہمیشہ ایجاد کرتے رہتے ہیں اس میں جاہل اور حکیم اور نبی بحیثیت انسان ہونیکے سب برابر ہیں اسلئے کہ فطرتی قوت پر ہمکو کوئی فخر زیبا نہیں ہے جو بہ ریاضت کے حاصل ہو اور جس میں کمی بیشی ہمارے اختیار سے ہو - تاریخ ہمکو تبلا رہی ہے کہ ہزاروں ایجاد عوام اور جہال سے ہوتی آئی ہیں اور جسقدر حاجت ہماری بڑھتی ہے اسیقدر قوت ایجاد کا ظہور ہوتا ہے ایک ڈاکٹر سیاح نے اچھا ثبوت دیا کہ اہل ہند میں ایجاد کی قوت کیوں کم ہے - اسنے کہا کہ قوت ایجاد کم نہیں ہے - بلکہ چونکہ ہندوستان میں قدرت نے سامان عیش کے اشیا سب قدرتی مہیا کر دئے ہیں لہذا انکو قوت ایجاد سے کام لینے کی حاجت نہیں ہے اسی واسطے ایجاد اشیا انسے کم ہوتی ہے - اب ذرا ابتدائے خلقت انسان کو خیال کرو سب سے پہلے جو آدمی پیدا ہوا ہے اسی کی نسل سے ہم سب ہونگے ہماری مذہبی تاریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت آدم ابو البشر تھے بموجب تصریح مورخین کے اور جو لوگ اسکے منکر ہیں انکا شبہہ ہمنے رد کر دیا ہے جس باب میں خلق اور نشو کے مسئلہ پر بحث کی ہے - اور ایکہزار کام کرنیکے

بعد انکا روٹی توڑ کر منھ میں رکھنا یہ کام اُنکہزار کے اوپر تھا اب علم فلاحت اور علم تجربہ یعنی جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آٹا بنانا اصول کیمسٹری اور اصول طباخی یعنی کھانا پکانا اور اسکے سوا جتنے کام ہمکو روٹی کے پکانے تک کرنے پڑتے ہیں اور جن علوم کے اصول پر روٹی پکانا موقوف ہے سبکے موجد ہمارے نبی حضرت آدمؑ ٹھہرے۔ اب اگر آپ کہیں کہ حضرت آدمؑ کا روٹی پکانا اور کھانا ہم کیونکر یقین کریں اسکا جواب یہ ہے کہ روٹی پکانا اور کھانا کوئی امر مذہبی یا معجزہ یا عالم روحانی کی بات نہیں ہے بلکہ ایک دنیوی کام ہے تمہارے مورخ گین صاحب اور فلاں اور فلاں جو تاریخی واقعہ بیان کریں وہ سچا ہے۔ اور ہم جو دنیوی واقعہ تاریخی بیان کریں وہ بھی جھوٹھا ہے اگر تاریخی کتب فلاسفہ کے دُنیوی امور میں معتمد ہیں تو ہماری تاریخ بھی ضرور معتبر ماننی چاہیئے اور یہ تو بات ہی اور ہے کہ ہم کہیں جو ہے سو ہے تم نہ کہو جو ہے سو ہے۔ اب تاریخ عالم پر نظر کرو کہ ایجاد اشیائے ضروری کی ابتدا انہیں انبیا سے شروع ہوئی کہ فلاسفہ سے۔ پھر اسقلینوس اور ہرمس ہرامہ نے سب سے زیادہ ضروری علم طب کو ایجاد فرمایا حضرت داؤدؑ کی ایجاد زرہ سازی ہمارے قرآن سے ظاہر ہے کہ عَلَّمنٰہُ صَنعَةَ لَبُوسٍ لَّکُم یعنی داؤد کو ہمنے زرہ سازی سکھلائی۔ حضرت الیاسؑ نے علم خیاطی کی ایجاد کی۔ حضرت سلیمان بقول منکرین معجزہ بولیم یعنے غبارہ ہوائی کے موجد تھے جسکی رفتار غُدُوُّھَا شَھرٌ وَّ رَوَاحُھَا شَھرٌ یعنے صبح صادق سے طلوع آفتاب تک زمانہ جو کم سے کم ۹۶ منٹ ہمارے عرض بلد بنارس کا ہے اسی زمانہ میں ۳۰ منزل خواہ ۶۰۰ سو میل کی تھی یعنے فی گھنٹہ ۴۰۰ سو میل جو میل ٹرین ہندوستان کی رفتار سے دہ چند ہوتی ہے اور چونکہ اسی ۹۶ منٹ میں آنا اور جانا دونو ہوا کرتے تھے اب تو فی گھنٹہ ۲۰۰ سو میل کی رفتار ہوئی اور باوجودیکہ انکار معجزہ کے غرض سے یہ بولیم سوچا گیا ہے مگر معجزہ پھر بھی نہ مٹ سکا اسلیئے کہ اتنی تیز رفتاری میں ہمارے نبی حضرت سلیمان اور انکے ہمراہیوں کے بدن کا صدمہ سے ہوا کے پھٹ نجانا اس سے بڑھکر اور کیا معجزہ ہوگا۔ اسیطرح سید احمد خانصاحب تسخیر جن کا انکار کر کے حضرت سلیمان کے ماتحت لوہار کاریگر تجویز فرماتے ہیں جو بڑی بڑی دیگیں لوہا اور تانبا گلا کر ڈھالی تھیں اور

بیت المقدس کی عمارت میں انجینیری کا کام دیتے تھے بہر حال یہ کام بھی ہمارے نبی نے کسی فلسفی سے نہیں سیکھا بلکہ خود ہی اُسکے مُوجد تھے اگر آپ اکسیر کے قایل ہوں (اور اب تو ہونا ہی پڑیگا) تو حضرت موسیٰ سے قارون نے فریب کرکے اکسیر کا نسخہ سیکھا تھا اور زکوٰۃ دینے کے وقت کہنے لگا اِنَّمَا اُوتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِنْدِیْ میں نے اپنے علم سے یہ دولت پائی ہے۔ موسیٰ کون اور خدا کون۔ بڑا ناز آپکو ریل گاڑی کی ایجاد پر ہے۔ اسکا موجد اسکندریہ کا ایک جاہل محض لوہار ہے۔ ہیروڈیطوس مورخ رومی لکھتا ہے کہ اسٹیم کی طاقت پہلے اسی کو معلوم ہوئی جو اپنے ہمسایہ کے دق کرنے کیغرض اپنے سرداب یعنی تہ خانہ میں اسٹیم کو بھر دیتا تھا اور اسکی گڑگڑاہٹ سے ہمسایہ کے آرام میں خلل انداز ہوتا تھا اسکے بعد جہاز میں انجن لگایا گیا اسکے بعد زمین کی گاڑی چلی۔ موجد اول وہی لوہار جاہل تھا اور اب تو ریل گاڑی کے پرزے ہندوستان کے بعض مقامات سے برآمد ہوئے ہیں جسپر نمبر وغیرہ کھودا ہے اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں یہ ریل یہاں جاری تھی اور اسکے موجد کا ابھی پتہ نہیں لگا ہے تار برقی ضرور مفید چیز ہے مگر قدرت نے خبر رسانی کا ذریعہ اور بھی تار برقی سے پہلے ہمکو دیا تھا ڈاکٹر گریگرے صاحب اپنی کتاب مسمریزم میں لکھتے ہیں کہ گھونگھوں کی ہمدردی ایسی ہے کہ اگر دو گھونگھے ایک جگہ پالے جائیں پھر انکو جدا جدا ہزار میل پر لیجاؤ اور جب ایک گھونگھے کو کسی آلہ سے چھوؤگے اور اُسے ایذا پہونچیگی اور اپنا بدن سمیٹیگا دوسرا گھونگھا بھی ضرور سمیٹیگا اسی بنا پر کسی زمانہ میں خبر رسانی ہوتی تھی یعنی ۳۰ گھونگھے پرورش کرکے ہر ایک کا نام ایک حرف سے رکھا تھا اور خبر پہونچاتے تھے ایک قلعہ کا محاصرہ ہندوستان میں ہوا تھا اور فتح نہوتا تھا اسلیئے کہ خبر بذریعہ اسی طریقہ کے ملنے سے رسد وغیرہ کی ایذا انکو نہ ہوتی تھی المختصر میں ان موجدین فلاسفہ کی لیاقت کا منکر نہیں ہوں اور نہ اُنکے احسانات جو آج ہمپر ہو رہے ہیں اُنسے انکار ہے بات یہ ہے کہ ایجاد کی قوت ہمیشہ دنیا میں رہی ہے اور جسقدر حاجت ہر زمانہ میں تھی اُسی قدر ایجاد اشیا قانون فطرت کراتا رہا جاہل اور حکیم اور نبی کوئی موجد کیوں نہو مگر بعض چیزیں ایسی تھیں کہ انبیا نے انکی تعلیم خلق کو عموماً

نفرمائی جیسے علم منطق الطیر یعنی پرندونکی زبان سمجھنے کا علم جو حضرت سلیمان کو تھا یا علم تعبیر خواب جو حضرت یوسف کو تھا خواہ لویلیم کا چلانا جو بقول نیچرل صاحب بہادر حضرت سلیمان کو تھا اُسکی وجہ یہ ہے کہ ایسے علوم کی تعلیم سے چونکہ آرام اور راحت زیادہ ملتی ہے اور عالم روحانی جسکی راہ نمائی کے واسطے انبیا پیدا کیئے گئے اُس سے بالکل آدمی منکر اور بیخبر ہو جاتا ہے لہذا ایسے علوم کی تعلیم سے اعراض فرمایا آپکے فلاسفہ کی غرض اصلی یہی ہے۔ کہ عالم روحانی کا انکار جسقدر زیادہ ہوگا اُسی قدر عالم مادی اور فانی کی اشیا پر توجہ اور اس میں انہماک زیادہ ہوگا انہوں نے پوری تعلیم ایسے ہی اصول کی رکھی جس سے دہریت اور آرام طلبی زیادہ بڑھے سو اپنے دلبر کو سبھی چاہتے ہیں۔ ہمارے حکیم الٰہی نے یہ فرمایا اعمل لدنیاک کانک تعیش ابداً واعمل لعقابک کانک تموت غداً۔ دنیا کی عیش اور لذت حلال کا سامان اسقدر مہیا کرو جیسے ہمیشہ زندہ رہوگے اور آخرت کا سامان ایسا کرو جیسے کل ہی مرجاؤگے اس حدیث کو میں نے اس غرض سے لکھا ہے کہ بشرط خیال آخرت سامان عیش دنیاوی کا فراہم کرنا ہمکو حرام نہیں ہے مگر جب اپنی زندگی پر نظر کریں اور ثبات حیات کو دیکھیں تو بقول میر کہا میں نے گل کو ہے کتنا ثبات + کلی نے یہ سنکر تبسم کیا۔ یہ روح غنچہ سر بستہ ہی ادھر شگفتہ ہوئی اور کچھ نہ تھا سو ہم لوگ زمانہ میں حباب لب جو ہیں + اور پھر کہتا ہے۔ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی اپنی ابتدا اور انتہا دونو پر نظر کریگا کبھی ایسے خیالات آزادی اُسے نہ ہونگے یہ خیال تو ہمیشہ انہیں ناعاقبت اندیشوں کا رہا ہے جنکو یہ عقیدہ ہے اِنَّما هٰذِہ الحیوٰۃ الدُّنیا نموتُ وَ نحیی بس یہی ایک زندگی دنیاوی ہماری ہے کہ مرتے ہیں اور جیتے ہیں اسکے بعد نہ کوئی عالم ہے اور نہ ہمکو اسمیں جانا ہے۔ جو کچھ کھانا پینا اوڑھنا بچھانا لینا دینا ہے اوٹھا نہ رکھو سو ساقیا یہاں لگ رہا ہے چل چلاؤ + جب تلک بس چل سکے ساغر چلے انکار معاد سے یہ خرابیاں لازم آتی ہیں خلایق کے لوٹنے کے سوا اور نہیں کیا کرتے ہیں لوٹ مار کے تشنیع انبیا اور علما اور پادری پنڈت جی پر اسکا حال یہ ہے

کہ دنیا میں رہ کر آدمی روپیہ پیسہ کا ضرور محتاج ہے اسلئے کہ اصطلاح علم تمدن میں روپیہ
کو قیم کہتے ہیں آپ خیال کیجیے کہ بادشاہ اور گدا حکیم اور جاہل سب کو اسکی حاجت ہے بادشاہ
جو رعایا سے لیتا ہے اسکا نام خراج ہے نہ دیجیے تو گھر بار نیلام اور جیلخانہ کی سیر کرنی پڑے
آپکے فلاسفر کمیٹی اور انجمن قایم کر کے چندہ میں ہزاروں روپیہ لیتے ہیں وہ چندہ بھی اگر نہ دیا
جائے۔ ممبری سے کمیٹی کے نام کٹ جائے حالانکہ بادشاہ کا لینا اور یہ چندہ کمیٹی کا سب سے
غرض یہی ہے کہ اصلاح قوم کے مصارف قوم کی اعانت سے کیئے جاہیں اور اصلاح قوم سوائے
مصلح اور ریفارمر کے اور کون کر سکتا ہے اور ریفارمر یا مصلح قوم ہمنے بیان کر دیا کہ نبی سے زیادہ
بلکہ انکے برابر کوئی نہیں ہے نہ بادشاہ اور نہ کوئی فلاسفر اب تو خراج اور چندہ وغیرہ جو کچھ قوم سے
لیا جائے نبی اور نبی کے مقرر کردہ اشخاص یعنی علما اور پادری وغیرہ کو دینا چاہیئے۔ ہاں مصرف
روپیہ کا جا اور بیجا کرنا اسکا خیال ضرور ہے اور مصرف کی تجویز اور ضروری غیر ضروری یہ امر اہم
ہے اور جسقدر مصالح بنی نوع پر مصلح قوم زیادہ واقف ہوگا اُسیقدر تجویز مصارف عمدہ طور سے
کریگا۔ اب معلوم ہوا کہ قوم کی اصلاح اور بقای نوع بدون امداد قومی کے اور بدون معاونت باہمی
کے محال ہے دینا تو ضرور ہے اب جسکو دیں اُس میں دو صفتیں ضروری درکار ہیں اولاً تو اصلاح
کی لیاقت پوری ہو۔ دوم دیانت اور امانت کہ خیانت نکرے اور جسقدر طریقہ اصلاح قوم کے ہوں
بقدر ضرورت اور مناسب انہیں میں خرچ کرے اور یہ سب امور نبی سے زیادہ کسی میں نہیں پھر اُن
سے زیادہ کون مستحق اسکا ہے مثال اسکی آج ہمارے ہندوستان میں ہم سبکو آرٹ سکول جاری کرکے
جدید صنائع یوروپ کے سیکھنا دنیوی ترقیات کیواسطے سب سے زیادہ واجب ہے اور کوئی مصرف
اس سے بہتر نہیں ہے۔ کہ ہمارا روپیہ تعلیم صنائع میں خرچ ہو سید احمد خانصاحب نے
کسقدر ہمارا روپیہ لیا اور تعلیم صنائع میں ایک کوڑی ندی اور ریفارمری کا دعوی اُن کا تھا
کہ نہ تھا۔ حالانکہ موٹی بات ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان سب کا افلاس بدون ایسی تعلیم کے ہرگز
دفع نہوگا۔ اب دیکھیے کروڑہا روپیہ ہمارا چندہ کا ریفارمر اور مصلح قوم نے لیا اور کسی کو ہماری
ایسی تعلیم پر نظر نہوئی کہ نوکری بدتر از غلامی کے بلا سے چھوٹ کر دستکار اور صناع بنتے اور مشتغل

طلبہ یوروپ کے ارٹ سکول سے پاس ہونیکے بعد اپنی روٹی کی فکر سے غافل ہو جاتے
ہمارے ریفارمر اور مدعی اصلاح قوم جتنے اسوقت ہیں دینی تعلیم درکنار دنیوی میں جو اہم اور
ضروری تعلیم ہے۔ اُسپر بھی ذرا لحاظ نہیں کرتے دینی تعلیم کے خراب والنے کے علاوہ دنیوی
تعلیم بھی تو ہماری خراب کرا رہے ہیں اُنکی تجویز خراب سے دین تو درکنار ہماری دنیا بھی تو خراب
ہو رہی ہے دنیا کی ترقی بھی جسے روک رہی ہے ؎ ای بے نصیب سمجھے تو یہ بھی نہو سکا
اسی واسطے ہم آٹھ آٹھ آنسو آپکے حال زار پر رو رہے ہیں کہ آپکا اگر یہی عقیدہ صحیح مان لیا
جائے کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے۔ اور آخرت کوئی چیز نہیں ہے۔ کاش اسی دنیا ہی
کی ترقی کی جو عمدہ تدبیر ہے اُسی کو آپ کیجئے یہ آپکی تقریر انبیا کے محض بیکار ہونے پر اور
علما کی لوٹ مار خورد برد اور بھیک منگے فقیر ہونے پر ہم سب نعوذ باللہ تسلیم کر لیتے کاش
اگر دنیا طلبی میں ہی آپکو ہم پورا دیکھتے ؎ طاؤس را بہ نقش و نگاریکہ ہست خلق۔
تحسین کنند او خجل از پای زشت خویش۔ جب ہم کسی معزز تعلیم یافتہ ایم اے کو بعض کالج
سے مثلاً (محمدن کالج علیگڑھ) سے نکلا ہوا دیکھتے ہیں اور پچاس پاس شدہ میں دو ایمن
کو اگر گورنمنٹ نے کسی غرض سے نوکری دینی منظور کی ہے اب ہم کے حال زار پر ہمکو
خون کے آنسوؤں سے رونا آتا ہے اسلئے کہ دین تو نیچری خیالات نے رخصت کر
ہی دیا اور دُنیا ہائے دُنیا۔ سوائے اُن طلبہ کے جو گھر کے رئیس زادہ ہیں اور
تو سند پانے کے بعد مصداق اسی شعر کے ہو جاتے ہیں ؎ شب فتادہ میگفت سر بپای
دیواری ٭ خواب اگر نمیآید مرگ راچہ شد باری۔ حکایت میری چشم دید ایک سانحہ منجملہ سیکڑوں
سوانح کے گذرا بمقام سہارنپور ایک بنگالی ایم اے کو میں نے ایک اپنے دوست ڈپٹی
کلکٹر نہر جمن شرقی کے فرزند کے پڑھانے پر دس روپیہ ماہوار کا نوکر دیکھا۔ ڈاکٹر یوز کی ڈکشنری
علم صنایع یوروپ کے جو ڈاکٹر واٹ صاحب کی ڈکشنری کے بعد لندن میں چار جلدوں
میں چھپی ہے۔ اور چھتر روپیہ کو خریدی بھی تھی اُسی میں سینگھ ڈھلنے اور سینگھ کے
آلات اور ظروف بنانے کا مقام ایم اے صاحب سے میں نے پڑھوایا اُسکا ترجمہ کیسا برجستہ

اور عمدہ انہوں نے کیا جیسے بہار دانش پڑھنے والا دستور الصبیان کا ترجمہ کر دے جب
انکی لیاقت مجھپر ثابت ہوئی اُنسے میں نے پوچھا کیوں بابو صاحب اگر ہم سینگھہ کا کارخانہ
جاری کریں کم سے کم کتنے سرمایہ سے جاری ہوگا (بابو صاحب) کل پچاس روپیہ میں
میں نے پوچھا ایک مہینہ میں کم سے کم پچاس روپیہ سے کسقدر نفع ہو سکتا ہے (بابو
صاحب) سو روپیہ کا بلکہ ڈیڑھ سو کا۔ میں نے کہا تمکو بھاگیرتھی میں ڈوب کر مرجانا لازم
ہے کیا پچیس روپیہ بھی تمکو قرض وام یا بھیک مانگنے سے نہیں مل سکتے جو تم دس
روپیہ ماہوار پر اپنے ایم اے درجہ کی لیاقت کو سہارنپور میں آکر ڈبویا (بابو صاحب)
میرے قدموں پر ہاتھ رکھکر آپ ہمارے باپ سے زیادہ ہمارا محسن ہو گیا کہ ہمکو آپ نے ایسی
پوری نصیحت کی۔ اب ہم یہی کریگا اور رخصت۔ غرض اس حکایت سے یہ ہے اے
میرے پیارے ہم وطنوں ایم اے اور بی اے پاس شدہ تمکو یہ دھوکھا دیا جاتا ہے
کہ صنائع کا اجرا بہت دشوار ہے بالکل غلط ہے ذرا کوئی ڈکشنری تو دیکھو مذہبی جھگڑا
تو الگ رہا تم نے تو اپنی دنیا بھی ایسی خراب تعلیم پاکر خراب کر ڈالی ہے اب بھی ہمارا
کہنا مانو۔ نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر۔ کہ آنچہ ناصح مشفق بگوید بپذیر۔ پرائی
پھلی دیکھنا اور اپنا ٹینٹر نہ دیکھنا اس سے بڑھکر اور بدنصیبی کیا ہوگی اسی نظر سے
فطرت کا تقاضا ہے کہ جو پیغامبر اور مصلح قوم تمام علوم اور فنون میں کامل ہو اور خطائی
تجویز سے معصوم بھی ہو اُسکو ہم نبی اور حجت خدا اور سلطان عادل نائب خدا خیر خواہ
خلائق کہتے ہیں ایسے محسن ملک کو اگر دو پیسہ بھی دیں تو کیا برائی ہوگی ہر پھر کر ہماری اصلاح
میں خرچ ہوگا گھی کہاں گیا کھچڑی میں کھچڑی کہاں گئی پیاروں کے کلیجہ میں فقط (۶)
خاص کر اسلامی شریعت پر یہ شبہہ ہے۔ الی آخرہ ہم نے تین اصول مذہبی
یعنے توحید اور نبوت اور قیامت کا اعتقاد کرنا ایسے لکھے ہیں کہ کوئی پیرو نبی اور کوئی فلسفی
موحد اس میں اختلاف نہیں کرتا ہے اب رہے جزئیات اور فروع ان کی دو قسمیں
ہیں اعتقادی اور علمی باتیں جنکے اوپر محض اقرار قلبی یا لسانی درکار ہے اور جنکے

نہ ماننے سے انہیں تینوں اصول میں سے کسی اصل کا انکار لازم آتا ہے دوسری قسم عملی بعنی ہمارے ہاتھ پاؤں وغیرہ سے انکو کرنا لازم ہے پھر عملی کی بھی دو قسمیں ایک تو متعلق امور دنیا اور حسن معاشرت معاملات میں دوسرے وہ اعمال جنکو دوسرے عالم کے فلاح کی غرض سے ہم کریں انکو عبادات کہتے ہیں اب دوسری طرح سے شریعت کے امور کا خلاصہ یہ ہوا پہلی قسم عقاید کے اصول اور فروع یعنے خدا کی صفات اور نبی کے اور اُنکے نائب کے اوصاف کو جاننا اور ماننا (۲) محسن حقیقی یعنے خدا اور اُسکے نائب سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیے اسی کا نام عبادت ہے (۳) تیسری قسم معاملات باہمی اس میں کل امور اخلاقی اور تمدنی معاملات سب آ گئے۔ پہلی قسم اصول عقاید اور فروع کے کسی نبی کی شریعت مختلف ہرگز نہیں ہوتی ہے البتہ تفصیل اور اجمال کا فرق ضرور ہے۔ دوسری قسم عبادت کی اسکے اصول ہر شریعت میں متحد رہے فقط فروع میں بنظر اشخاص امت اور زمانہ کی ترمیم ہوتی رہی اور غرض اصلی پرستش معبود برحق کی اس میں فرق نہیں آیا آپ لوگ اگر ایسی جزی باتوں کی تبدیل پر چہ میگوئی کریں یہ کوئی بحث اور نزاع کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس میں طول دینگے اور مختصر جواب ایسے شبہات کا یہی ہے کہ جب ہر نبی کو ہمنے خطا سے بری مان لیا اب اُسکے احکام میں چہ و توجیہ کیسے جو کہے آمنا صدقنا۔ یہ قسم دنیاوی فواید سے تعلق نہیں رکھتی ہے جو ہم اپنے ضرر خواہ نفع دنیوی کی نظر سے ردوبدل کریں اب رہی تیسری قسم جو متعلق امور دنیوی سے ہے۔ اور اسی میں ہمکو زیادہ قیل وقال کا موقع مل سکتا ہے پھر اگر ہم نبی کو حکیم کامل تسلیم کر چکے اب تو ضرور ہمکو ماننا پڑیگا کہ ہمارا مصلح اور ہمارا مدبر حکیم جیسا حکم ہمکو امور دنیوی میں دیگا وہی اصلح بہ نسبت ہمارے ہوگا گو سردست ہماری عقل میں اسکی خوبی نہ آتی ہو چنانچہ ہمنے اس کتاب میں مسایل تعدد ازواج اور طلاق اور حرمت نکاح دختر اور خواہر وغیرہ سمجھا کر آپ پر ثابت کر دیا کہ جو حکم شریعت ہے وہی فطرت (نیچر) سے مطابق ہے تاہم ہماری شریعت نے جو قانون معاشرت کا نافذ فرمایا ہے ایسا پورا اور ایسا درست ہے کہ از روز نفاذ تا اندم اور تا قیام عالم کبھی بدل نہیں سکتا۔ سلطنت شخصی اور سلطنت جمہوری کے قوانین آج دنیا میں ہزاروں بنتی ہیں

اور پھر ترمیم اُنکی ہوتی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ خطاکار اور غیر معصوم اور کم علم بلکہ بہ نسبت نبی کے بے علم لوگ اُنکو بناتے ہیں اور جن اصول پر اُنکی بنا ہے وہ خود ہی بیہودہ اصول ہیں۔ پھر اُن پر جو احکام فروعی کے بنا ہوگی وہ کب درست ہونگے اب دیکھئے ہماری شریعت کا ایک قانون عدالت اور ثقہ ہونیکا ایسا زبردست قانون ہے کہ کل معاملات دُنیوی میں اُسکا اثر کیسا عمدہ ہے قرض اور خرید و فروخت اور مدعی ہونا گواہی دینی قاضی اور جج بنانا کسی کا امین ہونا شریک ہونا وکیل ہونا الغرض کل معاملات میں اگر یہ شخص عادل ہے یعنی فاسق فاجر نہیں ہے کیسی راحت اور آرام ہمکو ملنی کا یہ قانون ہے اور پھر عالم روحانی کی درستی اور انجام نیک ہونیکو کتنا مفید ہے قانون الٰہی اسی کو کہتے ہیں جو بندہ اور خدا دونوں کی مراد پوری کرے اسی طرح قانون شہادت جو ہماری شریعت کا ہے اُسکو دیکھئے اور مسٹر مارٹین وغیرہ کا قانون پڑھئے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اسی طرح نکاح اور خرید فروخت اور ہبہ اور سزا ہی جرایم ان سب کے اصول الہامی جیسے ہماری شریعت میں ایک نبی اُمّی نے بتائے تمام دنیا کے فلسفی مجتمع ہوں اور ہزاروں پارلیمنٹ اور لیجس لیٹیف کونسل مقرر کریں توبہ توبہ کبھی ویسا قانون بنا سکتے ہیں۔ تعصب کی اور بات ہے حق پسندی اور بات ہے اسوقت ہم نبی کو نبی سمجھکر نہیں بحث کرتے ہیں بلکہ ہم بھی ایک نیچرل خیال کے آدمی امور تمدنی میں بن کر آپ سے عرض معروض کر رہے ہیں اور یہی عمدگی اور جامعیت محاسن ہماری شریعت کے ہمکو ہدایت کرتی ہے کہ جب کل امور محتاج الیہ اُمت کو ہماری شریعت نے ہمیشہ کیواسطے مقرر فرمادیا اور کل کتب آسمانی میں جسقدر احکام اور نوامیس تھے انکو پوری طرح سے جمع کردیا اور جو جو امور تبدیل اور تغیر اور نسخ کے لایق تھے سبکو ایسی جامعیت سے لحاظ فرماکر ایسے کلیات مسایل اور جزئیات احکام مقرر فرمادیئے کہ اب ہمیشہ تا بقاے دُنیا کسی امر دینی اور دنیوی میں اُمت محتاج کسی قانون جدید کی نہ ہے اور نہ کسی مقنن قانون الٰہی کی اور اس دعوی کا بار ثبوت اُن علماے محمدی پر ہے جنہوں نے نیابت اور خلافت نبی آخر الزمان کے مجمل احکام کی تفصیل اور متشابہ آیات کی توضیح اور مشکلات قضایا

کی تسہیل فرمائی اور پھر ایسے نوامیس اور اصول کلیہ مقرر فرماوے کہ اب ہمکو کسی مسئلہ میں دشواری باقی نرہی اگر ہم اُنکے ارشاد اور ہدایت کی پیروی کریں پھر یہ بھی فرمادیا علینا القاء الاصول وعلیکم بالفروع۔ یعنے ہم اصول اور احکام کلیہ بیان کردیتے ہیں اور تم پر اُنکے فروع پیدا کرنے کو حوالہ کرتے ہیں۔ چنانچہ علمای محمدی پیروان خلفای نبی نے اپنے نبی کے جانشینوں کی پیروی کرکے ذرا انصاف کرکے دیکھو کیسے کیسے فروع مسایل بنالئے اور کوئی مسئلہ تمدنی اور اخلاقی ایسا نہ چھوڑا جسکے واسطے خاص یا عام حکم اپنے قرآن اور حدیث نبوی کا درج کتب نہ کیا ہو یا اصول اور کلیات قرآن اور حدیث سے اسکو ثابت نکردیا ہو شکر اللہ مساعیہم۔ اس بات کا ثبوت اہل اسلام کے علوم مدونہ سے ہے مثل نحو اور صرف اور بلاغت اور جرح و تعدیل رواۃ علم رجال علم درایت علم تفسیر قرآن علم تجوید قراءت علم کلام اور علم مناظرہ علم فقہ وغیرہ فقط اپنے قرآن اور حدیث کے سمجھنے اور کلیات قرآن اور حدیث نبوی سے جزئیات اور فروع پیدا کرنے کے واسطے مدون کئے اور چونکہ اہل اسلام پر ثابت ہوگیا کہ علم مبدا اور معاد اور نیز علم اُن امور کا جس میں اُمت کو احتیاج زمانہ حیات دنیوی میں ہے سب اُنکے قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور کونسا حکیم اور فلسفی اور کونسا فلسفہ انسانی فلسفہ الٰہی اور حکیم روحانی سے بڑھکر ہوسکتا ہے لہٰذا اسی کے درپے ہوکر اپنے معلومات کو ہمیشہ اسی فلسفہ الٰہی کے تشئید اور استحکام میں خرچ کرتے رہے جسطرح فلاسفہ دنیوی اپنے اپنے اصول ناقصہ کی تحقیق میں سرگرم رہے سو یہ اپنی اپنی طبع ہے اپنی فلسفی مزاج ہے ہمکو زمین پسند ہمیں آسمان پسند۔ اور سبب ہمارے اور تمہارے اختلاف کا یہی ہے کہ تم لذت چند روزہ پر جمے ہوئے ہو کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے اور ہمکو انجام کی فکر حیات چند روزہ سے زیادہ ہے ہمارا نیچر اور تمہارا یہ نیچر اور ہے تمہارا یہ عقیدہ ہے سو عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ خاک پڑے ایسے آرام پر اور ہمارا عقیدہ ہے سو کار دنیا کسے تمام نکرد ہر چہ گیرید مختصر گیرید۔ ہمارے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے کچھ کم ہزار برس کی زندگی درخت کے نیچے رہکر کاٹی

پھوس کا چھپر بھی نہ بنایا جنکو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ تمام دنیا کی ہوا کو پانی بنا دیا
اور سوای اُن چند ذی روح کے جو سفینہ نوح پر سوار تھے کوئی ذی روح ڈوبنے سے نہ بچا
کنچ وڈھال کر آپکے فلاسفہ نے مکان بنائے تھے کہ طوفان کی سیر کرینگے مگر وہاں تو حکم ربانی ہو
چکا تھا۔ لا عاصم الیوم من الماء الا من رحم ربی۔ آج پانی میں ڈوبنے سے کوئی بچانیوالا
نہیں۔ بجز رحمت پروردگار کے جسپر شامل ہو جائے۔ بعض نیچرل جو تمام دنیا میں طوفان کے
آنیسے انکار کرتے ہیں اور جیالوجی اور جغرافیہ کی جدید تحقیقات سے اُسکو غلط کہتے ہیں
اُسکے جواب کو ہمارے باب (طوفان) میں ملاحظہ کیجیے کہ وہ خود غلط پر ہیں آمدم بر سر
مطلب جب ہمارے نبی نے مخلوقات کی ضرورتوں کو اسطرح شرح اور بسط سے بیان کر دیا
اب پچھلی شریعتوں کی پیروی کی حاجت کیا رہی یہ آپ ہی کے قول کی تائید ہے کہ سیکڑوں
مذہب سے ایک مذہب کیونکر سچا منتخب کریں اور تکلیف محال سے نجات تو اسی قول سے
ہوگئی اب تو آپ کو فقط نبی آخر الزمان کا سچا نبی ہونا دلیل نقلی اور عقلی سے سمجھ لینا بس
یہی کافی ہے اور یہ بات جو لوگ آپکے زمانہ میں یا آپکے نائبان خاص جو (۲۶۰) ہجری تک ظاہر
رہے باتفاق اکثر اہل اسلام بڑے بڑے فلاسفہ اور دہریہ اُنسے مناظرہ کرتے رہتے اور بحث
زبانی اور وقت ضرورت پر اعجاز نمائی سے سب پر حقیت محمد صلعم اور دین محمد کو ثابت کرتے
رہے اسکے صدہا واقعات تاریخی موجود ہیں۔ بہر حال تاریخ مذہبی کے علاوہ دین اسلام کے
اصول اور فروع کی جامعیت جمیع امور محتاج الیہ انسانی پر نظر کرنے سے بھی پورا ثبوت ہمارے
نبی کے حکیم کامل ہونیکا ہوتا ہے۔ آپ خیال کیجیے اسوقت کے قوانین اور ایکٹ ہاے
گورنمنٹ انڈیا کو مثلاً ایکٹ (۸) صیغہ دیوانی اور ایکٹ ۴۵ صیغہ فوجداری جسکو تعزیرات
ہند کہتے ہیں ان قوانین کو ہ سو اور ہزار ہزار ممبران پارلیمنٹ خواہ لیجس لیٹیف کونسل بناتے
ہیں اور کیسے کیسے تجربہ کار اور فلاسفہ کے باہم رائے زنی سے نافذ ہوتے ہیں اور پھر دوسرے
برس تیسرے برس ترمیم کی حاجت ہوتی ہے اور برابر نسخ اور تبدیل ہوتے رہتی ہے اور
یہ تبدیل احکام دو حال سے خالی نہو گی یا تو ایک حکم قانونی میں سیکڑوں صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں

اور قانون بنانے والے کمی علم اور عقل سے ہمیشہ جدید رائی لگایا کرتے ہیں یا اینکہ گورنمنٹ کو حقوق رعایا کی کمی پر نظر ہے اور اپنے حقوق کی زیادتی لہذا اسی کو سوچ سوچ کر ہمیشہ تبدیل قوانین کیا کرتے ہیں۔ کچھ ہو ہمارے نبی کے قوانین شریعت کو دیکھئے کہ (۱۳۱۷) برس گذر گئے اور جو بات ہزار برس بعد ہمارے ضرورت کے تھے وہ بھی اور جو لاکھ برس بعد آنے والی ہے وہ بھی سب ایک ہے قانون میں نافذ کردے آج وہ نبی کریم زندہ نہیں ہیں مگر اُنکے احکام تو موجود ہیں پورا ثبوت ہمارے دعویٰ کا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اپنے معاملات دنیوی میں اگر کوئی گورنمنٹ انکو مجبور نکرے اپنے مذہبی قانون سے اخلاق اور معاملات میل جول وغیرہ میں کسی دوسرے مذہب کے محتاج نہیں ہیں اور ہر ایک مسئلہ جزئی اور کلی کو اپنی شریعت سے بشرط واقفیت لیکر اپنی کارروائی کر سکتے ہیں اُنکے نبی صلعم نے سوائے اپنے قانون کے کسی اور قانون کا انکو محتاج نہیں رکھا آپ تو ابھی تازہ پاس شدہ ہیں بڑے بڑے مدبر اور تجربہ کار اعلیٰ درجہ کے فلاسفہ کا قول ہمارے نبی کے حکیم کامل ہونیکا کتب تاریخ میں پڑھ لیجئے جب ایسا کامل قانون الٰہی بن چکا اور جسقدر پختگی اور درستی خدا کی مصلحت میں تبدیل شریعتہائے سابقہ میں درکار تھی سب ہو چکی اور کسیطرح کی کمی ہدایت خلق میں بنظر تبدل اوضاع باقی نرہے اب نبوت کا خاتمہ اگر ہمارے نبی پر فرمادیا کون سی خرابی لازم آئی اور ہمارے نبی نے اسکا دعویٰ فرمایا کہ بس اب قانون آسمانی اور حکیم روحانی آنے کی حاجت نہ رہی کونسی خرابی اس میں پیدا ہوئی بلکہ عقلی دلیل جسکو آپ خود صحیح مان رہے ہیں یہی ہر کہ قانون فطرت نہ بدلے۔ رہا یہ شبہہ کہ اور پیغمبر بھی تو یہی قانون فطرت لائے تھے وہ کیوں ناقص تھے اسکا جواب یہ ہے کہ ناقص نہ تھے اور خلاف عقل تھے بلکہ تعلیم اور ہدایت کا طریقہ یہی ہے کہ تھوڑا بار تحمل احکام کا ڈالا جاتا ہے اور یکبارگی اگر تمام احکام کا بار ڈالا جائے ہرگز تحمل نہو سکے۔ اپنے فلاسفہ کو دیکھئے اگر کسی اسکول اور کالج میں کل علوم پڑھانے کا درجہ مقرر کیا جائے اور بدون کل علوم کے پڑھے ہوئے طالب علم پاس نہ ہو کوئی ایک لڑکا بھی ایسا آپ کے خیال میں ہے کہ ایسے کالج سے پاس ہوکر برآمد ہو۔ لہذا حکمت الٰہی

بھی اسی قانون پر جاری رہے۔ خدا کا علم ازلی ہے وہ بھی کم و بیش نہ تھا۔ پیغمبر بھی کل علوم الٰہی کو جانتے تھے اور تمام قوانین فطرت کے ماہر تھے مگر خلق خدا پر بار زیادہ ڈالنا خلاف مصلحت تھا۔ لہٰذا آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی تعلیم کرتے کرتے جب آخری تعلیم کا وقت آگیا۔ شریعت محمدیؐ جاری ہوتی اسی واسطے ہر نبی اپنے مابعد نبی کے آنے کی خبر دیتا رہا اور یہی سلسلہ برابر جاری رہا اور یہی امر قانون عقل کے مطابق ہے نہ ہمارے نبی نے جھوٹا دعویٰ فرمایا اور نہ اور گذشتہ انبیا دروغگو تھے۔ صلوات اللہ علیہم حضرت موسیٰ سے پہلے تو خیر ذرا انہی جناب کے زمانہ کی باتیں اُمت کی سُن لیجئے چالیس روز کی غیر حاضری میں حضرت کی باوجودیکہ وہی معجزنما حضرت ہارون موجود تھے گوسالہ پرست ہو گئے من وسلویٰ کے عوض پیاز اور لہسن اور مسور کی خواہش کرنے لگے خدا کو مجسّم سمجھکر حضرت موسیٰ سے کہتے تھے کہ تم اور تمہارا خدا دونوں ملکر تلوار سے لڑو اور ہم کھڑے ہوئے تماشا دیکھینگے۔ بہر حال یہ تو آپ ہی کا عین عقیدہ ہے۔ کہ پرانی روشنی محض تاریکی ہے دنیا کی پختگی روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ انتخاب طبعی کا نیچر یہاں تک آپ کو بتلا رہا ہے کہ بندر سے بنتے بنتے آدمی بن گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ رفتہ رفتہ حاصل کرنا یہی قانون فطرت ہے لہٰذا قانون الٰہی کی تکمیل یعنے پورے قانون کا نفاذ ہمارے نبیؐ کے زمانہ میں ہوا جو مجموعہ ضوابط جملہ انبیائے سلف کا ہے۔ اب کہ مجموعہ ہمکو خدا نے اپنے سچے رسولؐ سے فراہم کرا کے دیدیا ہمکو ضرورت نہ رہی کہ ہم سیکڑوں کتب آسمانی کو تلاش کرتے پھریں۔ ناسخ منسوخ سے ہمارے یہی مراد ہے یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ اور انبیا کے دین باطل تھے اور فقط ہمارا دین حق ہے۔ دیکھو بلاتشبیہ کسی ایکٹ کو جو سب سے پیچھے جاری ہوا ہے۔ اب اگر کوئی آدمی اُس سے پہلے ایکٹ پر عملدرامد کرے گورنمنٹ اسکو منظور کریگی ہرگز نکریگی اب کیا تمام احکام اُس ایکٹ کے غلط اور باطل تھے یہ کون کہتا ہے بلکہ آخیر کا قانون واجب العمل ہے۔ کہ حاوی اور جامع ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایکٹ اخیر آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ اور کوئی آدمی اسکا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اب تکمیل قانون ہو چکی اور شریعت محمدیؐ قانون الٰہی ہے اور

علم الٰہی اور مصلحت خدا جب تک تبدیل قانون کے تھی بنظر تحمل بندوں کے اب وہ
مصلحت نہ رہی لہذا قانون دوامی نازل فرمادیا اور معلن اس قانون اخیر کا پیغمبر کو بھیجا صلعم
تاریخی اور عقلی ثبوت ذرا انصاف سے دیکھو اور تعصب نکرو گیلی لے حکیم نے حرکت
زمین کے مسئلہ پر ۱۶۳۵ء میں پوپ کی قید اٹھائی اور دو مرتبہ جھوٹھی توبہ کی اور اپنے عقیدہ
سے کہ آفتاب مرکز عالم ہے نہ پھرا اُسکے استقلال اور پامردی قابل ثنا ہے کہ آج یورپ
کے تمام آدمی اسی مسئلہ کے قایل ہو گئے اور دعوی کرتے ہیں کہ زمین ہی کی حرکت صحیح
ہے۔ حال آنکہ زمین کی حرکت صحیح ماننے سے کوئی فائدہ دنیوی یا دینی ہمارا نہیں ہے
اور نہ بطلیموسی نظام سے کوئی ضرر ہمکو تھا غور کی جگہ ہے کہ جب تم سب ایسے بیکار اور
فضول مسایل میں استقلال کو پسند کرکے درپے تحقیق اسکے ہوتے اب ذرا دیکھو محمد صلعم
کا دعوی کہ میں نبی ہوں اور تمام دنیا میری پیروی کرے اور تمام انبیاے گذشتہ کی شرع
پر میری شرع کو مقدم کرے اور تمام کتب آسمانی میں میری نبوت کا ثبوت موجود ہے۔ یہ
دعوی لاکھوں مسایل ضروری اور بکار آمد اور مضر اور ایذا رساں امور کا ایک ایسے آدمی
کا جو محض اُمی تھا اور تیئیس برس تک برابر پکار پکار کر کرتا رہا اور اپنے دعوے کے باطل کرنیکا
زور وشور سے یہودی اور نصرانی اور مجوسی دہریہ بت پرست الغرض ہر قوم اور ملت کے
آدمیوں سے اصرار کرتا رہا اور یہ دعوی کرنا کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے عام کتب
تاریخ ہر ملت اور مذہب کے اس دعوی کرنے پر شہادت دے رہے ہیں کسی تاریخ سے آپ
دکھلا دیجیے کہ سیکڑوں دعوی میں سے کسی ایک دعوی کی بھی تکذیب اسکے مخالفین
سے ہوسکے اور وہی یہود اور نصاری جنکے دین بدلنے کو آپ نے زور دیا تھا اپنا دین
چھوڑ چھوڑ کر دین محمدی میں آتے گئے اگر ایک بات بھی اُس جناب کی غلط ہوتی ممکن
نہ تھا کہ آپ کو مجوج اور ساکت نکرتے یہ دعوی تمام روئی زمین کی افسری کا اور تمام مذہبوں
کے منسوخ کرنے کا ایک بڑا انقلاب پیدا کرنے والا تھا جسکا اثر جان اور مال اور آبرو سے
انسان پر عموماً اور ایمان پر خصوصاً اہل مذہب کے پڑا تھا پھر اسوقت توریت اور انجیل اور

زبور کے پڑھنے والے اس جناب کے زمانہ حیات میں اور (۱۰۴۲) برس آپکی وفات کے
بعد آپکے دعوے کی تکذیب نکر سکے اور جس نے مقابلہ کیا مغرور لیس پا ہوا - اگر آپ کہیں
کہ منکرین نبوت محمد صلعم آج تک برابر انکار کر رہے ہیں اور بشارات کتب آسمانی سے
برابر انکو انکار رہا ہے یہ کہنا آپ کا اسوقت قابل جواب کے ہوگا جب انبیای سابق کی نبوت
کا اقرار کر لیجیے - پھر ہمکو آپ سے وہی گفتگو کرنی پڑیگی جو اور اہل مذہب سے ہم نقلی دلائل
سے کرتے ہیں اور اسی طرز مناظرہ کو خلط مبحث کہتے ہیں کہ عقلی بحث کو نقلی دلیل پر لانا
ہم جو تاریخ کا ثبوت دیتے ہیں تاریخ مذہبی پر منحصر نہیں کرتے بلکہ دعوای نبوت محمد صلعم
کو متواترات سے جانکر ثبوت لیتے ہیں تواتر ایسی عقلی بات ہے کہ سچی اور جھوٹی بات
دونو پر واقع ہوتا ہے دیکھو بطلیموس کے زمانہ سے ہزار برس سے زیادہ نظام بطلیموس ہے
متواتر رہا اور تمام دنیا کے لوگ اسی کو سچا کہتے رہے اور فیثاغورس کا نظام جو تمہارے
عقیدہ میں سچا تھا تواتر نہونے سے چھپا رہا اب چند صدیوں سے نظام فیثاغورس کا زور
شور ہے اور یہی متواتر بھی ہے اور شاید کسی زمانہ میں دونو نظام باطل ہوکر تیسرا نظام نیا سمجھ
میں آئے اور جن اصول پر بنا نظام فیثاغورس کی ہے وہ اصول محض توہمات سے قرار
پائیں - نظام شریعت محمدی ایسا نظام نہیں ہے اسلئے کہ زمین کے موجودات اور
اور معاملات کا نظام ہے اور ہر وقت اُسکے مسایل سے ہمارا نفع اور ضرر متعلق ہے آسمان
کے سیارے اگر ہزارہا جدید معلوم ہوتے رہینگے بجز اسکے کہ ہم انکے وجود کو معلوم کریں جیسے
ایک نامعلوم چیز کا علم حاصل کریں اور قدرت کا غیر متناہی ہونا جسکا ہمکو پورا عقیدہ ہے
اسی کی پختگی کرلیں ہماری بسر برد کا کوئی قاعدہ اس تحقیق جدید سے بدل نہ جائیگا بخلاف
شریعت محمدی کے جو کہ وقت ظہور سے لیکر تا قیام دنیا ہزاروں قواعد فلسفہ کو اور ہزاروں مسایل
مذہبی اہل مذاہب دیگر میں ایک انقلاب عظیم کرنیوالا ہے لہذا اسکے مٹانے کی خواہ اسکے
سچے ماننے کی ہر مذہب والے کو اور نیز لامذہب سبکو ضرورت ہے اسی نظر سے ہمنے تاریخ
یہود اور نصاری اور مجوس اور فلسفہ سبکو شاہد اپنے دعوے کا کرکے انکو دکھلا دیا ہے

کہ آخر یہی لوگ جو دشمن ہمارے نبیؐ کے تھے اور اب بھی ہیں اگر ذرا سی لغزش ہمارے نبیؐ کے قول و
فعل میں پاتے ضرور تھا کہ سوانح نگار اسکو درج تاریخ کرتے اور جب ایسا نہیں ہے بلکہ انکا غلبہ
مناظرہ اور استدلال میں ہر قسم کی مخالفت پر لکھ رہے ہیں پھر اب ہمکو انکے سچے نبیؐ ہونے میں
کیونکر شک باقی رہیگا اور آپکو اس تقریر کے جواب میں یہ بات کہنی چاہیے۔ کہ ہرگز کسی مورخ
نے یہود اور نصاریٰ اور فلاسفہ کے محمد صلعم کا غالب آنا اپنے گروہ مقابل پر تقریر اور استدلال
میں درج تاریخ نہیں کیا ہے اب رہی یہ بات کہ آج بھی یہود اور نصاریٰ آپکی نبوت سے منکر ہیں
اور بشارات سے انکار کرتے ہیں اسکی تحقیق اس شخصکو جو مطلق نبوت کا منکر ہو اسکے منصب
کے خلاف ہے جب آپ مطلق نبوت کو مان لیجیگا اور کسی نبی خاص کی پیروی کی وجہ سے آپکو
رجحان اور میلان طبعی کسی اور مذہب پر ہوگا اسوقت آپ کو ہم اس شبہہ کا پورا جواب دینگے اب
ہمنے اس شبہہ کا جواب پورا دیدیا کہ ہمارے نبی کا دعوی ختم نبوت کا اپنے اوپر کرنا اور جمیع شرایع
پر اپنی شریعت کی ترجیح کو ظاہر کرنا ہرگز مخالف عقل نہ تھا اور نہ اور انبیا کی تکذیب اس دعوی سے
ہوتی ہے اور ہزاروں مذہب میں سے ایک مذہب کو منتخب کرکے پابند ہونا آپکو محال نہیں ہے
بلکہ آسان ہے بس یہی خلاصہ ہمارے جوابات کا ہوا خدا سے امید ہدایت کی ہے ؁

باب تیسواں بیان فلسفہ جدیدہ کے اصول مہملہ کا جن پر ہمارے معزز نیچرل صاحبونکو بڑا فخر ہے

باب تیسواں

چونکہ اب جلد اول کا ختم کرنا انشاء اللہ منظور ہے لہذا دلچسپی ناظرین کتاب ہذا کی غرض سے
چند مسایل فلسفہ جدیدہ کے جنپر بچے بھی قہقہہ زنی کرینگے لکھوں اور پوری بحث تو ایک جدا
کتاب میں بشرط حیات انشاء اللہ کرونگا۔ ہماری کتاب کے پڑھنے والے اکثر وہی حضرات
ہیں جنکو فلسفہ جدیدہ کے چند مسایل پر اسی کتاب کے ملاحظہ سے شاید اطلاع ہوئی ہوگی وہ
انکو کیا ضرورت ہی کیا تھی جو ایسے لغو اور مہمل مسایل کو دریافت کریں اور جو لوگ تعلیم جدید پا
چکے ہیں انکو ابتدائی تعلیم سے آخر درجہ تک یہی پڑھایا گیا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے بس یہی
فلسفہ ہے پھر وہ لوگ ہماری کتاب کو ایک پورانے فاشن کے آدمی کی کتاب سمجھکر کا ہیکو

دیکھنے لگے تاہم بعض جنٹلمین جیسے مسٹر سید حامد حسین صاحب رئیس واعی پور ضلع فرخ آباد
جو محمدن کالج علی گڈہ کے تعلیم یافتہ ہیں انہوں نے طلوع آفتاب از مغرب کا باب (۱۱) صفحہ ۱۳۲
جب پڑھا بڑے زور کا خط میرے نام پر لکھا کہ آپ ہی کی ذات خدا نے ایسے ایسے مقامات اور
شبہات کے حل کرنے کے واسطے پیدا کی تھی نہ ایسے عالم پیدا ہونگے اور نہ ایسے شبہات کا
جواب ہوگا اسیطرح اور دو چار ایم اے اور بی اے حضرات کے خطوط میری مدح اور ثنا میں آ
چکے ہیں مگر میں انکو بطور تقریظ کے لکھنا پسند نہیں کرتا سہ حاجت مشاطہ نیست روی دل
آرام را۔ اور میں کبھی اپنی تصانیف کو سچی یا جھوٹی تقریظوں سے آراستہ کرنا پسند نہیں کرتا بقول
مرزا دبیر مرحوم سہ گو جوہر سخن کا ترے جوہری نہیں + یوسف کا کیا ضرر ہے اگر مشتری نہیں
پہلے یہ بات سمجھنی لازم ہے کہ فلسفہ باطلہ سے غرض ان دہریوں کی یہی ہے۔ کہ انکار خالق تعالےٰ
کا مسئلہ جسطرح سے ممکن ہو ذہن نشین خلایق کے کیا جائے اور جسقدر شبہات پیدا ہو سکیں
پیدا کر کے انکار وجود معبود برحق کا کر دینا یہی غرض فلسفہ سے ہمیشہ رہی ہے پھر کچھ لوگ فلاسفہ
متالہین یعنی خدا پرست بھی گذرے جیسے افلاطون الٰہی اور سر اسحق نیوٹن۔ مگر توحید کے بعد نبوت
کے مسئلہ میں انہوں نے بھی ٹھوکریں کھائیں اور معاد یعنی دار آخرت کا مسئلہ یہ تو جب تک
آدمی پابند اطاعت انبیا نہو کبھی درست عقیدہ نہوگا خیر یہ ایک تاریخی بات ہے۔ اور پچھلے
فلاسفروں کے رد اقوال سے ہمکو بالکل استغنا ہے۔ کہ فلسفہ جدیدہ اسکو خود باطل کر رہا ہے
مگر وہی بطلان جسکو جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ باطل سے باطل کو ہٹاتا ہے
ہم اس باب میں فقط انہیں مسایل جدیدہ کے اغلاط لکھینگے جنکا ذکر اجمالی ابواب کتاب ہذا میں
ہو چکا ہے۔ پہلا مسئلہ جذب مرکزی زمین کا اس میں ایجاد فلسفہ جدیدہ یہ ہوئی کہ زمین
کے مرکز میں قوت جذب خاص نہیں بلکہ ہر ایک جزء منجملہ اجزائے کرہ زمین سب میں قوت
جاذبہ یکساں ہے اور بحسب عرف اسی جاذبیت کو ثقل (وزن) کہتے ہیں فقرہ (۲۹) عروس
بدیعیہ صفحہ ۱۸ کو دیکھو اور یہی جاذبیت ثقل سطح زمین سے اوپر بقدر مربع بعد کے کم ہو جاتی ہے
اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہزار میل زمین سے اوپر چہارم وزن جسم کا رہ جاتا ہے مثلاً اگر سطح زمین پر ۴ سیر

بیخودی پیدا ہوتی ہے بلکہ اعضاے ظاہری پر کہ لیلیٰ کے فصد ہو اور مجنوں کے خون جاری ہو تسلیم کر لیجئے اور انکار نہ کیجئے (انتصار الاسلام اسکو اچھی طرح سے دکھاویگی) یہ تو ابتدائی درجہ عمل تلقینی کا ہے کہ عامل کوئی مٹھائی کھاتا ہے اور معمول کا منہ میٹھا ہو جاتا ہے بہر حال اگر ہم پابند ایک ہی نکاح کے ہوتے اور اتفاق سے ہمکو وہی عورت ملتی جسکا مزاج طبعی ہمارے مزاج سے مخالف ہوتا (۱) یا جسکی رحم کی ساخت آلہ مردوں سے بڑی ہونے سے توافق انزالین جو شرط انعقاد نطفہ ہوتا اور اگر چھوٹا رحم ہو تو ایذاے شدید عورت کو ہمیشہ ہونے سے التذاذ کی جگہ ایذا ہوا کرتی (۳) اختلاف شکل مخروطی اور اسطوانی سے بھی وہ لذت مطلوبہ پیدا ہوتی (۴) خواہ وہ عورت رتقا ہوتی۔ یہ وہ عورت ہے جسکے رحم میں ایک گرہ خواہ فرزونی مانع مباشرت ہوتی ہے خواہ اور قسم کے اسباب عقر اور بانجھ ہونے کے عورت میں بعد نکاح ظاہر ہوتے یا کہ جدید عیوب پیدا ہوتے اسیطرح مرد کے عیوب کا حال ہے اب فرمائی کسقدر مصیبت کا سامنا دونوں زن اور شوہر کو ہوتا اور ضیاع نطفہ یا عدم استقرار نطفہ سے کسقدر کمی توالد اور تناسل میں ہو کر فناء نوع کے مستلزم ہوتے اگرچہ بعض عیوب مذکورہ بالا کی تدبیر دفع مضرت اطبانے تجربہ سے نکالی ہے جسکو ہم براہ مصلحت لکھ نہیں سکتے مگر پھر بھی بعض عیوب انہیں لاعلاج ضرور ہیں یہ سب خرابیاں خطر امور خلقی کے تھیں جو مذکور ہوئیں پانچویں دلیل بہ نظر امراض کے کہ وہ بھی لوازم جسم سے ہیں انسانی کوشش نے ابتدائی وجود عالم انسان سے آج تک اگرچہ ۷ قسم کا امراض ظاہر کیا ہے اور دنیا میں ہو رہا ہے جنکی تفصیل کی ہمکو حاجت نہیں ڈاکٹری اور بیدک بھی اسی میں داخل ہے اور باوجود تباین اصول اور اختلاف طریق علاج سے فایدہ دفع امراض بھی برابر ہوتا ہے مثلاً یہی تپ دق ہے یونانی اور بید اسکو شافی کر رہے ہیں جس سے پورا ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ شافی کوئی اور ذات پاک ہے اور اگرچہ نیچرل صاحب تعصب سے نہ مانیں مگر ہم تشید عقاید کی نظر سے کہتے ہیں کہ ہمارے ہادیان برحق نے وجہ

تین قسمیں فرمائی ہیں (۱) مرض مجازات جو کفارہ گناہاں امت ہوتا ہے کہ بعض گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے جائیں (۲) مرض ابتلا ایسے امراض جو بچوں کو ماں باپ کے امتحان صبر اور شکیبائی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اسپر جو شبہہ دہریونکا ہے اسکا جواب صادق آل محمد نے بخوبی دیدیا ہے یہ دونو قسم کے امراض کسی دوا اور علاج سے اچھے نہیں ہوتے بلکہ طب روحانی ہیں صدقہ اور دعا اور نماز و روزہ وغیرہ انکے رفع کرنے کیواسطے مقرر فرمایا ہے۔ دیکھو احتجاج طبرسی رح میں مناظرہ ایک دہریہ (نیچرل) کا امام جعفر صادق سے اور خوب دیکھو کہ عالم علوم ربانی ایسے ہوتے ہیں (۳) امراض مزاجی جو سوء مزاج سادج یا سوء مزاج مادی سے پیدا ہوتے ہیں اور جنکا علاج طب جسمانی کے اقسام مندرجہ بالا سے کیا جاتا ہے جنکو میں بھی کسیقدر جانتا اور پچپن برس سے کرتا ہوں اگر کسی دہریہ کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ جب شناخت مرض مزاجی اور مرض مجازات اور مرض ابتلا کی شریعت محمدی نے نہ بتلائی پھر کیوں حکم دیا کہ علاج امراض میں طبیب کیطرف رجوع کرو اسکا دفع یہ ہے کہ طبیب حاذق اپنے اصول کے ذریعہ سے ضرور شناخت کرسکتا ہے اور معہذا لک دعا اور صدقہ کو ہر مرض میں مستحب اور مسنون اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ اگر مرض غیر مزاجی ہے مریض کو اس بلا سے نجات ملیگی اور مرض مزاجی میں جو کچھ فقراء امت کو دیگا ہمدردی انسانی سے اسکو درجہ اعلی ملیگا جسکا بیان زکواۃ اور خمس اور قرض حسنہ بلا سود کے باب جلد دویم میں کرینگے انشاء اللہ تعالے آمدم بر سر مطلب جب اسقدر امراض خاصہ مانع توالد اور ہم بستری ہوتے ہیں اور اکثر ان میں سے لا علاج ہیں اگر ایسے ہی عورت منکوحہ ملتی یا بعد ازدواج مرض پیدا ہوتا اور قانون فطرت ہمکو ایک ہی زوجہ کا پابند کرتا خیال کیجئے کیسی ناکامی اور رنج اور کوفت کا سامنا رہتا اور کسقدر رنگی نسل کی دنیا میں چند صدیوں میں ہو جاتے سے فناء نوع انسانی ہو جاتی اور جب ہمکو آزادی فطرت نے دی اور طلاق کا صیغہ بلکہ بعض صورتوں میں فسخ نکاح جائز فرما دیا سارے زحمتوں سے نجات مل گئی تدبیر الہی اور انتظام کامل اسیکو کہتے ہیں چھٹی دلیل اخلاقی امور اور عادات سے (جو طبیعت ثانیہ ہے) جسکا بدلنا

ہیں کہ ہوا کے اجزا میں اختلاف کثافت کا پیدا کرتے ہیں لہذا تحقیقی اور ٹھیک ٹھیک اُسکا علو دریافت نہیں ہو سکتا ہے اب کہ قطر ہوا کا صحیح طور سے معلوم نہ ہوا پھر اُسکی پیمایش جسمی بھی صحیح نہ رہی پھر ہوا کا بوجھ فی مربع انچہ ۷ سیر یا ۱۵ پونڈ کا یہ بھی درست نہ رہا اب فقرہ ۴۶۴ میں لیجے ایجاد علوی ہوا کے معلوم کرنیکا طریقہ انعکاس نور سے اسکو بھی تقریبی لکھا ہے یعنی اگرچہ مقتضای شکل ۵۰ ۴۰ سے چالیس میل کی بلندی ہوا ان ہندسے سے نکلتی ہے مگر چونکہ اوپر کے طبقات ہوا کا مادہ لطیف زیادہ ہے لہذا توہم اسکا ہوتا ہے شاید ان طبقات میں انکسار اور انعکاس نور کا نہوتا ہو لہذا بنظر اصلاح ۵ میل کی بلندی اور بڑھا کر ۴۵ میل بلندی ہوا کی فرض کر لی ہے اب خیال کیجے کہ ان اصول اور نوامیس کا مدار فقط فرضی اور وہمی امور پر ہے اور اصلیت کچھ بھی نہیں ہے اور دعوی یہ ہے کہ تجربی ہے اور الجبرا اور ہندسے سے اسکی شکلیں بھی طیار اور سوالات بھی حل ہو رہے ہیں اور چھوکروں کو بہکانے اور فریب ہی پر کیسی کیسی لغو باتیں کہ رہے ہیں ہوا کا وزن کشش ارضی سے وزن پیدا ہوتا ہے اور جسقدر قریب مرکز کے جسم ہوتا ہے کشش ارضی کم ہوتی جاتی ہے پس وزن بھی ضرور کم ہونا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہے ہوا کا وزن اگر زمین میں سوراخ کیا جاوے ۳۴ میل کے عمق میں کثافت ہوا برابر پانی کے ہوگی اور ۴۸ میل کے عمق میں برابر پارہ کے اور ۵۰ میل کے عمق میں سونے کے برابر کثیف ہوگی اور باوجودیکہ ہوا کی کثافت بڑھیگی مگر جذب مرکزی کم ہوتا جائیگا اور سطح زمین سے اوپر کثافت بڑھنے سے وزن ہوا کا بھی بڑھتا ہے این گل دیگر شگفت۔ اسیوجہ سے ہمنے اوپر لکھا ہے کہ دراصل ہوا میں وزن نہیں ہے بلکہ بخارات اور غبار وغیرہ کی جسقدر آمیزش ہوتی ہے اُسیقدر وزن ہوا میں پیدا ہوتا ہے۔ آسمانی چیزوں کی جدید تحقیق کہ بقول شاعر ؎ تو کار زمین را نکو ساختی کہ بر آسمان نیز پرداختی۔ زمین کے حالات ہی سے ان فلاسفہ کو کیا خبر ہے کہ آسمانمیں پیوند لگانیکو طیار ہیں تاہم جدید علوم فلکی جنکی غرض یہی ہے کہ ہماری مقدس کتابوں میں جو کچھ آسمانکی اشیا کا حال بطور وحی اور الہام کے وارد ہے اُسکو غلط ثابت کریں کیسی کیسی مہمل اور پوچ باتیں بناتے ہیں جنکا نہ سر ہے اور نہ پیر اور تعلیم یافتہ ہمارے اُسپر جان دے رہے ہیں۔ دم دار ستارے حضرت عیسی کے زمانہ سے پہلے قریب پانچسو کے دم دار ستارے دکھائی دیئے اُن میں سے ایکسو سے کچھ زیادہ ایسے

ہیں جنکی تحقیقات گردش کی ہوچکی اور باقی کی ابھی باقی ہے چونکہ ان ستاروں کی چال ایسی ہے کہ دوسرے سیارہ کی گردش کی راہ قطع کرکے نکل جاتے ہیں لہذا علمای ہیئت کو خوف ہوتا ہے کہ سیارہ دمدار کسی سیارہ سے لڑ نہ جائے جرمنی کے ایک محقق نے پیشین گوئی کی تھی کہ ۱۸۹۹ء میں ایک دمدار ستارہ نکلیگا اور زمین سے ٹکر کھاکر اسکو پاش پاش کردیگا ستارہ تو نکلا مگر زمین سے ٹکر نہ کھایا اور جرمنی صاحب کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی یہ تو ۹۹ سال کا ذکر ہے ابھی ۲ سال بھی پورے نہیں ہوئے کہ نومبر اور جنوری میں ایک دمدار ستارہ کی خبر انہیں منجمین نے اڑائی تھی اور طبیعیات کے دلایل سے بھی قیامت آنیکا پورا خوف دلایا تھا اور کچھ بھی نہوا نہ ستارہ نکلا اور نہ قیامت آئی ہم تو جیسوں کے تیوں خدا کے فضل سے صحیح اور سلامت موجود ہیں اور ۱۹۰۸ء کے زلزلہ کی خبر اور سورج گرہن کی خبر اور ابھی سال ۱۹۱۰ء ۱۱ نومبر کے سورج گرہن کی خبر سب غلط ہوگئی ہیں یہ بھی سب جانے دیجیے یہ بڑی دوربین جسکا شہرہ ہر سو سنے پڑا ہے اور لاکھوں روپیہ اسکی طیاری میں خرچ ہوا اور ہمکو پورا یقین دلایا گیا تھا کہ اب دو میل کے فاصلہ سے چاند نظر آجائیگا اور چاند پر جو آبادی ہے اُس سے باتیں کرنیکا پورا بندوبست ہوجائیگا آج شش ماہی سے زیادہ زمانہ گذر گیا اخبار رو رہے ہیں کہ ابھی ابر اور غبار چاند کے گرد سے پورا نہیں ہٹا ہے اور دوربین کارگر نہیں ہوتی اور کوئی جدید نتیجہ آجتک ہمکو معلوم نہوا اگر جدید اصول فلسفہ واہیہ سے بحث کروں محض تضیع اوقات کے سوا اور کچھ نہوگا خلاصہ اس فلسفہ کا اور انکے اصول کا یہی ہے کہ جدید آلات جنکی بنا محض تخمینی اور فرض پر ہے انکے دنیوی فواید ہوتے رہیں دین جانے یار ہے نور اور حرارت کے مسایل بھی قابل غور ہیں

نور بھی ایک مادہ ہے مثل ان مواد کے جنمیں وزن نہیں ہے (۱) کہربائیہ (۲) مقناطیسیہ (۳) حرارت (۴) نور کا مادی ہونا اور وزن اسمیں نہونا اسمیں بھی فلاسفہ کو اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ یہ چاروں چیزیں غیر قابل الوزن ہیں اور بعض کا قول ہے کہ قابل وزن ضرور ہیں مگر ہمکو ابھی کوئی آلہ ایسا نہیں ملا ہے کہ انکا وزن کرسکیں نور کی ماہیت میں بھی بڑا اختلاف ہے مگر ہم اسجگہ فقط نور کا ایک ضروری مسئلہ ہی لکھتے ہیں کہ باوجودیکہ نور ایسی ظاہر چیز ہے جسکے ذریعہ سے اور چیزیں ہماری آنکھ دیکھتی ہے اور خود بھی اظہر اشیا ہے پھر بھی اسکی ماہیت آجتک فلاسفہ کو معلوم ہوئی سر اسحٰق نیوٹن اور دیگر علمای طبیعین کا تو یہ قول ہے کہ نور ایک مادہ لطیف ہے مرکب چھوٹے چھوٹے ذرات سے جو اجسام منیرہ یعنی نورانی اجسام سے ہر طرف منتشر ہوتا ہے اور خطوط مستقیمہ میں

بسرعت حرکت کرتا ہے اور جب یہی مادہ اجسام کو روشن کر کے پلٹتا ہے اسیکے ذریعہ سے اشیا ہمکو آنکھ سے
نظر آتی ہیں اور ہیوجنس اور جمہور طبعیین کا ماہیت نور میں یہ مذہب ہے کہ نور حرکت اجزای مادہ
اثیریہ کا نام ہے یعنی ایک شے عرضی ہے اور جوہری نہیں ہے اور اسی مذہب پر آجکل دلایل کثیرہ قایم
ہو رہے ہیں اور اسکو صحیح اور درست مانا جاتا ہے اگر یہ مذہب صحیح فرض کیا جاوے اب ہم یہ پوچھتے ہیں
کیا سبب ہے کہ اگر کوئی تختہ بلور کا ہاتھ بھر سے زیادہ موٹا ہو اور دونو طرف پتلی پتلی سیاہی لگا دیجاوے تو
حرکت ان اجزاے اثیریہ کے اس تختہ کو توڑ کر وار پار نجائیگی اگر آپ کہینے کہ رنگ نے حرکت اثیریہ کو
باطل کر دیا میں کہونگا کہ زرد اور سرخ وغیرہ اور قسم کے رنگ ان سے کیوں نور وار پار گذر جاتا ہے
اگر تم کہو کہ سیاہ رنگ نور کو پی لیتا ہے میں کہونگا ذرا نور کے پی لینے کے معنی آپ اچھی طرح سے بیان
کیجیے کیا سیاہ رنگ فقط پیاسا ہے اور کسی رنگ میں پیاس نہیں ہے اسکے علاوہ آجکل ایک
روغن طیار ہوا ہے اگر اسکو چند منٹ دھوپ میں رکھو پھر جب اندھیری رات ہوگی وہ روغن
خود بخود روشن ہو جائیگا اور رات بھر روشن رہیگا اب دیکھو کہ تیل خود جسم روشن نہیں ہے اور
تھوڑی دیر دھوپ میں رکھنے سے جو اس میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے۔ اسکا سبب فلاسفہ یہ کہتے ہیں
کہ نور کی شعاعیں پلٹ کر اس میں سے شب کو نکلتی ہیں پس اگر حرکت اجزای مادہ اثیریہ ہی نور کی
اصلیت ہے وہ حرکت تو جب تک یہ روغن دھوپ میں رہا اسوقت تک تھی پھر جب دھوپ
سے دیکھا لیا گیا اور آفتاب کے سامنے نہ رہا اب اجزاء اثیریہ کی حرکت کہاں رہی اگر تیل کے اندر
وہی حرکت بھر تی رہی اور آفتاب سے غایب تھی پھر اندھیری رات میں ظاہر ہوتی یہ قاعدہ انعکاس
کے خلاف ہے اسلیے کہ انعکاس تو اسی وقت ہے جبتک سامنا رہے یعنی پلٹا نور کا تابہ زمانہ بقاء
آمد نور کے ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ حرکت اجزاء اثیریہ کو نور نہیں کہنا چاہیے اور یہ مذہب جو کہ
اب فلاسفہ نے اختیار کیا ہے سراسر لغو ہے اب رہا پہلا مذہب اسکے بطلان پر ہندسی دلایل فلاسفہ خود قایم کر
رہے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دونوں مذہب ماہیت نور کے سقم سے خالی نہیں یہ بھی خیال کیجیے کہ نور کو بالاتفاق کہتے
ہیں کہ شرط آنکھ سے دیکھنے کی ہے یعنی اندھیرے میں آنکھ ہرگز کارگر نہیں ہو سکتی ہمنے صفحہ ۵۳ میں ایک امریکن
عورت کا حال لکھا ہے کہ شب تار میں آنکھ بند کر کے باریک حروف پڑھ لیتی ہے اسکے علاوہ ہمارے ملک والوں کی

قوم بروار جو کہ شاطر چور کہلاتے ہیں بلکہ چوری پیشہ کے جتنے لوگ ہیں انکو اندھیری رات میں سوئی
زمین سے اٹھا لینی ایسی ہی آسان ہے جیسے ہمکو روز روشن میں آسان نہیں ہے ہمنے انلوگوں سے پوری تحقیق
اسکی کرلی ہے وہ کہتے ہیں کہ آنکھ کی قوت نظری خدا نے اوجالے اور اندھیرے میں برابر دی ہے فقط عادت کو دخل
ہے چنانچہ انکا بچہ جب پیدا ہوتا ہے دنکو اسکی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھتے ہیں اور رات کو کھول دیتے ہیں جب
وہ لڑکا شب تار میں سب اشیا کے دیکھنے پر قادر ہو گیا اور اسکی نگاہ اندھیرے میں مثل ہماری نگاہ کی روشنی
میں قایم اور کارگر ہو گئی اب تمام عمر اسکو رات اور دن برابر نظر آتا ہے اور یہ بھی جانے دیجے شپرک جانور کے
حال سے کون آگاہ نہیں ہے کہ دنکو اسے نظر نہیں آتا ہے اور شب کو کیسا تیز نظر ہوتا ہے آدمی کو بھی برعکس اسکے
کا مرض ہوتا ہے جسکو عربی میں جہر کہتے ہیں اور مجھے خود ایسے شخص کے حال کا تجربہ کیا ہے بہر حال نور کا شرط ہونا
اشیا کے دیکھنے میں یہ قانون قدرت اگر مانا بھی جاوے تو یہی قانون عادی ہوگا خدای تعالی اسکو قدرت
ضرور ہے کہ بدون روشنی کے ہماری آنکھ کو بینا کر سکتا ہے چونکہ آنکھ کے دیکھنے کا ذکر استطرادًا یہاں آ
گیا لہذا مجھے اسکا بھی بیان کرنا مناسب ہے کہ محاذات شے عرفی یعنی سامنے ہونا اس چیز کا جسکو ہم
دیکھیں یہ بھی شرط عادی ہے چنانچہ اور فقرای صوفیای اہل اسلام کے طریقہ قریب قریب ہے یہ بھی ایک مجرب
ہے کہ پس پشت کی چیز مثل پیش رو کے برابر دیکھتے ہیں انکا طریقہ جیسا کہ مجھے بتایا تھا (گو میں نے تجربہ
نہیں کیا) یہ ہے کہ ناک پر ایک نقطہ سیاہی کا لگا کر اسکو روز انہ اوپر چڑھاتے تھے جب پیشانی سے اوپر
پہونچگیا اور سر کا اگلا حصہ دیکھنے لگے اب پس پشت برابر نظر آنے لگتا ہے جسکا جی چاہے تجربہ کرلے اور شاہ
صاحبان تو اسی عمل کی بدولت روشن ضمیر کہلاتے ہیں کہ آگے اور پیچھے برابر انکو نظر آتا ہے نتیجہ اسبات
کا یہ ہے کہ ہزاروں مسایل طبعیہ ارضیہ اور فلکیہ پانی اور ہوا۔ آفتاب ماہتاب ثوابت اور سیارات اور کائنات
جو یعنی درمیانی اشیا جو زمین اور آسمان کے ہیں آدمی نے اپنے تجربات سے معلوم کئے ہیں اور دلیل عقلی انکی ضروری
اور واجب الوقوع ہونیکی آجتک کسیکو نہ معلوم ہوئی اور نہ معلوم ہوگی اور خصوصًا جدید فلسفہ جسکی بنا محض وہمی
اور فرضی باتوں پر ہے چنانچہ اسکے چند نظایر ہمنے لکھے ہیں وہ جب انکو بلا دلیل عقلی آپ تسلیم کیے لیتے ہیں حالانکہ بعض
خلاف عقل بھی وہ امور ہوتے ہیں پھر اگر شریعت سماوی انبیا سے ہمیں موجودات عالم کی نسبت کوئی بات
ہمکو بسند صحیح معلوم ہوا اور ہمکو یہ بھی عقیدہ ہو کہ نبی خدا کبھی غلط بیانات نہ کریگا اور نہ کوئی پیشین گوئی

کسی نبی کی کبھی غلط ثابت ہوئی ہو تو ایسے سچے اور راست گفتار کی بات کو تو ہم اپنی عقل ناقص کے
مخالف ہونیسے غلط کہدیں اور جن فلاسفہ اور منجمین اور علمای ہیئت کی سیکڑوں باتیں غلط اور مردود
بلا دلیل عقلی ہوں انکو آمنا و صدقنا کہکر تسلیم کریں مثال اسکی یہ ہے کہ ہماری احادیث مقدسہ میں وارد ہے کہ
ستاروں پر بھی آبادی ذی روح اشیا کی ہے پہلے فلاسفہ کو چونکہ دوربین (ٹلسکوپ) نہیں ملی تھی اس خبر پر
قہقہہ زنی کرتے تھے اب کہ ہرشل کی دوربین اور گیلیلیو کی دوربین طیار ہوئی اور آبادی سیارات مثل
شمس اور قمر کو آنکھ سے دیکھنے لگے اب اس خبر دہی حدیث پر کون معترض ہوسکتا ہے ہاں اب اتنی بات
ضرور باقی رہی کہ ہوا جو مادہ حیات ذی روح ہے سکے تجربہ میں ہے اسکا وجود فقط ۴۵ میل اوپر تک ہے مگر ہرشل
صاحب نے آفتاب تک بھی ہوا کو دکھلا دیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ ہوا اور ہے اور یہ ہوا اور ہے یہ محض بیجا خیال
ہے اسلئے کہ دونو ہوا اونکا فرق آپ لوگونکو کس دلیل سے معلوم ہوا دونوں ہی مادہ اثیریہ (ایتھر) جو تمام فضائے
عالم میں بھرا ہوا ہے اسی سے ہمارے گرد کی ہوا بھی پیدا ہوئی اور اسی سے گرد آفتاب کے ہوا پیدا ہوئی اور
وہی آکسیجن اور ہیدروجن اور نیٹروجن یہاں بھی ہوسکتا ہے وہ وہاں اور جملہ سیارات پر اب رہا لطافت اور
کثافت کا فرق یہ بھی غیر معلوم ہے ہرشل صاحب آفتاب کے گرد لطیف اور غلیظ ہوا کے قایل ہیں اور
تمکو کیا منصب ہے جو انکار کرتے ہو کہ سیارات پر ہوا نہیں ہے زمین سے اوپر ۴۵ میل تک تو آپکی رسائی نہیں
اور کروروں میل کی خبر دیتے ہو اور بالفرض کہ وہ ہوا اور ہے پھر وہ ذی روح جو سیارات پر آباد ہیں انکی حیات
اور زیست کو ہماری ہوا سے کیا تعلق ہے جسطرح انکی خلقت اور ہے انکا مدار حیات غذا اور ہوا
کسی اور چیز سے کر دیا ہو آپ کون ہو اسمیں جھگڑا توجیہ کرتے ہیں اور اس مسئلہ کو میں باب معراج میں انشاء اللہ
پھر لکھونگا اسیطرح ایک شخص سعد نام جو اپنے کو بڑا منجم سمجھتا تھا حضرت صادق آل محمد کے پاس حاضر ہوا حضور نے
اس سے یہ بھی ایک سوال کیا کہ وہ ستارہ کون ہے جب طلوع کرتا ہے اونٹ مست ہو جاتے ہیں سعد نے
عرض کی مجھے معلوم نہیں آپنے فرمایا کہ اب تو سمجھتا ہے بعلاوہ کون ستارہ ہے جب نکلتا ہے گائے کو ہیجان ہوتا
ہے منجم نے عرض کی مجھے معلوم نہیں آپنے فرمایا تو سمجھتا ہے بعلاوہ ستارہ کونسا ہے جسکے طلوع کرنے سے
کتے مست ہو جاتے ہیں منجم نے عرض کی مجھے معلوم نہیں آپنے فرمایا سچ کہتا ہے تجھے معلوم نہیں ہے میں
میں کہتا ہوں کہ یہ ارشاد امام کا اس منجم کے سامنے کبھی قابل استشہاد نہیں ہوسکتا ہے اور

گو اجتک ہمارا علم ناقص اُن استادوں کے وقت طلوع پر نہو اور نہ ابھی تک ہم اُنکو نام سے واقف ہوں مگر عقل
سلیم ہماری ضرور حکم کرتی ہے کہ جو جو اخبار ہمارے مقدس انبیا اور اوصیاء انبیا نے دی ہیں روز بروز جسقدر ہمارا علم
ترقی پاتا ہے سبکی تصدیق ہوتی ہے ہزاروں پیشین گوئیاں اُنکی صحیح ہو چکیں اور سیکڑوں ورا اشیا کے وجود کی خبر
جو حضرات نے دی ہے اُنکا ثبوت کامل ہو چکا لہذا اپنی لاعلمی سے ہم آج یہ کہدیں کہ ایسا کوئی ستارہ نہیں ہے
بجز نادانی کے اور کچھ اسکا نتیجہ نہوگا دیکھو قیاس کا مسئلہ تھا کہ جو آدمی کے بدن سے نکلتی ہے تھوڑے دنوں سے ڈاکٹروں کو اسکی
خبر ہوئی ہے اور ہماری احادیث مقدسہ میں بخوبی وارد ہے کہ مجلس اور مجمع میں ہر ایک آدمی کو جسقدر فاصلہ کر کے
اب ڈاکٹروں نے اپنے قیاسی اور تجربہ ظنی سے وہی فاصلہ تجویز کیا ہے جسکو ہم [illegible] انشاء اللہ ثابت کرینگے
لہذا انکو لازم ہے کہ انبیا کے اقوال پر اپنی نادانی سے شبہہ نکریں اُنکا علم آلات اور اسباب ظاہری کا محتاج نہ تھا
اُنکی دوربین قدرتی ایسی تھی کہ قریب اور بعید سبکو مقدار واحد اور صفات واحد پر دیکھتی تھی لاکھوں برس کی گذری
ہوئی شے اور کروڑوں برس کی آیندہ سب اُن حضرات کے سامنے بوقت ضرورت خدا حاضر کر دیتا تھا اسیطرح جو امور متعلق
نطفہ انسانی و خلقت حیوانات اور جو امور اسی عالم کے ہیں اُن حضرات کو بلا ذریعہ [illegible] معلوم
ہوتی تھی اسیطرح نوامیس قدرت اور احکام انتظام عالم بسبب احکام الٰہی اُن حضرات کو وحی الٰہی سے معلوم ہوتی
وہ علم اتم علوم اور اکمل افراد علوم ہے اس علم سے مخالفت کرنی اور اُن احکام کو ظاہری آلات اور اسباب سے جو علوم
حاصل ہوتے ہیں اُنپر قیاس کرنا کیسی نادانی کی بات ہے حکایت سنہ [illegible] ہجری میں بمقام لشکر گوالیار محلہ [illegible]
میں بذریعہ سیاحت و مطب وارد تھا ایک طالب علم قاضی محلہ جنسی جنکا نام نور الدین تھا [illegible] مجھسے کتاب
صدرا پڑھتے تھے اور سامنے میرے مکان کے کالج سرکاری ریاست گوالیار کا تھا اسکے افسر اعلیٰ ایک فرانسیس تھے بڑے ذی علم
آدمی تھے وہ میری حالت کے روزانہ قاضی صاحب سے پرسان رہتے تھے ایک روز اُنھوں نے قاضی صاحب سے کہا تم اپنے
استاد سے ایک سوال کا جواب لاؤ تو ہم بھی اُنکی ملاقات کو چلیں سوال جسقدر علوم انسانی معلومات میں ہیں [illegible]
کسی علم کی دلیل صحیح اور قطعی ہے قاضی صاحب نے مجھسے اسکو پوچھا جواب میں نے کہا جسقدر علوم انسانی [illegible]
علم ہندسہ سے زیادہ تر کسی علم کی دلیل کمزور نہیں ہے اسلئے کہ اصول موضوعہ اقلیدس کی جنپر بنا اسی اشکال کی ہے وہ کسی اور علم سے
ثابت ہونیکی محتاج ہیں اور اقلیدس نے انکو صحیح فرض کر لیا ہے اب جتنی شکلیں ان اصول پر موقوف ہیں [illegible]
کی کیا قطعی ہوسکتی دلیل ہے فرض کرو کہ شکل ۴۷ مقالہ اول مربع وتر مثلث قائم الزاویہ برابر مربع ضلعین کے ہے [illegible]

کی ہے دونوں کا مربع = ۲۰۰ کے ہے پھر چونکہ مربع وتر = ۲۰۰ کے تھا اسکی جذر تقریبی ۱۴ ۱/۲ ہوگی اب اگر مسئلہ
اتصال کا صحیح مانا جاوے اور تفریق نہو یعنی اجزا جسم کے جدا جدا ہیں باہم متصل نہیں اور اسیوجہ سے مسامات پیدا
ہوتے ہیں اسوقت تو یہ حکم ضرور سچا ہے ورنہ فقط ۱۴ اسکی برابر بھی وتر ایسے مثلث کا ہو سکتا ہے اور جزلا یتجزی کی تقسیم
پہ یہ دلیل قایم نہوگی اور اتصال کا مسئلہ آج تک ثابت نہو سکا پھر اقلیدس کے دلایل کب سچے اور صحیح اور قطعی ہیں سب لغو
اور مہمل ہوگئے یہ میرا جواب جب قاضی صاحب نے آفیسر کالج پرنسپل صاحب سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بس اب کیا مولوی
صاحب سے ملیں اصلی ہمارے نزدیک تو علم ہندسہ کے دلایل قطعی تھے اور مولوی صاحب نے انکی پوری خرابی ثابت کردی
کہ ہندسہ میں مقدار متصل سے بحث ہوتی ہے اور مقدار متصل کا ثبوت خود علم ہندسہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے میری
غرض اس حکایت کے لکھنے سے یہ ہے کہ اے میری معزز تعلیم یافتہ یہی حال آپکے فلسفہ جدیدہ کا ہے کہ محض فرضی
اور وہمی بنا پر ساری حسابات یہ لوگ لگا رہے ہیں یہ فلسفہ تو فلسفہ قدیمہ سے بھی ہزار درجہ بے سند ہے اس بنا پر
الہامی کتابوں پر اعتراض کرنا آپ ہی انصاف کیجیے کسطرح قابل پذیرائی ہو سکتا ہے خدا ہدایت کرے آمین

دفع توہم ضرور ہر شخص کو توہم ہوگا کہ جسقدر علوم اور فنون کے دلایل اصول ہندسہ پر مبنی ہیں اور جسقدر آلات اور
کلیں دنیا میں جاری ہوئی اور نہایت کام دے رہی ہیں اور انکے فواید یقینی ہمکو پہونچ رہے ہیں اور جر ثقیل اور
علم اصطرلاب علم مثلث علم دایرہ علم کرہ متحرکہ اور کرہ ساکنہ اور علم مخروطات اور اسطوانہ اور ربع مجیب وغیرہ جب
ان سبکی بنا دلیل ہندسہ پر ہے اگر یہ سب لغو اور مہمل اور مشکوک ہوگئے اب کونسا علم اور عمل یقینی باقی رہا جسپر پورا
بھروسہ کیا جاوے جواب اسکا یہ ہے کہ عقلاے کاملین نے اسی خیال سے یہ مسئلہ مسلم مان لیا ہے کہ ظنیۃ
الطریق لاینافی قطعیۃ المسلک یعنی دلیل ظنی سے حکم یقینی کا پیدا ہونا کچھ اس میں منافات نہیں ہے
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنی منزل مقصود پر پہونچ جاتے ہیں اور جس راہ سے وہ منزل ہمنے طے کی ہے اسکا منزل مقصود
پر پہونچانا یقینی نہیں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ ہمارے مذہبی مسایل میں علم اصول فقہ کے بھی بکار آمد ہے دیکھیے بطلیموسی
نظام جو آج بالکل غلط سمجھا جاتا ہے اُسکے مسایل بھی مجسطی میں ہیں انہیں علوم ہندسہ پر مبنی تھے اور نتایج علم ہیئت
سے پوری ثابت ہوتی تھی وہی نتایج اب اس نظام کو باطل کرکے دوسرے نظام سے پیدا ہوتے ہیں اور جسطرح بطلیموسی
نظام کا غلط ہونا ممکن تھا اب اس نظام کا غلط ہونا بھی ممکن ہے مگر نتایج برابر صحیح پیدا ہو رہے ہیں عام خیال کے لوگ
نتایج کے یقینی ہونے سے دلیل کو بھی یقینی سمجھنے میں ایسا نہیں ہے جر ثقیل میں یہ بھی ایک مسئلہ مانا گیا ہے کوئی

کل کیسی ہی عمدہ اور درست قاعدہ سے بنائی جاوے مگر کچھ نہ کچھ فرق اُسمیں ضرور ہوتا ہے مثلاً ہمنے ایک دخانی انجن ۵ سو گھوڑوں کی طاقت کا بنایا اب باوجود اور اسباب ضروری کے پورے پانسو کی طاقت اُسمیں نہوگی کبھی دو چار کمی اور کبھی دو چار کی بیشی ضرور ہوگی الخ فرانس میں ایک گھڑی ایسی بنی تھی جو پورے سال بھر میں ایک دقیقہ (منٹ) کی غلطی گردش آفتاب کی حرکت سے کرتی تھی اور لاکھ روپیہ کا انعام اُسکاریگر کو ملا تھا یہ کام اُسی حکیم مطلق کا ہے جسکی قدرتی مصنوعات میں مثلاً حرکت آفتاب کروڑوں سال میں ایک ثانیہ (سکنڈ) کی بھی غلطی نہیں کرتی یہی فرق ہماری مصنوعات اور قدرتی صنائع میں ایسا ہے جو ہمکو وجود صانع تعالیٰ برحق کا ضرور اقرار کراتا ہے پس اگر علوم جدیدہ کو اصول ظنی ہی اور وہمی ہیں تو نتیجہ صحیح نکلتا ہوا اور آلات جدیدہ صحیح طیار ہوتے ہوں اسکی وجہ سے ان اصول کا یقینی ہونا مگر خیال کرنا چاہئے یہ قدرت کا تو کچھ عشر ہی خدا ہی کو علم ہے کہ نوامیس قدرت سچے اور یقینی کونسے ہیں جنپر یہ کارخانہ عالم چل رہا ہے تصویر کا ہمہ وجوہ مطابق ذی صورت کے ہونا گو فوٹو گراف ہی کے سہی ہرگز یقینی نہیں ہے٭

باب چوبیسواں نیچر کا نہ بدلنا قرآن مجید سے جو لوگ سمجھے ہیں اُسکی پوری تحقیق اور خرق عادت کے معنی

قانون قدرت (لا آف نیچر) کا بدلنا اُسکے نظایر جسقدر ہمنے لکھے اور آیندہ لکھینگے اُس سے مراد اور غرض ہماری یہی ہے کہ جو قانون براہ عادت الٰہی جاری ہے وہ برابر بدلتا ہے اور اُسکے بدلنے سے قادر مطلق ہرگز عاجز نہیں ہے سید احمد خانصاحب اپنی تفسیر میں اسی مسئلہ کی نسبت ہر جگہ نیا رنگ اور نیا ڈھنگ بدل رہے ہیں تاکہ معجزات انبیاء علیہم السلام کو ثابت نہونے دیں لہذا ہمکو بھی ضرور ہے بقول شاعر ؎ رشتہ در گردنم افگندہ دوست ٭ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست - اگر عقلی دلایل کی طرف ہمارے دوست چلیں تو ہم بھی اُسی راہ کو چلیں اور اگر نقلی دلیل پیش کریں تو ہم بھی اُسکا مطابق دعوای سر سید صاحب کے نہونا ثابت کریں اب ہم تفسیر جلد سوم کے صفحہ ۱ سے لغایت صفحہ ۴۱ جو جو دلایل عقلی اور نقلی نفی معجزات پر سید صاحب نے لکھکر اپنے حساب سے گویا ابطال معجزات (نعوذ باللہ) سے فارغ ہوگئے ہیں اُنکی نادرستی ظاہر کریں عقلی دلیل صفحہ ۲۹ میں قولہ علاوہ اسکے تمام علماء اسلام نے معجزہ کی تعریف میں اسکا خارق عادت ہونا ضروری سمجھا ہے میں کہتا ہوں درست اور سچا ہے مگر ساتھ ہی اُسکے تحدی کی شرط بھی علمانے فرمائی ہے یعنی دعوای نبوت کر کے اظہار خرق عادت کو معجزہ کہتے ہیں دیکھو صفحہ ۹۲ انتصار الاسلام کو قولہ خرق عادت کے دو معنی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ جو امر ہمیشہ بطور عادت مستمرہ کے یکساں طور پر ہوتا رہتا ہے اور بطور عادت

باب چوبیسواں

الوقوع ہوگیا ہی اسکے برخلاف کوئی امر وقوع میں آوے مثلاً آسمان سے خود بخود مشابہ کوئی شے برسے یا پتھر کا ٹکڑا گر پڑے گو کہ ایسا
ہونے کیلئے کوئی سبب طبعی ہو لیکن میں کہتا ہوں معجزہ خرق عادت سے علماء اسلام کی یہ غرض ہی کہ جس سبب طبعی کو
بعد عادت الٰہی کسی شے کا حادث کرنے پر جاری ہی اسکے علاوہ دوسرا سبب غیر عادی خدا پیدا کرکے کوئی مسبب حادث
کرتا ہی چنانچہ ہم نے صفحہ ۹ میں اسکو لکھدیا ہی کہ معجزہ محال عادی سے متعلق ہوتا ہی **قولہ** دوسرے یہ کہ دسیر نیچرل یعنی
خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالیٰ نے جو قاعدہ اور قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہی اور عادت
الٰہی اسکے مطابق جاری ہی اسکے برخلاف وقوع میں آوے میں کہتا ہوں بس یہی مغالطہ اور یہی دھوکہ کی جگہ ہی
اسی کے سمجھنے سے کل شبہات سید صاحب کے دور ہو جاوینگے قانون قدرت جو خدا نے بنایا اور مقرر فرمایا ہی اسکی تین
صورتیں ہیں پہلا قانون عام اور ضروری جملہ حوادث میں اور وہ یہ قانون ہی کہ عالم اسباب میں کوئی حادثہ بدون کسی
سبب کے ہو نہیں سکتا اور محال بھی ہم اسیکو کہتے ہیں اور عادت الٰہی بھی اسی پر جاری ہی **دوسرا قانون** قدرت
اس سے خاص اگرچہ بہ نسبت قانون سیوم کے عام ہی مثال اسکی جیسے حرارت سے کھانا پکتا ہی اور میوہ
بھی پکتا ہی اور انڈے سے بچہ نکلتا ہی اور اخلاط طعام میں نضج پیدا ہوتا ہی پانی میں انبساط یعنی پھیلنا پیدا
ہوتا ہی اور عادت الٰہی بھی اسی پر جاری ہی **تیسرا قانون** دونوں سے خاص اسکی مثال جیسے آگ کی گرمی
سے دال روٹی گوشت وغیرہ اقسام طعام پکتا ہی اگرچہ ابتدائی خلقت انسان میں بقول ابیقورس آفتاب کی
گرمی سے یہ کام لیا جاتا تھا یا کہ آفتاب کی گرمی سے خواہ بالو میں ڈالنے سے میوہ پکتا ہے اور مرغی کے پروں کی
گرمی سے انڈے میں بچہ پیدا ہوتا ہی اب دیکھو اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۶ کو قربانی کا گوشت جو بقراط کی تھی سرد
پانی سے بدون آگ کے جو پک گیا یہ حادثہ کونسے قانون ہائے قدرت مذکورہ بالا کے برخلاف تھا دسیر نیچرل
جسکو سر سید صاحب کہتے ہیں اسکو یا قسم دوم اور سیوم کے اسلئے کہ حرارت تو خود بخود پیدا ہوگئی بدون آگ کے
یا انڈے سے بچہ نکالنے کی کل جو تیار ہوتی یہ قانون قدرت عام قسم اول اور دوم کے خلاف ہی یا قانون عادی قسم
سوم کے مخالف ہی اسی طرح بکری کی بیچ پیشانی پر سینگھ کا ہونا ریتی کا درخت اور اندھیرے میں آنکھ بند کرکر
خط کا پڑھنا ضرابعلی بیر کا درخت وغیرہ وغیرہ یہ سب مثالیں عام قانون قدرت قسم اول کی خلاف نہیں یا خاص قانون عادی
کی مخالف ہیں یعنی قسم دوم اور سیوم کو بھی یاد رکھو کہ ہم نے جو قانون قدرت عام خواہ سبب عام حرارت کو طعام اور میوہ وغیرہ کی پختگی کا
ٹھیرایا ہی یا پانی میں انبساط اور پھیلنے کا قانون عام حرارت کو ٹھیرایا ہی یہ بھی دراصل سبب عادی ہی اور سبب عقلی ہم اسکو سمجھ کر کہتے ہیں کہ

ہماری عقل ناقص کی رسائی جہانتک ہے۔ خواہ ہمارے تجربات جہاں تک ہو چکے ہیں۔ اُونسے بظاہر ہمکو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدوں حرارت کے پختگی طعام ومیوہ جات کی نہیں ہوتی ہے۔ اسیطرح پانیکا انبساط اور پھیلنا بدون حرارت کے نہیں ہوتا ہے مگر ہم یہ نہیں کہ سکتے۔ کہ سبب حقیقی اور اصلی جسکو سوائے نادر مطلق کے اور کوئی نہیں جانتا یہی حرارت ان چیزوں کے پختہ ہونے یا پانی کے انبساط کا ہے۔ اب ہمکو صرف ""کی مثال یاد دلانی ہے۔ کہ پانی کا انبساط ۳۲ درجہ تک برودت سے ہوتا ہے پس اگر حرارت سبب اصلی انبساط اور پھیلنے پانی کا ہوتا پانی کا انبساط اس درجہ پر کیوں برودت سے پیدا ہوتا۔ اب سبب اوّل عام اور سبب دوم خاص دونوں ہماری تجویز عقلی اور تجربہ سے ٹھہرے۔ قانون قدرت حقیقی ہم نہ اس سبب عام کو کہ سکتے ہیں۔ اور نہ سبب خاص کو بلکہ دونو قانون عادی ہیں اور دونو قانون عادی کا بدلنا ہم برابر نظارہ سے دکھلا رہے ہیں۔ اب دیکھو اس جگہ یہی ہے۔ کہ قانون قدرت ایک تو ایسا ضروری ہے۔ کہ اس عالم اسباب میں بدون اسکے کوئی چیز پیدا اور فنا ہو نہیں سکتی۔ یعنی بدوں سبب کے کوئی مسبب نہیں ہوسکتا ہے۔ اور عادت خدا پاک کی بھی اس عالم میں حدوث حوادث میں اسیطرح جاری ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم اس خالق کو مسبب الاسباب کہتے ہیں۔ اور یہ بات ہماری عقل کی راہ سے بھی قطعی ہے۔ اور کوئی خرق عادت یا کوئی معجزہ ایسا نہیں ہے۔ کہ بدوں سبب کے واقع ہوا ہو۔ اور نہ اس کا ہم لوگ انکار کرتے ہیں۔ اور یہی قانون قدرت عام ہے۔ جملہ کائنات میں دوسرا قانون قدرت عام جیسے حرارت سے پختگی اشیا کی یہ قانون ویسا ضروری براہ عقل نہیں ہے۔ جب پہلا قانون مگر عادت الٰہی اسیطرح جاری ہے۔ تیسرا قانون خاص کہ آگ کی حرارت سے پختگی طعام اور آفتاب کی حرارت سے میوہ کی پختگی اور اس پر بھی عادت الٰہی جاری ہے۔ اب

ہم جو کہتے ہیں۔ کہ معجزہ خارق عادت ہے۔ تو مراد ہماری خرق عادت سے وہی عادت ہے جو
بہ نسبت سبب دوم اور سیوم کے جاری ہے۔ اور سبب اول جسکو ہم نے جمیع حوادث میں عام
اور ضروری لکھا ہے یعنی بدوں سبب واقعی عند اللہ کے خود بخود کسی شئے کا ہونا یا نہ ہونا اسپر جو عادت
الٰہی جاری ہے۔ اسکی خرق کو ہم معجزہ نہیں کہتے۔ اور یہی دھوکا سید صاحب کو ہوا ہے یا عمداً انکو دھوکہ
میں ڈالتے ہیں۔ اسکو یاد رکھنا ضرور ہے۔ قولہ یہی معنے ہیں جنپر بطور اصطلاح یا مجاز کے خرق عادت کا اطلاق کیا
مگر حقیقۃً اسپر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے کہ اسکا وقوع بھی اُسکے اسباب کی اجتماع پر منحصر ہے
اور عادت میں داخل ہے۔ نہ خرق عادت میں۔ کیونکہ جب اُس کے اسباب جمع
ہو جاوینگے۔ تو یکساں طریقہ پر اس کا وقوع ہوگا۔ گو کہ کیسا ہی نادر الوقوع ہو۔ میں
کہتا ہوں کوئی شخص پابند مذہب ایسا ایسے واقع کو جس کے اسباب
ضروری علیہ السلام فراہم ہوں۔ واقع نہ ہونا کبھی خیال نہیں کرتا ہے۔ اور
نہ ایسے خرق عادت کو کوئی پابند مذہب معجزہ کہتا ہے۔ ہاں یہ بات ضروری
کہ مثلاً میوہ کی پختگی کا سبب عادی حرارت آفتاب کی ہے۔ اگر کوئی کیمسٹ
آگ کی حرارت سے کچے انگور یا آم یا خربوزہ کو پختہ کر دے۔ اس کو
ہم ضرور خرق عادت کہینگے۔ مگر یہ خرق عادت بنظر تبدیل سبب
خاص کے ہوگی۔ جو قسم سیوم ہمنے لکھی ہے۔ اور قسم دوم یعنی حرارت مطلق سے
میوہ کا پکنا اوسکا خرق اس مثال میں نہیں ہوا۔ اور نہ پال ڈالنے میں اور قسم اول
یعنی سبب ضروری کے بعد مسبب کا ہونا وہ خرق عادت تو محال ہے۔ اور
کبھی ہو نہیں سکتا ہے۔ سید صاحب کیوں زبردستی ہم کو ناحق دھوکا دیتے ہیں
قولہ مثلاً عادت یہ ہے۔ کہ جب شیشہ ایک بلندی سے جس سے اسکو پورا
صدمہ پہنچے۔ یا ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہے۔ تو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے
ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا۔ اور نہ ٹوٹا۔ تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی۔ مگر حقیقت

میں نہیں ہے۔ اسلئے کہ اوسکے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ تھے۔ جسنے اسکو
ٹوٹنے کے لائق صدمہ پہنچتا۔ یا ایسے اسباب موجود تھے جنھوں نے اس کو۔
اسقدر صدمہ پہنچنے سے باز رکھا۔ پس اس کا نہ ٹوٹنا درحقیقت موافق عادت
کے ہے نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اسطرح کے اسباب جمع ہو جائینگے
تو کوئی شیشہ بھی ہاتھہ سے چھوٹ کر گرنے سے نہیں ٹوٹیگا۔ میں کہتا ہوں
جن اسباب نے شیشہ کو صدمہ پہنچنے سے باز رکھا۔ اونکا موجود ہونا۔ یا جن اسبابا
سے اس کو ٹوٹنے کا صدمہ پہنچتا۔ اونکا نہونا یہ دونو باتیں بموجب عادت
کے تھیں۔ یا دونو خلاف عادت یا ایک کا ہونا خلاف عادت اور
دوسرے کا نہونا مطابق عادت یا ایک کا ہونا مطابق عادت اور دوسریکا
نہونا خلاف عادت پہلی صورت یعنے وجود شرط اور رفع موانع میں اگر دونو کا
ہونا اور نہونا مطابق عادت کے تھا۔ ہرگز خرق عادت نہوگی۔ اور باقیماندہ
تینوں صورتوں میں ضرور خرق عادت ہوگی مگر وہی خرق عادت جو سبب
دوم سیوم کی نظر سے ہوتی ہے۔ اسکو خوب سمجھ لو۔ اور دھوکے میں نہ آؤ +

فرمانا عیسیٰ حضرت کھعہ

قولہ مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھہ بھر کے دیکھا۔ اور وہ بیہوش ہوگیا
یا اوسنے بہرے کے کانوں میں انگلیاں ڈالیں یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھہ
پھیرا۔ اور وہ بہرا سننے اور وہ اندھا دیکھنے لگا۔ پس اگر اسکا سبب کوئی ایسی
قوت ہے۔ جو انسانوں میں موجود ہے۔ اور اسی قوت کی قوت سے اوسنے یہ کام
کیا ہے۔ تو اوسپر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ جو انسان اپنی
اس قوت کو کام میں لانیکے لائق کریگا وہ بھی ویسا ہی کر دیگا۔ پس یہ حقیقۃ
خرق عادت نہوگی۔ میں کہتا ہوں [illegible] خرق عادت کے انکار میں حضور کی
عقل گھبراتی ہے۔ اور ص ۲۴۴ تفسیر جلد ہذا میں کھل گیا ہے فافہم اور تدبر ارشاد
کرتے ہیں اسلئے کہ آپکا اقرار یہ ہے کہ انبیا میں قوت بلا ریاضت

اور مشاقی کے پوری ہوتی ہے اور غیر انبیا محتاج مشق اور ریاضت کے اسکے پورے کرنے میں ہوتی ہے پس اس مثال میں خرق عادت یہی ہے کہ عادت الہی غیر انبیا میں یوں جاری ہے کہ جب مشق اور ریاضت کرکے کوئی آدمی اس قوت نفسانی کو لائق اظہار ایسے امور کے کرے تب غیر نبی سے اُس کا ظہور ہوگا اور معجزہ نما کو خدا نے فطرتی قوت ایسی دی ہے کہ بلا ریاضت وہ ایسے امور ظاہر کر سکتا ہے اور اُس کا بیان ہم نے باب سوم میں بخوبی کر دیا ہے

قولہ علاوہ اسکے اگر ہم مجازًا ایسے واقعات پر خرق عادت کا اطلاق بھی کریں تو وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزے یا کرامت کا انبیا اور اولیا کے ساتھ مخصوص ہونا لازم ہے مگر جب اِن واقعات کا وقوع اجتماع اس بات پر منحصر ٹھہرا تو اسکی تخصیص شخص دون شخص باقی نہیں رہی میں کہتا ہوں آپکو اجتماع اسباب ہی پر نظر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرور ایسے واقعات کا وقوع داخل تعریف معجزہ میں ہے اسلئے اجتماع اسباب یا بر سبیل قانون عادی کے خود بخود ہو جائے یا برخلاف قانون عادی کے غیر مترقب جتماع بحکم خدا محض بغرض تصدیق نبی کے ہو مثلًا سوکھا درخت خرمہ کا غیر موسم میں دفعتہً ہرا ہوکر فورًا بار ور ہو جائے اور اسی وقت خرمہ پکے ہوئے بھی اس کے لوگ کھانے لگیں۔ ضرور ہم اسکو خرق عادت کہینگے اس لئے کہ عادت الہی تو اسی پر جاری ہے کہ پانی سے مہینوں وہ درخت سینچا جائے اور موسم بہار میں نیلے مور نکلے پھر کچے پھل پیدا ہوں پھر گدر ائیں۔ پھر پک کر رطب بنے ان سب واقعات مسلسل کے ہونے کو رفتہ رفتہ کم سے کم دو چار ماہ کا زمانہ درکار ہے اور جب صرف کن فیکون کہنے سے بحکم خدا زمینکی رگوں کا پانی سوکھے درخت نے کھینچ لیا اور سر سبز بھی ہو گیا۔ اور کوئی ہوا ے قدرتی ایسی چلے یا نہ چلے کہ پھولا بھی اور پھلا اور فورًا پختہ بھی ہو گیا۔ بدون اُس +

حرارت آفتاب کے جو مہینوں میں اسکو پکاتی ہیں یہ اسباب قدرتی غیر عادی
جو فراہم ہوئے۔ ایک خرق عادت نہیں۔ بلکہ بہت سے خوارق عادات کو
ہم مانیں گے تب ایسا واقع ہوگا اور جس برگزیدہ خدا کی تصدیق نبوت کی غرض سے
ہمارا خدا ایسا امر معجزہ اور ایسی کھلی ہوئی خرق عادت کو ظاہر فرمائے وہی ہمارا نبی
ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تخصیص شخص و دن شخص کا ثبوت پورا ہم نے کر دیا ماننا
اور نہ ماننا یہ آپکو اختیار ہے ۔ بر رسولان بلاغ باشد و بس قانون قدرت تو یہ ہے
کہ جو اسباب شادابی اور پھولنے اور پھلنے اور پختہ ہونے میوہ کے ہیں اگر فراہم نہوں ہرگز
شادابی اور پھولنا اور پھلنا اور پختہ ہونا کسی درخت و میوہ کا نہ ہوگا۔ اور یہ قانون ضروری
کبھی نہیں بدلتا ہے۔ اور نہ معجزہ اُس کو بدل سکتا ہے اور عادت الہی بھی ہمیشہ
اسی پر جاری ہے اور قانون عادی یہ ہے کہ بارش کا پانی خواہ نہر کا اور
کنوئیں کا اوس سے مہینوں درخت سینچا جائے۔ اور سرسبز ہوکر پھلے پھولے
اور کچے پھل اور پھر پکے ہوں یہ قانون معجزہ نمائی کے وقت بدل جاتا ہے
اب کیوں دھوکا دے رہے ہیں کہ قانونِ عادی کو قانون قدرت کہہ رہے
ہیں اسکے بعد صفحہ ۳۹ میں سید صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب پر مشتخر
زوریاں کی ہیں۔ اور خروجِ دجال اور حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت ایوب ؑ اور خضر
علیہم السلام کے معجزات میں شبہہ وارد کیا ہے ان سب کے جوابات اور
مقاماتِ مخصوصہ پر ہم لکھینگے قولہ پس جب تک کہ خرق عادت کے دوسرے
معنے یعنی خلاف قانون قدرت کے نہ لئے جائیں اوسوقت تک کسی واقعہ کا
وقوع بطور معجزہ و کرامت کے تسلیم نہیں ہوسکتا میں کہتا ہوں ہرگز ہم معجزہ کو
خلاف قانون قدرت کے نہیں کہتے بلکہ مطابق قانون قدرت کے کہ پوری قدرت
الہی ویسے ہی خوارق کے وقوع سے ظاہر ہوتی ہے اور ہم نے اوپر کی سطور میں ظاہر کیا
کہ قانونِ قدرت اور قانون عادی میں بڑا فرق ہے پہلا قانون ہرگز نہیں بدلتا ہے اور دوسرا

اور تفسیر ضرور بدلتا ہے باقی رہا ذکر آیات قرآنی کا جو سید صاحب نے عدم تبدیل خلقت الٰہی کے سند میں لکھی ہیں اور اُن آیات سے مراد وہی قانون الٰہی ہے جو کبھی نہیں بدلتا ہے اور جس کو ہم نے بخوبی سمجھا دیا ہے اور قانون عادی ضرور بدلتا ہے بعض ناظرین انتصار الاسلام کو ایسا خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ جس قدر نظائر نیچر شکن ہم لکھ رہے ہیں اُن سے معجزنمائی کی دلالت اثبات نبوت پر گویا ہلتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ جب امور خوارق عادات کا بکثرت وقوع ثابت ہو گیا پھر نبی کی تخصیص اظہار خرق عادت میں کیا رہیگی لہذا ہم نے صفحہ ۱۵۰ میں اسی کتاب کی یاددہی ضروری اسی غرض سے لکھدی ہے۔ اور تینوں قسم کے خوارق عادات کو بیان کردیا ہے۔ اسکے دیکھنے سے یہ خیال دفع ہوسکتا ہے اور یہاں پھر یاددہی ہم کرتے ہیں۔ کہ ہمیشہ دہریہ اور فلاسفہ نیچرل خیال والوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔ کہ جب ہادیان برحق نے کسی امر عجیب کی خبردی تو ایسے لوگ طالب ہوتے رہتے ہیں کہ اسکی نظیر کوئی موجودات دنیوی دکھاوے۔ اسی حکمت سے خداوند حکیم اپنی قدرت اور اختیار کے اثبات اور تکمیل ہدایت بندگان اور اتمام حجت انبیا اور اسکات اور زبان بندی منکرین خدا اور انبیا کی غرض سے جسقدر قوانین عادی ہیں۔ اونکے خوارق ظاہر فرمایا ہے۔ جس کا فائدہ پہلے تو اثبات قدرت اور اختیار الٰہی کا ہے اس کے بعد تصدیق وقوع ان خوارق عادات کے جو انبیا سے ظاہر ہوں۔ اس لئے نظیر دینے سے شبہہ محال اور ناممکن ہونے کا دفع ہوتا ہے مثلاً ہم نے ایک گھانس بلا قدرتی حرکت اختیاری بدون کسی محرک خارجی کے ثابت کردی دیکھو صفحہ ۳۱۹ کو اب حضرت موسیٰ ؑ کے عصا کا دوڑنا اور حرکت کرنا قدرت خدا کی نظیر سے اسکو محال کوئی نہ کہہ سکیگا۔ اور ضرور یقین ہوگیا کہ ہاں خدائے تعالیٰ بے روح اور بیجان گیاہ سے بھی جاندار حیوان کا کام لے سکتا ہے اسیطرح طولعمر کی نظیر صفحہ ۱۳۱ میں ہے

اور اسیطرح دیگر نظائر نیچر شکن ایسے ہم کو لکھنے کی ضرورت ہے۔ کہ جو معجزہ ہم
کسی نبی کا بیان کریں اس کی نظیر قدرتی بھی ایسی غرض سے دکھاویں کہ اس کا ہونا قدرت
خدا سے ممکن ہے اور طریقہ بھی ایسا عمدہ ہے کہ پھر کسی کو جائے گفت اور مجال
انکار باقی نہیں رہتا ہے اب رہا یہ خیال کہ پھر معجزے کی عظمت کیا رہی اس کے
دور کرنے کے واسطے وہی امور جن سے فرق درمیان معجزے اور غیر معجزے میں
ہم ہر جگہ لکھ رہے ہیں کافی ہے۔ حل شبہہ اگر کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو۔ کہ قانون عادی
جس پر عادت الٰہی جاری ہے وہ بھی قانون قدرت ہی خدا کا ہے پھر اوس
کے بدلنے سے آپ قانون قدرت کے بدلنے کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ یعنی قانون
عادی کا بدلنا بھی وہی قانون قدرت کا بدلنا اور جب قانون قدرت نہیں بدلتا
ہے پس قانون عادی بھی نہ بدلیگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قانون عادت
کے بدلنے سے قانون قدرت نہیں بدلتا ہے چنانچہ ہم نے مکان کے دس دروازہ
کی مثال دے کر سمجھا دیا ہے اور اب پھر ہم کہتے ہیں کہ قانون قدرت کے اصلی
معنے کیا ہیں یہ جس قاعدے کی بنا پر کسی قادر کو کسی مقدور کے پیدا کرنے
خواہ فنا کرنے کی قدرت ہو۔ یعنی اس کو موجود اور معدوم کر سکے ہماری قدرت
کسی چیز کے بنانے اور بگاڑنے میں محتاج ایسے امور کی ہے جو ہماری مصنوعی
ہیں اور جب تک وہ اشیا ہم کو دستیاب نہوں ہرگز ہم کو قدرت اس کے بنانے
پر نہ ہوگی اور اگر دستیاب ہو کر اور پھر مفقود ہو جائیں۔ اس وقت بھی ہمارا قانون
قدرت بدل جائیگا۔ اب معلوم ہوا کہ ہمارا قانون قدرت بہ نسبت ہمارے مقدورات
کے جب محتاج ایسے امور اور اشیا کے وجود اور عدم کا ہے لہذا بدلتا
بھی رہتا ہے کبھی ہم کو قدرت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ہے اب دیکھو
قادر مطلق تعالیٰ شانہ جس کو ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر ہمیشہ قدرت ہے
اور جو چیز چند اشیاء کے موجود ہونے اور چند اشیا کے موجود نہونے کے اپنے پیدا

اور فنا ہونے میں محتاج ہے اون سب اشیا کا پیدا کرنا اور فنا کرنا اس پر بھی قادر مطلق کو ہمیشہ قدرت ہے اب اسکا قانون قدرت کیونکر بدل سکتا ہے اور اوس کے قانون قدرت کے مخالف کون کرسکتا ہے مغالطہ اور دھوکا اس سوال میں یہ ہے اور جیسا سید احمد خان صاحب کو بھی دھوکا ہی ہوا ہے یا ہم کو دھوکا دے رہے ہیں کہ قانون قدرت کا بدلنا اور بات ہے اور قانون قدرت کا بگڑنا اور اوسکے برخلاف واقع ہونا یہ اور بات ہے بدلنا قانون قدرت کا اسکی صورت یہ ہے کہ قادر مطلق نے کسی چیز کے پیدا کرنے یا فنا کرنیکا ایک قانون خاص جاری فرمایا اور چند مدت کے بعد اوس قانون کو بدلکر دوسرا قانون اوسی شئے کے پیدا کرنے میں خواہ فنا کرنے میں جاری کر دیا جیسے اوس کی مصلحت مقتضی ہوئی اور یہ بات جملہ قوانین ملکی اور مت تدنی میں جو انسانی کونسل کے ہیں۔ جاری ہے کہ قانون ملکی تجارتی زراعتی صناعتی ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور اس تبدیل کو کبھی عقل ناجائز اور قبیح نہیں تجویز کرتی ہے اسی طرح بالتشبیہ قانون الہی کا بھی حال ہے دیکھو انبیاء کی شریعتوں کو اور اون کے ناسخ منسوخ احکام کو اور دیکھو جیولوجی کے مکاشفات اور تغیرات اشیا معدنی اور دریائی اور صحرائی بلکہ علم جیاگرافی میں ہمارے دعوے کو زیادہ سچا پاوگے پھر اگر زیادہ تحقیق کا ارادہ ہو دیکھو معدن خانہ میں جاکر کہ جب سے لوہا خواہ پتھر کا کوئلہ زمین سے زیادہ نکالا گیا اور مٹی کا تیل خواہ اور معدنی اشیا زمین سے نکال کر متفرق دور دور پہنچائی گئیں اب زمین کا مدار جو گرد آفتاب کے پھرنے سے تھا۔ کس قدر کم ہوگیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند صدیوں میں زمین آفتاب سے چھٹ جائیگی۔ اور جو دہریہ اور نیچرل خیالات کے لوگ ہمارے نبی صلعم کی پیشین گوئی پر ہنستے پھرتے ہیں کہ بروز قیامت سوا نیزہ پر آفتاب کا آجانا بالکل خلاف عقل ہے یا پچھم کی طرف سے طلوع کرنا آفتاب کا محال ہے اس کا ثبوت اب مکاشفات علم جیالوجی اور علم ہیئت سے پورا پورا ہوتا جاتا ہے۔

نہایت قابل تحقیق

سو انیزہ پر آفتاب کا ہونا اسکا ثبوت تو اسی سے ہوتا جاتا ہے کہ زمین کا مدار یعنے وہ دائرہ جس پر زمین گرد آفتاب کے گھوم رہی ہے (اگرچہ کبھی ہو) چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اسکو تو سید صاحب بھی تسلیم کرچکے چنانچہ ہم باب قیامت میں ہمکو لکھینگے اور آفتاب کا پچھم سے طلوع کرنا اسکا ثبوت یہ ہے کہ قطب نما کی سوئی جو شمال بتلاتی ہے۔ اب روز بروز پچھم طرف ہٹتی جاتی ہے اور رصد خانہ میں برابر اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے چنانچہ محقق مکرم ڈپٹی سید مہدی علی صاحب رئیس جرہٹہ نے جو کتاب جیہذ رد شبہات شیاطین میں لکھی ہے انہوں نے بھی اس مسئلہ کو دکھلایا ہے۔ اب دیکھو کہ جب سمت شمال رفتہ رفتہ ۹۰ درجہ بدل بدل کر نقطہ مغرب میں پہونچے گی اب تو مغرب کا نقطہ جنوب میں ہوگا پھر جب مغرب کے سمت جنوب میں گئی اور اسیطرح ۹۰ درجے قطب نما کی سوئی اور ہٹی ضرور ہے۔ کہ (۱۸۰) درجہ پر نقطہ مغرب پہونچکر خاص پورب کا نقطہ جو اب ہمارا ہے وہ پچھم کا نقطہ ہو جائیگا۔ اور فرمانا ہمارے نبی صلعم کا بالکل درست اور صحیح ہوگا جسکو آپ لوگ قہقہہ میں اڑاتے ہیں ہمارے نبی صلعم ہوں یا کوئی اور نبی وہ جو خبر دینگے بیشک خدا نے تعلیم وحی سے اُنسے فرمائی ہوگی [illegible] ہو سکتا ہے یہ بھی ضرور سمجھنا چاہئے کہ زمین کا مدار چھوٹا ہوکر آفتاب سے قریب ہوتے جانا جسکو اب علمائے علم ہیئت نے ظاہر کیا ہے اور یوروپ کی جدید تحقیقات پر ہمارے نوخیز انگریزی خوان بڑا فخر کر رہے ہیں یہ مسئلہ قدیم فلاسفہ نے بھی ہزارہا برس آج سے پہلے ظاہر کیا تھا کہ زمین اوپر کی طرف حرکت کرتی ہے چنانچہ کتب فلسفہ قدیمہ میں زمین کی نسبت چار قول حرکت اور سکون کے جو درج ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ہمکو اسوقت بحث اسی امر کا دینا ہے کہ قوانین قدرت (لا آف نیچر) جسکے بنے پر سید صاحب اور کل نیچر پرست غل مچا رہے ہیں اور ہمارے خدا کو مجبور سمجھ رہے ہیں دو نظائر تبدیل نیچر یہ بھی ہم نے نہایت قوی پائی ہیں۔ ایک تو زمین کے مدار کا گھٹنا جس سے قوت جاذبہ اور قوت نافرہ کواکب سیارات کا نیچر برہم ہوا جاتا ہے اسلئے کہ زمین بھی ایک سیارہ ان لوگوں

کی راہ ہی میں ہے اور باوجود تبدیل تحیر قوت جاذبہ اور قوت نافرہ کی آفتاب کا سوا نیزہ پر
آنا بھی ہم نے ثابت کر دیا۔ دوسرے مقناطیس کے اثر سے سوئی کو شمال بتلانے کا تحیر
اسکے تبدیل کی صورت ہم نے دکھلا دی اور طلوع آفتاب از مغرب کا محال ہونا بھی غلط
ثابت کر دیا اور یہی شاعر کہتا ہے ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ اگر کسی کو
یہ شبہہ ہو کہ مدار زمین کا چھوٹا ہونا امر تدریجی ہے اور جس حساب سے زمین آفتاب سے قریب
ہوتی جاتی اسکی رو سے نو کروڑ میل کا بعد جو زمین کو آفتاب سے ہے بہت بڑا زمانہ درکار
ہے کہ سوا نیزہ کی دوری پر آفتاب سے آجاتے اسیطرح قطب نما کی سوئی جو پچھم طرف
ہٹتی جاتی ہے اسکو بھی لاکھوں برس درکار ہیں کہ (۱۸۰) درجہ پر آکر پچھم کو پورب بتادے
اسکا جواب یہ ہے کہ اس نسبت کا مدار زمین کے گھٹنے میں محفوظ رہنا خواہ قطب نما
کی سوئی میں ہٹنے اور یہی ایمان لانیکا جو خدا کو پابند زنجیر اخیال کرے۔ علاوہ براں سرعت
رفتار ملائکہ کے باب میں ہم اچھی طرح سے نوامیس قوت ہائے جاذبہ اور نافرہ کو دکھلا چکے
کہ باوجودیکہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل پر ہے مگر جب کوئی ڈھیلا آفتاب پر سے زمین پر گرے
جسطرح زمانہ انکسا غورس میں گرا تھا دیکھو صفحہ ۸۹ تو اسکے گرنیکو بسبب جذب مرکزی زمین
کے حال کی تحقیقات سے شاید پچاس گھنٹہ کے اندر کا زمانہ درکار ہے۔ پھر مدار زمین کا گھٹانے
والا وہی قادر برحق ہے جس نے اس قانون قدرت جذب اور نفوذ کو توڑنا منظور فرمایا
ہے۔ آج اگر اسکی مصلحت میں قیامت کا قائم کرنا ضروری ثابت ہو جائے آئیکا پھر وہی
اسکو ہرگز روک نہیں سکتا ہے ہمکو اسنے صاف صاف بتلا دیا ہے کیونکہ یرونہ بعیداً و
نراہ قریباً۔ کفار اور منکرین حشر نشر اور قیامت کو دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسکو قریب
آنیوالا جانتے ہیں شبہہ دوم اگر اسکو یہ خیال ہو کہ آفتاب کے قریب زمین کا ہوتا جانا اگرچہ
اب محسوس ہو رہا ہے۔ مگر خدائے تعالی اپنے بندوں پر رحیم ہے۔ رفتہ رفتہ اس فعل کو کریگا
ورنہ ہمکو ایسی برداشت کہاں ہے کہ ہم اس گرمی کی برداشت کریں جسکا ۲ ارب ۲ کروڑ
دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ اب ہمکو پہونچتا ہے اور جب سوا نیزہ پر آفتاب ہوگا

کچھ حساب ہے اس گرمی کا اسکو کون برداشت کریگا لہذا وہی حساب جو قدرت نے تدریجی قرب زمین کا رکھا ہے اسکا بدلنا حکمت الٰہی سے بعید ہے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ بیشک خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے اور ایسا رحیم اور در گذر کرنیوالا ہے کہ ہم لاکھ نافرمانی کریں مگر سبقت رحمتہ غضبہ اسکی رحمت ہمیشہ اسکے غضب سے آگے ہی رہتی ہے۔ مگر ایسی امید اسکی رحمت سے رکھنی کہ اسکے سچے وعدوں میں فرق آ جائے یہ سراسر کفر اور الحاد ہے۔ اور فرقہ مرجیہ میں داخل ہوتا ہے۔ رہا برداشت کرنا حرارت آفتاب کا یہ ایک دوسرا امر ہے۔ کیا آپکو معلوم نہیں کہ ہرشل اور گیلیلیو کی دوربین سے خاص کرہ آفتاب پر جاندار ذی روح کی آبادی نظر آتی ہے وہ کیسے ذی روح ہونگے اور آفتاب کے گرد کی ہوا بھی مثل ابر کے ہے اور آفتاب کا کرہ اگر ٹھوس نہ مانا جائے اور مجوف اسکو ہم اعتقاد کریں جسقدر فضا اور خالی جگہ میں زمین اور دیگر سیارہ حرکت کر رہے ہیں اس سے بہت زیادہ آفتاب کے اندر جگہ کا یقین ہے۔ اور ہمارے پاس کوئی دلیل آفتاب کے ٹھوس ہونیکی نہیں ہے پس کیا عجب ہے کہ آفتاب کے اندر کیا کیا کچھ خدا نے پیدا نہ کیا ہو سات زمین اور سات آسمان کا انکار ایسے لوگوں کا کرنا جیسے فلاسفہ ہیں۔ باوجود ایسی حالت کی انصاف کیجئے کیسی بے عقلی ہے۔ بہر حال جو قوت برداشت حرارت کی خدا نے ان مخلوقات کو دی ہے جو خاص کرہ شمس پر بستی ہے۔ کیا دشوار ہے کہ ہمکو وہی قوت خدا عطا فرمائے۔ آپ کہینگے کہ انکا مادہ اور طبیعت اور ہے۔ یہ بھی اندھیری کوٹھری میں تیر لگانا ہے کونسی دلیل آپ کے پاس ہے کہ انکا مادہ اور انکی طبیعت اور ہے اسکے علاوہ ہم اسی دنیا کی ایک نظیر آپ کو دیتے ہیں ہمارے نزدیک تو معجزہ ہے حضرت سلیمانؑ کا تخت صبح اور شام ایک ماہ کی مسافت بغرض ہواخوری بر ہوا کے چلتا تھا جسکی رفتار فی گھنٹہ چار سو میل بلکہ چھ سو میل سے زیادہ تھی۔ اور میل ٹرین (ڈاک گاڑی) جو آج ہندوستان میں چلتی ہے۔ فی گھنٹہ ۴۰ میل کی رفتار ہے۔ اور اسکی پوری تحقیق ہم باب معجزات حضرت سلیمانؑ میں انشاء اللہ کرینگے اور سید صاحب خواہ اور نیچرل

فلاسفہ اسکو یعنی تخت سلیمانی کو غبارہ دخانی خیال کرتے ہیں۔ کچھ ہمکو اسوقت یہ دکھلانا منظور ہے کہ انجینیر ریلوی اور ڈاکٹران یوروپ کا قطعی خیال ہے کہ اگر رفتار ریلوی دفعتہً بڑھا دیجائے مثلاً فی گھنٹہ سو میل کردیجائے مسافران ریلوی کے بدن پھٹ جائیں۔ لہذا رفتہ رفتہ اسکی رفتار بڑھائی جاتی ہے۔ حضرت سلیمان کا تخت یا غبارہ فی گھنٹہ کچھ سو میل چلتا تھا اور آپکے ہمراہ اصحاب اور خادم بھی اسپر سوار ہوتے تھے حالانکہ جیسی تکمیل جسم انسانی کی اب ہے بقول فلاسفہ مادئین ویسی نہ تھی پھر وہ لوگ کیا از قسم جمادات کے بنے ہوتے تھے جو ایسی تیز رفتاری میں بتفریح طبع کی نظر سے روزانہ سوار ہوتے تھے اب ضرور آپکو دو باتوں میں سے ایک بات کا اقرار کرنا پڑیگا۔ یا تو اُن لوگوں کے قوائے جسمانی نہایت قوی تھے جسکو حال کے محقق ہرگز نہیں مانتے ہیں۔ یا کہ حضرت سلیمان کا معجزہ خدا کا دیا ہوا تھا کہ انکو برداشت ایسی تیز رفتاری کی تھی جو آپکے نیچر کے بالکل مخالف ہے۔ المختصر خدا کو قدرت ہر وقت ہے جب چاہے اپنے مخلوقات میں جو خاصیت پیدا کردے نیچر کی پابندی اسکو ہرگز نہیں ہے۔ جو کردے وہی قانون ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ اُسی خدا کے پاس خزانہ غیب کی کنجیاں ہیں جن خزان کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا ہے ؎

اگر بادی دلیل است وگر زور است ہریک تو دادی ضعیفے و زور۔ بات چھبیسواں جواب اس شبہہ کا کہ بروز قیامت مغرب سے آفتاب سوا نیزہ پر طلوع کرنا بالکل نادرست ہے۔ یہاں تک میں لکھ چکا تھا کہ سوال مندرجہ ذیل بذریعہ تحریر میرے پاس آیا اگرچہ مکرر مضامین ہے مگر بجنسہ لکھتا ہوں تاکہ ناظرین کی دلچسپی زیادہ ہو سوال قیامت کے روز آفتاب سوا نیزہ پر ہوگا اور مغرب سے طلوع کریگا۔ اہل اسلام کے بڑے بڑے علمای ریاضی دان اور فلاسفہ بھی اسکا اعتقاد کرتے ہیں اور اسمیں پیشین گوئی کو جو عقلی اور مشاہدہ اور حسابی مد سے قاعدہ سے بالبداہت نادرست ہے۔ وحی آسمانی سمجھتے ہیں کیونکر جناب مغرب سے آفتاب کا طلوع کرنا اسکے کیا معنے ہیں کیا مغرب کسی

اعتراض چھبیسواں

شہر خاص کا نام ہے کیا مغرب وہی جگہ ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکلینگے - ادنی
درجہ کا طالب علم جسنے ابتدائی مسائل علم ہیئت کے پڑھے ہوں وہ بھی جانتا ہے
کہ مشرق اور مغرب ہر ملک کا جداگانہ ہے اور روزانہ ہر جگہ کا نقطہ مشرق اور نقطہ مغرب
بدلتا رہا کرتا ہے پھر روز قیامت کس ملک کے مغرب سے آفتاب طلوع کریگا اگر مراد فقط مدینہ
کے مغرب سے ہے شاید قیامت فقط انہیں لوگوں کیواسطے آئیگی اسلیئے کہ یہ شناخت
تو ایسی نہیں ہے کہ ایک روز تمام روی زمین کے آدمیوں کیواسطے پوری ہو اب معلوم
ہوا کہ قیامت چھ ماہ تک ہر درجہ کے باشندوں کیواسطے جداگانہ ہوتے ہوتے (۱۸۰) روز
میں (۱۸۰) قیامتیں ہونگی - سوا اسکے پھر آفتاب کا آنا قطع نظر اسکے کہ قوت جاذبہ
اور قوت دافعہ زمین اور آفتاب کے جس دورہ پر ہر دو کو بموجب قانون قدرت سنبھالے
ہوئے ہے اسکے خلاف ہے - آفتاب کی گرمی جو اسوقت ہم تک ایک [illegible]
۹۳ کروڑ دس لاکھ حصہ کی پہونچتی ہے اسکا تحمل دشوار ہے سوا اسکے جو تھا [illegible]
کبھی نہوگا اور اسکی برداشت فقط انہیں حضرات اہل اسلام کو ہوگی جو ایسے ایسے
خیالات اور توہمات بعید از عقل کے معتقد ہیں یہ سوال سخت جواب طلب جسکا جواب
پنجاب سے آیا ہے جواب کسی بات کو سنکر ہنس دینا ہے مجھے تو مجھے کہہ دینا کہ محال
ہے یہی نتیجہ آزادی کا ہے جو کہ ہے تعلیم سے ہمارے پیارے نوجوانوں کو ہو رہا ہے
جس سے بڑھکر کوئی خرابی ہوگی کاش اگر یہ لوگ کسی امر عجیب کے انکار کرنے پر کوئی دلیل
ضعیف ہی پیش کرنے کی لیاقت رکھتے تو ہمارا کبھی جی خوش ہوتا کہ ہاں ایک بات
ٹھکانے کی تو کہتے ہیں انکا تو [illegible]
نصاری اور مسلمین اپنی مقدس کتابوں سے بیان کرتے ہیں [illegible]
اور بیان کرنیوالے کو پاگل اور نام [illegible] جیسے طلوع آفتاب کا ثبوت
جدید تحقیق سے دیکر پھر آفتاب کا سوا اسکے پھر آنا بھی ثابت کریں اور سلیس عبارت
سے اسکو لکھیں یہ بات سچی ہے کہ مغرب اور مشرق محض فرضی اور نسبتی الفاظ

ہیں کہ جائے غروب آفتاب کو مغرب اور جائے طلوع آفتاب کو مشرق کہتے ہیں اور سال بھر نت نیا مشرق اور نت نیا مغرب چھ مہینے تک بدلا کرتا ہے جسکی ابتدا اول سرطان سے اور انتہا آخر قوس تک یعنی ۲۵ جون سے ۲۵ دسمبر تک (۱۸۲) دن میں ہر روز نیا مشرق اور نیا مغرب قدرت نے بنایا ہے۔ بموجب عرض بلد کے ایضاً چونکہ آفتاب ۹۰ درجہ پورب اور ۹۰ درجہ پچھم کو کسرے زاید روشن کرتا ہے اسی وجہ سے روزانہ ہمارا نقطہ مشرق بعینہ نقطہ مغرب اُن لوگوں کا ہے جو ہم سے (۱۸۰) درجہ یعنی ۱۲ ہزار میل پورب میں آباد ہیں یہ اختلاف مغرب اور مشرق بموجب طول بلد کے ہے پس یہ قدرت نمائی خدا کی کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے یہ تو روزانہ کرۂ زمین کے رہنے والوں کیواسطے ہوتی ہی رہتی ہے قیامت کے دن طلوع آفتاب مغرب سے مراد طلوع نہیں ہوسکتا ہے۔ لہذا ہمکو مقدس کتابوں کی پیشین گوئی سے وہی مغرب مراد لینے کی ضرورت ہے جو اصلی مغرب آفتاب کا خدا کے نزدیک ہو اور جسکو ہم آئندہ ثابت کرتے ہیں ہر شخص جو آفتاب کو مخلوق اور حادث مانتا ہے اور قدیم بالذات نہیں کہتا ہے اسکو ضرور یہ بھی ماننا چاہیئے کہ پہلے روز جس نقطہ سے آفتاب نے طلوع کیا ہے وہ مشرق واقعی ہے یعنی پہلے روز تو ہم فرض کرتے ہیں جو اول روز برج حمل کا ہے جسکو ۲۰ یا ۲۱ مارچ سمجھنا چاہیئے اب مشرق حقیقی جسکو نقطہ آفتاب کے اول نمودار اور وجود سے ہم مشرق کہیں یہ تو ثابت ہوگیا پھر چونکہ اس روز پورے بارہ گھنٹہ کا دن اکثر بلاد معمورہ میں ہوتا ہے اور عدل فی القسمۃ کی روسے دن اور رات کو برابر زمانہ ملنا چاہیئے لہذا بارہ گھنٹے کے بعد جس نقطہ پر آفتاب آیا ہے وہی مغرب حقیقی ہوگا۔ اب دیکھو حدیث مقدس میں وارد ہے کہ لَا یُغْلَقُ بَابُ التَّوْبَۃِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا دروازہ توبہ کا بند نہ ہوگا جبتک آفتاب اپنے جائے غروب سے طلوع نکرے اور یہ نہ بیان فرمایا کہ من مغربکم یعنے تمہارے مغرب سے طلوع نکرے اسلئے کہ ہمارا مغرب تو محض فرضی اور نسبتی ہے ہر درجہ کے رہنے والے انسان کا روزانہ ایک مغرب جداگانہ ہے پھر

مخبر صادق کا یہ کلام جو مطابق وحی آسمانی کے ہے کس کے مغرب پر صادق آتا لہذا مغرب کی اضافت اُسی آفتاب کی طرف فرمائی ہے اور مراد یہ ہے کہ جس روز آفتاب کو موجود کر کے پہلا مطلع اور پہلا مشرق ہم نے بنایا ہے اُسی کی نظر سے پہلا مغرب جو نقطہ ہے اُسی نقطے سے بروز قیامت آفتاب طلوع کریگا اور دنیا کا الٹ پلٹ جانا بھی ہے اور مشرق کا مغرب اور مغرب کا مشرق ہو جائیگا یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ اُسی روز کے بعد یہ زمین دوسری زمین سے بدلی جائیگی یہ مغرب ایسا ہے کہ تمام باشندگان روی زمین کیا بلکہ تمام مخلوقات موجودہ نظام شمسی بلکہ دیگر ارو نظام اگر خدا نے بنائے ہیں سب کے نزدیک یہ مغرب وہی نقطہ ہے جس نقطے سے پہلے روز پہلا آفتاب نکلا ہے اس نقطہ کے مغرب سے طلوع آفتاب کرنے سے کل موجودات عالم بالا و پائین سب کی علامت قیامت ایک ہی وقت ہوگی مدینہ اور کلکتہ اور امریکہ سب برابر ہو گئے آپ مطمئن رہیں آپ پر بھی اُسی روز قیامت آئیگی جس روز مدینہ والوں کی قیامت ہوگی اسلئے کہ خدا آپکا اور مدینہ والوں کا ایک ہی ہے۔ کیا اچھی نظیر اسوقت یاد آئی۔ ایک نیچرل صاحب (بلکہ انڈیا کے جنرل نیچرل) ولایتی کتا لئے ہوئے ریل گاڑی پر ایک عالم محمدی سے ملے عالم صاحب نے پوچھا کہ یہ کتا آپنے کیوں پالا ہے نیچرل صاحب نے براہ تمسخر کہا کہ حضور حدیث میں وارد ہے کہ جہاں کتا ہو وہاں فرشتہ نہیں آتا ہے۔ میں نے ملک الموت کے روکنے کا بندوبست کیا ہے کہ میری قبض روح کرنے نہ آئیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا آپکی قبض روح کرنے وہ فرشتہ آئیگا جو کتوں کی روح قبض کرتا ہے آپ مطمئن رہیں حدیث سچی ہے۔ یہ بات ضرور ماننے کے قابل ہے کہ پہلا روز خلقت آفتاب کا اگر آفتاب مخلوق اور حادث ہے اور قدیم غیر مخلوق نہیں ہے نقطہ مشرق اور اُسی روز کا نقطہ مغرب ضرور مشرق حقیقی اگر کہا جائے تو ہو سکتا ہے۔ جو ہمکو معلوم نہیں ہے۔ اور الہامی کتابوں میں وہ مراد ہو سکتا ہے اب ہم دونوں نظام بطلیموسی اور فیثاغورسی پر بنا کر کے طلوع آفتاب کا مغرب سے ممکن بلکہ ضروری ہونا ثابت کرتے

ہیں بطلیموسی نظام میں مرکز عالم اور مرکز زمین واحد ہے اور فیثاغورسی نظام میں مرکز
عالم آفتاب ہے اور دونوں نظام کے رو سے عموماً مشرق کا مغرب ہو جانا محال ہے
اور یہ خیال کا غیب پہ محض جہالت اور نادانی سے انکو ہوا ہے۔ نیز راہ تحقیق علمی
جسکا ثبوت یہ ہے کہ ہمکو غور لینے سے ساڑھے چار سو برس گذرے ایک پتھر ایسا بتلایا جس سے
ہم نے قطب نما بنایا اور اسکی وجہ سے خط شمالی قائم ہو گیا اسی خط پر عمودی خطوط دائرے
سے چاروں سمت قائم ہوئیں اور اسی ذریعہ سے کمپس سے علم جہاز رانی میں ہمکو ترقی
دکھائی۔ ایک اور پتھر مقناطیس صلیبی جو پورب اور پچھم بتلاتا ہے۔ ڈاکٹر گرے صاحب
اُسکے پلٹے جانے کے مدعی ہیں گو ہمکو ابھی نہیں پلٹا ہے۔ مگر پلٹنا ممکن ہے اُسکے ذریعے
مغرب کا نہایت ٹھیک پتا ہو سکتا ہے۔ اب ذرا رصد خانہ پیرس اور لندن اور دیگر مقامات
کے چلئے اور ہیئت دانوں کے مشاہدات کو دیکھئے انکو بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ قطب کا
نما سوئی شمال سے پچھم کیطرف منتقل جاتی ہے یعنی چند صدیوں میں شمال کا نقطہ جو ساڑھے
چار سو برس آج سے پہلے تھا نقطہ مغرب پر آ جائیگا پھر ضرور ہے کہ نقطہ مغرب نقطہ جنوب
اور جنوب مشرق اور مشرق شمال ہو جائیگا۔ اور یہی مطلب ہے علمائے محمدی کا جیسے
کرمانی شارح بخاری وغیرہ کہ خدا قادر ہے منطقۃ البروج کو معدل النہار پر منطبق کرکے
پچھم کو پورب بنا دے جسکو پڑھکر یہ ہمیشہ مسخر کرتے تھے۔ پھر جب نقطہ مغرب پر نقطہ شمال
پہونچ گیا پھر زیادہ دنوں میں نقطہ مغرب کا نقطہ مشرق پر پہونچنا کیوں محال ہوگا بلکہ
ممکن ہے بلکہ واجب ہوگا اب اس دانائی کو دیکھئے کہ ضروری الوقوع کو محال سمجھ رہے
ہیں۔ اور یہ تغیر کہ نقطہ شمال مغرب کیطرف چلا جاتا ہے۔ اسکا سبب یہ بیان کرتے ہیں
جسکو علم جر ثقیل سے بہرہ ہے۔ اور جسکے ذریعے سے ایک اور بڑے اعتراض کا
جواب مل گیا کہ خدا نے پہاڑوں کو زمین کی میخیں ارشاد فرمایا ہے۔ اسپر بھی دہریہ ٹھٹھہ ہنسی
کرتے تھے۔ اب جبسے زمین کے معدنیات یعنی پہاڑوں کے مثلاً لوہا اور پتھر کا کوئلہ
اور مٹی کا تیل اور ٹین وغیرہ زمین سے بکثرت نکالا گیا اور دور دور پھیلایا گیا اور بقاعدہ

پہاڑ زمین کی میخ ہیں

جر ثقیل ثابت ہے کہ بوجھلی اور وزنی شے بیجا ہونے سے اور اثر رکھتی ہے اور متفرق ہو نیسے اثر بدل جاتا ہے۔ لہذا وہ جذب مرکزی جو آفتاب یا مرکز عالم کو زمین کیطرف تھا اس میں فرق آگیا اور نقطہ شمال مغرب کو ہٹ رہا ہے۔ معدنی اشیا کو متفرق کرنا اور دور دور لیجانا یہ ہمیشہ سے ہو رہا ہے لہذا ہمیشہ سے یہ اثر بھی ہوتا ہوگا۔ اب ہم ذرا نیچرل خیال والے معززین سے پوچھتے ہیں کہ آپکو ساڑھے چار سو برس سے شمال کی پوری اطلاع ہوتی ہے اور خدائے قادر جس نے شمال اور مغرب کو پیدا کیا ہے وہ اس نقطہ کو بھی جانتا ہے جسپر آفتاب کو پہلے روز پیدا کیا ہے وہ پہلا روز خلقت اور طلوع یعنے ظہور نور آفتاب کا اگر کسی ذریعہ سے آپکو معلوم ہو جائے تو شاید آج ہی آپ اور ہم پکار اٹھیں کہ طلوع آفتاب کو مغرب سے تھوڑے ہی دن باقی ہیں پھر آپ باایں ہمہ نادانی عالم علم لدنی کی پیشین گوئی پر کیونکر قہقہہ زنی کرتے ہیں ؎ کیا بحثیگی بلبل بھلا ان پھولوں سے + پہلے صاف اپنا وزہرہ تو کرے۔ اب ہم نے طلوع آفتاب از مغرب کا امکان بلکہ براہ نیچر ضروری ہونا ثابت کر دیا وللہ الحمد اور قیاسی تجویز کو مشاہدہ میں بدیہی کرکے دکھلا دیا ولا ینبئک مثل خبیر۔ سوا نیزہ پر آفتاب اسکو بھی علمائے ہیئت سے پوچھ لیجیے کہ جو مدار زمین کا گرد آفتاب کے گردش کا روزانہ خواہ سالانہ ہے وہ دائرہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور اسکو بڑے بڑے ہیئت دان آنکھوں سے دیکھ کر حکم قطعی لگا چکے ہیں پھر جب مدار حرکت ارض کم ہوتا جاتا ہے۔ ایکروز وہ بھی ضرور آنیوالا ہے کہ جس دائرہ پر زمین گرد آفتاب کے گھومے اسکا نصف قطر برابر سوا نیزہ کے ہو اب کونسا شبہہ آپکو ہمارے نبیؐ کی پیشین گوئی میں باقی رہا اور تعصب کی بات ہی اور ہے رہا دیر اور جلدی یہ قادر مطلق کے اختیار کی بات ہے آج حکم ہو تو آج ہی ہو جائے ہمارے نبیؐ کے رصد خانہ میں ہرشل اور گیلیو منجم کے چھوٹے دوربین نہ تھی بلکہ دوربین سچی قدرتی آپکو خدا نے دی تھی جو اپنی ید قدرت سے خدا نے تیار کی ہے اللھم صل وسلم وزد وبارک علی محمد وآلہ المعصومین یہ بھی یاد رہے کہ زمین کا مدار یعنی

جس دائرہ پر زمین گرد آفتاب کے پھر رہی ہے اُسکا چھوٹا ہوتا جانا جسطرح حال کے
علماء طبعیئین اور علماء ہیئت مشاہدہ کرکے بتلا رہے ہیں قدیم فلاسفہ بھی اسکو صحیح
مان چکے ہیں حکیم ابیقور ایسا ہم پیہ دُنیا کے قدیم ہونے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ ذرات
یعنی چھوٹے چھوٹے اجسام جنکے خود بخود یکجا ہونے سے دنیا کی چیزیں ہمیشہ خود بخود پیدا
ہوتی ہیں انہیں ذرات کے متفرق ہوجانے سے اور دوسری دنیا پیدا ہوا کرتی ہے
اور یہ ہٹ جانا اجزای لایتجزی کا کبھی بسبب حرارت نار کے ہوتا ہے مثلاً آفتاب
زمین سے بہت قریب آجائے (سوانیزہ کو یاد کرو) اب حرارت آفتاب کی زمین کو جلا دے
گی اور موجودات اجسام میں تغیر پیدا ہوگا۔ یا کوئی حرکت شدید خوفناک ایسی پیدا ہو کہ
تمام اشیائے عالم کو اولٹ پلٹ دے اور یہ دولاب عالم یعنے چرخہ اور رہٹ جو پھر رہا
ہے فاسد ہوجائے۔ (اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا) کا اقرار کرتا ہے۔ اسکے بعد
اس دہریہ نے اُن خیالات کا ثبوت لکھا ہے جو آجکل یوروپ کے فلاسفر علم جی الک
تاسی کو نیا علم اپنا ایجادی بتارہے ہیں۔ بہرحال ہمکو زمین کا آفتاب کے نزدیک آجانا
خواہ آفتاب کا زمین کے پاس آجانا اسکا ثبوت قدماے فلاسفہ کے اقوال سے بھی
بیان کرنا تھا پھر اب کیوں یہ فلاسفہ ہمارے نبی کی پیشین گوئی پر یعنے سوانیزہ آفتاب
کے آجانے پر تمسخر کرتے ہیں۔ اب تو یہ حدیث بالکل مطابق عقیدہ اور مشاہدہ
فلاسفہ قدیم اور جدید دونوں کے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نوخیز تعلیم یافتہ فلاسفہ کے
اقوال کو بجان و دل تسلیم کریں اور تعلیم الٰہی جسکی عقل اور علم محض ہیچ ہے آسمانی ہو
اُسکے ارشاد پر سیکڑوں شبہات انکو لاحق ہوں۔ آفتاب کی گرمی کا تحمل کیونکر ہوگا
جب سوانیزہ پر ہو اس شبہہ کا دفع اولاً تو یہی ہے کہ جب آہستہ آہستہ زمین
آفتاب کے قریب ہوتی جاتی ہے تو ہمارا تحمل حرارت آفتاب کا بھی بڑھتا جاتا ہے۔
اور یہ قانون فطرت ہے کہ تحمل آلام رفتہ رفتہ آدمی کرسکتا ہے کیسا ہی سخت الم اور
کیسی ہی سخت ایذا ہو۔ دیکھیے جو لوگ آگ کا کام کرتے ہیں لوہار اور شیشہ گر وغیرہ

انکو جسقدر برداشت حرارت کی اُٹھانی پڑے دوسرے کو ہرگز نہیں ہے پھر اگر آفتاب کا قرب زمین سے تدریجی ہے عدم تحمل کا شبہہ ساقط ہوگیا۔ اور اگر دفعتہً یہ قرب آفتاب کا ضد اکر دیگا جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے اور متاخرین فلاسفہ طبعیین یعنے فلاسفہ جدید بقول مصنف رسالہ حمیدیہ بھی اسکے قایل ہیں اور حکیم ابیقورکا قول قدمائے فلاسفہ میں بھی ہم لکھ چکے پھر کیا آپ نے قیامت آنیکو کھیل اور تماشا اور ولایتی چکر کلکتہ کی تفریح اور سیر تماشا خیال کیا ہے۔ کہ آپ کے آرام اور راحت اور دلچسپی کے واسطے کوئی تھئیٹر تیار ہوگا۔ یہ آپ کس سے کہتے ہیں کہ ہم سے تو گرمی آفتاب کا تحمل نہو سکیگا۔ پھر نہو اور جل بھن کر خاک ہو جاؤ اور کیسہ پاچہ پیروو۔ ابھی تو آپکو اسی کا انکار ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا اور جب آپکو ثابت ہوجاے کہ ہاں فلاسفہ کے قول سے بھی اسکا واقع ہونا ممکن ہے اُسوقت انہیں فلاسفہ سے آپ فائر پروف تیار کرالیجئے کہ آپکو جلنے سے بچائیگا۔ خواہ کوئی اور ایسی ہی چیز بنوالیجئے کہ اُس روز آپکے کام آیگی رہے ہم غریب پابندان مذاہب آسمانی ہمکو یوالیقین ہے کہ ہمارا خدا خود آگ میں جاندار کیڑے اور پرندہ جانور پیدا کرتا ہے اور آتشخواری انکی صفت ہے اور ہرشخص کی دوربین سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ کرہ آفتاب پر جاندار چیزیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اور ہماری تاریخ مذہبی بتارہی ہے کہ نمرود کی وہ آگ (الامان الحفیظ) جو کوسوں بھڑک رہی تھی حضرت ابراہیم پر ہمارے خدا نے گلزار بنادی آگ کی گرمی اور آفتاب کی تمازت اور برف کی سردی ان سب کی ایذا دہی یا آرام رسانی اسی پروردگار کے قبضہ قدرت میں ہے جسنے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ کیا مجال ہے کہ بدون اُسکے حکم کے کوئی موذی ہمکو ایذا پہونچا سکے۔ ہم تو اُسی معبود برحق کے بھروسے پر اُسکی اطاعت میں سرگرمی کر رہے ہیں اور اُسی کی رحمت پر لو لگائے ہوئے کہہ رہے ہیں

یا خدا ٭ در مملکت وجود فرمان از تو ٭ آرام دل بے سروسامان از تو ٭ مارا بدوای درد دل کاری نیست ٭ دل از تو و درد از تو و درمان از تو۔ ہمارا خدا ضرور ہمکو بقدر ہمارے

اعمال خیر اور شر کے ایذا اور آرام پہونچانے کا مالک اور مختار ہے۔ پھر اگر باوجود بجا
آوری احکام الٰہی کے آفتاب کا ضروری خاصہ یہی ہے کہ چاہے خدا کو منظور ہو یا
نہو مگر آفتاب کا نیچر جلانے میں اشیائے عالم کے نہ بدلیگا اور تمام دنیا جل بھُنکر
بقول ابیقور حکیم خاک ہو جائیگی پھر ہو جائے کیا مضایقہ مگر ابنوہ جشنے وار دفقط

تمہ باب بسیت پچھم جس سے زمین کی حرکت یا سکون کا فیصلہ بھی ہو سکتا ہے
اور نقطہ مغرب حقیقی کی توضیح ہو جائیگی پہلے اسبات کو ضرور سمجھنا چاہیے
کہ پورب اور پچھم اتر دکھن نیچے اوپر یہ چھ سمتیں یعنے شش جہت ایسے ہیں کہ
عام اور خاص لوگ ہر زبان کے اپنی زبان خاص میں انکو مختلف الفاظ سے بولتے
ہیں اور انکو موجود بھی خیال کرتے ہیں عوام کو اتنا مادہ نہیں ہے کہ انکی حقیقت کو معلوم
کریں اور نہ انکو اس کی ضرورت ہے اسلئے کہ شش جہت کا ہونا امر بدیہی انکے نزدیک
ہے فلاسفہ جو ہر ایک چیز کی ماہیت بذریعہ حدود اور رسوم کے دریافت کرنے کے درپے
ہیں انہوں نے سمت خواہ جہت کی یہ تعریف کی ہے کہ جہت منتہا اشارہ حسیہ کا نام
ہے فرض کرو کہ ہم نے ایک خط محدود اسی فضا یعنی خالی جگہ جس میں آفتاب ماہتاب
گردش کر رہے ہیں ا ـــــ ب پورب پچھم (ا) کو ہم پورب اور (ب) کو ہم پچھم فرض
کرتے ہیں۔ یعنے جدھر سے آفتاب طلوع کرے اسکو ہم پورب کہتے ہیں اور جدھر غروب کرے
اسکو پچھم کہینگے۔ اسی خط محدود کے درمیانی نقطہ جسقدر فرض کرو مثلاً ء ج ۵ یہ ہر ایک
نقطہ بہ نسبت (ا) کے پچھم طرف ہے اور بہ نسبت (ب) کے پورب طرف ہے اور اصل
نہ کوئی پورب ہے اور نہ پچھم ہے بلکہ مشرق حقیقی اگر ہے تو وہی نقطہ (ا) ہے جو کسیطرح
مغرب نہ کہلائیگا اور مغرب حقیقی وہی (ب) ہے۔ اسی وجہ سے دہلی کے رہنے والے
پٹنہ والوں کو پچھاہیں بولتے ہیں۔ پس جو مقام کسی کی نسبت پورب کہلائے وہ سچ
مچ نہ پچھم ہے اور نہ پورب بلکہ سچ مچ پورب وہی ہے جو ہر ایک جگہ کی پورب ہو اور سچ مچ
پچھم وہی ہے جو ہر جگہ سے پچھم ہو پھر چونکہ ہمنے آفتاب کے طلوع اور غروب سے دو سمتیں

اعلمای محمدی ہے ۱۲

قایم کرلیں اور عامیانہ خیال سے ہمکو پورب اور پچھم کی دونو جہتوں کا وجود سمجھ میں آگیا
اب عقل فلسفی سے ہم کہتے ہیں کہ یہ فضائے موہوم جسمیں دنیا بھری ہوئی ہے
اور جسکو ہم جگہ اور مکان کہتے ہین اور بعض فلاسفر اسکو واجب الوجود اور قدیم بالذات خیال
کرتے ہین یا تو یہ جگہ اور فضا محدود اور متناہی یا غیر محدود اور متناہی ہوگی اور کچھ ہو
ایک خط متناہی ہم ایسا فرض کرسکتے ہیں جو اسی خط پر منطبق ہو جسکو ہم نے
خط مغرب اور مشرق نام رکھا ہے اور یہ وہی خط (ب ا) ہے پھر چونکہ طلوع آفتاب سال
بھر میں مختلف جگہ سے ہوتا ہے اور اسیطرح غروب بھی جو حساب سے ۴۷ درجہ قریباً ایکہ ۳۲
ہزار میل ہے اور ۱۸۰ مشرق اور مغرب جدید اکثر معمورہ میں ہوتے ہیں لہذا مغرب اور
مشرق حقیقی ایک نرہا بلکہ (۱۸۰) مشرق اور مغرب ہوئے۔ اب اسی خط پر ہم ایک عمود
بناتے ہیں جو اسپر چار قایمہ بنائے مثلاً عمود ش ط اتر ا پچھم ب پورب دکن جب تک ہم کو کوئی
ذریعہ شناخت ایسا نہ ملا تھا کہ ہم سمت شمال اور جنوب صحیح صحیح قایم کریں اسوقت تک تو ہم
نے یہ قرار دیا تھا کہ اگر ہم پچھم طرف منہ کرکے کھڑے ہوں داہنا ہاتھ ہمارا جدہر ہو وہی شمال
اور اتر ہے اور بایاں ہاتھ جدہر ہو وہی جنوب ہے یہ خیال محض عام لوگوں کا تھا اور اہل
علم ایک ستارہ جسکو عوام قطب تارہ کہتے ہیں اس جہت کو شمال کہتے ہیں مگر شمال حقیقی کا
پتہ اب ہمکو خدا نے دیا کہ مقناطیس کے اثر سے لوہے کی سوئی ہمکو شمال اور جنوب حقیقی
تبلا رہی ہے اب دیکھو کہ ط ش خط جو عمود آب پر ہے اسکے داہنی طرف ہزاروں عمود
آب پر ہوسکتے ہیں اسیطرح ط ش کے بائیں طرف مثلاً ا ب
مثلاً ہ ز ص م س ن ک وح لہذا ہ ص ن و یہ سب شمال حقیقی ہونگے اب معلوم ہوا کہ
جسطرح مغرب اور مشرق (۱۸۰) نقطہ حقیقی ہم نے مانے شمال اور جنوب بھی ایسے صدہا
نقطہ ہوسکتے ہیں جو شمال اور جنوب حقیقی ہوں پھر یہ جو علمائے علم ہیئت جدید کہتے
ہیں کہ قطب نما کی سوئی شمال سے مغرب کیطرف ہٹتی جاتی ہے اسکے کیا معنی ہیں
اب ضرور ہوا کہ اسکے نزدیک بھی کوئی نقطہ ضرور ایسا ہے جو مغرب حقیقی ہے اور اسی

کے مقابل کوئی نقطہ ایسا ہے جو مشرق حقیقی ہے اور یہ بات سوائے خطّ استوا کے
جسکے اوپر دائرہ معدل النہار مفروض ہے دوسرا خط ہوگا اور اسی خط پر متقاطع جنوباً
وشمالاً جو خط فرض کریں اُسکے دونو نقطہ شمال اور جنوب حقیقی ہونگے یہ وہی خط ہے
جو قطب شمالی اور جنوبی کے قریب ہے جسکو ہمنے خط ش ط متقاطع خط آب پر
فرض کیا ہے اسکی ضرورت ہمکو جہت مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کی تعیین
میں نہیں ہے کہ فضائے موجودہ عالم متناہی ہے یا غیر متناہی۔ اسلئے کہ جب ہم نے
طلوع اور غروب آفتاب پر بنا کرکے جہت مشرق اور مغرب فرض کی ہے اور یہ حرکت
آفتاب کی بلکہ زمین کی دوری ہے جو ۲۴ ہزار میل کی ہے اور جو ہمیشہ ۲۴ گھنٹہ کسرے
زائد شبانہ روز میں پوری ہوتی ہے۔ اور جس دائرہ کا قطر ۲۴۰۰۰ ÷ ۲۲/۷ = ۷۶۳۶ ۴/۱۱
ہے یعنی سات ہزار ۶ سو ۳۶ میل اور کسرے زائد ہوتا ہے۔ ہم لوگ جو سیارہ ارض کے
رہنے والے ہیں ہمارا دن ۲۴ گھنٹہ کسرے زائد کا اور سال شمسی ۳ سو پینسٹھ دن
اور کسرے زائد کا ہے اور زحل اور مریخ مشتری وغیرہ پر اگر آبادی ہے اُنکا دن اور
مہینہ اور سال جدا ہے دیکھو کتب علم ہیئت کو لہذا ہم سے جو خطاب خدائے برتر کا ہے
اُس میں مشرق اور مغرب وہی مراد ہوگا جو ہمارے سیارہ ارض اور ہمارے مسکن کے
مناسب ہے اور فضائے عالم اگر غیر متناہی بھی ہے اُس سے ہمکو کوئی بحث نہیں
اور نہ ہمکو اُسکے وجود کے اقرار یا انکار سے ہمارے اصول مذہبی مجبور کرتے ہیں اور نہ
اصول فلسفہ پھر جب ہم فضا یعنے خالی جگہ کو عالم میں موجود مانتے ہیں اور اسی کو ہم
مکان کہتے ہیں مخلوق اور حادث ہو جیسا ہمارا عقیدہ ہے اور غیر مخلوق واجب الوجود
اور قدیم بالذات ہو جیسا بعض دہریوں کا عقیدہ ہے بہر حال یہ فضا اور خالی جگہ ایسی
ہے کہ اس میں ابعاد ثلثہ یعنی طول اور عرض اور عمق پائے جاتے ہیں اور اگر ساری
فضا اجسام سے بھی بھری ہوئی ہے تو اجسام کے طول عرض عمق سے منطبق ہے
اور اگر کچھ بھری ہے اور کچھ خالی ہے یعنی خلا ہے جب بھی اُس میں اجسام سمانے

کی قابلیت ضرور ہے انہیں ابعاد ثلثہ کی وجہ سے۔ یہ فضا اور بعد شاسع یعنے
پھیلا ہوا جسکے سوچنے سے ہماری عقل کو حیرت ہوتی ہے اور جسکی وسعت کواکب
ثوابت کی دوری معلوم کرنے سے ہمکو اچھی طرح سے دریافت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ
غیر متحرک ہے اسلیئے کہ حرکت کیواسطے مکان ضرور ہے پھر اگر فضا یعنے مکان بھی
متحرک ہو تو اسکے واسطے بھی مکان ضرور ہے اور تسلسل محال لازم آئے۔ اب ناچار
ہمکو ماننا پڑا کہ یہ فضا ساکن ہے اور جب یہ ساری فضا اور کل بعد موجود ساکن ہے پس
زمین اگر متحرک ہے خواہ ساکن اور اسیطرح آسمان اگر موجود ہے اور جملہ سیارات جو
حرکت کر رہے ہیں اسی فضای ساکن میں حرکت کر رہے ہیں۔ واضح ہو کہ بعد موہوم جو
دراصل موجود ہے اسکے محال یا ممکن ہونے پر خواہ اسکی اصلی ماہیت اور حقیقت
سمجھانے پر ہم اسوقت بحث نہیں کرینگے اسلیئے کہ ہماری غرض وجود مشرق اور مغرب
شمال اور جنوب کی ثابت کرنے کی اسکی بحث واقعی سمجھنے سے کوئی تعلق نہیں
رکھتی ہے موہوم ہو تو کیا اور دراصل موجود ہو تو کیا اب دیکھو جب اس فضا اور بعد
موجود میں طول بھی اور عرض بھی اور عمق بھی اور اسکو ہم نے ساکن بھی ثابت کر دیا
اور اسی فضا اور خالی جگہ کو اقطار ثلثہ (جس میں زمین یا آفتاب گردش کر رہے ہیں۔ اور
وہ متناہی بھی ہے) بموجب اصطلاح مجسمات کے ہم پہلے ایک قطر یعنی خط ایسا
فرض کرتے ہیں جسکی ابتدا اس نقطہ سے ہو جہاں سے طلوع آفتاب بروز اول خلقت
آفتاب ہوا تھا کوئی مقام کیوں نہو اور یہی خط قطر اس دائرہ کا ہے جو مدار گردش میں
کا بولا جاتا ہے اور اسی کو ہم خط استوا کہتے ہیں جو قطر دائرہ معدل النہار کا ہے اسی
خط کا ایک نقطہ جو مماس دائرہ مذا ہے اور جس سے طلوع آفتاب بروز اول ہوا تھا
مشرق ہے اور دوسرا نقطہ جو دوسرے طرف مماس دائرہ مذا ہے مغرب ہے پھر چونکہ
یہ خط محدود ہے اسلیئے کہ جس دائرہ کا یہ قطر ہے وہ بھی محدود ہے اسی کے نصف
پر جو عمود قاطع ہم فرض کرینگے اور چار قائمہ بنائیگا اور دائرہ نصف النہار کا قطر

بھی ہوگا اور قطب شمالی یعنے ستارۂ جُدی کے قریب گذریگا اسی قطر کے دونوں سرے
جنوب اور شمال حقیقی ہونگے اب یہ چاروں سمتیں جو قائم ہوئیں مغرب اور شمال
حقیقی ہیں نہ اضافی اور چونکہ یہ دونوں خط اُس بعد میں فرض کرتے ہیں جو ساکن ہے
لہذا یہ چاروں سمتیں بدل بھی نہیں سکتی ہیں اسی مغرب اور شمال حقیقی کو خیال کر کے
فلاسفہ رصدخانہ میں ملاحظہ کر کے قطب شمالی کی سوئی کو مغرب کیطرف ہٹتے
ہوئے خیال کر رہے ہیں اسلئے کہ اگر مغرب حقیقی اور شمال حقیقی کوئی نقطہ ہو پھر قطب
شمالی سوئی کا ہٹنا بطرف مغرب کے اسکے کیا معنے اور محض مہمل یہ قول ہوجائے
قرآن اور حدیث سے بھی مغرب حقیقی کا ثبوت جب ہم نے فلاسفہ کی تحقیق
سے مغرب اور شمال حقیقی کا ثبوت بخوبی کر دیا اب ہمکو اپنے فلسفہ آسمانی اور حکما الٰہی
کے اقوال کا بھی ذکر کرنا ضرور ہے اسلئے کہ اصلی غرض تو ہماری یہی تھی کہ ہمارے کتب
آسمانی کا فلسفہ وہی سچا ہے اور کبھی کوئی سچا فلسفہ اُسکو غلط نہیں کر سکتا ہے ابن
کوا جو بڑا امیرمعاویہ کا زبان دراز آدمی تھا ایک ہمارے امام ہمام عالم علم لدنی شہسوار
کو کشف امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ سے کہنے لگا قرآن میں خدا نے اکثر متناقض
اقوال فرمائے ہیں منجملہ انکے ایک جگہ تو کہتا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا
یعنے مشرق اور مغرب ایک ہے دوسری آیت میں رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ
یعنی دو مشرق ہیں اور دو مغرب ہیں تیسری جگہ فرمایا ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ
بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب ہیں یہ تینوں قول صحیح ہو سکتے ہیں جو باہم متناقض
ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا اے ابن کوا دیکھ کہ یہ مشرق ہے یعنی پورب ہے اور یہ مغرب
ہے یعنے پچھم ہے اور ادھر حضرت کی یہ ہے کہ عوام اور خواص بھی پچھم اور پورب کو ایک
ہی سمجھتے ہیں اور کبھی دو یا چار مشرق اور مغرب نہیں کہتے ہیں یعنے یہ مغرب اور
مشرق حقیقی نہیں بدلتا ہے یہ تو ایک ہی مشرق ہے اور ایک ہی مغرب ہے اب دو
مشرق اور دو مغرب جو خدا نے فرمایا ہے پس جاڑوں کا مشرق اور ہے اور گرمیوں کا

مشرق اور ہے مراد حضرت کی وہ دونوں نقطہ ہیں جو انقلاب شتوی اور انقلاب صیفی سے نامزد
ہیں اور سال بھر میں دو روز ایسے ہوتے ہیں جسمیں پوری قدرت تعالیٰ خدا کی ہوتی ہے اور وہ جو
خدا نے فرمایا کہ بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب ہیں پس مغرب اور مشرق تین سو ساٹھ دن
سال قمری کے ایسے ہیں کہ جس روز آفتاب کسی برج یعنے نقطہ سے طلوع کرتا ہے پھر دوسرے
سال کے اُسی روز اُس نقطہ پر آتا ہے لہذا بہت سے مغرب اور مشرق ہر روز نئے پیدا ہوتے
ہیں میں کہتا ہوں جب ہمارا قرآن کتاب آسمانی اور حدیث اور اقوال فلسفی لوگوں کے سب
ایک مغرب اور ایک مشرق کو ثابت کر رہے ہیں اور فلاسفہ قطب نما کی سوئی کو بطرف مغرب سیدھی
جاتا ہوا دیکھ رہے ہیں پھر اگر وہ مغرب حقیقی غیر اضافی اور غیر متحرک اور غیر فرضی نہیں ہے تو
کیونکر یہ انکا قول درست ہوگا اب ہم سوال مندرجہ صہ ۴۱۳ کتاب ہذا کے جواب میں کہتے
ہیں کہ ہاں جناب مغرب کسی شہر کا نام تو نہیں ہے مگر ایک مقام خاص کا نام ہے جسطرف قطب نما
کی سوئی جھکتے ہوئے آپکے فلاسفہ دیکھ رہے ہیں۔ رہا یاجوج اور ماجوج کا قصہ اور اسکے نسبت
جو تشنیع آپنے کی ہے اُسکا جواب باب خاص میں دیا جائیگا ابھی ذرا اور ٹھہر جایئے۔ نکتہ یہ
حدیث احتجاج طبرسی کی جسمیں جناب امیر نے لکھی تفسیر میں ہر سہ آیات قرآنی کے اسکے لطائف
اور رموز مع اسرار آیات سہگانہ قرآن کے عام اہل اسلام کی تقویت ایمان کے نظر سے بھی مجھکو
لکھنا ضرور ہے اور پہلے اسکے میں اپنی کم علمی کا اقرار کرلوں اسلیے کہ دونوں کلام میں اول
تو کلام خدا ہے اور دوسرا کلام اُس عالم ربانی کا ہے جسکی نسبت یہ امر مسلم ہے کہ تحت کلام
الخالق اور فوق کلام المخلوق ہے پھر میں درماندہ کوتی ناداں کیا ان دونوں کے اسرار بیان
کرسکتا ہوں سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا۔ پہلی آیت میں جو خدا نے فرمایا کہ خدا
رب مشرق اور مغرب کا اور رب اُن موجودات کا ہے جو درمیان مشرق اور مغرب کے ہیں اب
ظاہر ہے کہ درمیانی چیزیں مشرق اور مغرب کا محور مقام مشرق اور مغرب کے ہونگی پھر اگر
مشرق اور مغرب دو نقطہ ایسے فرض کریں جو مشرق اور مغرب حقیقی ہوں درمیانی چیزیں
ایسی غیر مشرق اور مغرب پہ صادق آئے کیونکر درست ہوگا اسلیے کہ مشرق اور مغرب اضافی

جو بہ نسبت طول بلد کے ہیں جیسا سبب ۱۸۰ میں لکھا ہے کہ بلحاظ ہزار میل کے فاصلہ پر ہر جگہ کا
نقطہ مشرق بعینہ نقطہ مغرب ہو سکتا ہے لہٰذا یہ مشارق اور مغارب اضافی اس آیت سے
ہرگز مراد نہیں ہو سکتی اسی طرح رب المشرقین و رب المغربین میں بھی چونکہ نقطہ انقلاب شتوی
اور صیفی اکثر بلاد معمورہ میں تبدیل فصلیں کا سبب ہے یہ بھی انہیں دونوں مشرق اور مغرب
پر دلالت کرتا ہے جو بسبب عرض بلد اور میل کلی کے پیدا ہوتے ہیں اور مغرب اور مشرق اضافی
نہیں ہے اور وہ طول بلد کو ان میں دخل ہے بلکہ ہر درجہ طولی کا انقلاب سرما اور گرما انہیں دونو
انقلابین سے قریب قریب ہوتا ہے پھر جب ان دونوں آیتوں میں خدا نے مشرق اور مغرب
اضافی بہ نسبت طول بلد کے نفرمایا اسی وجہ سے آیت سوم رب المشارق و رب المغارب کی
تفسیر امام برحق نے جو فرمائی کہ عرض بلد کے اختلاف کے تین سو ساٹھ مشرق اور مغرب ارشاد
فرمائے کیسی مطابقت اس تفسیر کو ہر دو آیات سابقہ سے ہو گئی اب خلاصہ تینوں آیات کا یہ ہے
کہ ایک مشرق اور مغرب حقیقی وہ ہے جہاں سے عرض بلد کی ابتدا ہے وہی دو نقطہ خط استوا کے
دونوں سرے پر کے ہیں۔ دوسرے دو مشرق اور دو مغرب جو منتہائے عرض بلد شمالی اور جنوبی
ہیں وہ بھی اضافی نہیں ہیں یا انہیں دونوں کے درمیان میں جسقدر مدارات یومی ہیں وہ بھی
مشرق اور مغرب اضافی مثل مشارق طول بلد کے نہیں ہیں پھر چونکہ مشرقین اور مغربین کے
درمیان میں ۱۸۰ مشرق اور مغرب روزانہ بدلتے ہیں اور یہ سب تمام مغرب اور مشرق کے
بیچ میں رب المشرقین کے بعد و ما بینہما ارشاد فرمایا اور رب المشارق کے ہمراہ ما بینہما کہنا تو کسی
طرح مناسب ہی نہ تھا دوسرا نکتہ قرآن مجید میں دو مشرق اور دو مغرب اسی طرح بہت سے مشرق
اور مغرب جو ارشاد فرمائے کوئی ایسا مشرق ان میں نہیں ہے جو کسی کی نسبت مشرق ہو اور
کسی کی نسبت مغرب ہو بلکہ سب کے نزدیک جو مغرب ہے وہ مغرب ہے اور جو مشرق ہے وہ مشرق ہے
لہٰذا پہلی آیت میں جو لفظ مشرق اور مغرب کی وارد ہے اسکا بھی اسی طرح پر ہونا ضرور ہے
جسکے نزدیک مغرب جو ہے وہ مغرب ہے اور مشرق جو ہے وہ مشرق ہے اور یہ بات جب ہی ہو
سکتی ہے کہ نقطہ مغرب اور مشرق دونوں غیر متحرک ہوں اور وہ مغرب غیر متحرک وہی نقطہ تقاطع

آسمانی کا ہے جب یہ گھر پہلے روز آفتاب غروب کیا ہے مغرب سے طلوع آفتاب کی پھر جب
اور پھر بقیہ سے جسکی تفصیل آیات قرآنیہ سے ثابت ہے جسقدر ثبوت ہمنے اس
باب میں دیا ہے اور اسکی توضیح تتمہ میں کردی ہے [illegible]
یہ اعتراض [illegible] اگر [illegible] مغرب [illegible] قیامت فقط انہیں لوگوں
کیواسطے آئیگی (محض غلط ہے اسلئے کہ اگر فرض کریں کہ اس روز طلوع آفتاب مدینہ ہی کے
مغرب سے ہوگا جب بھی تو ایک ہی روز میں یعنی ۲۴ گھنٹہ میں تمام دنیا کے مغرب سے طلوع
آفتاب کا ہو جائیگا [illegible] روز کی کیا ضرورت ہے [illegible] مغرب سے آفتاب کے
طلوع کیا اسکی چند صورتیں قیاسی ہو سکتی ہیں [illegible] صورت [illegible] قرآن اور حدیث [illegible] پھر
پایا [illegible] مذکور ہے اسکو بھی ہم بیان کئے دیتے ہیں پہلی صورت مغرب مدینہ سے طلوع آفتاب
کی یہ ہے کہ اس [illegible] مدینہ میں ادھر شام ہو کر آفتاب چھپا اور پھر فوراً اُسی جگہ سے طلوع کر آیگا
اور اس صورت میں اسکی نظیر اب بھی بعض مقامات زمین پر موجود ہے کہ وہاں رات بقدر ۴ منٹ
خواہ دس منٹ کے ہوتی ہے دیکھو جغرافیہ کے کتب کو آفتاب کی حرکت جو پورب سے پچھم کیطرف کی
ہمکو نظر آتی ہے ذاتی ہو خواہ زمین کی گردش سے ہو وہ حرکت بدل جائیگی اور اسکا ثبوت قرآن مجید
سے یہ ہے وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ یعنی جس روز آفتاب بازگردان کیا جائیگا ابن عباس کی تفسیر
میں تکویر سے مراد تعویر ہے جسکے ایک معنی بازگردانیدن کے بھی ہیں اور جب آفتاب مدینہ کے
مغرب سے پلٹا تمام دنیا میں ۲۴ گھنٹہ میں پلٹ جائیگا دوسری صورت یہ ہے کہ مدینہ میں رات گذرنے
کے بعد جب صبح نمایاں ہو آفتاب مغرب سے نکلے اور اسکا واقع ہونا یوں ہو سکتا ہے کہ خدا چاند
اور سورج دونوں کو یکجا کر دیگا اور باوجودیکہ چاند اور سورج یکجا ہونگے پھر بھی چاند میں گہن لگا ہوگا
چنانچہ فرماتا ہے وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یعنی چاند کا خسوف ہوگا اور
سورج اور چاند یکجا کر دیئے جائینگے۔ چاند گہن باوجود اجتماع شمس و قمر کے اس سبب سے ہوگا کہ
آفتاب کی ضو بھی جاتی رہیگی جیسا کہ قتادہ کی تفسیر اذا الشمس کورت کی یہی ہے اور
ابو عبیدہ تکویر شمس کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ آفتاب مثل عمامہ کے لپیٹا جائیگا لہذا اسکی روشنی

جواب اسکا یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ تنقیح مسئلہ یہ ہے کہ نہایۃ اللغت یا تفسیر بخاری دیکھو صحیح بخاری
اور صحیح مسلم میں ہے کہ آفتاب اپنی مغرب سے بوقت غروب کے پہلے چلیگا اور طلوع کریگا
ہوگا اور عقل میں یہ بعید نہیں ہے کہ مثل عمامہ کے لپیٹا جائے اور ایسا ہوگا
ستارہ جس نسبت سے ایک ستارہ مغرب کو مشرق سے طلوع
معدوم ہے کہ نسبت مغرب کو الٹ کے بجز کسی برہان عقلی سے ضروری ثابت نہیں
ہوتی ہے جس کا خلاف واقع ہونا محال ہو اور جب سے آفتاب اور ماہتاب اور زمین سب کو خدا نے
پیدا کیا اور خواص مخلوقات اجسام اور اجرام کو جو خواص لازمہ سے نہیں ہے ممکن اعتقاد
کر لیا پھر انکے بدلنے پر خالق تعالیٰ کو عاجز نہیں کہہ سکتے ہیں خصوصاً قریب زمانہ قیامت کے جو
انقطاع اور انتظام کیا بلکہ سارے موجودات ارضی اور سماوی فنا
ہونگے لیسے زمانہ کا اس زمانہ حال پر کچھ کہ ہو سکتا ہے ہمارے نبی برحق نے جو حالات
اور علامات قیامت کے آنے کے ارشاد فرمائے ہیں اور ضرور انکی پیشین گوئی سچی ہے ازانجملہ
ایک نشانی تقارب ایام اور چھوٹے ہونے زمانہ کے بھی ہے صحیح ترمذی میں انس سے اور صحیح مسلم
میں روایت ابو ہریرہ سے ہے کہ قیامت قائم ہوگی جب تک زمانہ قریب قریب نہ ہو جائیگا پس ہوگا
سال برابر ایک مہینے کے ہوگا اور مہینہ مثل جمعہ کے یعنی برابر ایک ہفتہ کے ہوگا اور ہفتہ برابر
ایک دن کے ہوگا اور ایک دن برابر ایک گھنٹہ کے ہوگا اور گھنٹہ برابر جلنے کے
ہوگا جس میں آگ کا شعلہ اٹھتا ہے اور فرو ہو جاتا ہے میں کہتا ہوں یہ حدیث پوری دلالت
کرتی ہے کہ نسبت حسابی جو سال اور ماہ اور یوم کی ہے محفوظ رہیگی اسلئے کہ جو سال برابر
ایک ماہ کے ہو بارھواں حصہ کے برابر ہوگا اور یہی نسبت محفوظ ہے پس مہینہ برابر کے
روز کے ہوا مگر حدیث میں مہینہ برابر سات روز کے ہے جو قریب چہارم کے ہوتا ہے اور ہفتہ برابر
ایک دن کے ہوا ساتویں حصہ کی نسبت ہے پس یہ نسبت ہدایت کرتی ہے کہ انتظام
نسبت کا محفوظ رہنا خدا کو اپنی قدرت نمائی میں مجبور نہیں کرتا ہے پس کسی دہریہ کو اضطراب
نسبت مذکورہ حدیث پر اعتراض کرنا بیجا ہے اسلئے کہ حفظ نسبت کوئی امر ضروری نہیں ہے

اقتربت الساعۃ

حدیث

یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ سال کا برابر یک ماہ کے ہونا یا تو مراد اُس سے یہی ہے کہ سچ مچ یہی مقدار سال کی ہوگی چنانچہ آج بھی کواکب سیارات کے دن اور ماہ سال علمائے ہیئت کے نزدیک مختلف زیادتی اور کمی میں ہیں زحل کا ایکدن برابر ۱۵ سال کے ہے پھر اسکا ہفتہ برابر ایک سو پانچ برس کے اور اسکا مہینہ برابر ۳ ہزار ایکسو پچاس برس کے اور اسکا سال برابر تخمینا کے ۳۹ ہزار چار سو برس کے ہوا مریخ کا سال ایک برس اور دس مہینہ کا ہے دیکھو تاریخ الحکماء صفحہ ۱۸۴ اور صفحہ ۱۸۶ کو عطارد کا سال ۸۸ دن کا اور دور کیوں جاؤ اسی زمین پر بعض مقامات جیسے ارض تسعین یعنی جو مقام خط استوا سے ۹۰ درجہ شمال یا جنوب پر واقع ہے وہاں کا ایکدن برابر چھ مہینہ کے ہے پس ایک مہینہ وہاں کا برابر ایکسو اسّی مہینہ کے ہوا یعنے ایک ماہ برابر ۱۵ برس کے اور ایک سال برابر ایکسو اسّی برس کے ہوگا اسیطرح اور مقامات پر بھی کے دن کے دن اور مہینہ اور سال مختلف تعداد کے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ قرآن مجید میں قیامت کے دن کی تعداد کسی جگہ ہزار برس کی اور کسی جگہ پچاس ہزار برس کی وارد ہوئی اور اس سے کہ جب دن سے مراد یہی ہے کہ آفتاب جبتک نظر آتے اور یہ حالت آج بھی سیارات کی آبادی مخلوقات کی نسبت مختلف ہے بلکہ خاص زمین کے رہنیوالوں کے نسبت بھی طرح طرح پر ہے پس بروز قیامت بعد حساب و کتاب جبلوگوں کا داخلہ بہشت یا دوزخ میں جسقدر آگے پیچھے ہوگا اُسیقدر اُنکو آفتاب کے سامنے کی کمی بیشی ہوگی اسلئے کہ بعد دخول بہشت کے لا یرون فیھا شمسًا ولا زمھریرًا نہ وہ لوگ بہشت میں آفتاب کو دیکھینگے اور نہ چاند اُنکو دکھائی دیگا۔ زمہریر کے معنی قمر کے بھی صاحب قاموس نے لکھے ہیں دوسرے معنی ہونے زمانہ کے یہ ہیں کہ دنیا کے اکثر زن و مرد ایسے خواب غفلت میں پڑینگے اور ایسی جہالت اور نادانی انکو ہوگی اور ایسے بھول اپنے ایام زندگی کے اوقات بیہودہ گذارنے میں اُنکو ہوگی کہ سال بھر کا زمانہ اُنکو اتنا کم معلوم ہوگا جیسے ایکماہ کا زمانہ اور مہینہ بھر کو بجائے ایک ہفتہ کے سمجھینگے و هکذا او صدق رسول اللہ صلعم ہم اپنی ذات خاص کی غفلت اور جہالت اور انہماک امور لاطائل میں آج کل ایسی ہی پاتے ہیں کہ مثلاً ہمارے مذہبی ایام جیسے ماہ رمضان اور عشرہ محرم خواہ عید الفطر

ناہیجا قیالانہ

اور عید الضحی اسکے نسبت ہمکو ہمیشہ یہی خیال رہتا ہے کہ کیسے جلدی جلدی ان ایام کا دورہ ہوتا ہے اور اپنے اکثر اسلامی بھائیوں بھی ہم نے یہی سنا ہے کہ روزے کا ماہ رمضان کے کیسے جلد جلد اب آتے ہیں خود دس دن محرم کے کیسے جلد گذر جاتے ہیں بلکہ ماہ رمضان کا ایسا متبرک مہینہ جسمیں روز دوا رمضان خدا ہوتا ہے اسکے جلد گذر جانیکی نسبت ہم نے یہ مثل بنالی ہے کہ وہ روان دوروان وہ پران ادھر یہ تو پورا عقیدہ ہم سبکا ہے کہ ادھر انیسویں شب ضربت جو علی شب قدر ہے آئی اور رمضان گویا ختم ہوگیا نیچرل صاحب مجھے معذور رکھینگے یہ چند سطور میں نے اپنے اور اپنے اسلامی بھائیوں کے حال زار پر رونے میں لکھیں ہیں آپسے انکو کچھ تعلق نہیں ہے آپکے نزدیک تو ماہ رمضان کوئی چیز ہی نہیں آپ تو بقول شخصے ہو رہے ہیں سوکھے ساون ویسے ہرے بھادوں کسی عالم محمدی سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا یا حضرت ماہ رمضان میں شراب پینی کیسی عالم نے جواب دیا کہ جیسے شوال میں مطلب اس عالم کا یہ ہے کہ جب آدمی گناہ کبیرہ شرابخواری پر آمادہ ہوا اور خدا کا خوف یا اور عقلی خرابیاں جو شرابخواری سے ہوتی ہیں (اور ہم بھی لکھنے لگے) انکی پروانہ کی پھر اسکو حرمت ماہ رمضان کا کیا خوف ہو سکتا ہے اور خصوصاً بقول شاعر ؎ گر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجئے ✚ زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں ۔ اسی پر چلن گر شیخ ناسخ نے قطعہ بند چند اشعار لکھے ہیں جسکا آخری شعر یہ ہے ؎ پیر امتحان بغیر تو یہ آپکا غلام ہے ✚ قائل نہیں حضور کسی شیخ و شاب کا ۔ توبہ توبہ میں کہاں سے کہاں پہونچا ہاں جناب ہمارے نبی کریم صلعم نے جو اقتراب زمانہ کے قریب قیامت خبر دی ہے وہ پیشین گوئی ہمارے نسبت نہایت سچی ہے خداوندا اپنے نبی کی امت مرحومہ کو اس غفلت اور غرور و فسق سے نکال دے بحق محمد و آلہ المعصومین سارا گنداز نیچریاں را بگیر چہ تھی صورت آفتاب کے مغرب سے نکلنے کی یہ ہے اور یہی صورت غالباً واقع ہوگی والعلم عند اللہ کہ مراد مغرب سے مکہ معظمہ کا مغرب ہے اور مکہ معظمہ کے مغرب کو مغرب حقیقی اس نظر سے ہم کہتے ہیں کہ ہمکو اپنی الہامی کتابوں سے بخوبی ثابت ہے کہ مکہ معظمہ ناف زمین اور قبۃ الارض ہے اگرچہ بسبب کروی الشکل ہونے زمین کے ہر ایک شہر اور قصبہ قبۃ الارض ہو سکتا ہے مگر چونکہ مکہ معظمہ

دین اسلام کے ہادی اور راہنماے برحق کیواسطے قبلہ مقرر ہوا ہے اور پہلی جگہ جو زمین پر متبرک خدا نے قرار دی ہے یہی مقدس جگہ ہے لہذا ہم لوگ اہل اسلام بلکہ تمامی خلایق اگر مسلمان ہو جائے چنانچہ بعد ظہور ہمارے امام برحق کے ایسا ہی ہوگا کہ سواے مسلمان کے کوئی مذہب والا زمین پر نہ ہوگا پس ہمکو مغرب مکہ معظمہ کا منجملہ ہزاروں مغارب باعتبار طول بلد کے اپنا مغرب سمجھنا کچھ دور از قیاس نہیں ہے یہ امور فرضی اور نسبی ایسے ہیں کہ ہمیشہ ہر قوم اور قبیلہ اور ہر ملت اور مذہب کے لوگ اپنے اپنے اغراض خاصہ کی نظر سے انکو فرض کیا کرتے ہیں خیال کیجیے کہ بطلیموس کی جغرافیاوی حساب سے طول بلد کی ابتدا جزائر خالدات سے شمار کیجاتی تھی اب یورپ کی جغرافیاوے کتابوں میں طول بلد اور ہی جگہ سے شمار کیا جاتا ہے حالانکہ دونوں حساب محض فرضی ہیں بشرطیکہ زمین کروی الشکل ہو اور حرکت بھی کرتی ہو۔

(خاتمہ کتاب)

شکر خدا کہ جلد اول اس کتاب کی ختم ہوئی اور جلد دوم کے ابواب موعودہ جلد اول کی فہرست بھی طیار ہو چکی ہے اور اسکو بھی انشاء اللہ بہت جلد ہدیہ ناظرین کرونگا حضرات علمای اسلام کو معلوم ہے کہ یہ جیسے علم کلام محتاج اسقدر امداد اور اعانت امرا اور والیان ملک کا تھا اور ہے جسقدر علم کلام قدیم کو حاجت اسکی تھی اور لاکھوں کا سرمایہ امرا اور سلاطین اسلامیہ نے فراہم کر کے علمای اسلام کی امداد کی تھی اور علمای متقدمین بھی ایک دوسرے کے معین اور مددگار رہتے تھے اور بمقابلہ دشمنان بیرونی خانگی تزاع کو ترک فرما کر ہمہ تن حمایت دین اسلام میں یکدل اور یک زبان ہو جاتے تھے تب جا کر دہریہ اور ملحدین سے مقابلہ ہوتا تھا انتصار الاسلام نے وہ زمانہ پایا کہ روسا اور والیان ملک کی امداد اسلام کی بیخ کنی کرنیکو سر احمد خانصاحب بہادر کے ہوئی اور ہوتی ہے اور انتصار الاسلام کی تصنیف کی خبر بھی انکو نہوئی تا بامداد چہ رسد اور علمای محمدی اول تو اس زمانہ میں معدودے چند ایسے ہونگے جو ان مباحث کو ضروری سمجھیں الا پھر انکی خستہ حالی اور ناسازی ناپرسانی زمانہ سے ہے کہ خدا رحم کرے انکو اپنے ضروری حوائج سے اتنی بھی فرصت نہیں کہ ایک نظر سرسری سے

اس کتاب کو ملاحظہ کریں۔ مگر چونکہ خداوند عالم دین اسلام کی تائید پر وقت اور ہر زمانہ کے موافق کچھ نہ کچھ سامان کر ہی دیتا ہے۔ لہذا حضور پر نور حامی دین اسلام ناصر شریعت خیر الانام عالی جاہ بلند پائگاہ **نواب سید سید علی خان صاحب** رئیس کاکوری اور ان کے منجھلے بھائی **نواب سید جعفر علیخان صاحب** کو امداد کتاب ہذا پر آمادہ فرمایا۔ ان دونو حضور نے علمی لیاقت اور مالی امداد سے پورے معین اسلام ہو کر ایسی دریا دلی فرمائی کہ جلد اول تصنیف ہو کر چھپ بھی گئی اور جلد دوم کی اشاعت کو منجھلے حضور نے بجتہ وعدہ فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ تعالے وہ بھی ہدیہ ناظرین ہو گی۔ لہذا میں دعای ترقی دارین دونو حضور کو دیکر اس کتاب کو ختم کرتا ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَخِیَارِ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

خاتمۃ الکتاب منجانب خاکسار خادم العلما حقیر غلام عباس مہتمم اشاعت انتصار الاسلام ماتین فی مقتل الحسین +

الحمد والمنت کہ کتاب مستطاب انتصار الاسلام کی پہلی جلد صحت و اہتمام تمام سے دوبارہ چھپکر تیار ہوئی۔ معتقدات اسلام پر علوم جدیدہ و فلسفہ حال کے حملوں کی روک اگر کوئی دنیا میں ہے۔ تو وہ انتصار ہے۔ اس کے مصنف علام حضرت علامہ کنتوری سلمہ اللہ تعالی اپنے زمانہ میں محقق طوسی علیہ الرحمہ سے کم نہیں ہیں۔ موصوف نے ضرورت کیوقت نصرت اسلام میں یہ لاجواب کتاب تحریر فرماکر اسلام کو بیباک اور جرار حملہ آوروں کی زد سے بچایا ہی نہیں لیا بلکہ مظفر و منصور کردکھایا۔ اسلامی دنیا میں کوئی کتب خانہ کوئی الماری کوئی میز کوئی ہاتھ اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ قیمت صرف عہ ہے جو کسی حالت میں مفت سے زیادہ نہیں ہے

تمت

حضرات شائقین

کتاب مستطاب انتصار الاسلام تصنیف جناب فرید العصر وحید الدہر محقق طوسی زمانہ جناب مولوی حکیم سید غلام حسنین صاحب کنتوری دام اللہ فیوضہم دوبارہ چھپکر طیار ہو گئی ہے۔ یہ کہنا بے محل نہیں کہ مصنف علامہ نے اصول علوم قدیمہ وجدیدہ کی رو سے جس خوبی کے ساتھ مذہب اسلام کی حقیقت ثابت کی ہے وہ انہی کا حق تھا۔ مخالفین کا کوئی اعتراض اور شبہہ ایسا نہیں چھوڑا جسکا جواب بوجوہ عدیدہ نہیں دیا۔ یہی سبب تھا کہ پہلی اشاعت کی کل جلدیں دست بدست فروخت ہو گئیں۔ اور شائقین کی درخواست پر دوبارہ چھاپنے کی نوبت آئی۔ بنظر سہولیت خریداران پہلے سے نصف قیمت عہ کردی گئی درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہئیں۔

المشتہر

لاہور لوہاری منڈی۔ نانک چند بلڈنگ۔ بمکان جناب قبلہ مولوی خدا بخش صاحب دام ظلہ۔ غلام عباس مہتمم دفتر انتصار الاسلام و تائین۔

اعلان

حضرات شائقین کتاب ماتین فی مقتل الحسین جلد اول مصنفہ حضرت علامہ جناب مولانا غلام حسنین صاحب کنتوری جس میں تمام عقلی و نقلی دلائل اور جدیدہ اور قدیمہ علوم کے اصول سے وہ تمام شبہات رفع کیے گئے ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارہ میں مخالفین اسلام نے کئے ہیں ہمارے پاس موجود ہے بنظر سہولت باوجود ۸۰۰ صفحہ ہونیکے قیمت صرف عہ مقرر کی گئی ہے۔ اور جلد دوم بھی بہت جلد طیار ہوگی۔

جلد دوم انتصار الاسلام — و جلد دوم ماتین فی مقتل الحسین — و سوانح عمری جناب امام جعفر صادق علیہ السلام — و سوانح عمری جناب علامہ مصنف — و قصاید نعمت خان عالی و ہفت بند نعمت خان عالی — بیضیہ [illegible] رح اسعد شرح واسطے کوثری وغیرہ وغیرہ زیر طبع ہیں۔

یہ سب کتابیں سوائے اس پتہ کے اور کسی جگہ سے نہ ملیں گی۔ ان کتابوں میں سے یا اور کسی کتاب کی جن حضرات کو شوق ہو پتہ ذیل سے طلب فرماویں

المشتہر ————————

لاہور لوہاری منڈی۔ نانک چھلہ۔ بزرگان جناب قبلہ مولوی خدا بخش صاحب دام ظلہم

غلام عباس منیجر دفتر انتصار الاسلام و ماتین